تالیف
شاہ معین الدّین احمد ندوی

مکتبہ اسلامیہ

تاریخِ اسلام
خلافتِ عبّاسیہ
حصّہ سوم
تالیف
شاہ معین الدین احمد ندوی
www.KitaboSunnat.com
مکتبہ اسلامیہ

تاریخِ اسلام
خلافتِ عبّاسیہ
حصّہ سوم و چہارم
تالیف
شاہ معین الدّین احمد ندوی
www.KitaboSunnat.com
مکتبہ اسلامیہ

فہرست

دیباچہ طبع اول

اسلامی حکومتوں میں مذہبی و سیاسی اہمیت' مدت کی وسعت' تہذیب و تمدن کے فروغ اور علوم و فنون کی ترقی کے اعتبار سے خلافت عباسیہ کو سب سے زیادہ اہمیت و امتیاز حاصل ہے۔ یہ حکومت ۱۳۲ھ سے ۶۵۶ھ تک پانچ سو سال سے اوپر قائم رہی۔ گو اس مدت میں اس پر تغیر و انقلاب اور عروج و زوال کے بڑے بڑے دور گزرے۔ اس نے ہارون' مامون اور معتصم کی عظمت و شان اور جاہ جلال کے مناظر بھی دیکھے اور ان کے بعد کے خلفا کے تنزل و ادبار' اور بے بسی و بے کسی کا عبرت آموز تماشا بھی دیکھا۔ جب کہ خود ان میں کوئی قوت باقی نہ رہ گئی تھی اور ان کے پردہ میں غالب قوتیں حکمرانی کرتی تھیں۔ جسے چاہتی تھیں خلیفہ بناتی تھیں' جسے چاہتی تھیں معزول بلکہ قتل تک کر دیتی تھیں' لیکن خلافت بغداد کی مرکزی دینی حیثیت آخر تک قائم رہی اور بنی امیہ اندلس اور مصر و مغرب کے فاطمیوں اور علویوں کے علاوہ جو بنی عباس کے حریف مقابل تھے۔ دنیائے اسلام میں جتنی حکومتیں قائم ہوئیں' وہ سب خلافت بغداد کی دینی مرکزیت کو مانتی اور اس کی سیادت کو تسلیم کرتی تھیں۔

بنی عباس کے عروج کا دور معتصم باللہ المتوفی ۲۲۷ھ پر ختم ہو گیا تھا۔ گو اس کے بعد خلافت بغداد چار صدیوں سے زیادہ قائم رہی' لیکن یہ پورا زمانہ تمام تر اس کے سیاسی زوال' عباسی امرا و عمال خود سری' غالب قوتوں کے اقتدار و استبداد اور نئی حکومتوں کے قیام' ان کے اور خلفا کے اختلافات اور خود ان کی آپس کی کشمکش اور جنگ و جدل کی داستان پر مشتمل ہے۔

مؤرخین بنی عباس کی تاریخ دو دوروں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک ان کے آغاز سے معتصم باللہ المتوفی ۲۲۷ھ تک دور عروج کی تاریخ' دوسری واثق باللہ المتوفی ۲۳۲ھ سے آخر تک دور زوال کی۔ عروج و زوال کے اعتبار سے یہ تقسیم بالکل صحیح ہے' لیکن اس کے مطابق کتاب کے حصوں کی تقسیم میں یہ نقص ہے کہ دور عروج میں کل ایک صدی کی تاریخ آتی ہے اور چار صدیوں سے زیادہ کی باقی رہ جاتی ہے۔ جس سے دور زوال کا حصہ زیادہ طویل ہو جاتا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ معتصم کے بعد خلافت عباسیہ کا زوال شروع ہو گیا تھا اور اس پر ترک حاوی ہو گئے تھے اور جیسا کہ اوپر مذکور ہوا' جسے چاہتے

تھے خلیفہ بناتے تھے۔ جسے چاہتے تھے معزول کر دیتے تھے۔ پھر بھی خلفا کے بہت کچھ اختیارات باقی تھے۔ حکومت کا نظام ان ہی کے نام اور احکام وفرامین سے چلتا تھا۔ اس دور میں بعض ایسے اولوالعزم اور حوصلہ مند خلفا بھی پیدا ہوئے جنہوں نے ترکوں کی قوت کو توڑنے اور ان کا اقتدار گھٹانے کی کوشش کی اور اس میں ان کو عارضی کامیابی بھی ہوئی' لیکن مکتفی باللہ المتوفی ۳۳۴ھ کے عہد میں جب بنی بویہ نے ترکوں کی جگہ لی تو انہوں نے گو خلفا کا ظاہری احترام قائم رکھا' لیکن عملاً ان کو عضو معطل بنا دیا۔ حکومت کے تمام اختیارات اپنے ہاتھوں میں لے لیے اور خلفا کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ ان کا محض نام باقی رہ گیا تھا۔ باقی حکومت سے جملہ سیاہ وسپید کے مالک بنی بویہ تھے۔ اس دور سے جو زوال شروع ہوا تو پھر آخر تک حالت نہ سنبھل سکی۔ اس لیے ہم نے اس کتاب کی تقسیم اس دوسرے دور زوال کے لحاظ سے کی ہے۔ چنانچہ اس حصہ میں ابتدا سے متقی للہ المتوفی ۳۳۳ھ کے عہد یعنی ترکوں کے دور اقتدار تک دوسو سال کی تاریخ ہے۔ دوسرے حصہ میں متکفی باللہ المتوفی ۳۳۴ھ کے عہد میں بنی بویہ کے آغاز اقتدار سے آخر تک چار صدیوں کی تاریخ ہوگی۔

بنی عباس کے علمی وتمدنی کارنامے اتنے گوناگوں ہیں کہ ان کو ایک علیحدہ مستقل جلد میں لکھنا مناسب معلوم ہوا' تاکہ اس کی مرتب تصویر نگاہوں کے سامنے آ سکے۔ چنانچہ پہلے دونوں حصوں میں صرف سیاسی تاریخ ہوگی اور تیسرا حصہ علمی وتمدنی تاریخ پر مشتمل ہوگا۔

عربی مؤرخین عموماً سیاسی انقلابات اور جنگ وجدال کی بڑی جزوی تفصیلات لکھتے ہیں۔ جن سے طول بیان کے علاوہ کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ اس لیے ہم نے حتی الامکان ان میں اختصار ملحوظ رکھا ہے اور غیر ضروری تفصیلات قلم انداز کر دی ہیں۔

فقیر
معین الدین احمد ندوی
دارالمصنفین اعظم گڑھ
۲۱/جون ۱۹۴۴ء

دیباچہ طبع دوم

الحمدللہ سلسلہ تاریخ اسلام کو بڑا حسن قبول حاصل ہوا اور اس کا پہلا ایڈیشن بہت جلد ختم ہو گیا' چنانچہ اس کے پہلے دو حصے مزید ترمیم و اضافوں کے ساتھ دوبارہ شائع ہو چکے ہیں۔ یہ تیسرا حصہ ہے' اس میں بھی بہت سے نئے اضافے کیے گئے ہیں۔ عباسیوں کی علمی و تمدنی تاریخ پر ایک مستقل جلد ہو گی' جو زیر تالیف ہے۔ اس لیے پہلے ایڈیشن میں علمی و تمدنی حالات نہیں لکھے گئے تھے' لیکن یہ سلسلہ متعدد درسگاہوں کے تاریخ اسلام کے نصاب اور ان کے مطالعہ کی کتابوں میں داخل ہے اور اس کی کمی سے طلبا کو دشواری پیش آتی تھی۔ اس لیے اس ایڈیشن میں مختصر علمی حالات مستقل اور تمدنی و انتظامی حالات بھی جستہ جستہ بڑھائے گئے ہیں' تاکہ اس سے ایک اجمالی واقفیت ہو جائے۔ اس کی تفصیل انشاءاللہ زیر تالیف جلد میں ہو گی۔ ان کے علاوہ اس درمیان میں اور جو نئے معلومات حاصل ہوئے۔ ان کا بھی اضافہ کیا گیا ہے اور اب یہ حصہ پہلے سے زیادہ جامع و مکمل اور طلبہ کے لیے مفید ہو گیا ہے۔

فقیر معین الدین احمد ندوی

۲۵ رجب ۱۳۸۶ھ

مطابق ۲۴ مئی ۱۹۴۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخ اسلام

دولت عباسیہ کی اہمیت

مسئلہ خلافت کی تاریخ

اور

عباسی حکومت کا قیام

اسلام کی ساڑھے تیرہ سو سال کی تاریخ میں بڑی بڑی اسلامی حکومتیں قائم ہوئیں اور بہت سے خانوادے تخت حکومت پر بیٹھے' لیکن ان سب میں مختلف حیثیتوں سے جو عظمت وشان اور جو اہمیت دولت عباسیہ کو حاصل ہوئی وہ کسی کے حصہ میں نہ آئی۔ گو اموی حکومت کے مقابلہ میں ان کا رقبہ کم تھا اور برابر گھٹتا ہی گیا' لیکن جب تک عباسی حکومت کا نام باقی رہا اس وقت تک اسلامی حکومتوں میں مرکزی حیثیت اسی کو حاصل رہی اور اس کے زوال کے زمانہ میں اس سے ٹوٹ کر جتنی حکومتیں قائم ہوئیں' ان میں سے اکثریت کا تعلق ماتحت کی حیثیت سے آخر تک اس کے ساتھ قائم رہا اور ان کے حکمران عباسیہ کی سیادت تسلیم کرتے اور اس کے نام کا خطبہ پڑھتے رہے۔ اسی کا علم ان کی حکومت کا نشان تھا۔ جسے خود عباسی خلفا ان کو عطا کرتے تھے۔ آخر زمانہ میں جب عباسی حکومت صرف بغداد میں محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ اس وقت بھی دینی مرکزیت اسی کو حاصل تھی۔ اسلامی تاریخ میں علوم وفنون کی تدوین کا آغاز اسی علم دوست حکومت کے زمانہ میں ہوا' اور اسی کے عہد میں اوج کمال کو پہنچا۔ حدیث اور سیرت ومغازی اور تاریخ وطب وغیرہ کی دو چار کتابیں اموی دور میں بھی تالیف وترجمہ ہوئیں' لیکن اس کو علمی سلسلہ کی کوئی اہم کڑی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس کا مستقل آغاز اور کمال عباسی دور ہی میں ہوا۔ مسلمانوں کی ساری دماغی ترقیاں' علمی کارنامے اور اکابر علما اور علم وفن کے بہترین ذخائر عباسی عہد ہی کی یادگار ہیں۔ ان کا پایہ تخت بغداد "مدینۃ العلم" تھا۔ جہاں ہر فن کے صاحب کمال موجود تھے اور جس سے ساری دنیائے اسلام کے تشنگان علم سیراب ہوتے تھے۔

تمدنی نقش آرائیاں البتہ اموی دور سے شروع ہو چکی تھیں' لیکن اس کی تکمیل بھی عباسی عہد میں ہوئی۔ مختلف قوموں کے میل جول' خصوصاً عجمیوں کے اثر نے تہذیب و معاشرت میں عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا اور عباسی خلفا کی تمدن نوازی نے ایرانی' کلدانی' مصری' رومی' یونانی اور ہندی تہذیب و تمدن کے گوناگوں رنگوں سے سادہ عربی تمدن میں وہ بوقلموں نقش آرائیاں کیں کہ عباسی تمدن دنیا کا تماشا گاہ بن گیا اور مشرق میں اس کا نام ہی اسلامی تمدن قرار پایا اور کشمیر و کاشغر سے لے کر مصر و مغرب تک تمام مسلمانوں کا دینی تمدن ہو گیا اور مشرق کے جس حصہ میں بھی مسلمانوں کی کوئی نئی حکومت قائم ہوئی یا نئی قوم برسر عروج آئی۔ عباسی تمدن اس کا مایہ خمیر قرار پایا۔ اس لیے مسلمانوں کے تمدن' علوم و فنون اور حکمت و سیاست کو سمجھنے کے لیے بنی عباس کی تاریخ سب سے اہم ہے۔

اس حکومت کے قیام کی تفصیل بنی امیہ کے دور میں گزر چکی ہے۔ اس لیے یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

ابتدائی تاریخ اسلام کے واقف کاروں سے یہ راز پوشیدہ نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد ہی سے آپ کی جانشینی کا مسئلہ جس کا اصطلاحی نام ''خلافت و امامت'' ہے۔ مسلمانوں میں اختلاف انگیز رہا' لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اخلاص اور حسن نیت نے اس اختلاف کو دبا کر اتحاد و اتفاق قائم کر رکھا اور دو اگلی خلافتیں اسی مسلک پر گزر گئیں۔ تیسری خلافت کے آخری زمانہ میں جب اکثر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اور ان کے اخلاف ان کے وارث ہوئے تو پر جوش نوجوان طبیعتیں منصبوں اور عہدوں کی حرص و ہوس میں مبتلا ہو گئیں۔ خصوصاً قریشی نوجوان اس عظیم الشان اسلامی حکومت کو جس کے قائم کرنے میں عرب کے تمام قبائل کی کوششیں برابر کی شریک تھیں' اپنی تنہا ملک سمجھنے لگے۔ یہ چیز آزاد اور مساوات پسند عربوں پر سخت [1] شاق گزری۔ اس کے علاوہ مفتوحہ قومیں علیحدہ مسلمانوں کی محکومی سے گلو خلاصی کے لیے موقع کی منتظر تھیں۔ شام و مصر تو عربوں نے جب لیا تھا' رومیوں کی غیر قومی حکومت سے لیا تھا۔ اس لیے اس کے مٹنے کا مصر و شام کے باشندوں کو کوئی بڑا افسوس نہ تھا' لیکن ایران میں عجمیوں کی قومی حکومت تھی' گو کتنی ہی بری سہی تاہم وہ ان کی اپنی تھی' جس کے چھن جانے کا غم آسانی سے ایرانیوں کے دلوں سے محو نہیں ہو سکتا تھا۔

حکومت کھونے کے بعد گو وہ عربوں کے ماتحت ہو گئے تھے' لیکن اس کا داغ ان کے دل سے نہ مٹتا تھا اور ان کے دل میں اس کو دوبارہ واپس لینے کے جذبات برابر پرورش پاتے رہے' لیکن چند ہی دنوں کے اندر حکومت اسلامیہ کی بنیادیں اس قدر راسخ ہو گئیں تھیں کہ قوت سے اس کا جنبش دینا ان کے بس

[1] تاریخ طبری' واقعات عہد عثمان رضی اللہ عنہ۔

سے باہر تھا اور ان کے لیے صرف یہی صورت باقی رہ گئی تھی کہ وہ اسلامی حکومت کو کسی ایسی شکل میں تبدیل کر دیں کہ ان کو اس میں زیادہ سے زیادہ حقوق حاصل ہو جائیں' لیکن ایسی شکل میں بدلنا بھی مذہب کی آڑ کے بغیر ممکن نہ تھا۔ اس وقت اسلام پر زیادہ زمانہ نہیں گزرا تھا۔ اس لیے مسلمانوں میں عقائد کی کوئی بڑی تفریق نہیں قائم ہوئی تھی۔ البتہ سیاسی اختلاف کی تفریقیں قائم ہو رہی تھیں اور انہی اختلافی جذبات کو ابھارنے سے کسی نئے انقلاب کی بنیاد پڑ سکتی تھی۔

قریش میں دو خاندان نمایاں اور ممتاز تھے۔ بنی امیہ اور بنی ہاشم۔ غزوۂ بدر میں قریش کے اکثر رئیس جب مارے گئے تو مکہ کی ریاست تنہا ابوسفیان اموی کے حصہ میں آئی۔ بنی ہاشم میں خود آنحضرت ﷺ' آپ کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور حضرت علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تھے۔ اس طرح گویا بدر سے لے کر فتح مکہ تک بنی امیہ اور بنی ہاشم برسر مقابلہ رہے اور فتح مکہ پر بنی امیہ کی ریاست کا خاتمہ ہوا اور وہ بھی عام اسلامی حکومت کا جز بن گئے۔ جن میں بنی ہاشم اور بنی امیہ کا کوئی سوال نہ تھا۔ شاید اسی کو مٹانے کے لیے آنحضرت ﷺ نے بنی ہاشم کو کوئی بڑا عہدہ اور منصب بھی نہیں دیا اور ہر قسم کی قبائلی اور خاندانی تفرقہ اندازیوں کا قلع قمع کر دیا' چنانچہ آپ کے بعد دو خلیفہ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نہ ہاشمی تھے اور نہ اموی۔ انہوں نے بھی اس نکتہ کو پوری طرح یاد رکھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب ہوا۔ یہ گو آنحضرت ﷺ کے داماد تھے' مگر اموی خاندان کے تھے۔ اس لیے ان کے اخیر عہد میں پرانا اموی اور ہاشمی سوال پھر پیدا ہو گیا' یا پیدا کر دیا گیا۔ شام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کے زمانہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ گورنر چلے آ رہے تھے۔ اس لیے وہاں ان کا بڑا اثر قائم ہو گیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا دارالحکومت عراق میں منتقل کر دیا تھا۔ اس لیے بنی ہاشم کے حامیوں اور طرف داروں کی بڑی جماعت عراق میں تھی اور عراق کے ساتھ عجم کی پوری طاقت بھی شریک تھی۔ اس طرح عراق سے لے کر ایران و خراسان تک بنی ہاشم کا اقتدار قائم تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت کی مسند پر قدم رکھا۔ وہ ہاشمی تھے۔ بنی امیہ نے ان سے اختلاف کیا اور شام نے ان کا ساتھ دیا۔ اس مخالف جماعت کے راہنما امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پورا عہد اسی جنگ و جدال میں بسر ہو گیا اور لوگ امن و امان کو ترسنے لگے۔ یہ دیکھ کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جگہ عراق و عجم کے خلیفہ تھے' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی' مگر بنی ہاشم نے اس کو پسند نہیں کیا اور ''بنی ہاشم'' جو جاہلیت کی اصطلاح تھی' اسلام کے بعد اہل بیت نبوی ﷺ کی مذہبی اصطلاح میں بدل گئی تھی اور اب مقابلہ بنی امیہ اور اہل بیت نبوی ﷺ میں ہو گیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ہونے کے بعد اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری مدارات اور بظاہر ہر طرح ان کی دلجوئی کی۔ انکی وفات کے بعد ان کا لڑکا یزید تخت نشین ہوا۔ اس جانشینی نے اسلام میں وراثت کی بدترین نظیر پیش کی اور عام طور پر مسلمانوں نے اس کو اس منصب کے ناقابل سمجھا' مگر دنیاوی طاقت وحکومت اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس لیے کچھ لوگوں نے قوت سے ڈر کر اور کچھ لوگوں نے مسلمانوں کو تفریق سے بچانے کے لیے اس کی خلافت مان لی' لیکن قریش اور اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جو لوگ اخلاقی طاقت رکھتے تھے' انہوں نے اس جبری اور موروثی جانشینی سے اختلاف کیا۔ ان میں سب سے اہم شخصیت حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی تھی' جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی کے لڑکے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اول کے نواسہ تھے۔ ان سے بھی زیادہ اہم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تھے' جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلیفہ چہارم کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ ان کے علاوہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ موجود تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے زہد وورع کی بنا پر گوشہ گیری اختیار کر لی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے علم کی مسند پر قناعت کی۔ اب صرف حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ باقی رہ گئے۔ حضرت امام کو ان کے عراق کے طرف داروں نے کوفہ آنے کی دعوت دی اور جیسا کہ معلوم ہے' انہوں نے کوفہ جا کر اہل بیت کے اکثر افراد کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا۔ اس کے بعد اہل بیت کی یادگار میں صرف حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بیمار صاحبزادہ امام علی زین العابدین رہ گئے۔ ان کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک اور صاحبزادہ جو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے بعد کی ایک اور بیوی حنفیہ سے تھے' ان کا نام محمد بن حنفیہ تھا۔

حضرت علی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے سجادہ عبادت کو چھوڑ کر سیاسی میدان میں قدم رکھنا گوارا نہ فرمایا' لیکن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے حجاز میں خلافت کا دعویٰ کیا۔ ابھی ان میں اور یزید میں جنگ جاری تھی کہ یزید کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا معاویہ تخت نشین ہوا' لیکن وہ یزید کے عہد کے المناک حوادث سے اتنا متاثر تھا کہ دو ہی چار دن کے بعد تخت چھوڑ کر گوشہ گیری اختیار کر لی۔ اس طرح امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چند ہی سال بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خاندان کی موروثی حکومت ختم ہو گئی اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے حجاز وعراق میں اپنی حکومت قائم کر لی' لیکن ادھر شام میں خاندان بنی امیہ کے ایک اور چالاک ممبر مروان بن حکم نے موقع انتخاب میں اپنے کو پیش کر کے کامیابی حاصل کی' مگر وہ جلد ہی

دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اس کا لڑکا عبدالملک نہایت مدبر' سیاستدان اور باہمت تھا۔ اس نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا خاتمہ اور تمام بغاوتوں کا استیصال کر کے پھر سے بنی امیہ کی نئی حکومت قائم کر دی اور بہت سی نئے فتوحات حاصل کیں۔

جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کے خلف الصدق حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ سیاسی جھگڑوں سے بالکل کنارہ کش ہو گئے تھے اور طرفداران اہل بیت جن کا اصطلاحی نام ''شیعہ'' (گروہ) تھا' ان کی امامت وراہنمائی محمد بن حنفیہ کی طرف منتقل ہو گئی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غیر فاطمی صاحبزادہ تھے۔ اس وقت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کے لیے دو نئی اصطلاحیں قائم ہو گئیں۔ ایک فاطمی جو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے اور دوسرے علوی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دوسری بیویوں سے تھے۔ بہرحال اس طرح یہ سلسلہ فاطمی اہل بیت سے علویوں میں منتقل ہو گیا۔ محمد بن حنفیہ کے بعد ان کے لڑکے ابوہاشم عبداللہ ان کے قائم مقام ہوئے۔ اتفاق سے ان کو ایک ایسے مقام (حمیمہ ملک شام) میں مرض الموت پیش آئی جہاں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد کے سوا کوئی دوسرا رکن اہل بیت موجود نہ تھا۔ یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پوتے محمد بن علی تھے۔ اس لیے ابوہاشم نے یہ امانت محمد بن علی کے سپرد کر کے ان کو اپنا جانشین بنایا اور اپنے خراسانی اتباع وانصار کو وصیت کی کہ میرے بعد محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس میرے جانشین ہوں گے۔ تم لوگ ان کی طرف رجوع کرنا' اس وصیت کے مطابق ابوہاشم کی وفات کے بعد خراسانیوں نے محمد بن علی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس طرح خلافت وامامت کا استحقاق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد میں منتقل ہو گیا' یہ گویا عباسی حکومت کا بنیادی پتھر تھا۔

۱۲۶ھ میں محمد بن علی نے وفات پائی اور ان کے لڑکے ابراہیم ان کے جانشین ہوئے۔ ان دونوں کے زمانے میں برابر عباسی دعوت کا خفیہ سلسلہ قائم رہا۔ ابراہیم کے زمانہ میں یہ راز فاش ہو گیا اور بنی امیہ نے ان کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور قید ہی میں انہوں نے وفات پائی۔ ابراہیم کی گرفتاری کے بعد ۱۲۹ھ میں ان کے چھوٹے بھائی ابوالعباس عبداللہ بن محمد بن علی نے ان کی جگہ لی۔ ان کے زمانہ میں عباسیوں میں کافی طاقت آ گئی تھی' اس لیے وہ علانیہ بنی امیہ کے مقابلہ میں آ گئے اور بنی عباس کے داعی اعظم ابومسلم خراسانی نے بنوامیہ کا خاتمہ کر دیا۔ بنی عباس کی دعوت ان کی اور بنی امیہ کی آویزش اور لڑائیوں اور بنی امیہ کے خاتمہ کی تفصیل بنی امیہ کے حصہ میں گزر چکی ہے۔ اس لیے دوبارہ اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

ابوالعباس عبداللہ بن محمد المعروف بہ سفاح

(۱۳۲ھ تا ۱۳۶ھ مطابق ۷۴۹ء تا ۷۵۳ء)

بنی امیہ کے خاتمہ کے بعد ابوالعباس عبداللہ بن محمد تخت خلافت پر بیٹھا۔ اس کی امامت کی بیعت ابراہیم کی گرفتاری کے بعد ۱۲۹ھ میں ہوئی تھی' لیکن یہ محض ابراہیم کی جانشینی کی بیعت تھی اور ان کے حامیوں تک محدود تھی۔ خلافت کی بیعت عراق پر عباسیوں کے قبضہ کے بعد ربیع الاول ۱۳۲ھ میں ہوئی اور مروان کے قتل کے بعد ذی الحجہ ۱۳۲ھ میں وہ دنیائے اسلام کا خلیفہ تسلیم کیا گیا اور اس نے بحیثیت خلیفہ پہلا خطبہ دیا۔ ❶ اس کا زمانہ زیادہ تر فتنوں کے دبانے اور نئی حکومت کے استوار کرنے میں گزرا۔ ''سفاح'' کے لفظی معنی خونریز کے ہیں۔ اس نے بنی امیہ کے افراد کو چن چن کر قتل کیا اور بنی امیہ نے ۴۰ھ (سال شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے لے کر اپنے آخری دور ۱۳۲ھ تک ۹۲ برس میں اہل بیت اور ان کے طرفداروں کے ساتھ جو کچھ کیا تھا' سفاح نے اس کا انتقام پانچ ہی برس میں لے لینا چاہا۔ سینکڑوں امویوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ یہاں تک کہ بنی امیہ کی قبریں اکھاڑ کر ان کی ہڈیاں جلائی گئیں اور خراسانیوں کے ہاتھوں نئی عباسی حکومت کا رعب بٹھانے کے لیے بہت کچھ مظالم کا ارتکاب کیا گیا۔ ❷ بنی امیہ میں صرف ایک جوان مرد عبدالرحمٰن مشرق سے بھاگ کر مغرب چلا گیا اور اسپین پہنچ کر بنی امیہ کی عظیم الشان حکومت قائم کی جو تین سو برس تک اسپین میں کامیابی کے ساتھ قائم رہی۔

پایہ تخت

بنی عباس کے اعوان و انصار زیادہ تر عراق و خراسان میں تھے۔ یہیں سفاح کی سب سے پہلی بیعت ہوئی تھی۔ اس لیے اس نے عراق ہی کو پایہ تخت بنایا اور ۱۳۴ھ میں انبار میں ایک شہر ہاشمیہ آباد کر کے اس کو پایہ تخت قرار دیا ❸ یہ شہر سفاح کے نام سے مدینۃ المنصور بھی کہلاتا تھا ❹

سفاح نے اپنی نئی حکومت کا ڈھانچہ اس طرح کھڑا کیا کہ اپنے بھائی ابوجعفر منصور کو جزیرہ آذربائیجان اور آرمینیہ کا والی بنایا اور اپنے چچا داؤد کو مدینہ منورہ' مکہ مکرمہ' یمن اور یمامہ سپرد کیا اور

---

❶ معارف ابن قتیبہ ص ۱۶۲ و یعقوبی ج ۱' ص ۴۱۳۔ ❷ دیکھو ابن اثیر جلد ۵' ص ۱۶۱ و ابوالفداء ص ۲۱۲ و ۲۱۳' ج ۱ حسینیہ مصر و کتاب الفخری ص ۱۳۴ مطبع موسوعات مصر۔

❸ یعقوبی جلد ۲' ص ۴۲۹۔ ❹ دینوری ص ۳۴۴۔

اپنے ایک بھتیجے کو کوفہ بھیجا اور اپنے دوسرے چچا کو شام دیا اور مصر کی حکومت ابوعون کے سپرد کی اور خراسان کی باگ بدستور ابومسلم کے ہاتھ میں رہنے دی اور فارس کا امیر اپنے بھائی کو بنایا۔ ❶

وزارت

وزارت کا عہدہ قائم کیا اور سب سے پہلے اس منصب پر عباسی تحریک کے مشہور داعی ابوسلمہ حفص بن سلیمان کا تقرر ہوا۔ یہ کوفہ کا ایک ذی علم' عالی دماغ اور فیاض امیر تھا۔ مشہور عباسی داعی بکیر بن ہامان کی لڑکی اس سے منسوب تھی۔ مرتے وقت وہ ابوسلمہ کو اپنا جانشین بنا کر امام ابراہیم کے سپرد کر گیا تھا۔ اس نے عراق میں عباسی تحریک کی بڑی قابل قدر خدمات انجام دی تھیں۔ اس لیے سفاح نے اس کے صلہ میں اس کو وزارت کا منصب عطا کیا' لیکن یہ زیادہ دنوں تک اس عہدہ پر قائم نہ رہ سکا اور خود سفاح نے اس کا خاتمہ کرا دیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ بنی امیہ کے زوال کے بعد ابوسلمہ نے حکومت کو اہل بیعت نبوی ﷺ میں منتقل کرنے کی کوشش کی تھی اور اس خاندان کے کئی بزرگوں کے سامنے اس منصب کو پیش کیا' لیکن سب نے انکار کر دیا تھا۔ سفاح کو اس کا علم ہو گیا تھا' لیکن ابوسلمہ' ابومسلم کا خاص آدمی تھا۔ اس لیے سفاح کو اس کے ساتھ کسی بدسلوکی کی جرأت نہ ہوئی۔ اس نے ابومسلم کو اس کی سازش کی اطلاع دے کر اس کا فیصلہ اسی کے حق میں چھوڑ دیا۔ ابومسلم کو سفاح کے دلی خیال کا اندازہ ہو گیا تھا' اس لیے اس نے قتل کرا دیا۔ ❷

ابوسلمہ کے بعد یہ عہدہ خالد بن برمک کو ملا۔ خالد کا دادا برمک بلخ کے بدھوں کے معبد نوبہار کا پجاری تھا۔ اس لیے عجمی بدھوں کے دلوں میں اس کی بڑی عظمت تھی۔ ❸ اس کی اولاد نے اسلام قبول کر لیا۔ یہ سارا خاندان بڑا عالی دماغ تھا۔ خالد علم و فضل' عقل و دانش' تدبیر و سیاست' شجاعت و شہامت' جود و سخا وغیرہ میں سارے خاندان میں ممتاز تھا۔ اس نے بھی عباسی دعوت کی تبلیغ میں مفید خدمات انجام دی تھیں۔ اس لیے ابوسلمہ کے بعد سفاح نے اسے وزارت کا عہدہ عطا کیا' جس پر وہ منصور کے زمانہ تک قائم رہا۔

غیر مقبوضہ علاقوں پر قبضہ

بنی عباس اور بنی امیہ کی معرکہ آرائیوں کے زمانہ ہی میں ممالک محروسہ کا بڑا حصہ بنی عباس کے

---

❶ ابوالفدا جلد ا ص ۲۱۳ حسینیہ۔ ❷ الفخری ص ۱۳۷ و ۱۳۸۔

❸ پچھلے بے احتیاط مورخوں نے نوبہار کو مجوسیوں کا آتش کدہ لکھا ہے' لیکن حضرت استاد مولانا سید سلیمان ندوی نے دلائل قاطعہ سے ثابت کیا ہے کہ یہ آتش کدہ نہیں بلکہ بدھوں کا معبد تھا۔ دیکھو عرب و ہند کے تعلقات ص ۱۰۲ تا ۱۲۳۔

زیر نگین ہو چکا تھا۔ جو حصے باقی رہ گئے تھے' ان پر سفاح کے زمانہ میں قبضہ ہو گیا۔ اس سلسلہ میں بعض معمولی لڑائیاں بھی پیش آئیں۔ خراسان پر مروان کی زندگی ہی میں قبضہ ہو چکا تھا۔ ۱۳۳ھ میں محمد بن مسلمہ اموی نے اسے واپس لینے کی کوشش کی' مگر ناکام رہا۔ ❶ اسی طرح اہل موصل کی جانب سے مخالفت کا ظہور ہوا اور انہوں نے عباسی حاکم محمد بن صول کو اپنے یہاں سے نکال دیا۔ سفاح نے یحییٰ بن علی کو بھیجا' اس نے بزور شمشیر اہل موصل کو مطیع بنایا۔ ❷

آرمینیہ پر یہاں کے اموی حاکم اسحاق بن مسلم عقیلی کا نائب مسافر بن کثیر قابض ہو گیا تھا۔ سفاح نے محمد بن صول کو اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ اس نے اسحاق کو قتل کر کے آرمینیہ کو اس کے قبضہ سے چھڑا لیا۔ ❸

اسی طرح سندھ پر ایک شخص منصور بن جمہور نے بنی امیہ کے آخری دور میں غاصبانہ قبضہ کر لیا تھا۔ عبدالرحمٰن بن مسلم نے مغلس عبدی کو سرحد کا حاکم مقرر کیا۔ اس نے سندھ پر فوج کشی کی۔ منصور نے اسے قتل کر دیا۔ ابومسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے موسیٰ بن کعب کو سندھ روانہ کیا۔ اس نے منصور کو شکست دی۔ شکست کھا کر وہ ریگستانی علاقہ کی طرف بھاگ گیا اور اس بے آب و گیاہ علاقے میں پانی نہ ملنے کی وجہ سے پیاسوں مر گیا۔ سندھ پر قبضہ کے بعد موسیٰ نے منصورہ کو جو ہندوؤں کی یورش سے ویران ہو گیا تھا' دوبارہ آباد کیا اور بعض نئی فتوحات حاصل کیں۔ ❹

بغاوتوں کا استیصال

عباسی دعوت چونکہ اہل بیت کے نام کے پردہ میں ہوئی تھی۔ اس لیے ان کے بہت سے ہوا خواہ اس میں شریک ہو گئے تھے' لیکن بنی امیہ کے خاتمہ کے بعد جب ان کی توقع کے خلاف اہل بیت کے بجائے بنی عباس کے ہاتھوں میں حکومت آئی تو وہ لوگ ان کے خلاف ہو گئے' چنانچہ ایک محب اہل بیت شریک نے بخارا میں علم بغاوت بلند کر دیا۔ تیس ہزار آدمی اس کے ساتھ ہو گئے' لیکن ابومسلم نے اس کا خاتمہ کرا دیا۔ ایک اور خراسانی امیر بسام بن ابراہیم باغی ہو گیا اور اس کے ساتھ بھی ایک جماعت ہو گئی تھی۔ سفاح نے خازم بن خزیمہ کو بھیج کر اس کا خاتمہ کرا دیا۔ ❺

خوارج

عمان اور بحرین وغیرہ خوارج کے پرانے مرکز تھے۔ یہ بنی امیہ کی طرح بنی عباس کے بھی

---

❶ یعقوبی ج۔۲' ص۴۲۵۔ ❷ ابن اثیر ج۔۵' ص۱۶۶۔ ❸ یعقوبی ج۔۲' ص۴۲۹۔
❹ فتوح البلدان ص۴۴۹۔ ❺ ابن اثیر ج۔۵' ص۱۶۸۔

خلاف تھے۔اس لیے بسام بن ابراہیم کے خاتمہ کے بعد سفاح نے خازم کو خارجیوں کے مقابلہ کیلئے عمان اور جزیرہ کاوان بھیجا۔صحرائے عمان میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔کئی خونریز معرکوں کے بعد خارجیوں کا سردار جلندی مارا گیا اور ان کی بڑی تعداد قتل ہوئی۔ ❶

رومیوں کا حملہ

دوسری طرف انقلاب حکومت کی بدنظمی سے فائدہ اٹھا کر ۱۳۳ھ میں قیصر روم نے ایشیائے کوچک کے ایک سرحدی شہر کمخ پر حملہ کر دیا۔ یہاں کے باشندوں نے ملطیہ کے مسلمانوں کی مدد سے مقابلہ کیا' لیکن ان کو شکست ہوئی۔ کمخ کے بعد رومیوں نے ملطیہ کو گھیر لیا اور یہاں کے مسلمانوں سے کہلا بھیجا کہ وہ شہر حوالہ کر کے اسلامی علاقے میں نکل جائیں۔ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا۔ مسلمانوں نے انکار کیا۔ان کے انکار پر رومیوں نے محاصرہ اور زیادہ سخت کر دیا۔مسلمانوں میں زیادہ تاب مقاومت نہ تھی' اس لیے انہوں نے مجبور ہو کر ملطیہ چھوڑ دیا اور جزیرہ چلے گئے۔شہر خالی ہونے کے بعد رومیوں نے اس کو بالکل ویران کر دیا اور یہاں جتنے مسلمان مرد تھے ان کو قتل اور عورتوں کو قید کر لیا ❷ یعقوبی کا بیان ہے کہ ملطیہ پر رومیوں کا قبضہ نہیں ہوا' بلکہ مصالحت ہو گئی اور سفاح نے آئندہ خطرات کے انسداد کے لیے عبداللہ بن علی کو بھیج کر سرحد کی حفاظت کا انتظام کرایا۔ ❸

فتوحات

ان حوادثات کے ساتھ سرحدی علاقوں پر فوج کشی کا بھی سلسلہ جاری رہا۔ چنانچہ ۱۳۳ھ میں خالد بن ابراہیم نے ختن پر فوج کشی کی۔ یہاں کا فرمانروا جیش بن شبل معمولی مدافعت کے بعد چین کی طرف نکل گیا۔

اسی سنہ میں فرغانہ اور چاچ کے حکمرانوں میں مخالفت ہو گئی۔فرغانہ کے حاکم نے خاقان چین کی مدد سے چاچ کا محاصرہ کر لیا۔فرمانروائے چاچ میں خاقان کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔اس لیے اس نے اس کی اطاعت قبول کر لی۔ابو مسلم خراسانی کو اس اختلاف کی خبر ہو گئی۔اس نے فوراً زیاد بن صالح کو روانہ کیا۔دریائے طراز پر دونوں کا مقابلہ ہوا۔زیاد نے بڑی فاش شکست دی۔۱۳۴ھ میں خالد بن ابراہیم نے کش پر فوج کشی کی اور یہاں کے فرمانروا آخرید کو قتل کر کے بہت سامال غنیمت حاصل کیا اور آخرید کے بھائی طاران کو کش کا حاکم بنایا۔ ❹

---

❶ ابن اثیر جلد ۵' ص ۱۶۸۔ ❷ ابن اثیر ج ۔۵ ص ۱۶۷' ۱۶۸۔
❸ یعقوبی جلد ۔۲' ص ۳۵ا۔ ❹ یہ حالات ابن اثیر جلد ۔۵' ص ۔۱۶۷' ۱۶۸ سے ماخوذ ہیں۔

ولی عہدی

۱۳۶ھ میں سفاح نے اپنے بعد اپنے بھائی ابو جعفر منصور کو اور اس کے بعد اپنے بھتیجے عیسیٰ بن موسیٰ کو ولی عہد مقرر کیا۔ ❶

ابو مسلم خراسانی کا حج

اسی سنہ میں ابو مسلم خراسانی سفاح کی اجازت سے حج کے لیے گیا۔ اس سال کا حج ابو جعفر منصور کی امارت میں ہوا۔ ابھی ابو جعفر حج سے واپس نہ ہوا تھا کہ سفاح کا وقت آخر ہو گیا اور ۱۳ ذوالحجہ ۱۳۶ھ میں اس نے سفر آخرت کیا اور اپنے پایہ تخت ہاشمیہ میں دفن ہوا۔ انتقال کے وقت ۶۳ یا ۲۶ سال کی عمر تھی۔ مدت خلافت ۴ سال ۸ مہینے۔ وفات سے دو تین دن پہلے اس کو اپنی موت کا یقین ہو گیا تھا۔ بعض لوگوں نے اس خیال کی تردید کرنی چاہی۔ سفاح نے کہا گو دنیا سے مجھے محبت ہے، لیکن آخرت اس سے زیادہ محبوب اور اللہ عزوجل سے ملاقات میرے لیے زیادہ بہتر ہے۔ اس کی زبان سے آخری الفاظ یہ نکلے تھے۔ حقیقی بادشاہت اللہ حی و قیوم کے لیے ہے۔ وہ بادشاہوں کا بادشاہ اور جباروں کا جبار ہے۔ ❷

اوصاف

سفاح علیم، باوقار، عاقل، مدبر، فیاض اور حسن اخلاق سے آراستہ تھا۔ ❸ فیاضی اور سیر چشمی کا وصف نمایاں تھا۔ سیوطی کا بیان ہے کہ وہ بڑا فیاض تھا۔ جو وعدہ کرتا اس کو فوراً اسی مجلس میں پورا کرتا تھا۔ اپنے حریف علویوں کے ساتھ بھی بڑی فیاضی سے پیش آتا۔ عبداللہ بن حسن علوی کا بیان ہے کہ میں نے دس لاکھ کی رقم نہیں دیکھی تھی۔ سفاح نے منگوا کر مجھے دکھائی اور دکھانے کے بعد گھر جاتے وقت میرے ساتھ کر دی۔ ❹ شعر و ادب اور موسیقی سے بہت دلچسپی رکھتا تھا اور شعرا اور گویوں کو بڑی بڑی رقمیں دیتا تھا۔ کبھی کوئی شاعر اور گویا اس کے دربار سے خالی ہاتھ واپس نہیں ہوتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ جو لوگ سرور مجھے نقد دیتے ہیں ان کا انعام ادھار پر نہیں ٹالا جا سکتا۔

لیکن بنی امیہ کے استیصال میں اس نے بڑی سختی کی تھی۔ اس لیے سفاح اس کا لقب ہو گیا اور اسی لقب سے وہ تاریخ اسلام میں مشہور ہے۔

---

❶ ابن کثیر جلد ۱۰ ص ۶۰، ۶۱۔ ❷ طبری جلد ۱۰ ص ۸۷۔
❸ الفخری ص ۱۳۳۔ ❹ تاریخ الخلفا ص ۱۷۱۔

ابو جعفر عبداللہ بن محمد الملقب بہ منصور

(۱۳۶ھ تا ۱۵۸ھ مطابق ۷۵۳ء تا ۷۷۴ء)

سفاح کے بعد اس کا بھائی ابو جعفر عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب خلیفہ ہوا۔ یہ ایک بربری لونڈی سلامہ کے بطن سے تھا۔ سفاح کی وفات کے وقت جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے وہ مکہ میں تھا۔ دارالخلافہ میں اس کے چچا عیسیٰ بن علی نے اس کی جانب سے بیعت لی۔ راستہ میں منصور کو سفاح کی وفات کی خبر ملی۔ ابو مسلم ساتھ تھا' پہلے اس نے خود بیعت لی اس کے بعد جس قدر بنو ہاشم اور ارا کین سلطنت ساتھ تھے' ان سے بیعت لی' اور ذی الحجہ ۱۳۶ھ میں منصور تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ اس وقت اس کا اکتالیسواں سال تھا۔

سفاح اپنے زمانہ میں بنو امیہ کا استیصال کر کے منصور کے لیے میدان صاف کر گیا تھا۔ اس لیے ان کی طرف سے وہ بالکل مطمئن رہا' لیکن ابھی اموی حکومت کو مٹے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔ اس لیے مختلف صوبوں میں بغاوت کے شعلے بھڑکے۔ علویوں نے علیحدہ زور پکڑا۔ خود عباسی خاندان کے بعض افراد تخت خلافت کے مدعی بن کر کھڑے ہو گئے' لیکن منصور کی بیدار مغزی' تدبر اور مستعدی ان تمام مشکلات پر غالب آئی اور اس نے ہر طرح کی شورشوں کے باوجود سلطنت میں کوئی انقلاب نہ ہونے دیا۔

عبداللہ بن علی کا دعویٰ خلافت

سفاح کے انتقال کے وقت اس کا چچا عبداللہ بن علی شام میں تھا۔ اس کو سفاح کی موت کی خبر ملی تو اس کو تاج و تخت کی طمع دامن گیر ہوئی' چنانچہ اس نے لوگوں کو جمع کر کے کہا کہ سفاح نے مروان کے مقابلہ میں بنو عباس کو بھیجنا چاہا تھا' لیکن میرے سوا کوئی آمادہ نہ ہوا۔ میری مستعدی دیکھ کر سفاح نے کہا تھا کہ اگر تم مروان پر غالب ہو گئے تو میرے بعد تم ہی میرے ولی عہد ہو گے۔ اس کے اس دعویٰ پر بہت سے لوگوں نے شہادت دی' چنانچہ ایک جماعت نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ [1] لیکن یہ بیان واقعہ کے بالکل خلاف تھا۔ اس لیے منصور کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے ابو مسلم سے مشورہ کیا۔ طبری اور ابن اثیر کا بیان ہے کہ ابو مسلم اس کی امداد کے لیے آمادہ ہو گیا' لیکن یعقوبی کا بیان ہے کہ اس نے درمیان میں پڑنا مناسب نہ سمجھا اور یہ جواب دیا کہ شام میں عبداللہ کی طاقت بہت کمزور ہے' اس لیے ادھر توجہ کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کو صرف خراسان سنبھالنا چاہیے۔ یہ رائے دے کر وہ اپنے گھر چلا گیا

---

[1] الفخری ص ۱۵۰۔

اور اپنے کاتب سے کہا کہ مجھے ان دونوں کے درمیان پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ میں ان دونوں مینڈھوں کو چھوڑ کر خراسان چلا جاؤں' جو غالب ہو گا وہ خود ہی بلائے گا۔ کاتب نے کہا لیکن خراسانیوں کو یہ طعنہ دینے کا موقع ملے گا کہ آپ نے جس چیز کو اپنے ہاتھوں بنایا پھر اس کو خود ہی برباد کر دیا' چنانچہ کاتب کے اصرار سے مجبور ہو کر ابو مسلم' منصور کی امداد و اعانت کے لیے آمادہ ہو گیا۔ [1] اور نصیبین میں عبداللہ کو شکست دے کر اس کی جماعت منتشر کی۔ عبداللہ بھاگ کر اپنے بھائی سلیمان کے گھر میں پناہ گزین ہوا۔ سلیمان نے منصور سے سفارش کر کے اس کی خطا معاف کرا دی' لیکن امان ملنے کے بعد جب عبداللہ منصور کے پاس گیا تو اس نے اس کو قید کرا دیا اور وہ قید ہی میں مرا۔

عبداللہ کو شکست دینے کے بعد اس کا بہت سا مال و متاع ابو مسلم کے ہاتھ لگا تھا۔ منصور نے اس کو لینے کے لیے آدمی بھیجے۔ ابو مسلم سخت برہم ہوا' بولا خونریزی کے لیے تو مجھ پر اعتبار کیا جاتا ہے اور مال کے بارے میں یہ اعتبار اٹھ جاتا ہے۔ وفد کا ایک رکن یقطین بن موسیٰ نہایت ہوشیار شخص تھا' ابو مسلم کے تیور دیکھ کر کہا۔ امیر المومنین نے مجھ کو صرف فتح پر مبارک باد دینے کے لیے بھیجا تھا۔ مسعودی کا بیان ہے کہ ابو مسلم اصل واقعہ تو سمجھ گیا' لیکن یقطین کی برمحل تاویل کے بعد اس کے ساتھ ظاہری اخلاق میں کمی نہ کی' لیکن یعقوبی کا بیان ہے کہ اس کی اس تاویل کے بعد بھی وہ دلی جذبات پر قابو نہ رکھ سکا اور منصور کی ماں کی نسبت گستاخانہ کلمات استعمال کیے۔ [2] اس واقعہ سے دونوں کی کشیدگی میں اور اضافہ ہو گیا اور رفتہ رفتہ کشیدگی نے مخالفت کی شکل اختیار کر لی اور ابو مسلم نے خلافت عباسیہ کو مٹانے کا تہیہ کر لیا' چنانچہ ذہبی کے بیان کے مطابق وہ نصیبین سے فوجیں لیے ہوئے سیدھا خراسان کی طرف بڑھا' تا کہ منصور کی بیعت توڑ کر یہاں علوی سلطنت قائم کرے۔ [3] راستہ میں اوفیہ میں منصور ٹھہرا ہوا تھا۔ اس نے ابو مسلم کو بلا بھیجا' مگر وہ نہ آیا۔ منصور نے دوبارہ عیسیٰ بن موسیٰ اور جریر بن عبداللہ بجلی کو بھیجا۔ یہ دونوں بلطائف الحیل اس کو لے آئے۔ منصور اس وقت مصلحت وقت کے خیال سے خاموش رہا اور اپنے کسی طرز عمل سے برہمی کا اظہار نہ ہونے دیا۔ اس ملاقات کے بعد ابو مسلم پھر آنے جانے لگا۔

ابن طقطقی کا بیان ہے کہ اس اختلاف کے بعد ابو مسلم اس کی مخالفت کے خیال سے خراسان روانہ ہو گیا۔ خراسان عباسی دعوت اور ابو مسلم کے اثر و اقتدار دونوں کا مرکز تھا۔ اس لیے یہاں ابو مسلم کی مخالفت سے عباسی حکومت کے لیے بڑا خطرہ تھا۔ اس سے منصور بہت گھبرایا اور اسے ایک ہوشیار آدمی کے ذریعہ بلا بھیجا۔ وہ آنے پر آمادہ نہ ہوتا تھا' لیکن کسی طرح سمجھانے بجھانے سے چلا آیا۔ [4]

---

[1] یعقوبی جلد ۲' ص ۴۳۸۔ [2] مروج الذہب مسعودی جلد ۶' ص ۱۷۷ و ۱۷۸ مطبوعہ لیڈن و یعقوبی جلد ۲' ص ۴۴۰ مطبوعہ لیڈن۔ [3] دول الاسلام ذہبی جلد ۱' ص ۷۰ حیدر آباد دکن۔ [4] الفخری ص ۱۵۲ و ۱۵۴۔

ابو مسلم کا قتل
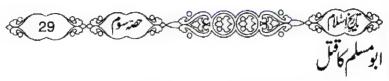
ابو مسلم اپنے آپ کو عباسی سلطنت کا بانی سمجھتا تھا اور اس کو یہ بھی یقین تھا کہ یہ حکومت اسی کے بل پر قائم ہے۔ اس لیے وہ آزاد اور خود سرانہ حکومت چاہتا تھا' لیکن منصور جیسے بیدار مغز حکمران کے زمانہ میں یہ ممکن نہ تھا۔ خصوصاً جب سے اس نے منصور سے بغاوت کر کے علوی حکومت قائم کرنے کا قصد کیا تھا۔ اس وقت سے منصور اس کو مستقل خطرہ سمجھنے لگا تھا اور اس سے بچنے کی اس کے سوا کوئی صورت نہ تھی کہ ابو مسلم کا قصہ تمام کر دیا جائے' لیکن علانیہ اس کا قتل کرنا بہت مشکل تھا۔ دربار میں اس کی آمد و رفت شروع ہو گئی تھی۔ اس لیے منصور نے ایک دن ابو مسلم کے آنے کے وقت مسلح آدمی چھپا دیئے۔ وقت مقررہ پر جب وہ آیا تو اس کی تلوار باہر رکھوالی گئی۔ پہلے اس میں اور منصور میں ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں' پھر منصور نے تیور بدل کر کہا تم اپنی حدود سے کتنا آگے بڑھتے جاتے ہو۔ خطوط میں اپنا نام پہلے لکھتے ہو میری پھوپھی آمنہ کو تم نے شادی کا پیغام دیا۔ تم اپنے کو سبط میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اولاد بتاتے ہو۔ ابو مسلم ہر جرم کی معذرت میں دست بوسی کرتا جاتا تھا۔ اس کے جرائم گنانے کے بعد منصور نے تالی بجائی اور مسلح آدمی نکل کر اس کے اوپر ٹوٹ پڑے اور عباسی حکومت کا یہ بانی اعظم جس نے اس کی تاسیس میں چھ لاکھ آدمیوں کا خون کیا تھا' خود خاک و خون میں تڑپنے لگا۔ [1]

ابو مسلم کے قتل کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ عباسی دربار میں داخل ہوا اور پوچھا ابو مسلم کہاں ہے؟ منصور نے جواب دیا فرش پر لیٹا ہوا ہے۔ عیسیٰ نے کہا کیا قتل کر دیا گیا؟ منصور نے اثبات میں جواب دیا۔ عیسیٰ نے انا للہ پڑھا اور کہا اس کے کارناموں اور جان بخشی کے بعد یہ سلوک؟ منصور نے جواب دیا اللہ کی قسم روئے زمین پر اس سے زیادہ تمہارا کوئی دشمن نہ تھا۔ اس کی زندگی میں تم لوگوں کے لیے حکومت کرنا ناممکن تھا' اس سے بچنے کی صرف یہی ایک صورت تھی۔

سنباد کی بغاوت

ابو مسلم کے قتل سے عربی اور عجمی کا سوال پیدا ہو گیا اور ۱۳۷ھ میں سنباد نام کا ایک مجوسی اس کے انتقام کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ خراسان کے کوہستانی علاقہ کے تمام عجمیوں نے اس کا ساتھ دیا۔ سنباد نے خراسان کے بڑے حصہ پر قبضہ کر لیا اور مسلمان عورتوں کو قید کر کے خانہ کعبہ ڈھانے کا عزم ظاہر کیا۔ منصور کو یہ حالات معلوم ہوئے تو اس نے جمہور بن مرار عجلی کو دس ہزار فوج کے ساتھ اس کے

[1] مروج الذہب مسعودی جلد ۶' ص ۱۸۱ و ۱۸۲۔

مقابلہ کے لیے بھیجا۔ اس نے ہمدان اور رے کے درمیان سنباد کو بڑی فاش شکست دی۔ ساٹھ ہزار مجوسی مارے گئے۔ سنباد نے شکست کھا کر طبرستان نکل جانا چاہا' لیکن راستہ میں اس کا کام تمام کر دیا گیا۔ 1 یہ عباسیوں سے عجمیوں کی پہلی جنگ تھی۔ اس کے بعد سے عجمیوں کے دل میں عباسیوں کی جانب سے غبار پیدا ہو گیا۔

جمہور بن مرار عجلی کی بغاوت

سنباد کو شکست دینے کے بعد جمہور نے اس کے مال ومتاع کو دارالخلافہ بھیجنے کے بجائے خود اپنے قبضہ میں کر لیا اور باز پرس کے خطرے سے بغاوت کر بیٹھا۔ منصور نے محمد بن اشعث کو ایک بڑی فوج کے ساتھ اس کے مقابلہ کے لیے رے بھیجا۔ جمہور رے چھوڑ کر اصفہان چلا گیا۔ ابن اشعث خود رے میں ٹھہرا رہا اور جمہور کے تعاقب میں اصفہان فوج بھیجی۔ جمہور کے ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ اس وقت ابن اشعث کے پاس فوج کم ہے۔ اس لیے عقب سے اس پر حملہ آور ہونا چاہیے' چنانچہ وہ پلٹ پڑا' لیکن عین وقت پر ابن اشعث کے پاس خراسان سے امدادی فوج آ گئی۔ فیروزان میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ جمہور شکست کھا کر آذربائیجان بھاگ گیا۔ یہاں خود اس کے ساتھیوں نے اس کا سر قلم کر کے منصور کے پاس بھجوا دیا۔ 2

مختلف بغاوتیں

ابھی عباسی حکومت کو قائم ہوئے زیادہ زمانہ نہیں گزرا تھا اور اس کی بنیادیں پورے طور سے جمی نہ تھیں۔ اس لیے ملک کے مختلف حصوں میں بغاوتیں شروع ہو گئیں' چنانچہ سنباد کی بغاوت فرو ہونے کے بعد ہی بغاوتیں شروع ہو گئیں۔

ملبد بن حرملہ کی بغاوت

۱۳۷ھ میں جزیرہ کے قریب ایک شخص ملبد بن حرملہ باغی ہو گیا۔ اس کی بغاوت اس قدر شدید تھی کہ مسلسل فوجیں جاتی تھیں اور شکست کھا کر ناکام لوٹ آتی تھیں۔ بالآخر ۱۳۸ھ میں خازم

1 الفخری ص ۱۵۳ و ابن اثیر جلد ۵' ص ۱۸۰۔
2 ابن اثیر جلد ۵' ص ۱۸۱۔

بن خزیمہ نے بڑی دشواریوں کے بعد اس کا کام تمام کیا۔ [1]

فرقہ راوندیہ کی شورش

۱۴۱ھ میں فرقہ راوندیہ نے شورش برپا کی۔ یہ ایک چھوٹا عجمی فرقہ تھا جو تناسخ کا قائل تھا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی روح عثمان بن نہیک میں حلول کر گئی ہے اور وہ منصور کو رب کہتا تھا اور ہیثم بن معاویہ کو جبرائیل مانتا تھا۔ ۱۴۱ھ میں منصور کے محل کے پاس آ کر شور مچانا شروع کیا کہ یہ ہمارے رب کا محل ہے۔ منصور نے ان کے دو سو سردار گرفتار کر کے قید کر لیے۔ راوندیہ اپنے سرداروں کی گرفتاری پر اور برہم ہو گئے اور قید خانہ توڑ کر ان کو نکال لے گئے اور چھ سو بلوائی منصور کے محل کی طرف چلے۔ شہر میں سخت ہنگامہ برپا ہو گیا۔ منصور محل سے نکل آیا۔ اس نازک وقت میں ایک شخص معن بن زائدہ شیبانی کو جو ایک جرم کی وجہ سے منصور کے خوف سے روپوش تھا' اور منصور برابر اس کی تلاش میں لگا ہوا تھا۔ کارگزاری دکھانے کا موقع مل گیا' چنانچہ اس نے نہایت بہادری سے مقابلہ کر کے بلوائیوں کو شکست فاش دی۔ [2]

عبدالجبار بن عبدالرحمٰن ازدی والی خراسان کی بغاوت

۱۴۱ھ میں خراسان کا والی عبدالجبار بن عبدالرحمٰن باغی ہو گیا۔ اس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ اس نے خراسان کے چند افسروں کو قتل اور چند کو گرفتار کر لیا۔ منصور کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے وزیر دولت ابوایوب سے کہا کہ عبدالجبار کا ہمارے حامیوں پر اس طرح بے باکی سے ہاتھ صاف کرنا بغاوت کا پیش خیمہ معلوم ہوتا ہے۔ ابوایوب نے مشورہ دیا کہ اس کو لکھ بھیجئے کہ میں روم کی طرف بڑھنا چاہتا ہوں' تم فوراً خراسان کے منتخب بہادروں اور وہاں کے اعیان کو مع فوج کے روانہ کر دو۔ اس حیلہ سے فوجی قوت ہٹا لینے کے بعد پھر جس کو چاہے وہاں کا حاکم بنا کر بھیج دیجئے۔ عبدالجبار میں مخالفت کی ہمت باقی نہ رہے گی' چنانچہ منصور نے اس کے پاس حکم بھیج دیا' لیکن عبدالجبار نے یہ عذر کیا کہ اس وقت ترک آمادۂ پیکار ہیں۔ اگر یہاں سے فوجیں ہٹیں تو خراسان ہاتھوں سے نکل جائے گا۔ اس جواب کے بعد ابوایوب نے مشورہ دیا کہ اب اسے لکھئے کہ "خراسان مجھے تمام ممالک محروسہ میں سب سے زیادہ عزیز ہے' اس لیے ترکوں کے خطرہ سے بچنے کے لیے میں دارالخلافہ سے مزید فوجیں بھیجتا ہوں۔" اس بہانہ سے دارالخلافہ کی فوجیں خراسان بھیج دیجئے' تاکہ اگر عبدالجبار بغاوت کرنا چاہے تو فوجیں اسے زیر کر سکیں' لیکن عبدالجبار کی نیت

---

[1] ابن اثیر جلد ۵' ص ۱۸۱۔ [2] ابن اثیر جلد ۵' ص ۱۸۷ و ۱۸۸۔

فاسد تھی۔ اس لیے پھر اس نے ایک بہانہ کیا کہ اس سال خراسان میں گرانی زیادہ ہے' اگر مزید فوجوں کا بار اس پر ڈالا تو رعایا تباہ ہو جائے گی۔ اس جواب کے بعد جب عبدالجبار کی بدنیتی بالکل عیاں ہو گئی تو منصور نے فوراً مہدی اور خزیمہ بن خازم کو اس کی سرکوبی کے لیے روانہ کر دیا' لیکن یہ ابھی پہنچنے بھی نہ پائے تھے کہ مرو الروز کے باشندے ان کے آنے کی خبر سن کر خود عبدالجبار کے مقابلہ کے لیے بڑھ گئے اور ان کے پہنچتے پہنچتے اس کو نکال دیا۔ عبدالجبار میدان چھوڑ کر روپوش ہو گیا۔ محشر بن مزاحم نے گرفتار کر کے دارالخلافہ روانہ کر دیا۔ منصور نے اس کے قبضہ سے مال برآمد کر کے اسے قتل کرا دیا۔ [1]

۱۴۲ھ میں سندھ کا عامل عینیہ بن موسیٰ باغی ہو گیا' لیکن اس کی بغاوت زیادہ نہ بڑھنے پائی۔ منصور نے عمرو بن حفص کو سندھ اور اضلاع ہندوستان کا حاکم بنا کر بھیجا۔ اس نے بہت جلد عینیہ پر قابو حاصل کر لیا۔

حسان بن مجالد کی بغاوت

۱۴۸ھ میں حسان بن مجالد ہمدانی خارجی موصل کے قریب ایک قریہ بافخازی میں اٹھا۔ موصل کی شاہی فوجوں نے اس کا مقابلہ کیا' لیکن ناکام رہیں اور خارجیوں نے بازار لوٹ کر آگ لگا دی اور حسان رقہ ہوتے ہوئے شہر میں داخل ہو گیا۔ یہاں سے پھر موصل واپس آیا۔ موصل کی سرکاری فوج کا امیر العسکر صقر بن نجدہ مقابلہ کے لیے نکلا۔ امیر حسن بن صالح اور بلال قیسی اس کے ساتھ تھے' لیکن حسان کی قوت اتنی مضبوط تھی کہ صقر اس مرتبہ بھی ناکام رہا اور حسان نے ایک افسر بلال قیسی کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ منصور کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے ازسرنو فوجیں بھیجنے کا عزم کیا اور پہلے امام ابوحنیفہ اور محدث ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ کو بلا کر ان سے کہا کہ موصل والوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ میرے خلاف بغاوت نہ کریں گے' اگر کریں گے تو مجھ پر ان کے مال اور ان کے خون کی ذمہ داری باقی نہ رہے گی۔ اس لیے اب میں بری ہوں۔ امام ابوحنیفہ یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ باقی دونوں آدمیوں نے کہا کہ امیر المومنین موصل کے باشندے آپ کی رعایا ہیں۔ اگر آپ درگزر سے کام لیں تو وہ اس کے حقدار ہیں اور اگر سزا دیں تو وہ سزا کے مستحق ہیں' لیکن امام صاحب خاموش رہے۔ منصور نے کہا آپ کیوں خاموش ہیں؟ امام صاحب نے یہ بلیغ جواب دیا۔ امیر المومنین! انہوں نے ایسی چیز جائز رکھی' جس کے خود وہ مالک نہ تھے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ اگر کوئی عورت بغیر نکاح اور مملوکیت کے اپنے کو کسی مرد کے سامنے پیش کرے تو کیا اس سے تمتع جائز ہوگا۔ منصور نے کہا نہیں۔ امام موصوف کے اس جواب کے بعد منصور نے

---

[1] طبری جلد ۱۰' ص ۱۴۱ اور ابن اثیر جلد ۵' ص ۱۸۸۔

موصل والوں سے مواخذہ کا خیال چھوڑ دیا اور بغاوت ختم ہوگئی۔ [1]

استاذ سیس کا دعویٰ نبوت

۱۵۰ھ میں نواح خراسان میں استاذ سیس نامی ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ ہرات' بادغیس اور سجستان کے بہت سے باشندے اس کے ساتھ ہوگئے اور وہ ان کی مدد سے خراسان کے بہت سے حصے پر چھا گیا۔ مروالروز کا حاکم اجثم اس فتنہ کو دبانے کے لیے نکلا' لیکن استاذ سیس کی طاقت بہت مضبوط تھی۔ اجثم اور اس کے بہت سے فوجی افسر مارے گئے۔ منصور کو ان واقعات کی خبر ہوئی تو اس نے خزیمہ بن خازم کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ شہزادہ مہدی کے پاس روانہ کیا۔ مہدی نے اس کو مزید ۲۰' ۲۲ ہزار کمک دے کر استاذ سیس کی سرکوبی پر مامور کیا۔ خزیمہ نے بڑے اہتمام سے اس کے مقابلہ کی تیاری کی۔ ہیثم بن شعبہ' نہار بن حصین السعدی' بکار بن مسلم وغیرہ منتخب بہادروں کو فوج کے مختلف حصوں پر متعین کیا اور زبرقان کو علم دے کر استاذ سیس کی طرف بڑھایا۔ اس کے آدمی زیادہ تر پیدل تھے۔ اس لیے خزیمہ نے پہلے اس کو مختلف مقامات میں چکر دے کر تھکا دیا۔ پھر ایک مقام پر ٹھہر کر خندق کھودی اور اس کے چاروں رخ پر ہزار ہزار منتخب بہادر متعین کر دیے۔ اس دوران میں استاذ سیس بھی پہنچ گیا اور خندق کے جس رخ پر بکار بن مسلم متعین تھا اس کو پاٹنا شروع کیا' لیکن بکار نے انہیں ہٹا دیا۔ یہاں سے ہٹ کر ان لوگوں نے خازم کے مورچہ کا رخ کیا اور حریش نامی ایک سیستانی اس کی جانب بڑھا۔ خازم نے اس کو آتے دیکھ کر ہیثم کو بکار کی سمت سے پھر کر عقب سے حملہ کرنے کا حکم دیا اور بکار کو یہ ہدایت کر دی کہ وہ ہیثم کا جھنڈا دیکھتے ہی اعلان کرا دے کہ طخارستان سے امدادی فوج آ گئی۔ یہ ہدایت دے کر خود حریش کے مقابلہ کے لیے بڑھا۔ ادھر یہ دونوں گتھے ہوئے تھے کہ پیچھے سے ہیثم پہنچ گیا۔ ان کو دیکھتے ہی بکار کے دستہ نے خازم کی ہدایت کے مطابق نعرہ لگایا۔ حریش گھبراہٹ میں ادھر متوجہ ہو گیا اور خزیمہ نے نہایت زور و شور سے حملہ کر کے پیچھے ہٹا دیا۔ پیچھے ہیثم موجود تھا۔ اس نے ادھر سے گھیر لیا۔ بکار اور نہار علیحدہ اپنی اپنی سمتوں سے ٹوٹ پڑے اور استاذ سیس کی فوج چاروں طرف سے گھر کر پامال ہوگئی۔ ستر ہزار آدمی قتل اور چودہ ہزار گرفتار ہوئے۔ استاذ سیس پہاڑی علاقہ میں بھاگ گیا۔ خازم نے تعاقب کر کے گھیر لیا۔ استاذ سیس نے جب دیکھا کہ بھاگنے سے بھی جان نہیں بچتی تو ابوعون کا حکم مان کر چلا آیا کہ وہ جو فیصلہ کر دے اسے قبول کرے گا۔ اس نے

---

[1] ابن اثیر جلد ۵' ص ۲۱۶' ۲۱۷۔

فیصلہ کیا کہ استاذ سیس اور اس کے لڑکے قید کیے جائیں اور باقی ماندہ لوگوں کو رہا کر دیا جائے۔ ❶

افریقہ کی بغاوت

شمالی افریقہ کا پورا علاقہ بڑا بغاوت پسند تھا۔ یہاں کے بربری اور خارجی جن کی افریقہ میں بڑی تعداد تھی۔ دونوں بڑے شورش پسند واقع ہوئے تھے۔ بنی امیہ کے آخری زمانہ میں یہاں بڑی عظیم الشان بغاوت ہو چکی تھی۔ جس کے آثار عباسی عہد میں بھی باقی تھے۔ ۱۴۴ھ میں منصور نے امیر محمد بن اشعث کو مصر و مغرب کا والی بنا کر بھیجا۔ اس نے شورش پسندوں کا قلع قمع کر کے امن و سکون قائم کیا اور افریقہ کے برہم شدہ نظام کو از سر نو درست کیا اور کئی سال تک یہاں امن و امان قائم رہا۔ پھر ۱۴۸ھ میں خود ابن اشعث کی فوج کا ایک سردار موسیٰ بن عجلان باغی ہو گیا۔ فوج نے بھی اس کا ساتھ دیا اور ابن اشعث کو نکال کر عیسیٰ بن موسیٰ خراسانی کو افریقہ کا حاکم بنایا۔ اس لیے منصور نے ایک نامور امیر اغلب بن سالم تمیمی کو افریقہ کا حاکم بنا کر بھیجا۔ یہ بڑا مدبر تھا۔ اس نے افریقہ پہنچتے ہی حسن تدبیر سے امن و سکون قائم کر دیا' لیکن ایک ہی سال کے بعد ۱۴۹ھ میں بڑی انقلاب انگیز شورش شروع ہو گئی۔ جس کا سلسلہ کئی سال تک مسلسل قائم رہا۔ اس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ اس سنہ میں ایک بربری خارجی ابوقرہ بربریوں کو لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اغلب کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ سالم بن سوادہ کو قیروان کی حفاظت کے لیے چھوڑ کر ابوقرہ کے مقابلہ کے لیے نکلا' لیکن وہ بھاگ گیا۔ اس لیے اغلب نے طنجہ جانے کا ارادہ کیا' لیکن اس کی فوج نے جس میں زیادہ تر بربری تھے' انکار کر دیا کہ وہ ابوقرہ کے مقابلہ کے لیے نکلے تھے۔ اس لیے وہ کہیں نہ جائیں گے' چنانچہ اغلب کا ساتھ چھوڑ کر قیروان چلے گئے اور اس کے ساتھ بہت تھوڑے آدمی رہ گئے۔

اغلب کی فوج کا یہ رنگ دیکھ کر بربری حسن بن حرب نے جو اس وقت تونس میں تھا۔ اس کو اپنے ساتھ ملا لیا اور اغلب کے نائب سالم بن سوادہ کو گرفتار کر کے قیروان پر قبضہ کر لیا۔ اغلب کو اس کی اطلاع ہوئی تو اپنی مختصر سی ❷ فوج لے کر قیروان پہنچا اور حسن کو شکست دے کر یہاں سے نکال دیا اور وہ تونس چلا گیا' لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد پھر فوجیں لے کر پہنچ گیا۔ اغلب نے مقابلہ کیا اور زخمی ہو کر اس کے صدمہ سے مر گیا۔ اغلب کی موت کے بعد اس کے ایک افسر مخارق بن غفار نے حسن کو شکست دی اور وہ بھی مارا گیا۔

اغلب کی موت کے بعد منصور نے ۱۵۱ھ میں ابوجعفر عمرو بن حفص کو افریقہ کا والی مقرر کیا۔ یہ

❶ ابن اثیر جلد۔۵' ص ۲۱۹۔

❷ یہ ابن العذاری کا بیان ہے۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ فوج پھر آ کر اس سے مل گئی تھی۔

مدبر والی تھا۔ اس نے افریقہ کے عمائد کو حسن سلوک سے مائل کر کے افریقہ میں امن قائم کر دیا۔ تین سال کے بعد ۱۵۳ھ میں ایک شہر طبنہ کو بسانے کے سلسلہ میں اسے قیروان چھوڑ کر زاب جانا پڑا۔ اس کے ہٹتے ہی پھر بربری اٹھ کھڑے ہوئے۔ ابن حفص کے نائب حبیب بن میتب مہلبی نے مقابلہ کیا' لیکن شکست کھا کر مقتول ہوا اور بربریوں نے پھر قیروان پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد طرابلس پہنچے اور یہاں کے حاکم جنید بن بشار کو شکست دے کر محصور کر لیا اور سارے افریقہ میں بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے۔ امیر ابن حفص اس وقت زاب کے شہر طبنہ میں تھا۔ اس لیے ابو قرہ صفری' عبدالرحمٰن بن رستم' ابو حاتم اور عاصم سدرانی وغیرہ باغی بربری سرداروں نے ہزاروں بربریوں کے ساتھ طبنہ پر ہجوم کر دیا۔ ابن حفص کے پاس کل پندرہ ہزار فوج تھی۔ تاہم اس نے مقابلہ کا ارادہ کیا۔ اس کے افسروں نے مشورہ دیا کہ ہم میں سے جس کو چاہے مقابلہ کے لیے بھیج دیجئے۔ آپ خود طبنہ نہ چھوڑیئے' اگر آپ کی جان پر آنچ آئی تو سارا مغرب برباد ہو جائے گا۔ اس لیے ابن حفص نے مقابلہ کا خیال چھوڑ دیا اور ابوقرہ کے بھائی کو رشوت دے کر توڑ لیا اور وہ ایک رات کو بربریوں کی بڑی تعداد لے کر چلا گیا۔ اس لیے ابوقرہ کو بھی لوٹ جانا پڑا۔ باغی سرداروں میں سب سے بڑی قوت ابوقرہ کی تھی۔ اس کے چلے جانے کے بعد دوسرے سرداروں کا زیر کر لینا آسان تھا' چنانچہ عبدالرحمٰن کے مقابلہ میں فوجیں بھیج کر اسے شکست دے دی اور وہ تاہرت چلا گیا اور ابن حفص قیروان واپس آ گیا۔ اس کی واپسی کے بعد ہی ابو حاتم بربری ایک لاکھ تیس ہزار فوج کے ساتھ قیروان پہنچ گیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ ابن حفص عرصہ تک مدافعت کرتا رہا' لیکن محاصرہ کی شدت اور طوالت کی وجہ سے اہل شہر کی حالت روز بروز خراب ہوتی گئی۔ خورد و نوش کا تمام سامان ختم ہو گیا۔ آخر میں کتے بلی مار مار کر کھانے کی نوبت آ گئی۔ اس دوران میں اطلاع ملی کہ منصور کی جانب سے یزید بن حاتم ساٹھ ہزار امدادی فوجیں لے کر آ رہا ہے' لیکن ابن حفص محاصرہ کی سختیوں سے اتنا تنگ آ چکا تھا کہ اس نے اس کے پہنچنے کا بھی انتظار نہ کیا اور باہر نکل کر بربریوں کا مقابلہ کر کے مردانہ وار جان دے دی۔ یہ واقعہ ذی الحجہ ۱۵۴ھ میں پیش آیا۔

عمرو بن حفص کے بعد لوگوں نے اس کے بھائی جمیل بن حفص کو اس کا قائم مقام بنایا۔ اس نے محاصرہ کی سختیوں سے گھبرا کر ابو حاتم سے صلح کر لینی چاہی' لیکن اس نے منظور نہ کیا اور قیروان کے پھاٹک کو جلا کر شہر میں داخل ہو گیا۔ یہاں کے اکثر باشندے شہر چھوڑ کر زاب چلے گئے۔ ابو حاتم کے قیروان میں داخلہ کے بعد اس کو اطلاع ملی کہ یزید بن حاتم طرابلس پہنچ گیا ہے۔ اس لیے وہ عبدالعزیز معافری کو قیروان کی حفاظت کے لیے چھوڑ کر خود یزید بن حاتم کے مقابلہ کے لیے طرابلس روانہ ہو

گیا۔ اس درمیان میں یزید طرابلس پہنچ چکا تھا۔ دونوں میں بڑا سخت معرکہ ہوا۔ ایک خونریز جنگ کے بعد بربریوں نے شکست فاش کھائی۔ ابوحاتم مارا گیا اور اس کی تیس ہزار فوج کام آئی اور باقی منتشر ہو گئی۔ یزید نے تعاقب کر کے جہاں تک ہو سکا' بربریوں کو قتل کرایا۔ ابوحاتم کو شکست دینے کے بعد سعید بن شداد کو طرابلس میں چھوڑ کر خود یزید بن حاتم جمادی الثانی ۱۵۵ھ میں قیروان آیا۔ یہاں ابوحاتم کا ایک ساتھی عبدالرحمٰن اب تک موجود تھا۔ یزید کے پہنچنے کے بعد وہ کتامہ بھاگ گیا۔ یزید نے ۱۵۶ھ میں اس کے تعاقب میں علاء بن سعید کو روانہ کیا۔ اس لیے عبدالرحمٰن یہاں بھی نہ ٹھہر سکا اور قلعہ چھوڑ کر نکل گیا اور علا بن سعید نے یہاں کے بربریوں کا قتل عام کیا اور اسی زمانہ میں ایک اور بربری ابویحییٰ بن فریانس نے طرابلس کے نواح میں علم بغاوت بلند کیا۔ بہت سے بربری اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے' لیکن یہاں کے حاکم عبداللہ بن سمط کندی نے اسے شکست دے کر اس کے جتھے کو تہ تیغ کر دیا۔ ابویحییٰ کے بعد افریقہ کی بغاوت کا بالکل خاتمہ ہو گیا اور برسوں کی شورش کے بعد کامل امن وامان قائم ہوا۔ [1]

اندلس میں اموی حکومت کا قیام

منصور کے زمانہ میں اگرچہ بغاوتیں بہت ہوئیں' لیکن ملک کا کوئی حصہ ہاتھوں سے نکلنے نہ پایا' البتہ اندلس میں عبدالرحمٰن الداخل نے اموی حکومت قائم کر لی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ بنی امیہ کے آخری زمانہ ہی سے اندلس کی حکومت کا نظام بگڑ چکا تھا اور یہاں کے عرب اور بربر اور پھر عربوں میں یمنی اور مضری قبائل میں جنگ برپا تھی۔ جس کی تفصیل تاریخ بنی امیہ میں گزر چکی ہے۔ اس مسلسل خونریزی اور بدامنی سے گھبرا کر اہل اندلس نے ہشام بن عبدالملک اموی سے درخواست کی تھی کہ وہ کسی ایسے شخص کو اندلس کا حاکم بنا دے' جو یہاں اتحاد واتفاق پیدا کر کے امن وامان قائم کر سکے۔ چنانچہ ہشام نے ۱۲۵ھ میں ابوالخطار حسام بن ضرار کلبی کو اندلس کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اہل اندلس بدامنی سے تنگ آ چکے تھے۔ اس لیے سب نے اس کی اطاعت قبول کر لی اور اندلس میں امن وامان قائم ہو گیا اور ابوالخطار کے آنے کے بعد چار سال تک سکون رہا۔ [2] لیکن ابوالخطار بھی قبائلی تعصب سے خالی نہ تھا۔ وہ یمنی تھا اس نے ایک ممتاز مضری سردار صمیل بن حاتم کے ساتھ توہین آمیز سلوک کیا۔ اس سے یمنی اور مضری

---

[1] یہ حالات البیان المغرب ص۔۹۳ تا ۱۰۳ کے ملخصاً ماخوذ ہیں۔ کہیں کہیں ابن اثیر سے بھی مدد لی گئی ہے۔ جہاں کہیں دونوں کے بیانوں میں اختلاف ہے' وہاں البیان المغرب کے بیان کو ترجیح دی گئی ہے۔

[2] مجموعہ اخبار افتتاح اندلس ص۔۴۵٬۴۴ وابن خلدون جلد۔۴' ص۱۱۹۔

عصبیت پھر تازہ ہو گئی اور دونوں آپس میں لڑ گئے۔ ابوالخطار شکست کھا کر گرفتار ہوا۔ اس گرفتاری کے بعد اہل اندلس نے ثوابہ بن سلامہ جذامی کو حاکم بنایا' لیکن ۱۲۹ھ میں اس کا انتقال ہو گیا۔ [1]

ثوابہ کی موت کے بعد پھر یمن اور مضر کی حکومت کا سوال پیدا ہو گیا۔ دونوں فریق اپنا اپنا آدمی چاہتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب بنی امیہ کی حالت زبوں ہو رہی تھی۔ اس لیے وہاں سے بھی اس کا کوئی فیصلہ نہیں ہوا اور کامل چار مہینے تک کسی کا تقرر نہیں ہوا۔ عبدالرحمٰن ابن کثیر کو عارضی طور سے مشیر کار بنا لیا گیا تھا۔

آخر میں بڑے سخت اختلاف کے بعد یوسف بن عبدالرحمٰن مضری کا انتخاب ہوا۔ ابن خلدون کا بیان ہے کہ دونوں میں طے پایا کہ باری باری سے ایک ایک سال یمن اور مضر سے حاکم اندلس کا انتخاب ہوا کرے گا۔ [2] لیکن افتتاح اندلس کے بیان کے مطابق بلا کسی شرط کے انتخاب ہوا' البتہ ایک اور امیدوار سردار یحییٰ بن حریث جذامی یمنی کو ریہ کا علاقہ دے دیا گیا۔ [3]

لیکن اس سے بھی حالات نہ سلجھے اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد پھر یمنی اور مضری عصبیت بڑی شدت کے ساتھ ابھر آئی اور فریقین میں جنگ شروع ہو گئی۔ اس کے کئی اسباب بیان کیے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ یوسف کی ایک سالہ مدت حکومت ختم ہونے کے بعد جب یمنیوں کی باری آئی تو یوسف نے ان پر حملہ کر دیا۔ دوسرا یہ کہ یوسف کو حاکم بنانے کی تحریک صمیل بن حاتم نے کی تھی۔ یہ دونوں مضری تھے' اس لیے یمن اور مضر کا سوال پیدا ہو کر جنگ شروع ہو گئی۔ تیسرا یہ کہ یوسف نے زمام حکومت ہاتھوں میں لینے کے بعد یحییٰ بن حریث جذامی کو جسے ریہ کی حکومت دی گئی تھی معزول کر دیا۔ بہرحال ان تینوں میں سے جو سبب بھی ہو' یوسف کے زمانہ میں پھر فریقین میں جنگ شروع ہو گئی اور اس کا سلسلہ کئی سال تک قائم رہا۔ اس خانہ جنگی سے اندلس کے مسلمانوں کی قوت بہت کمزور پڑ گئی اور یہاں کے اصلی باشندوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے۔ بہت سے نومسلم اندلسی مرتد ہو کر باغی ہو گئے' اور سارے اندلس میں انقلاب کی شکل پیدا ہو گئی' لیکن کئی سال کی خونریزی کے بعد بالآخر یوسف اور صمیل نے یمنیوں کو مغلوب کر کے حکومت قائم کر لی۔ [4] ٹھیک اسی زمانہ میں عبدالرحمٰن بن معاویہ اندلس پہنچ گیا۔

---

[1] مجموعہ اخبار افتتاح اندلس ص ۵۶' ۵۷ و ابن خلدون جلد ۴' ص ۱۲۰۔

[2] ابن خلدون ج ۴' ص ۱۲۰۔

[3] مجموعہ اخبار افتتاح اندلس ص ۵۷۔

[4] یہ حالات افتتاح الاندلس میں بہت مفصل اور طویل ہیں' ہم نے صرف نتیجہ لکھا ہے۔

عبدالرحمٰن الداخل کا ورود اندلس اور اموی حکومت کا قیام

اوپر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ عباسی حکومت کے قیام کے بعد جب سفاح نے بے دردی سے اموی خاندان کو مٹانا شروع کیا اور وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیے جانے لگے تو ان کو جدھر کا راستہ ملا بھاگ نکلے۔ انہی میں ایک عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک اموی بھی تھا۔ مروان کے خاتمہ کے وقت وہ شام میں تھا۔ جب بنی امیہ کی دارو گیر اور ان کا قتل عام شروع ہوا تو وہ چھپ کر بھاگ نکلا۔ عباسی سپاہیوں نے اس کا تعاقب بھی کیا' لیکن وہ کسی نہ کسی طرح جان بچا کر نکل گیا اور مغرب پہنچ کر قبیلہ مکناسہ میں مقیم ہوا اور افریقہ کے حاکم عبدالرحمٰن فہری کو عبدالرحمٰن بن معاویہ کے افریقہ پہنچنے کی خبر ہوئی تو اس نے اس کی تلاش شروع کر دی۔ قبیلہ مکناسہ بھی اس کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آیا تھا۔ اس لیے عبدالرحمٰن مکناسہ سے قبیلہ نفزادہ چلا گیا۔ اس کی ماں بربری تھی اور اسی قبیلہ سے تھی' اس لیے قبیلہ نفزادہ نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔

یہ وہ زمانہ تھا جب یوسف یمنیوں کو مغلوب کر کے اپنی حکومت قائم کر چکا تھا' لیکن اندر ہی اندر مخالفت کی آگ برابر سلگ رہی تھی۔ یمنی بنی امیہ کے پرانے وفادار تھے۔ ان کے علاوہ چونکہ یہاں مدتوں اموی حکومت رہ چکی تھی اور اب تک عباسیوں کا اثر یہاں نہ پہنچا تھا۔ اس لیے بنی امیہ کے حامیوں کی بڑی تعداد یہاں موجود تھی' چنانچہ عبدالرحمٰن نے ان کو اندلس میں اپنی حکومت کے قیام کی دعوت دی اور اپنے غلام بدر کو اندلس بھیجا۔ یمن کے تمام قبائل اور بنی امیہ کے دوسرے طرفداروں نے اس دعوت کو بڑی خوشی سے قبول کر لیا اور ان کا ایک وفد جہاز لے کر عبدالرحمٰن کو لینے کے لیے مغرب آیا اور ۱۳۸ھ میں اس کو اپنے ساتھ اندلس لے گیا۔ [1]

اہل اندلس عبدالرحمٰن کے لیے چشم براہ تھے۔ اس کے پہنچتے ہی یمن کے قبائل نے اس کے سامنے سر اطاعت خم کر دیا۔ ان کے علاوہ اشبیلیہ' ریہ' شذونہ اور مورور کے مسلمانوں نے بھی اس کی بیعت کر لی۔ ان کی حمایت و امداد حاصل ہونے کے بعد عبدالرحمٰن اندلس کے پایہ تخت قرطبہ کی طرف بڑھا۔ یوسف اس وقت ایک مہم میں جلیقیہ گیا ہوا تھا۔ یہاں قرطبہ پر عبدالرحمٰن کی فوج کشی کی خبر پہنچی تو یوسف کی تمام فوجیں اس کا ساتھ چھوڑ کر عبدالرحمٰن کے پاس قرطبہ چلی گئیں اور اس کے ساتھ بہت تھوڑی جماعت رہ گئی۔ اس کے وزیر و مشیر صمیل نے اس کو عبدالرحمٰن کے ساتھ لطف و مدارات سے پیش آنے کا مشورہ دیا' لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی اور عبدالرحمٰن قرطبہ ہوتا ہوا مالقہ پہنچا۔ یہاں آنے

[1] افتتاح الاندلس ص ۷۶' ۷۵۔

کے بعد اکثر شہروں کی فوجیں اس کے پاس چلی آئیں اور قریب قریب پورا اسلامی اندلس اس کے ساتھ ہو گیا اور یوسف کے ساتھ صرف فہر اور قیس کے قبیلے رہ گئے۔ اس دوران میں یوسف بھی قرطبہ پہنچ گیا۔ اس میں اور عبدالرحمٰن میں مقابلہ ہوا۔ یوسف کی فوج بہت کم تھی' اس لیے اس کو شکست ہوئی اور وہ غرناطہ جا کر قلعہ بند ہو گیا۔ عبدالرحمٰن نے عقب سے پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ یوسف کے پاس کوئی بڑی قوت نہ تھی' اس لیے اسے مجبور ہو کر عبدالرحمٰن کی اطاعت قبول کر لینی پڑی اور دونوں میں مصالحت ہو گئی۔ عبدالرحمٰن نے اسے قرطبہ میں قیام کرنے کی اجازت دے دی' لیکن تھوڑے دنوں کے بعد وہ بدعہدی کر کے طلیطلہ چلا گیا۔ بیس ہزار بربری اس کے ساتھ ہو گئے۔ عبدالرحمٰن کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے عبدالملک بن عمر مروانی کو اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ اس نے یوسف کو شکست دی اور اس کے ایک آدمی نے حیلہ سے اس کو قتل کر کے اس کا سر عبدالرحمٰن کی خدمت میں پیش کیا۔ یوسف کے قتل کے بعد ۱۴۱ھ میں اندلس میں بنی امیہ کی حکومت قائم ہو گئی جو کئی صدیوں تک قائم رہی۔ [1]

علوی

خلافت کے بارہ میں اہل بیت اور غیر اہل بیت کی نزاع بنی امیہ کے زمانہ سے چلی آ رہی تھی' جو بنی عباس کے زمانہ میں بھی قائم رہی' بلکہ پہلے سے زیادہ بڑھ گئی اور منصور کے زمانہ میں اس کا جس شدت کے ساتھ ظہور ہوا' اس کی مثال اموی دور میں بھی نہیں ملتی۔ عباسی حکومت کے خلاف علویوں میں ایک عام حرکت پیدا ہو گئی اور سب سے پہلے محمد بن عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب نفس زکیہ نے منصور کے مقابلہ میں خروج کیا۔ نفس زکیہ فضل و کمال اور زہد و ورع اور اثر نفوذ کے لحاظ سے بنی ہاشم کے نہایت ممتاز بزرگ تھے۔ ان کے والد عبداللہ نے بنی ہاشم کے حامیوں میں مشہور حدیث ''اسمہ کاسمی'' کی تبلیغ کر کے ان کو یقین دلایا کہ محمد وہی مہدی موعود ہیں جن کی پیشگوئی آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں فرمائی تھی۔ [2] چونکہ نام سے وہ اس حدیث کے مصداق تھے۔ اس لیے بہت سے عوام خصوصاً شیعیان اہل بیت نے آسانی سے اس کو قبول کر لیا اور بہت بڑی جماعت نے ان کو مہدی تسلیم کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور نفس زکیہ ایک زمانہ تک خفیہ دعوت دیتے رہے۔ منصور ابتدا ہی سے ان کی تاک میں لگا ہوا تھا' مگر نفس زکیہ برابر ایک مقام سے دوسرے

---

[1] ابن خلدون جلد ۴' ص ۱۲۱' افتتاح الاندلس میں ان واقعات کو بڑی تطویل سے لکھا ہے۔

[2] الفخری ص ۱۴۸' پوری حدیث یہ ہے۔ لو بقي من الدنيا يوم يطول الله ذالك اليوم حتى يبعث فيه مهدينا اوقائمنا اسمه كاسمي واسمه ابيه كاسم ابي' لیکن محدثین کے نزدیک یہ حدیث پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔

مقام پر منتقل ہوتے رہے۔ اس لیے منصور ان کو گرفتار نہ کر سکا۔ ۱۴۴ھ میں جب بنو ہاشم نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تو منصور نے سختی سے ان کی تلاش شروع کر دی اور بنو ہاشم کے اشخاص کو بلا کر ان سے ان کا پتہ پوچھا' مگر کسی نے صحیح جواب نہ دیا۔ منصور نے نفس زکیہ کے والد عبداللہ پر سختی کی کہ وہ نفس زکیہ اور ان کے بھائی کو حاضر کریں۔ انہوں نے لاعلمی ظاہر کی اور کہا اگر وہ میرے پاس ہوتے جب بھی قتل کے لیے تمہارے حوالہ نہ کرتا۔ [1] منصور نے ہر طرح کی سختیاں کیں' مگر کسی طرح پتہ نہ چلا۔ تلاش و جستجو کا سلسلہ جاری تھا کہ علویوں نے مکہ میں جمع ہو کر منصور کو خفیہ قتل کر دینے کی سازش کی۔ عبداللہ بن محمد نے اس کام کا بیڑا اٹھایا' لیکن نفس زکیہ نے اختلاف کیا اور کہا کہ ہم اس وقت تک اس کو دھوکے سے قتل نہ کریں گے' جب تک اس کو خلافت سے دست برداری کا پیام نہ دے لیں۔ [2] اتفاق سے منصور کا ایک فوجی افسر خالد بن حسان اس مشورہ کے وقت پہنچ گیا تھا۔ اس نے منصور کو اس کی اطلاع دے دی۔ منصور نے زیاد بن عبیداللہ کو نفس زکیہ کی گرفتاری پر مامور کیا۔ یہ سیدھا مدینہ پہنچا۔ اتفاق سے اس وقت نفس زکیہ بھی مدینہ آئے ہوئے تھے۔ زیاد نے ان کو امان دے کر بلا بھیجا۔ یہ آئے' زیاد نے امان کا پاس کر کے انہیں چھوڑ دیا اور اس کی سزا میں خود قید کیا گیا اور یہ مہم محمد بن خالد کے سپرد ہوئی۔ اس نے مدینہ پہنچ کر روپیہ کے ذریعے سے پتہ چلانا چاہا۔ جب اس میں کامیابی نہ ہوئی' تو خانہ تلاشی شروع کی' لیکن نفس زکیہ کا کہیں پتہ نہ چلا۔ [3] آخر میں منصور نے رباح بن عثمان بن حیان المری کو مدینہ کا حاکم بنا کر بھیجا اور سخت تاکید کی کہ محمد اور ابراہیم کی تلاش میں کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا جائے۔ اس نے نہایت سختی کے ساتھ تلاش شروع کی۔ اس کی سختی دیکھ کر نفس زکیہ اور ابراہیم کو گرفتاری کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ اس لیے وہ برابر ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہوتے رہے اور ان کا پتہ نہ چل سکا۔ رباح نے عبداللہ بن حسن پر سختی کر کے ان سے پوچھنے کی کوشش کی۔ انہیں قتل بھی کرا دیا' لیکن کوئی پتہ نہ چلا۔ اس لیے منصور کا غصہ اور تیز ہو گیا' اور اس نے رباح کو حکم دیا کہ اگر نفس زکیہ محمد اور ابراہیم نہیں ملتے تو حسن کی کل اولاد گرفتار کر لی جائے' چنانچہ یہ سب گرفتار کر کے پابجولاں ربذہ بھیجے گئے۔ منصور نے انہیں قید میں ڈلوا دیا۔ [4]

نفس زکیہ کا خروج

[1] الفخری ص ۱۳۷۔ [2] ابن اثیر جلد ۵' ص ۱۹۴۔ [3] ابن اثیر ج ۵' ص ۱۹۴۔

[4] طبری جلد ۱۰' ص ۱۸۷ و ابن اثیر جلد ۵' ص ۱۹۴ یہ واقعہ دونوں کتابوں میں بڑی شرح و بسط کے ساتھ منقول ہے۔ ہم نے اس کا صرف ضروری خلاصہ نقل کیا ہے۔

آل حسن کی گرفتاری کے بعد ان سے نفس زکیہ اور ابراہیم کا پتہ پوچھنے کے لیے ان پر بھی طرح طرح کی سختیاں کی گئیں اور آخر میں یہ لوگ ربذہ سے عراق منتقل کر دیے گئے اور سختی کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ بہت سے لوگ ان سزاؤں کی تاب نہ لا کر مر گئے۔ نفس زکیہ اور ان کے اتباع کو برابر ان مصائب کی اطلاع مل رہی تھی اور یہ سب سختیاں انہی کی وجہ سے ہو رہی تھیں۔ اس لیے ان کے حامیوں نے ان کو مجبور کیا کہ یہ تمام مصائب آپ ہی کی وجہ سے ٹوٹ رہے ہیں۔ اس لیے جلد میدان میں آ ئیے۔ چنانچہ رجب ۱۴۵ھ میں وہ بہت بڑی جماعت کے ساتھ نکلے۔ مقامی جماعتوں کے علاوہ مختلف ملکوں کے وفود بھی ساتھ تھے۔ جس ملک کے لوگ نہ آ سکے تھے' ان کے خطوط آئے تھے' چنانچہ انہوں نے مدینہ پر قبضہ کر کے رباح کو قید کر دیا۔ مدینہ پر قبضہ کے بعد مکہ گئے۔ یہاں کے باشندے بھی ساتھ ہو گئے۔

منصور کو ان حالات کی اطلاع پہنچی تو اپنی مستقل مزاجی کے باوجود گھبرا گیا اور نفس زکیہ کے نام خط بھیجا' جس کا مضمون یہ تھا:

منصور کا خط

''اللہ کے بندہ عبداللہ امیر المؤمنین کی جانب سے محمد بن عبداللہ کو معلوم ہو کہ'' جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد مچاتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کیے جائیں' یا سولی پر لٹکائے جائیں' یا ان کے دونوں مخالف ہاتھ اور پاؤں کاٹے جائیں' یا وہ ملک سے نکال دیے جائیں۔ ایسے لوگوں کے لیے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت میں بھی بڑا عذاب ہے۔ ہاں جو لوگ قابو پائے جانے سے پہلے ان حرکتوں سے تائب ہو جائیں تو ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ غفور اور رحیم ہے''۔ [آیت قرآنی]

ان آیات قرآنی کے بعد مرقوم تھا کہ'' میں اللہ اور رسول ﷺ کو درمیان میں ڈال کر اور اس کا واسطہ دے کر عہد کرتا ہوں کہ اگر تم میرے قابو میں آنے سے پہلے اپنی حرکتوں سے توبہ کر کے باز آ جاؤ تو میں تمہارے لڑکوں' تمہارے بھائیوں اور تمہارے اہل خاندان اور رفقا سب کی جان بخشی کرتا ہوں اور تم نے جو جانی اور مالی نقصان پہنچایا ہے' اس سے بھی درگزر کروں گا اور دس لاکھ درہم نقد دوں گا۔ تمہاری اور جو ضروریات ہوں گی' سب پوری کروں گا اور جو مقام تم اپنے رہنے کے لیے پسند کرو گے' وہاں قیام کی اجازت دے دی جائے گی' تمہارے خاندان کے جس قدر

لوگ قید ہیں' سب رہا کر دیئے جائیں گے' تمہارے ہاتھ پر جن لوگوں نے بیعت کی ہے یا کسی حیثیت سے تمہارا ساتھ دیا ہے' سب کی جان بخشی کی جائے گی۔ ان میں کسی سے کبھی مواخذہ نہ کیا جائے گا۔ اگر تم میرے ان شرائط پر اطمینان حاصل کرنا چاہتے ہو تو جن کو تم پسند کرو انہیں بھیج دو۔ وہ آ کر مجھ سے امان نامہ اور عہد و میثاق لے لیں۔''

محمد بن عبداللہ نے اس کا جواب دیا:

نفس زکیہ کا جواب

''اللہ کے بندہ مہدی محمد بن عبداللہ کی جانب سے عبداللہ بن محمد کے نام ''طسم'' یہ کتاب مبین کی آیتیں ہیں' ہم ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں' موسیٰ اور فرعون کے بعض سچے حالات تم کو سناتے ہیں۔ فرعون زمین میں بہت بڑھ رہا تھا اور اس نے اس کے باشندوں کے مختلف گروہ بنا دیئے تھے۔ ان میں ایک گروہ کو اس قدر کمزور کر دیا تھا کہ ان کے لڑکوں کو ذبح کرتا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا تھا۔ بیشک وہ مفسدہ پردازوں میں تھا' ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں جو کمزور سمجھے گئے' ان کے ساتھ احسان کریں اور ان کو سردار بنائیں۔ نیز انہیں ملک کا وارث قرار دیں اور ان کے قدم ملک میں جمائیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر کو جن سے وہ ڈرتے تھے' انہیں لوگوں کے ہاتھوں تباہ کر دکھائیں''۔

ان آیات کے بعد اصل مضمون یہ تھا کہ: ''تم نے میرے سامنے جس طرح کی امان پیش کی ہے' میں بھی اسی طرح کی امان پیش کرتا ہوں۔ خلافت دراصل ہمارا حق ہے۔ ہمارے ہی ذریعہ سے تم نے اس کا دعویٰ کیا' ہمارے شیعوں کو لے کر تم اس کے حصول کے لیے نکلے اور ہماری ہی فضیلتوں کے طفیل میں تمہیں یہ اعزاز حاصل ہوا۔ ہمارے باپ علی رضی اللہ عنہ وصی اور امام تھے' پھر تم ہمارے یعنی ان کی اولاد کے ہوتے ہوئے کیسے وارث ہو گئے' تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ کسی ایسے شخص نے جس کا نسب اور شرف خاندانی تمہارے جیسا ہو' خلافت کا دعویٰ نہیں کیا۔ ہم ملعونوں' مطرودوں اور آزاد کردہ غلاموں کی اولاد میں نہیں ہیں۔ [1]

[1] غالباً اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جنگ بدر میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ مشرکین کے ساتھ نکلے تھے اور ان کی شکست کے بعد گرفتار ہو گئے تھے اور فدیہ دے کر رہائی حاصل کی تھی۔

ہم کو قرابت رسول ﷺ' سبقت فی الاسلام اور دوسرے فضائل کے جو مفاخر حاصل ہیں' وہ بنو ہاشم میں کسی کو حاصل نہیں ہیں' زمانہ جاہلیت میں رسول اللہ ﷺ کے چچا ابوطالب کی ماں فاطمہ بنت عمرو کی اولاد ہم تھے نہ کہ تم' اور اسلام میں ان کی لڑکی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد ہم تھے نہ کہ تم' اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے بہترین نسب منتخب کیا۔ ہمارے والد محمد ﷺ نبیوں میں تھے اور علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مسلمان تھے۔ ازواج النبی میں سب سے افضل ہماری نانی خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ جنھوں نے سب سے پہلے قبلہ رخ نماز پڑھی۔ لڑکیوں میں سب سے بہتر فاطمہ رضی اللہ عنہا خواتین جنت کی سردار ہیں۔ اسلام میں پیدا ہونے والوں میں سب سے بہتر حسن و حسین رضی اللہ عنہما نوجوانان جنت کے سردار ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ کو ہاشم سے دوہرا شرف ابنیت حاصل ہے۔ ❶ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو عبدالمطلب سے دوہرا شرف ابنیت حاصل ہے ❷ مجھے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دوہرا شرف ابنیت حاصل ہے۔ ❸ میں نسباً بنی ہاشم کا خلاصہ ہوں۔ میری رگوں میں امہات اولاد کا عجمی خون نہیں ہے۔ ❹ اللہ تعالیٰ نے نسب کے لحاظ سے میرے لیے بہترین ماں باپ منتخب کیے اور یہ امتیاز دوزخ میں بھی قائم رکھا۔ میں اس کی اولاد ہوں جس کا درجہ جنت میں سب سے بلند ہوگا۔ ❺ میں اس کی اولاد ہوں جس کو دوزخ میں سب سے کم عذاب ملے گا۔ ❻ پس میں نیکوں میں سب سے بڑے نیک اور بروں میں سب سے کمتر برے اور جنت اور دوزخ کے سب سے بہتر مکین کا فرزند ہوں۔ میں اللہ کا واسطہ دے کر وعدہ کرتا ہوں کہ تم میری دعوت مان کر میری اطاعت قبول کر لو تو میں اللہ کے حدود' مسلمانوں اور معاہد کے حقوق کے علاوہ جن کا بار تمہاری گردن پر ہے' تمہاری جان' تمہارا مال اور تمہارے تمام محدثات کو معاف کر دوں گا۔ میں خلافت کا تم سے زیادہ حقدار اور ایفائے عہد کا تم سے زیادہ پابند ہوں' کیونکہ تم جیسی امان مجھے دے رہے ہو'

---

❶ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد ابوطالب ہاشم کے پوتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ماں فاطمہ بنت اسد ہاشم کی پوتی تھیں۔ اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہاشم کے پرپوتے بھی تھے اور پرنواسے بھی۔

❷ اسی طرح حضرت حسن رضی اللہ عنہ عبدالمطلب کے پرپوتے بھی تھے اور پرنواسے بھی۔

❸ نفس زکیہ حضرت حسن کے پرپوتے تھے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پرنواسے' اس لیے وہ ننھیال اور ددھیال دونوں جانب سے اہل بیت نبوی میں تھے۔

❹ یہ منصور پر طنز ہے کہ وہ لونڈی کے بطن سے تھا۔

❺ یعنی رسول اللہ ﷺ۔

❻ روایات میں ہے کہ ابوطالب پر سب سے کم عذاب ہوگا۔

ایسی معلوم نہیں کتنی امانیں دوسروں کو دے چکے ہو' تم مجھے کس طرح کی امان دیتے ہو؟ جیسی ابن ہبیرہ کو دی' یا جیسی اپنے چچا عبداللہ بن علی کو دی' یا جیسی اپنے قوت بازو ابو مسلم کو دی؟ (ان سب کو امان دینے کے بعد قتل یا قید کر دیا گیا تھا)
منصور نے اس کا نہایت سخت جواب دیا' گو وہ کسی قدر طویل ہے' لیکن دلچسپی سے خالی نہیں'

منصور کا دوسرا خط

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ! اما بعد' تمہاری گفتگو میں نے سنی اور تمہاری تحریر دیکھی تم عوام' جہلا اور جفا کاروں کو گمراہ کرنے کے لیے عورتوں کی قرابت کے فخر کا صور پھونکتے ہو۔ ❶ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کا درجہ چچا' باپ' عصبہ اور اولیا کے برابر نہیں رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چچا کو باپ کا رتبہ دیا ہے۔ ❷ اور اپنی کتاب میں بھی اسی سے شروع کیا ہے' اگر اللہ تعالیٰ نے محض قرابت کی وجہ سے عورتوں کو کوئی رتبہ دیا ہوتا تو اس رتبہ کی سب سے زیادہ مستحق رسول اللہ ﷺ کی ماں آمنہ ہوتیں اور سب سے پہلے وہ جنت میں جاتیں' لیکن اللہ تعالیٰ اپنے علم کے ذریعہ سے جسے چاہتا ہے رتبہ کے لیے منتخب کرتا ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ [۲۸/القصص:۵۶]
"تم جس کو پسند کرتے ہو' اس کو ہدایت یاب نہیں کر سکتے' لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔"
تم کو ابوطالب کی ماں فاطمہ بنت عمرو کے انتساب پر فخر ہے' حالانکہ اللہ نے ان کی اولاد میں سے کسی کو اسلام کی توفیق نہیں عطا کی اور اگر ان میں قرابت کی وجہ سے کسی کو توفیق دیتا تو اس کے سب سے زیادہ مستحق رسول اللہ ﷺ کے والد عبداللہ تھے' جو دنیا و آخرت کی تمام بھلائیوں کے مستحق تھے' لیکن اللہ تعالیٰ اپنے مذہب کی توفیق جس کو چاہتا ہے' دیتا ہے۔ ❸ جس وقت رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے' اس وقت آپ کے چار چچا زندہ تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو ان میں سے دو نے قبول کی' جن میں ایک (حضرت عباس رضی اللہ عنہ) ہمارے جد اعلیٰ

---

❶ یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد ہونے کا۔
❷ یہ اس کی طرف اشارہ ہے کہ منصور کے جد اعلیٰ حضرت عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے چچا تھے۔
❸ آنحضرت ﷺ کے والد عبداللہ کا انتقال آپ کی ولادت سے پہلے ہو گیا تھا اور انھوں نے اسلام کا زمانہ نہیں پایا۔

تھے۔ 1 اور دو نے انکار کیا۔ ان میں سے ایک (ابوطالب) تمہارے جد اعلیٰ تھے۔ 2 ان کے انکار پر اللہ تعالیٰ نے ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان قرابت کا رشتہ توڑ دیا' تمہیں اس پر بھی فخر ہے کہ تم دوزخ میں سب سے کم عذاب پانے والے انسان اور بروں میں سب سے کم برے کی اولاد ہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ کفر میں چھوٹے کفر' عذاب میں کم عذاب' شریروں میں کم شریر کا کوئی سوال نہیں' سب برابر ہیں' کوئی مسلمان عذاب دوزخ پر خواہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو' فخر نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿سَيَعْلَمُ الَّذِينَ كَفَرُوْا﴾ (الخ) اور یہ فخر کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو عبدالمطلب سے اور تمہیں رسول اللہ ﷺ سے دوہرا شرف ابنیت حاصل ہے۔ کوئی فخر نہیں' خیر الاولین والاخرین رسول اللہ ﷺ کو ہاشم اور عبدالمطلب دونوں سے دوہری نہیں بلکہ اکہری نسبت تھی۔ 3 تمہارا یہ لکھنا کہ تم بنی ہاشم کا خلاصہ ہو' والدین کی طرف سے تمہارا نسب زیادہ خالص ہے' تم میں عجمی امہات اولاد کا خون نہیں ہے' کتنی بڑی جسارت ہے اس دعوے سے تم پورے بنو ہاشم کے مقابلہ میں فخر کر رہے ہو۔ دیکھو کل تم اللہ کو کیا جواب دو گے تم اپنے دعویٰ میں اپنے حدود سے اتنا آگے بڑھ گئے ہو کہ جو مسلمہ طور پر تم سے ہر اعتبار سے افضل ہے' اس کے مقابلہ میں فخر کرتے ہو گویا تم اپنے کو رسول اللہ (ﷺ) کے صاحبزادے حضرت ابراہیم سے افضل سمجھتے ہو' جو ام ولد کے بطن سے تھے۔ اس مثال کو جانے دو' خود تمہارے باپ کے بھائی کی بہترین اور افضل ترین اولاد ام ولد ہی کے بطن سے تھی۔ 4 یہ تم بھی مانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد تمہارے خاندان میں علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی نہیں پیدا ہوا۔ وہ بھی ام ولد کے بطن سے تھے اور تمہارے دادا حسن بن حسین سے افضل تھے' پھر ان کے بعد تمہارے خاندان میں محمد بن علی سے بہتر کوئی نہیں ہوا۔ ان کی دادی بھی ام ولد تھیں۔ اور وہ تمہارے باپ سے افضل تھے' ان کے بعد ان کے لڑکے جعفر کی دادی بھی ام ولد تھیں اور وہ تم سے بہتر تھے۔ ان کھلی ہوئی مثالوں کے بعد بھی کیا تمہیں فخر کا حق ہے؟ تمہارا یہ دعویٰ کہ تم لوگ رسول اللہ ﷺ کے لڑکے ہو' قرآن کے سراسر خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ﴾ [۳۳/الاحزاب:۴۰] ہاں تم آپ کی

---

1 دوسرے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ۔
2 دوسرے ابولہب۔
3 یعنی دادھیالی۔
4 یعنی حضرت امام زین العابدین بن حسین رضی اللہ عنہ۔

لڑکی کی اولاد البتہ ہو اور یہ بھی قریبی ہی قرابت ہے لیکن اس کے لیے میراث جائز ہی نہیں۔ [1] نہ لڑکی کو ولایت کا حق ہوتا ہے نہ امامت کا' پھر تمہیں کیونکر اس کا حق پہنچ گیا' تم کو معلوم ہے کہ تمہارے باپ علی رضی اللہ عنہ نے بھی اس کے حصول کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔ انہوں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دن میں نکالا۔ چھپ کر ان کی تیمارداری کی اور رات کو خفیہ دفن کیا' لیکن لوگوں نے شیخین کے سوا ان کی خلافت نہیں تسلیم کی۔ اسلام کے اس قانون میں کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ نانا' ماموں اور خالہ کسی کو وراثت نہیں ملتی۔ تمہارا یہ فخر کہ علی رضی اللہ عنہ سابقین اسلام میں تھے' بے معنی ہے۔ محض سبقت فی الاسلام کوئی ایسا شرف نہیں ہے جو خلافت کا مستحق بناتا ہو' خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں ان کے علاوہ دوسرے کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ آپ کے بعد مسلمانوں نے علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر یکے بعد دیگرے دو آدمیوں کو خلیفہ منتخب کیا۔ ان دونوں کے بعد جب چھ آدمی نامزد ہوئے تو علی رضی اللہ عنہ کو خلافت سے دور رکھنے کے لیے سبھوں نے ان کو چھوڑ دیا اور ان کو حقدار نہ سمجھا اور عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو ان پر ترجیح دی اور عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل ہونے کے بعد علی رضی اللہ عنہ پر ان کے قتل میں شرکت کا الزام لگایا گیا۔

اس کے بعد جب خود ان کا دور آیا تو طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما نے ان سے جنگ کی اور سعد رضی اللہ عنہ نے بیعت سے انکار کر کے دروازے بند کر لیے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے علیحدہ اپنی بیعت لی اور علی رضی اللہ عنہ نے ان کا پورا مقابلہ کیا' مگر آخر میں ان کے ساتھی الگ ہو گئے اور بہت سے ان سے بدگمان ہو گئے' پھر انہوں نے اپنا فیصلہ حکمین کے ہاتھوں میں دے دیا۔ جنہوں نے بالاتفاق ان کو معزول کر دیا۔ ان کے بعد ان کے لڑکے حسن رضی اللہ عنہ نے چند کپڑوں اور درہموں کے عوض خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بیچ کر اپنے حامیوں کو معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیا اور خلافت ایک غیر مستحق شخص کو دے کر اس کے بدلہ میں مال لیا' جس کے وہ مستحق نہ تھے۔ یہ سب کچھ کرنے کے بعد حجاز کے گوشہ عافیت میں بیٹھ گئے۔ بالفرض اگر خلافت تمہارا حق تھا بھی تو تم نے اسے بیچ کر اس کی قیمت لے لی۔ اس کے بعد تمہارے چچا ابن مرجانہ کے مقابلے میں آئے' لیکن جو لوگ ان کے ساتھ تھے خود انہوں نے انہیں قتل کر کے ان کا سر ابن مرجانہ کی نذر کیا' پھر تم لوگ بنوامیہ کے مقابلے میں اٹھے۔ بنوامیہ نے تمہارے ساتھ کیا کچھ نہ کیا۔ تمہیں قتل کیا' تمہیں سولیوں

---

[1] اس سے یہ مراد ہے کہ عصبات کی موجودگی میں نواسہ وارث نہیں ہوتا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی طرف ہے کہ انبیا کی وراثت نہیں ہوتی۔

پر لٹکایا' آگ میں جلایا' جلاوطن کیا۔ حتیٰ کہ یحییٰ بن زید غریب الوطنی میں خراسان میں قتل ہوئے۔ بنوامیہ نے تمہارے مردوں کو قتل کیا۔ عورتوں اور بچوں کو قید کر کے بلا پردہ کشاں کشاں شام تک لے گئے۔ تا آنکہ ہم ان کے مقابلے کے لیے اٹھے اور ان سے پورا پورا بدلہ لیا اور تمہیں ان کے ملک کا وارث بنایا۔ تمہارے اسلاف کی فضیلت کا ڈنکا بجا کر ان کا نام روشن کیا۔ ہمارے اس اعلان فضیلت کو تم ہمارے ہی خلاف حجت قرار دیتے ہو اور سمجھتے ہو کہ تمہارے اجداد کا نام ان کی برتری کی وجہ سے لیتے تھے کہ وہ حمزہ' عباس اور جعفر رضی اللہ عنہم سے افضل تھے' اگر تمہارا یہ خیال ہے تو سراسر غلط ہے۔ دنیا سے یہ لوگ ایسی حالت میں صاف اور دامن بچائے ہوئے گئے کہ لوگ ان کے فضائل کو مسلمہ طور پر مانتے تھے۔ اس کے برعکس تمہارے باپ علی رضی اللہ عنہ کو جنگ اور خونریزی کی آزمائشوں میں مبتلا ہونا پڑا۔ بنوامیہ ان پر اسی طرح لعنت بھیجتے رہے جس طرح نماز میں کفار پر بھیجی جاتی ہے' ایسے وقت میں ہم ہی نے اس کے خلاف احتجاج کر کے ان کے فضائل کا اشتہار دیا اور نہایت سختی اور جبر کے ساتھ ان کو روکا۔ تم کو زمانہ جاہلیت میں ہمارے سقایہ حجاج اور ولایت زمزم کے شرف واعزاز کا بھی علم ہے۔ یہ شرف سب بھائیوں میں ہمارے ہی باپ عباس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آیا۔ اسلام کے زمانہ میں تمہارے باپ نے اس کے لیے جھگڑنا چاہا' لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے ہمارے موافق فیصلہ کیا۔ اس لیے ہم کو جاہلیت اور اسلام دونوں میں سقایہ حجاج کا اعزاز حاصل رہا۔ جب مدینہ میں قحط پڑا اور اہل عرب پانی کی ایک ایک بوند کے لیے تڑپتے تھے۔ اس وقت تمہارے باپ علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے' لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے ہمارے ہی باپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے طفیل میں باران رحمت سے سیراب کیا۔ تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عبدالمطلب کی اولاد میں عباس رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی باقی نہ تھا اور وہ چچا کی حیثیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث تھے' پھر بنی ہاشم کے ایک سے زیادہ آدمیوں نے اسے مانگا' لیکن عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد کے علاوہ کسی کو یہ منصب نہ ملا۔ اس لیے سقایت کے حقدار بھی عباس رضی اللہ عنہ تھے اور میراث نبوی کے وارث بھی وہی تھے اور اب خلافت کی حقدار ان کی اولاد ہے۔ پس جاہلیت اور اسلام' دنیا اور آخرت کا کوئی ایسا شرف باقی نہیں ہے' جس کی حامل اور وارث عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد نہ رہی ہو۔ تم نے بدر کے معاملہ میں طعنہ زنی کی ہے۔ [1] تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ظہور اسلام کے وقت عباس رضی اللہ عنہ' ابوطالب کی ناداری کی وجہ سے ان کے اہل وعیال کے کفیل تھے' اگر عباس رضی اللہ عنہ جبراً بدر میں نہ لائے جاتے تو طالب اور عقیل بھوکوں مرجاتے اور عتبہ اور شیبہ کے پیالے چاٹتے' لیکن

[1] محمد نفس زکیہ کے خط میں اوپر گزر چکا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بدر میں مشرکین کے ساتھ تھے۔

عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں کھلا کر اس ذلت سے بچایا۔ اس احسان کے بعد تم ہمارے سامنے سر اٹھاتے ہو۔ جاؤ پہلے پرورش کے عار اور کفالت کے داغ کو دور کرو۔ تمہاری پستی اور ہماری برتری کے ثبوت کے لیے یہ واقعہ کافی ہے۔ اور سنو بدر میں عقیل کو فدیہ دے کر کس نے چھڑایا تھا؟ وہ ہمارے باپ عباس رضی اللہ عنہ تھے' اب بھی تمہیں ہمارے مقابلہ میں فخر کا موقع ہے؟ ہم کفر کی حالت میں بھی تم سے بلند مرتبہ رہے اور تمہارے قیدیوں کو چھڑایا۔ بزرگوں کے مفاخر ہماری وجہ سے تم کو حاصل ہوئے۔ خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہم ہوئے' تم نہیں۔ ہم نے ہی بنوامیہ سے تمہارے خون کا انتقام لیا اور ان کو تمہاری جانب سے ایسا سخت بدلہ دیا کہ تم اپنے ذاتی معاملہ کے باوجود اس سے عاجز تھے۔ [1] والسلام۔

عبداللہ بن علی کا مشورہ

اس خط و کتابت سے نہایت واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ڈیڑھ صدی کے اندر اندر مسلمانوں کی ذہنیت میں کتنا انقلاب پیدا ہو گیا تھا۔ مفاخر نسبی جن کو اسلام نے نہایت سختی سے مٹایا تھا' کس بری طرح ابھر گئے تھے۔ عوام کا ذکر نہیں' خواص اور ائمہ دین تک جن کو مسلمانوں کے لیے نمونہ ہونا چاہیے تھا' ان مہلک خیالات میں مبتلا تھے۔ ظاہر ہے کہ اس خط و کتابت کا مقصد دعوت حق یا دعوت مصالحت نہ تھا' اس لیے کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ منصور کا چچا عبداللہ بن علی بڑا مدبر تھا' نازک موقع پر اس کی رائے بہت صائب ہوتی تھی۔ وہ اس وقت قید تھا۔ منصور نے اس کی رائے پوچھ بھیجی۔ اس نے مشورہ دیا کہ کوفہ اہل بیت اور ان کے اعوان و انصار کا مرکز ہے۔ اس لیے مسلح فوجوں کا پہرہ لگا کر اس کی ناکہ بندی کر دی جائے اور وہاں کا جو باشندہ باہر جانا چاہے' یا باہر کا کوئی شخص اندر آنا چاہے اس کی گردن اڑا دی جائے۔ مسلم بن قتیبہ کو رے سے بغداد بلا لیا جائے اور شام کے منتخب بہادروں کو انعام و اکرام دے کر مقابلہ پر روانہ کیا جائے۔ [2]

عبداللہ بن علی کے علاوہ منصور نے ایک اور تجربہ کار اسحاق بن مسلم عقیلی سے بھی مشورہ طلب کیا۔ اس نے رائے دی کہ سب سے پہلے بصرہ کی ناکہ بندی کیجئے اور نفس زکیہ کے مقابلہ میں ایسے لوگوں کو بھیجئے جو رتبہ میں ان سے کم نہ ہوں۔ تاکہ اگر لوگ نفس زکیہ کی حمایت میں یہ دلیل پیش کریں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہیں تو دوسرے یہ جواب دے سکیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی اولاد ہیں۔ اس

---

[1] دیکھو طبری جلد۔۱۰' ص۔۲۰۸' ۲۱۵ و ابن اثیر جلد۔۵' ص۔۱۹۹ تا ۲۰۱۔

[2] ابن اثیر جلد۔۵' ص۔۱۹۸' ابن اثیر کے بیان کے مطابق منصور نے خط و کتابت سے پہلے عبداللہ سے مشورہ طلب کیا تھا' لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

مشورہ کے مطابق منصور نے اپنے بھتیجے عیسیٰ کو چار ہزار سوار اور دو ہزار پیدل کے ساتھ روانہ کیا اور محمد بن قحطبہ کو ایک لشکر جرار کے ساتھ ان کی مدد کے لیے عقب سے بھیجا۔ [1] اور ہدایت کر دی کہ اگر محمد بن عبداللہ مغلوب ہو جائیں تو تلوار نیام میں کر لینا اور امان دے دینا اور علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے جو تمہیں ملے اس کا نام مجھے لکھ بھیجنا اور جو نہ ملے اس کا مال ضبط کر لینا۔

نفس زکیہ مدینہ میں تھے' اس لیے عباسی فوج نے سیدھا مدینہ کا رخ کیا اور جب اس کے قریب پہنچی تو عبداللہ بن محمد بعض ہاشمیوں کو لے کر ان سے مل گئے۔ نفس زکیہ کو عیسیٰ کی آمد کی خبر ملی تو انہوں نے وہ خندق جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احزاب کے موقع پر کھودی تھی' صاف کرائی۔ عیسیٰ نے جنگ شروع کرنے سے پہلے آخری مرتبہ پھر محمد نفس زکیہ کے پاس پیام کہلا بھیجا کہ ''اگر اب بھی آپ جنگ سے باز آ جائیں تو آپ کی اور آپ کے خاندان والوں کی جان بخشی کی جائے گی'' لیکن نفس زکیہ نے اس پیش کش کو نہایت حقارت سے ٹھکرا دیا اور جواب میں کہلا بھیجا کہ تم کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت قریبہ حاصل ہے۔ میں تم کو کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس پر عمل کی دعوت دیتا ہوں اور اس کے انتقام سے ڈراتا ہوں۔ اللہ کی قسم میں اس وقت تک اپنے دعویٰ سے دست بردار نہیں ہو سکتا' جب تک اس سے مل نہ جاؤں۔ تمہیں اس سے بچنا چاہیے کہ جو شخص تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہے' وہی تمہیں قتل کرے۔ ایسی صورت میں تم کیسے برے مقتول ہو گے اور اگر تم نے اس کو قتل کر دیا تو اس کا وبال تمہارے اوپر ہو گا۔

نفس زکیہ کی شہادت

اس نامہ و پیام کے بعد رمضان ۱۴۵ھ میں عیسیٰ نے مدینہ میں منادی کرا دی کہ اللہ تعالیٰ نے باہم مسلمانوں کی خونریزی حرام کی ہے۔ اس لیے امن و صلح کا پیغام قبول کرو۔ جو شخص ہمارے پاس آ جائے یا گھر میں بیٹھ جائے یا مسجد نبوی رضی اللہ عنہ میں چلا جائے یا ہتھیار ڈال دے یا مدینہ چھوڑ دے' وہ مامون ہے۔ ہم کو اور نفس زکیہ کو تنہا چھوڑ دو' ہم دونوں سمجھ لیں گے' لیکن اہل مدینہ نے اس امان کا نہایت سخت جواب دیا اور دوسرے دن جنگ شروع ہو گئی۔ نفس زکیہ نے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا۔ ابتدا میں ان کے ساتھیوں نے حمایت کا پورا حق ادا کیا' لیکن آخر میں بعضوں نے ساتھ چھوڑ دیا اور نفس زکیہ' محمد بن قحطبہ کے ہاتھوں مارے گئے اور ان کا سر کاٹ کر منصور کے پاس بھیجا گیا۔ منصور نے لوگوں

[1] مسعودی جلد ۲' ص ۱۹۱' ۱۹۲۔

کی عبرت کے لیے پہلے کوفہ میں پھر اور مقامات میں اس کی تشہیر کرائی۔ ❶

ابراہیم بن عبداللہ کی تلاش

منصور کو نفس زکیہ کے ساتھ ساتھ ان کے بھائی ابراہیم کی طرف سے بھی خطرہ تھا اور وہ ان کی تلاش میں بھی لگا ہوا تھا' مگر ان کی نقل وحرکت بالکل خفیہ ہوتی تھی۔ اس لیے پتہ نہ چلتا تھا۔ منصور کی فوج میں بھی ان کے شیعوں کی خاصی تعداد تھی۔ اس لیے کبھی کبھی وہ بغداد بھی آ جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب وہ بغداد آئے ہوئے تھے' منصور کو علم ہو گیا۔ اسی وقت اس نے شہر کی ناکہ بندی کر کے نہایت سختی سے تلاش شروع کر دی۔ ابراہیم بہت خوف زدہ ہوئے۔ ان کے ایک ساتھی سفیان بن حیان قمی نے کہا کہ اب بغیر حیلہ کے رہائی مشکل ہے۔ ابراہیم نے کہا تمہیں اختیار ہے جو طریقہ چاہو اختیار کرو' چنانچہ وہ اسی وقت منصور کے پاس پہنچا۔ منصور کو اس کے اور ابراہیم کے تعلقات کا علم تھا اس لیے اس کو دیکھتے ہی برس پڑا۔ اس نے دست بستہ عرض کی کہ امیر المؤمنین جو کچھ فرماتے ہیں' میں واقعی اس کا مستحق ہوں' لیکن اب میں تائب ہو کر آپ کے لیے پیام مسرت لایا ہوں۔ میں ابراہیم کو آپ کے حوالے کر دوں گا۔ میں نے خوب ان کو آزمایا' لیکن ان میں کوئی اچھائی نظر نہ آئی۔ مجھے ان کی گرفتاری کے لیے تین چیزیں درکار ہیں۔ میرے اور میرے غلام کے لیے اجازت نامہ (پروانہ راہداری) ڈاک کی سواری اور تھوڑی سی فوج۔ منصور نے ان چیزوں کا انتظام کر دیا۔ سفیان ان کو لے کر ابراہیم کے پاس پہنچا اور ان کو ساتھ لے کر بغداد سے نکل گیا۔ بعض مقامات پر روک ٹوک ہوئی' مگر شاہی اجازت نامہ موجود تھا' اس لیے نکلتا چلا گیا۔ ❷

ابراہیم کا خروج اور قتل

منصور کو ان کے نکل جانے کا علم ہوا تو پھر سختی سے ان کی تلاش شروع ہو گئی' لیکن ابراہیم برابر ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہوتے رہے۔ آخر میں بصرہ پہنچے اور اہل بصرہ سے اپنے بھائی نفس زکیہ کی بیعت لینی شروع کی۔ ❸ مرہ عبسی' عبدالواحد بن زیاد' عمرو بن سلمہ وغیرہ اور بہت سے عمائد نے ان کی بیعت قبول کر لی اور فقہا اور اہل علم کی بڑی جماعت بھی ان کے زیر اثر آ گئی۔ سفیان بن معاویہ والی بصرہ یہ صورت دیکھ کر دارالامارہ میں قلعہ بند ہو گیا۔ ابراہیم نے اس کو گھیر لیا اور سفیان

---

❶ ابن اثیر جلد ۵' ص ۲۰۲ تا ۲۰۴۔ ❷ ابن اثیر جلد ۵' ص ۲۰۸۔

❸ یہ واقعہ نفس زکیہ کے قتل سے پہلے کا ہے۔

ان کی اطاعت کرنے پر مجبور ہو گیا۔ ابراہیم نے قصر امارت پر قبضہ کرنے کے بعد بیت المال کی کل رقم اپنی فوج میں تقسیم کر دی اور بصرہ والوں میں عفو عام کا اعلان کر دیا۔ بصرہ پر تسلط کے بعد اہواز اور واسط پر قبضہ کیا۔ پھر عراق کے مختلف حصوں میں عمال اور فوجیں روانہ کر دیں۔ اسی زمانہ میں نفس زکیہ کے قتل کی خبر آ گئی۔ یہ خبر سن کر یہ بصرہ سے کوفہ روانہ ہو گئے۔ اس وقت ایک لاکھ فوج ان کے ساتھ تھی۔ احمزا میں پہنچ کر خیمہ زن ہوئے۔ منصور کو ان کے حالات کی خبریں برابر پہنچ رہی تھی۔ نفس زکیہ کے قتل سے فراغت کے بعد اس نے عیسیٰ بن موسیٰ کو ابراہیم کے مقابلہ میں جانے کا حکم دیا۔ احمزا میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ پہلے حملہ میں عیسیٰ کی فوج کا بڑا حصہ پسپا ہو گیا' لیکن عیسیٰ نے پھر سنبھل کر اس زور کا حملہ کیا کہ ابراہیم کی فوج کے پیر اکھڑ گئے۔ ابراہیم چھ سو جانثاروں کے ساتھ نہایت بہادری سے لڑتے رہے' مگر دفعۃً مخالف فوج کا ایک تیر ان کے حلق میں آ کر لگا اور ان کی زبان سے یہ جملہ نکلا: ''میں کچھ چاہتا تھا مگر اللہ کی مرضی کچھ اور تھی''۔

اسی حالت میں ان کے ساتھی ان کو علیحدہ اٹھا کر لے گئے۔ ان کے ہٹتے ہی ان کی فوج نے میدان چھوڑ دیا۔ ان کا سر کاٹ لیا گیا۔ یہ واقعہ ذی الحجہ ۱۴۵ھ کا ہے۔ اس وقت ابراہیم کا سن ۴۸ سال کا تھا۔ [1]

عبداللہ کی اولاد کا قتل اور قید

ابراہیم کے علاوہ نفس زکیہ کے اور دوسرے بھائی اور لڑکے ممالک اسلامیہ کے مختلف حصوں میں ان کی تبلیغ واشاعت میں مصروف تھے۔ علی بن محمد مصر میں' عبداللہ بن محمد خراسان اور سندھ میں' حسن بن محمد یمن میں' موسیٰ بن عبداللہ جزیرہ میں' یحییٰ بن عبداللہ رے اور طبرستان میں' ادریس بن عبداللہ مغرب میں۔ منصور نے ان میں سے بعضوں کو گرفتار کر کے قید اور بعضوں کو قتل کر دیا۔ [2]

ملطیہ پر رومیوں کا حملہ

منصور کے زمانہ میں دوسری حکومتوں اور غیر قوموں کے ساتھ بھی معرکے ہوئے۔ ۱۳۸ھ میں قیصر روم قسطنطین نے ملطیہ پر حملہ کر کے اس کی شہر پناہ مسمار کر دی۔ اسی سال اس کی مرمت کرا لی گئی اور صالح بن علی' عباس بن محمد اور جعفر بن حنظلہ نے مختلف سمتوں سے رومی مقبوضات پر فوج کشی کی'

[1] ابوالفداء جلد ۲' ص ۴۔

[2] مروج الذہب' مسعودی جلد ۶' ص ۱۹۳۔

لیکن جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ اس مہم میں دو مسلمان خواتین ام عیسیٰ اور لبابہ بھی مجاہدانہ شریک تھیں۔ ❶

اسی سال رومی حکومت اور مسلمانوں کے درمیان قیدیوں کا تبادلہ ہوا۔

ملطیہ اسلامی اور رومی سرحد کا بڑا اہم مورچہ تھا۔ اس لیے ۱۴۰ھ میں منصور نے از سرنو اس کے استحکامات درست کرائے۔ ایک قلعہ تعمیر کر کے اس میں چار ہزار حفاظتی فوج متعین کی۔ قیصر کو ان انتظامات کی خبر ہوئی تو وہ ایک لاکھ فوج لے کر بڑھا' لیکن جیحان آ کر معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی قوت زیادہ ہے اس لیے لوٹ گیا۔

کوہستان' طبرستان اور دباوند پر قبضہ

طبرستان کے ترک اکثر فساد مچایا کرتے تھے۔ اوپر گزر چکا ہے کہ ۱۴۱ھ میں منصور نے مہدی کو عبدالجبار والی خراسان کی بغاوت فرو کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ اس سے فراغت کے بعد مہدی کو طبرستان پر فوج کشی کا حکم دیا۔ اس نے منصور کی ہدایت کے مطابق آگے بڑھ کر ابوالخصیب کو اصبہبند والی طبرستان کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ وہ اس وقت دباوند کے فرمانروا مصمغان سے برسر پیکار تھا' لیکن مسلمانوں کے مقابلہ میں دونوں نے صلح کر لی اور اصبہبند نے لوٹ کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ طبرستان کا علاقہ پہاڑی ہے اس لیے عرصہ تک جنگ کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اس لیے منصور نے پہاڑی علاقہ کے ایک واقف کار عمرو بن علاء کو مدد کے لیے روانہ کیا۔ اس نے رویان اور طلق کے قلعہ کو فتح کر کے چند دنوں میں پورا علاقہ زیرنگیں کر لیا اور اصبہبند کو مجبور ہو کر اپنا قلعہ حوالہ کر کے اطاعت قبول کر لینی پڑی۔ اس سے فراغت پر مسلمانوں نے مصمغان کے علاقہ پر فوج کشی کر کے اسے بھی فتح کر لیا۔ ❷

لیکن ایک ہی سال کے بعد ۱۴۲ھ میں اصبہبند نے طبرستان کے بہت سے مسلمانوں کو قتل کر دیا۔ اس مرتبہ منصور نے ابوخصیب' خازم بن خزیمہ اور روح بن حاتم کو بھیجا۔ انہوں نے طبرستان پہنچ کر اصبہبند کو قلعہ میں محصور کر لیا' لیکن جب عرصہ تک قلعہ فتح نہ ہو سکا تو ابوخصیب نے اصبہبند کے پاس جا کر اسے یقین دلایا کہ مسلمانوں نے اس کو اس کی حمایت کے جرم میں نکال دیا ہے۔ وہ کہنے میں آ گیا اور ابوخصیب کو اپنا معتمد علیہ بنا لیا۔ ایک دن ابوخصیب نے تیر کے ذریعہ یہ رقعہ لکھ کر اسلامی لشکر میں پھینک دیا کہ تم لوگ شب کو حملہ کرو میں قلعہ کے پھاٹک کھول دوں گا' چنانچہ مسلمانوں نے شب کو حملہ کر دیا۔ ابوخصیب نے پھاٹک کھول دیئے اور مسلمان قلعہ میں داخل ہو گئے۔ اصبہبند نے زہر کھا کر خودکشی کر لی۔ ❸

---

❶ ابن اثیر جلد۔۵' ص ۱۸۱' ۱۸۲۔ ❷ ابن اثیر جلد۔۵' ص ۱۸۸' ۱۸۹۔

❸ ابن اثیر جلد۔۵' ص ۱۸۹' ۱۹۰۔

دیالمہ کی تاخت

۱۴۳ھ میں دیلمیوں نے اپنے یہاں کے بہت سے مسلمانوں کو قتل کر ڈالا۔ منصور نے اس کے انتقام کے لیے فوج روانہ کر دی۔ ۱۴۴ھ میں مزید امدادی فوجیں بھیجیں۔ ۱۴۵ھ میں باب الابواب کے ترک اور خزر نے آرمینیہ کے بہت سے مسلمانوں کو قتل کر ڈالا۔ ۱۴۷ھ استر خان خوارزمی نے نواح آرمینیہ پر حملہ کر کے بہت سے مسلمان اور ذمی گرفتار کر لیے اور تفلس میں داخل ہو گیا۔ منصور نے جبرائیل بن یحییٰ اور حرب بن عبداللہ کو ان کے مقابلہ کے لیے بھیجا' لیکن مسلمانوں کو شکست ہوئی اور حرب جنگ میں کام آیا۔ [1]

رومی مہمات

روم کے علاقے میں حسب معمول صائفہ یعنی گرمائی فوجیں برسر پیکار رہیں اور ۱۵۵ھ میں قیصر روم کو جزیہ دینے پر مجبور کر دیا۔ [2]

سندھ کی فتوحات

سندھ کی فتوحات میں بھی اضافہ ہوا۔ سفاح کے دور میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ منصور بن جمہور عجلی کے ہاتھوں سے سندھ کو موسیٰ بن کعب تمیمی نے چھڑایا تھا۔ ۱۴۱ھ میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا لڑکا عیینہ اس کا جانشین ہوا۔ اس کی نااہلی کی وجہ سے سندھ میں عدنانی اور قحطانی قبائل کی عصبیت جس نے بنی امیہ کا خاتمہ کیا تھا' ابھر آئی اور بارگاہ خلافت سے بھی عیینہ کا رویہ باغیانہ ہو گیا۔ اس لیے منصور نے عمر بن حفص عتکی کو اس کی تادیب کے لیے روانہ کیا۔ عیینہ دیبل کے قلعہ میں محصور ہو گیا۔ ابن حفص نے حملہ کر دیا۔ عیینہ نے اپنے طرز عمل سے اپنے ساتھیوں کو بھی برہم کر دیا تھا۔ اس لیے وہ سب ابن حفص سے مل گئے اور عیینہ کو مجبور ہو کر اپنے کو ابن حفص کے حوالہ کر دینا پڑا۔ اس نے اسے منصور کے پاس بھجوا دیا۔ راستہ میں وہ موقع پا کر بھاگ نکلا' لیکن رخج میں قحطانیوں کے ہاتھ میں پڑ گیا۔ انہوں نے قتل کر کے اس کا سر منصور کے پاس بھجوا دیا۔

یعقوبی کا بیان ہے کہ سندھ آنے کے دو سال بعد ۱۴۳ھ میں منصور نے ابن حفص کو معزول کر کے ہشام بن عمرو تغلبی کو والی بنایا' لیکن ابن اثیر کے بیان کے مطابق ۱۵۱ھ تک وہ سندھ میں رہا۔ اس

---

[1] یہ حالات ابن اثیر کے مختلف سنین سے ماخوذ ہیں۔ [2] ابن اثیر جلد ۶' ص ۲۔

کی معزولی کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ نفس زکیہ نے اپنے خروج کے زمانہ میں اسلامی ممالک کے مختلف حصوں میں اپنے دعاۃ بھیجے تھے۔ ابن حفص بھی ان کے حامیوں میں تھا۔ اس کے پاس اپنے لڑکے عبداللہ بن اشتر کو بھیجا۔ اس نے ان کو چھپا کر سندھ میں ان کی خفیہ دعوت شروع کر دی تھی۔ اس دوران میں نفس زکیہ قتل ہو گئے۔ عبداللہ کو اس کی خبر ہوئی تو وہ خوفزدہ ہوئے۔ ابن حفص نے ان کو ہندوستان کے ایک راجہ کے پاس بھیج دیا۔ اس نے بڑی عزت کے ساتھ ٹھہرایا۔ منصور کو ان واقعات کی خبر ہوئی' تو اس نے ابن حفص سے باز پرس کی۔ اسے خوف ہوا کہ اگر وہ جائے گا تو قتل کر دیا جائے گا۔ اس کے متوسلین میں سے ایک شخص نے وفاداری کا حق ادا کیا اور سارا الزام اپنے سر لینے کے لیے تیار ہو گیا' چنانچہ ابن حفص نے اسے منصور کے پاس بھجوا دیا۔ اس نے قتل کر دیا' لیکن ابن حفص متہم ہو چکا تھا اور عبداللہ بن الاشتر سندھ میں موجود تھے۔ اس لیے ابن حفص کا افریقہ تبادلہ کر دیا گیا اور اس کی جگہ ہشام بن عمر تغلبی کا تقرر ہوا۔ اس کے سندھ پہنچنے کے بعد اس کا بھائی سفیح ایک مہم میں جا رہا تھا کہ اتفاقی طور پر عبداللہ بن الاشتر کا سامنا ہو گیا۔ دونوں میں جنگ ہوئی' اس میں عبداللہ مارے گئے۔ ان کے قتل کے بعد منصور نے ہشام کو اس راجہ پر جس کے یہاں عبداللہ پناہ گزیں ہوئے تھے' فوج کشی کا حکم دیا۔ چنانچہ ہشام نے فوج کشی کر کے اس کی حکومت پر قبضہ کر لیا۔ [1]

عبداللہ کی جانب سے اطمینان حاصل ہونے کے بعد ہشام نے سندھ کے مختلف حصوں میں فوجیں روانہ کیں اور خود ملتان کی طرف بڑھا۔ حاکم ملتان نے بڑی شجاعت سے مقابلہ کیا' لیکن ایک خونریز معرکے کے بعد شکست کھائی اور شہر پر ہشام کا قبضہ ہو گیا۔ [2]

عیینہ کے زمانہ میں قندابیل پر بعض عرب قابض ہو گئے تھے۔ ملتان کے بعد ہشام نے ان کو یہاں سے نکالا اور ہردوح کی بندرگاہ گندھار پر حملہ کر کے اس کو فتح کیا اور یہاں ایک مسجد تعمیر کی۔ یہ اس سرزمین میں پہلی مسجد تھی۔ ان فتوحات میں بے شمار دولت ہاتھ آئی۔ انتظامی حیثیت سے بھی ہشام کا دور نہایت کامیاب رہا۔ اس کے زمانہ میں سندھ کی فارغ البالی اور سرسبزی و شادابی میں اتنا اضافہ ہو گیا کہ یہاں کے باشندے اسے بابرکت سمجھنے لگے۔ [3]

ولایت عہد

اوپر گزر چکا ہے کہ سفاح اپنے بعد بالترتیب منصور اور عیسیٰ بن موسیٰ کو ولی عہد نامزد کر گیا تھا۔

---

[1] ابن اثیر جلد ۵' ص ۲۲۰' ۲۲۱۔ [2] یعقوبی جلد ۲' ص ۴۴۹۔

[3] فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴۹۔

کچھ دنوں تک منصور نے اس وصیت کا احترام ملحوظ رکھا۔ دربار میں عیسیٰ بن موسیٰ کو دائیں جانب جگہ دیتا اور اپنے لڑکے مہدی کو بائیں جانب بٹھاتا تھا' لیکن پھر اس کی نیت میں فتور آ گیا۔ چنانچہ ۱۴۷ھ میں اس نے عیسیٰ بن موسیٰ سے خواہش کی کہ وہ اپنے بجائے مہدی کو ولی عہد مان لے' لیکن وہ آمادہ نہ ہوا۔ اس کے انکار پر منصور نے اس کا رتبہ گھٹانا شروع کر دیا اور دربار میں اس کی جگہ بھی بدل دی اور ہر چیز میں مہدی کے مقابلہ میں اس کو گرانے اور ہر طرح کی تکلیفیں پہنچانے لگا۔ بالآخر ۱۴۷ھ میں اس کا نام ولی عہدی سے خارج کر کے اپنے لڑکے مہدی کو ولی عہد بنا دیا۔

وزارت

یہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ عباسی حکومت میں وزارت کا عہدہ سب سے پہلے سفاح نے قائم کیا تھا۔ اس کی اہمیت برابر بڑھتی گئی اور آگے چل کر حکومت کا سارا سیاہ و سپید وزراء کے ہاتھ میں آ گیا تھا۔ بیشتر عباسی وزراء بڑے مدبر' عالی دماغ اور ذی علم ہوتے تھے۔ اس لیے عباسی دور کی تاریخ میں ان کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ اس لیے خلفا کے ساتھ ان کے مختصر حالات بھی پیش کیے جائیں گے۔

بعض تاریخوں میں ہے کہ منصور کا سب سے پہلا وزیر ابوسلمہ خلال تھا' جو سفاح کے زمانہ میں بھی اس منصب پر رہ چکا تھا' لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ ابن طقطقی اور جہشیاری دونوں اس کے عہد کی وزارت کا آغاز ابوایوب موریانی سے کرتے ہیں۔ [1] ابن خلکان کا بیان ہے کہ سفاح کی وفات کے وقت خالد بن برمک وزیر تھا۔ اس کی وفات کے بعد منصور کے عہد میں بھی ایک سال چند مہینوں تک رہا۔ پھر ابوایوب نے حسن تدبیر سے اس کو ہٹا کر خود وزارت پر قبضہ کر لیا۔ [2] بہرحال منصور کے عہد میں تین وزیر ہوئے۔ خالد بن برمک' ابوایوب موریانی اور ربیع بن یونس۔ خالد کے حالات سفاح کے عہد میں گزر چکے ہیں۔

ابوایوب

ابوایوب کا پورا نام سلیمان بن مخلد ہے۔ یہ اہواز کے ایک قریہ موریان کا باشندہ تھا۔ منصور نے اس کو خلیفہ ہونے سے پہلے جب یہ بچہ تھا' خریدا تھا۔ اسی وقت اس میں ترقی کے آثار تھے۔ منصور نے بڑی توجہ سے اس کی تعلیم و تربیت کی۔ ایک مرتبہ منصور نے اس کو سفاح کے پاس ہدیہ دے کر بھیجا۔ سفاح کو اس کا طور و طریقہ اور اس کی گفتگو بہت پسند آئی۔ پوچھا کس کے غلام ہو؟ اس نے کہا

---

[1] الفخری ص۔ ۱۵۶' و کتاب الوزراء جہشیاری ص ۱۰۳' ۱۰۴۔ [2] ابن خلکان جلد۔ ا' ص ۱۰۶۔

امیر المومنین کے بھائی کے۔ سفاح نے کہا' اچھا آج سے تم میرے غلام ہو اور منصور کو لکھ دیا کہ میں نے اس کو آزاد کر کے اپنے پاس رکھ لیا ہے' چنانچہ سفاح کے دامن عاطفت میں اس کی تربیت ہوئی۔ وہ عقل وفہم' ذکاوت' ذہانت' معاملہ فہمی اور فضل و کمال میں یگانہ روزگار تھا۔ [1] فقہ کے علاوہ تمام علوم پر اس کی نظر تھی۔ کیمیا' طب' نجوم اور حساب میں زیادہ درک تھا۔ منصور کے مزاج میں اس کو اتنا رسوخ و اعتماد حاصل تھا کہ اس نے اس کو وزیر بنا کر مختار جزوکل بنا دیا۔ وزارت کے ساتھ دیوان کا عہدہ بھی اس کے متعلق تھا۔ وہ منصور پر اتنا حاوی تھا کہ عوام میں مشہور ہو گیا کہ ابوایوب نے منصور پر سحر کر دیا ہے۔ [2] لیکن جب ابوایوب کا ستارہ گردش میں آیا تو یہ سحر الٹ گیا اور خود منصور کے ہاتھوں ابوایوب کا خاتمہ ہوا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ منصور نے اس سے کہا کہ میرے لڑکے صالح کے پاس کوئی جاگیر نہیں ہے۔ ابوایوب نے عرض کی امیر المومنین اہواز میں بہت سی زمینیں بیکار پڑی ہیں۔ اگر تین لاکھ درہم صرف کر کے ان کو باکار بنایا جائے تو کافی آمدنی ہو سکتی ہے۔ منصور نے تین لاکھ روپے دے کر اس کو آباد کرنے کا حکم دیا۔ ابوایوب نے یہ پوری رقم اپنی جیب میں رکھ لی اور زمین پر ایک حبہ صرف نہیں کیا۔ بیس ہزار سالانہ منصور کو جائیداد کی آمدنی کے نام سے دے دیا کرتا تھا۔ اس کے دشمنوں نے منصور سے واقعہ بیان کر دیا۔ منصور نے اس کی تحقیقات کی۔ ابوایوب نے سرکاری باغات کو دکھا کر دھوکا دینا چاہا' لیکن اس کے دشمن ساتھ تھے۔ انہوں نے اصل واقعہ بیان کر دیا۔ منصور نے اصل مقام کو جا کر دیکھا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ اس خیانت پر منصور نے اس کو قتل کر کے کل اثاثہ ضبط کر لیا۔ [3]

ربیع بن یونس

تیسرا وزیر ربیع بن یونس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام ابوفروہ کی نسل سے تھا۔ یہ بھی عقل و فرزانگی اور معاملہ فہمی میں ابوایوب کا ہمسر اور شجاعت وشہامت اور تدبیر و سیاست میں یگانہ تھا۔ بڑے دبدبہ وشکوہ کا وزیر تھا۔ سب سے آخر میں وزارت کے عہدہ پر سرفراز ہوا اور منصور کی وفات تک برابر اس پر قائم رہا۔ منصور کے بعد مہدی کی بیعت اسی نے لی تھی۔ ہادی کے زمانہ میں قتل کیا گیا۔ [4]

---

[1] الفخری ص ۱۵۷۔

[2] فتوح البلدان بلاذری ص ۳۴۹۔

[3] الفخری ص۔۱۵۷'۱۵۸۔

[4] الفخری ص۔۱۵۹'۱۶۰۔

وفات

منصور ذی الحجہ میں پیدا ہوا تھا۔ ذی الحجہ ہی میں تخت نشین ہوا تھا۔ اس لیے اس کو وہم ہو گیا تھا کہ ذی الحجہ ہی میں مرے گا بھی۔ ۱۵۸ھ میں اس نے مہدی سے کہا کہ میرا دل کہتا ہے کہ میں ذی الحجہ میں مر جاؤں گا اور میری موت کا یہی سال ہے' چنانچہ اس کو امور سلطنت کے متعلق ضروری امور سمجھائے اور ایک مفصل ہدایت نامہ دے کر حج کے قصد سے نکلا۔ اس کا وہم صحیح نکلا۔ راستہ میں بیمار پڑا اور بیر معونہ پہنچ کر مر گیا۔ اس وقت احرام باندھ چکا تھا' اس لیے باب معلیٰ کے قبرستان میں برہنہ سر دفن کیا گیا۔ وفات کے وقت ۶۳ سال کی عمر تھی' مدت خلافت ۲۲ سال ۳ ماہ چند دن۔

اخلاق وسیرت

عباسی خلفا میں منصور سب سے زیادہ باعظمت خلیفہ تھا۔ گو عباسی حکومت کا بانی سفاح تھا' لیکن اس کو مستحکم منصور نے کیا۔ عباسی خلفا میں اس کی وہی حیثیت تھی جو اموی خلفا میں عبدالملک کی تھی۔ وہ عقل و دانش' سیاست و تدبیر' جرأت و دلیری' ہمت و استقلال' سطوت و جبروت کا پیکر تھا۔ نازک سے نازک موقعوں پر بھی نہ گھبراتا تھا۔ بڑی بڑی پیچیدہ گتھیوں کو ناخن تدبیر سے سلجھا لیتا تھا۔ اس کے زمانہ میں بڑے بڑے انقلابات ہوئے' لیکن اس کی ہمت و تدبیر نے سلطنت کو ہلنے نہ دیا اور اپنے زمانہ میں عباسی سلطنت کو اس قدر مستحکم کر گیا کہ مدتوں اس کے جانشین اطمینان کے ساتھ حکومت کرتے رہے۔

تمام مؤرخین اس کے اوصاف کمالات کے معترف ہیں۔ ابن طقطقی کا بیان ہے کہ منصور حزم' عقل' علم' اصابت رائے' حسن تدبیر اور وقار و تمکنت کے لحاظ سے دنیا کے عظیم ترین سلاطین میں تھا۔ خلوت میں وہ خوش مزاج اور خوش اخلاق رہتا تھا۔ لغو اور مزاحیہ باتوں کو بھی برداشت کر لیتا تھا' لیکن جب لباس شاہی زیب تن کر کے دربار میں آتا تو بالکل رنگ بدل جاتا' آنکھیں سرخ ہو جاتیں اور اس کے تمام اوصاف یکسر بدل جاتے۔ اس نے اپنے لڑکوں تک سے کہہ دیا تھا کہ جب میں اپنے شاہی لباس میں مجلس میں آ جاؤں تو میرے قریب نہ آیا کرو۔ ممکن ہے تمہیں کوئی نقصان پہنچ جائے۔ سب سے اول اسی نے عباسی حکومت کی جڑوں کو مضبوط کیا۔ اس کا نظام قائم کیا۔ اس کے قواعد مرتب اور انہیں نافذ کیا۔ [1] مسعودی کا بیان ہے کہ منصور خوبی تدبیر اور حسن سیاست کی معراج کمال پر پہنچا ہوا تھا۔ جس معاملہ میں نفع کی توقع ہوتی تھی' اس میں بے دریغ روپیہ صرف کر دیتا اور جہاں روپیہ

---

[1] الفخری ص ۱۴۱' ۱۴۲۔

ضائع ہوتا' وہاں حقیر سے حقیر رقم بھی نہ صرف کرتا تھا۔ ❶

ابن ہبیرہ کا بیان ہے کہ جنگ اور امن دونوں حالتوں میں منصور سے زیادہ حیلہ ساز اور بیدار مغز کوئی نہ تھا۔ ❷ اس کا ایک خاص وصف تھا کہ نازک سے نازک موقعوں پر بھی وہ نہ گھبراتا تھا۔ اس کا دماغ امن وسکون اور شورش وفساد دونوں موقعوں پر یکساں کام دیتا تھا' اس لیے اس کے عہد میں کوئی انقلابی سازش کامیاب نہ ہوسکی۔ ❸

سیوطی لکھتے ہیں کہ منصور ہیبت وشجاعت' حزم ورائے' سطوت وجبروت کے لحاظ سے بنوعباس کا سب سے بڑا آدمی تھا۔ ❹ اس کا سارا وقت امور مملکت پر غور وفکر اور اس کے انتظام میں صرف ہوتا تھا۔ صبح سے دوپہر تک حکام کے عزل ونصب' سرحدوں اور اطراف ملک کے استحکام' راستوں کے قیام امن' حکومت کی آمدنی اور اس کے مصارف' رعایا کی معاش' اس کی راحت وآرام کے مسائل پر غور وفکر کرتا تھا اور ان کے متعلق احکام دیتا تھا۔ عصر کے بعد گھر والوں کے پاس بیٹھتا تھا۔ عشاء کی نماز کے بعد ان مراسلات واطلاعوں پر غور کرتا تھا' جو اطراف ملک سے آتی تھیں اور ان پر ارکان سلطنت سے مشورہ کرتا تھا۔ ایک تہائی شب کے بعد آرام کرتا تھا اور صبح نماز فجر کے بعد پھر معمولات شروع ہوجاتے تھے۔ اپنے لڑکے مہدی سے کہا کرتا تھا کہ کوئی کام غور وفکر کے بغیر نہ کیا کرو۔ غور وفکر عقلمند کے لیے گویا آئینہ ہے' جس میں اس کام کی اچھائی برائی نظر آتی ہے۔ ❺

ایک مرتبہ مہدی سے پوچھا تمہارے پاس کتنے جانور ہیں؟ اس نے کہا مجھے تعداد معلوم نہیں۔ منصور نے کہا یہ تو تمہاری بڑی تقصیر ہے۔ جب تم کو جانوروں کا حال نہیں معلوم تو خلافت کو تم اور بھی ضائع کردو گے۔ ❻

عدل وجور میں منصور کی سیاست

منصور طبعاً سخت گیر اور درشت مزاج واقع ہوا تھا اور تاریخوں میں اس کے ظلم وزیادتی کے بعض واقعات بھی ملتے ہیں۔ عدل وجور کے بارہ میں اس کی سیاست یہ تھی کہ حکومت کے باغیوں کے مقابلہ میں وہ نرمی روا نہ رکھتا تھا اور ان پر بلاشبہ اس کے زمانہ میں اعتدال سے زیادہ سختیاں ہوئیں' لیکن امن پسندوں اور عام رعایا کے لیے وہ اصولاً اور عملاً دونوں حیثیتوں سے عادل تھا۔ اس کا قول تھا کہ خلیفہ کو صرف تقویٰ درست رکھ سکتا ہے' سلطان کو اطاعت اور رعایا کو عدل۔ جو سزا دینے پر قدرت

❶ مسعودی جلد ۶' ص ۲۲۱۔ ❷ طبری جلد ۱۰' ص ۴۹۰۔ ❸ طبری جلد ۱۰' ص ۴۹۰ ذکر سیرۃ ہارون۔
❹ تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۲۶۱۔ ❺ ابن اثیر جلد ۶' ص ۹۔ ❻ ابن کثیر جلد ۱۰' ص ۱۲۶۔

رکھتا ہے' اس کے لیے عفوو درگزر زیادہ مناسب ہے اور وہ بڑا کم عقل ہے' جو اپنے زیر دستوں پر ظلم کرتا ہے۔ ❶

وہ کہا کرتا تھا کہ سلطنت کے ارکان چار ہیں جن کے بغیر حکومت نہیں چل سکتی۔ ایک قاضی جو بغیر خوف لومۃ لائم منصفانہ فیصلہ کرے۔ دوسرے پولیس جو قوی کے مقابلہ میں کمزور سے انصاف کرے۔ تیسرے تحصیلدار جو پورا اخراج وصول کرے' لیکن رعایا پر ظلم نہ ہونے پائے۔ چوتھے پرچہ نگار جو ان لوگوں کی صحیح اطلاع دیتا رہے۔ ❷

ان اصولوں کو اس نے جہانبانی میں راہنما بنایا تھا۔ رعایا کے ساتھ قیام عدل میں اتنا اہتمام تھا کہ اس نے لوگوں کو عام آزادی دے رکھی تھی کہ جس کسی کو کسی حاکم سے کوئی تکلیف پہنچے وہ بلا روک ٹوک اس سے اس کی شکایت کر سکتا ہے' چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص نے ایک عامل کی شکایت کی کہ اس نے اس کی جائیداد کا کچھ حصہ اپنی جائیداد میں شامل کر لیا ہے۔ منصور نے فوراً عامل کو لکھا کہ اگر تم عدل کرو گے تو ہمیشہ سلامتی تمہارے ساتھ رہے گی۔ اس لیے اس مظلوم کے ساتھ انصاف سے کام لو۔ اسی طرح ایک مرتبہ ایک دہقانی نے ایک عامل کی شکایت کی۔ منصور نے اس کو جواب دیا کہ اگر تمہارا بیان صحیح ہے تو میں تم کو اس کی اجازت دیتا ہوں کہ عامل کو باندھ کر میرے پاس لے آؤ۔ طبری نے اس قبیل کے اور متعدد واقعات لکھے ہیں۔ ❸

ایک مرتبہ عیسیٰ بن موسیٰ عباسی والی کوفہ نے ایک شخص کو قتل کر دیا۔ منصور کو اس کی خبر ہوئی تو اس کے قصاص میں عیسیٰ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا' لیکن معلوم ہوا کہ عیسیٰ نے کسی عداوت یا بدنیتی سے قتل نہیں کیا تھا' بلکہ جرم کے شبہ میں قتل کر دیا ہے۔ اس لیے منصور نے قصاص تو نہیں لیا' لیکن عیسیٰ بن موسیٰ کو نہایت سخت تحریر لکھی کہ آئندہ سے کسی شخص کو محض شبہ اور گمان پر سزا نہ دی جائے جب تک کہ پورا ثبوت موجود نہ ہو۔ ❹ اس نے رعایا کو اتنی آزادی دے رکھی تھی کہ معمولی معمولی آدمی اسے علانیہ ٹوک دیتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ خطبہ دے رہا تھا اور اللہ تعالیٰ کی حمد شروع کی تھی کہ ایک شخص نے اٹھ کر کہا امیر المؤمنین آپ جس (اللہ) کا ذکر کر رہے ہیں' اسے میں آپ کو یاد دلاتا ہوں۔ منصور نے کہا' مرحبا تم نے بڑی جلیل القدر ذات کو یاد اور بڑی عظیم ہستی کا خوف دلایا ہے۔ میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میرا شمار ان لوگوں میں ہو کہ جب ان کو اللہ کا خوف دلایا جاتا ہے تو ان کی نخوت اور ان کا غرور ان کو گناہ پر آمادہ کرتا ہے۔ پند و موعظت ہمارے ہی گھر سے شروع ہوئی ہے' اور ہمارے ہی یہاں

❶ تاریخ خطیب جلد۔۱۰' ص ۵۶۔ ❷ ابن اثیر جلد۔۵' ص ۹۔
❸ طبری جلد۔۱۰' ص ۴۳۷۔ ❹ طبری جلد۔۱۰' ص ۴۳۷۔

سے نکلی ہے اس لیے ہم اس کے زیادہ مستحق ہیں' لیکن میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس وقت تمہارا مقصود صرف یہ ہے کہ لوگ یہ کہیں کہ اس شخص نے خلیفہ پر اعتراض کیا اور اس کے بدلہ میں اس کو سزا دی گئی۔ یہ بہت پست مقصد ہے' میں تم کو معاف کرتا ہوں۔ [1]

گو وہ سخت گیر تھا' لیکن اکثر باغیوں کو بھی معاف کر دیتا تھا۔ قطن بن معاویہ کا بیان ہے کہ میں نفس زکیہ کے بھائی ابراہیم کے خروج میں ان کے ساتھ ہو گیا۔ ان کے قتل کے بعد منصور کے خوف سے چھپا چھپا پھرتا تھا۔ اس زندگی سے تنگ آ کر میں نے امیر ابوعمرو بن العلاء سے مشورہ کیا کہ میں منصور کے پاس جا کر اپنی خطاؤں کا اعتراف کر لوں۔ انہوں نے مخالفت کی اور کہا اگر تم گئے تو ضرور قتل کر دیئے جاؤ گے' لیکن میں بہت عاجز ہو چکا تھا۔ اس لیے ابوعمرو کا مشورہ قبول نہ کیا اور بغداد جا کر وزیر دولت ربیع بن یونس کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اس نے حراست میں لے لیا۔ اس وقت مجھے ابوعمرو کا مشورہ نہ قبول کرنے پر ندامت ہوئی۔ اس کے بعد مجھے قصر خلافت پہنچا دیا گیا اور پھاٹک بند کر دیئے گئے۔ اب مجھے اپنی موت کا یقین ہو گیا۔ ظہر کے وقت ایک خواجہ سرا وضو کے لیے پانی اور کھانا لایا۔ وضو کر کے میں نے ظہر کی نماز پڑھی اور روزہ کا عذر کر کے کھانا واپس کر دیا۔ اسی طریقہ سے عصر اور مغرب کا وقت گزرا۔ رات کے وقت جب محل کے پھاٹک بند ہونے لگے تو مجھے اپنی زندگی سے بالکل مایوسی ہو گئی اور آنکھوں سے نیند اڑ گئی۔ آدھی رات گئے ایک خواجہ سرا آ کر مجھے لے گیا اور میں منصور کے حضور میں پیش کیا گیا۔ اس وقت صرف وہ اور ربیع بن یونس تھے۔ مجھے دیکھ کر منصور نے سر جھکا لیا اور تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر کہا' کہو کیا ہے؟ میں نے عرض کیا یا امیر المومنین میں قطن بن معاویہ ہوں جس نے حضور کے خلاف اپنی تمام کوششیں صرف کر دیں۔ آپ کی نافرمانی کی' آپ کے دشمن کا ساتھ دیا۔ آپ کی حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کی۔ ان جرائم کے بعد اگر آپ مجھے معاف کر دیں تو آپ اس کے اہل ہیں اور اگر سزا دینا چاہیں تو میرے چھوٹے سے چھوٹے گناہ کے بدلہ میں قتل کر سکتے ہیں۔ منصور نے پھر سر جھکا لیا اور تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد سر اٹھا کر کہا' کہو کیا کہتے ہو؟ میں نے پھر اپنے جرائم دہرائے۔ منصور نے کہا امیر المومنین نے تم کو معاف کیا۔ یہ سن کر میرا حوصلہ بڑھا۔ میں نے عرض کی' حضور کے دروازے سے اس حال میں واپس جاؤں گا کہ میری جائیداد اور میرا گھر ضبط ہے۔ اس لیے اگر رائے عالی ہو تو اس کی واگزاشت کا بھی حکم ہو جائے۔ منصور نے اسی وقت عبدالملک بن ایوب والی بصرہ کے نام یہ حکم لکھوایا کہ امیر المومنین قطن بن معاویہ سے راضی ہو گئے

---

[1] تاریخ خطیب جلد ۱۰ ص ۵۶۔

ہیں۔اس لیے ان کی جائیداد گھر اور جو کچھ ضبط کیا گیا ہو سب واپس کر دیا جائے۔ یہ حکم لے کر میں بصرہ پہنچا اور حکم نامہ عبدالملک کے حوالہ کیا۔اس نے فوراً میری پوری املاک واگزار کر دی۔ ❶

لیکن اس میں شبہ نہیں کہ حکومت کے مخالفین خصوصاً علویوں اور آل حسن کے بارہ میں وہ حد اعتدال سے بہت آگے بڑھ گیا تھا۔حقیقت یہ ہے کہ رعایا کے ساتھ عدل و جور کے بارہ میں اس کی پالیسی یہ تھی کہ امن پسند اور عام رعایا کے ساتھ وہ جادہ عدل سے باہر قدم نہیں نکالتا تھا' لیکن مخالفین کے ساتھ اس کا عدل سخت گیری اور درشتی بلکہ ظلم سے بدل جاتا تھا اور چونکہ اس کا زمانہ عباسی حکومت کا تاسیسی دور تھا اس لیے بہت سی مخالف طاقتیں اٹھیں اور ان پر سختیاں بھی زیادہ ہوئیں' لیکن اس کی عام پالیسی نرمی کی تھی۔ وہ ولی عہد مہدی سے کہا کرتا تھا کہ حکومت صرف تقویٰ سے درست ہو سکتی ہے۔رعایا اطاعت سے اور ملک عدل و انصاف سے آباد ہو سکتا ہے۔جو شخص عفو و درگزر پر قادر ہے دراصل وہی سزا دینے پر بھی قادر ہے۔سب سے کمزور وہ انسان ہے جو اپنے زیردست پر ظلم کرتا ہے۔اپنے ساتھیوں کے کاموں کی اچھائی برائی کو جانچو اور اس کے مطابق ان کو اس کے ترک و اختیار کرنے کا مشورہ دو۔کسی ایسی مجلس میں نہ بیٹھو جس میں اہل علم نہ ہوں' جو شخص اپنے کو محمود اور مقبول بنانا چاہتا ہے اسے سیرت اپنی درست کرنی چاہیے اور جو تعریف کو برا سمجھتا ہے' اسے سیرت بگاڑنی چاہیے۔ایسا شخص ہمیشہ مذمت کا ہدف اور لوگوں میں ہمیشہ ناپسندیدہ رہے گا۔ عاقل وہ نہیں ہے جو مشکلات میں پڑنے کے بعد اس سے رہائی کی تدبیر کرے بلکہ عاقل وہ ہے جو ایسی تدبیر کرے کہ مشکلات پیش ہی نہ آئیں۔ ❷

ایک موقع پر مہدی کو یہ وصیت کی کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتیں شکر سے قائم رہتی ہیں۔ قدرت عفو و درگزر سے' لوگوں کی اطاعت تالیف قلب سے' اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد تواضع اور لوگوں پر رحم کرنے سے' اس لیے نہ تم اپنا دنیاوی حصہ فراموش کرو اور نہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو بھولو۔ ❸

اس کی پالیسی کا اندازہ اس وصیت نامہ سے ہوتا ہے' جو اس نے مرتے وقت مہدی کے لیے لکھا تھا۔ یہ وصیت نامہ حسب ذیل ہے:

> "بیٹا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی حفاظت کرنا' اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کی حفاظت کرے گا۔حرام خونریزی سے ہمیشہ بچنا کہ یہ اللہ کے نزدیک بڑا گناہ ہے اور دنیا میں بھی ایسا عار ہے جو کبھی نہیں مٹتا۔حلال کو اپنے اوپر لازم کر لو' کیونکہ اس میں تمہارے لیے آخرت میں بھی ثواب ہے اور دنیا میں بھی بھلائی ہے۔اعتدال سے نہ

---

❶ تاریخ خطیب جلد ۱۰' ص ۵۹' ۶۰۔ ❷ ابن اثیر جلد ۸' ص ۱۰۔

❸ ابن کثیر جلد ۱۰' ص ۳۳۔

بڑھنا کہ اس میں ہلاکت ہے' اگر اللہ تعالیٰ کو حدود کے علاوہ کوئی دوسری ایسی چیز معلوم ہوتی جو اس کے مذہب کے لیے زیادہ موزوں اور اس کے گناہوں پر تنبیہ کرنے والی ہوتی تو اپنی کتاب میں ضرور اس کا حکم دیتا۔ اللہ تعالیٰ کا غضب سب سے زیادہ اپنی بادشاہت کے لیے تیز ہے۔ اس لیے اس نے ایسے شخص کے لیے جو زمین میں فساد پھیلائے دونے عذاب اور عقاب کا حکم دیا ہے' چنانچہ فرماتا ہے:

﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا﴾

[۵/المائدۃ:۳۳]

''پس بیٹا! بادشاہ اللہ کی حبل متین' اس کا عروۃ الوثقیٰ اور دین قیم ہے۔ اس کی حفاظت کرنا' اسے مضبوط کرنا' اس کے لیے مدافعت کرنا' اس میں رخنہ ڈالنے والوں کو سزا دینا۔ اس سے بھاگنے والوں کی بیخ کنی کرنا اور اس سے نکلنے والوں کو عذاب دے کر اور مثلہ کر کے قتل کرنا' لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جو حکم دیا ہے' اس سے تجاوز نہ کرنا۔ عدل کے ساتھ حکومت کرنا' اپنی حد سے آگے نہ بڑھنا کیونکہ یہ باتیں شور وفتن کو روکنے والی اور دشمن کو تباہ کرنے والی اور کارگر دوا ہیں۔'' [1]

بغداد کی تعمیر

منصور نے اپنے زمانے میں حکومت کے استحکام کے علاوہ اور بہت سے کارنامے انجام دیئے۔ اس کا ایک بڑا کارنامہ بغداد کی تعمیر ہے۔ سفاح نے وقتی طور پر ہاشمیہ کو پایہ تخت بنایا تھا۔ منصور کے زمانہ میں جب عباسی حکومت کی بنیاد پوری طرح مضبوط ہوگئی اور اس کے نظام میں وسعت اور ترقی ہوئی تو اس نے بغداد آباد کر کے اس کو دارالخلافہ بنایا اور بغداد کے خلفا برابر اس کی تعمیر اور آبادی میں اضافہ کرتے رہے' تا آنکہ ایک صدی کے اندر بغداد دنیا کا عظیم الشان شہر بن گیا۔ اس کی تفصیل بہت طویل ہے۔ جستہ جستہ حالات اپنے اپنے موقع پر آئیں گے۔ منصور کے تعمیر کردہ بغداد کا نقشہ اور اس کا اجمالی حال یہ ہے۔

اس کی تعمیر کے لیے منصور نے بڑا اہتمام کیا۔ مختلف مقاموں کی آب و ہوا اور مٹی کا اہتمام کرنے کے بعد ارض بابل و نینوا کا ایک خوش سواد اور سرسبز و شاداب قطعہ جسے دجلہ سیراب کرتا تھا منتخب

---

[1] طبری جلد ۱۰' ص ۴۴۷' یہ وصیت بہت طویل ہے' ہم نے صرف اسی قدر نقل کیا ہے جس کا تعلق منصور کے طرز حکومت سے ہے۔

کیا گیا اور بڑے ماہر مہندسین نے شہر کا نقشہ بنایا اور اس کی تعمیر کے لیے دنیا کے مختلف حصوں سے معمار' سنگتراش' نجار اور نقاش وغیرہ ہر صنف کے صناع و کاریگر جمع کیے گئے اور جن جن ملکوں میں جو سامان تعمیر مل سکتا تھا' فراہم کیا گیا۔

شہر کا نقشہ دائرہ نما تھا۔ درمیان میں منصور کا محل قصر الخلد تھا۔ اس کے بعد حکومت کے دفاتر کی عمارتیں اور عمائد و ارکان سلطنت اور امراء کے محلات تھے۔ آخر میں عام آبادی اور بازار و باغات تھے' لیکن پھر کچھ دنوں کے بعد بغداد سے متصل اور اس سے الگ کرخ کے نام سے عوام کی ایک الگ آبادی قائم کر دی تھی۔ ابتدا میں شہر میں دو جامع مسجدیں تھیں۔ ایک شاہی دوسری عام آبادی کے لیے۔ شہر کے گرد ۳۵ گز بلند دوہری سنگین شہر پناہ اور اس کے بعد وسیع خندق تھی۔ بیرونی اور اندرونی دونوں فصیلوں کے چار سمت چار بڑے بڑے پھاٹک باب الکوفہ' باب الشام' باب البصرہ اور باب الخراسان تھے۔ پھاٹکوں کے اوپر اونچے اونچے برج تھے۔ اندرونی فصیل کے پھاٹکوں پر پچاس پچاس گز بلند گنبد اور شہ نشینیں تھیں۔ گنبدوں کی چوٹی پر مختلف مجسمے تھے جو ہوا کے رخ کے ساتھ ساتھ پھرتے تھے۔

قصر الخلد اپنی خوبصورتی' زیب و زینت اور آرائش و زیبائش کے لحاظ سے خلد کا نمونہ تھا۔ اس کا وسطی گنبد زمین سے اسی (۸۰) گز بلند تھا اور اس کے کلس پر ایک نیزہ بردار سوار کا مجسمہ نصب تھا۔ شہر کی آبادی میں ہر قبیلہ اور ہر طبقہ کے محلے الگ الگ اور مختلف چیزوں کے بازار جدا جدا ان کے ناموں سے موسوم تھے۔ کل سڑکیں اور گلیاں مختلف ناموں اور نسبتوں سے منسوب تھیں۔ شوارع عام چالیس چالیس گز چوڑی تھیں۔ دجلہ سے کاٹ کر بہت سی نہریں شہر میں جاری کی گئی تھیں۔

بغداد کی آبادی کے چند سال بعد ولی عہد سلطنت مہدی کے لیے بغداد کے مشرقی جانب اس سے متصل ایک عالی شان قصر مع جملہ لوازم و ضروریات کے تعمیر کرایا تھا' جو رصافہ کے نام سے موسوم تھا اور بجائے خود ایک چھوٹا سا شہر تھا۔ اس کی مستقل شہر پناہ اور خندق تھی اور مغربی جانب فوجی چھاؤنی بنوائی۔

ان تعمیرات پر ایک کروڑ اسی لاکھ صرف ہوا تھا' جو اس زمانہ کے لحاظ سے بہت بڑی رقم ہے۔

جاحظ کا بیان ہے کہ میں نے شام و روم وغیرہ کے بڑے بڑے شہر دیکھے' لیکن عمارتوں کی بلندی' آبادی کی گولائی' عظمت و شان' پھاٹکوں کی وسعت اور فصیل کی مضبوطی کے لحاظ سے کوئی شہر مدینہ ابوجعفر منصور کے پایہ کا نظر نہ آیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پورا شہر ڈھلا ہوا ہے۔

خلافت عباسیہ کی مالی و تمدنی ترقی کے ساتھ ساتھ اس شہر کی وسعت و ترقی میں بھی اضافہ ہوتا رہا اور بعد کے خلفا عالی شان محلات و باغات اور مختلف النوع عمارتیں بنواتے رہے۔ تا آنکہ تیسری اور چوتھی صدی میں بغداد وسعت اور عمارتوں کی عظمت و شان اور عجائبات کے اعتبار سے دنیا کا سب

سے بڑا شہر ہو گیا۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ چوتھی صدی ہجری میں بغداد میں سترہ ہزار حمام' اس سے زیادہ مسجدیں اور دس ہزار سڑکیں اور گلیاں تھیں اور اس کے محلات اپنی خوبصورتی اور آرائش کے اعتبار سے رشک فردوس تھے' ان میں سے بعض کا تذکرہ آئندہ آئے گا۔ [1]

منصور کے زمانہ میں ارزانی کا یہ حال تھا کہ مینڈھا ایک درہم میں' باربردار جانور چار دوانق میں' کھجور ایک درہم میں ساٹھ رطل یعنی تقریباً تیس سیر' روغن زیتون ایک درہم میں آٹھ سیر' گائے کا گوشت ایک درہم میں ایک من سے زیادہ' بکری کا گوشت ایک درہم میں تیس سیر' شہد ایک درہم میں' پانچ سیر' چربی ایک درہم میں چھ سیر ملتی تھی۔ اس ارزانی کی وجہ سے رعایا نہایت آسودہ حالی اور فارغ البالی کی زندگی بسر کرتی تھی۔ [2]

یعقوبی نے بغداد کی تعمیر کی جو تفصیل لکھی ہے۔ اس سے منصور کے عہد حکومت کے شعبوں پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اس کے بیان کے مطابق حسب ذیل شعبوں کے دفاتر کی عمارتیں تعمیر ہوتی تھیں:

بیت المال (خزانہ) وخزانۃ السلاح (اسلحہ خانہ) دیوان الرسائل (احکام وفرامین کا محکمہ) دیوان الخراج (خراج کا محکمہ) دیوان الخاتم (مہر شاہی کا محکمہ) دیوان الجند (فوج کا محکمہ) دیوان الحوائج (شاہی ضروریات کا محکمہ) دیوان الاحشام (شاہی خدم وحشم کا محکمہ) مطبخ عامہ (باورچی خانہ) دیوان النفقات (مصارف سلطنت کا محکمہ) [3]

تعمیر حرم

ان تعمیرات کے ساتھ منصور نے خانہ کعبہ میں بھی توسیع کرائی۔ مسجد حرام کی عمارت بہت تنگ تھی۔ ۱۳۸ھ میں منصور نے اس کے ملحقہ مکانات اور دارالندوہ کی عمارت کو اس میں شامل کرایا۔ جس سے حرم کی وسعت دونی ہو گئی۔ دو سال میں اس تعمیر کی تکمیل ہوئی۔ مسجد خیف بھی چھوٹی تھی۔ حرم کے ساتھ منصور نے اس کی بھی توسیع کرائی اور ۱۴۰ھ میں خود ان عمارتوں کے معائنہ کر لیے مکہ گیا۔ [4]

علمی خدمات

اموی عہد میں گو مذہبی اور اسلامی علوم کے بڑے بڑے علما پیدا ہوئے اور ان میں سے بعض نے کتابیں بھی لکھیں' لیکن ان کی تعداد اتنی کم ہے کہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس دور کے علما کی علمی سعی

---

[1] خطیب نے اپنی تاریخ میں اس کی پوری تفصیل لکھی ہے۔ ہم نے صرف منصور کے آباد کردہ شہر کا صرف مختصر اور اجمالی تذکرہ کیا ہے' تفصیل کے لیے دیکھو تاریخ خطیب ج ۱' ص ۶۶ تا ۹۳۔ [2] تاریخ خطیب ج ۱' ص ۷۰۔

[3] کتاب البلدان یعقوبی جلد ۲' ص ۲۴۰۔ [4] یعقوبی جلد ۲' ص ۴۴۴۔

صرف مذہبی علوم کی درس و تدریس اور نقل و روایت تک محدود رہی۔ تالیف و تصنیف اور دوسری قوموں اور زبانوں کے علوم کا مذاق منصور کے زمانہ میں پیدا ہوا۔ حدیث و تفسیر' فقہ اور مغازی و سیرت کی تالیف کا سلسلہ شروع ہوا' چنانچہ امام مالک نے موطا لکھی۔ امام ابوحنیفہ نے فقہ مدون کی۔ ابن اسحاق نے مغازی مرتب کیے۔ ان کے علاوہ ابن ابی عروبہ اور حماد بن سلمہ نے بصرہ میں' معمر نے یمن میں' سفیان ثوری نے کوفہ میں اور ہیثم' لیث' ابن لہیعہ' ابن مبارک' امام ابو یوسف اور ابن وہب وغیرہ محدثین وفقہا نے اپنے اپنے مقاموں پر حدیث وفقہ کی تدوین و ترتیب کی جانب توجہ کی۔ اس کے علاوہ ادب و تاریخ پر بھی کتابیں لکھی گئیں۔ [1]

خود منصور کو دوسری قوموں اور زبانوں کے علوم کا بڑا ذوق اور فلسفہ اور نجوم سے خاص دلچسپی تھی۔ ابن صاعد اندلسی کا بیان ہے کہ تاریخ اسلام میں سب سے پہلے خلیفہ ابوجعفر منصور نے علوم کی طرف توجہ کی۔ وہ فقہ کا ماہر اور فلسفہ و نجوم میں دستگاہ رکھتا تھا۔ نجوم سے زیادہ شغف تھا۔ [2] اس نے قیصر روم سے یونانی کتابوں کی فرمائش کی' اس نے اقلیدس کی اور چند طبعیات کی کتب بھیجیں۔ [3]

اس کے دربار میں ہر فن کے اصحاب کمال جمع تھے۔ اس کا درباری منجم نوبخت اپنے فن کا ماہر تھا۔ اس کے بعد اس کا لڑکا ابوسہل باپ کا جانشین ہوا۔ نوبخت کی اولاد نے منصور کے لیے کواکب اور ان کے احکام پر متعدد کتابیں ترجمہ کیں۔

دوسرا درباری منجم ابراہیم فزاری تھا۔ یہ بھی بڑا صاحب کمال تھا۔ تاریخ اسلام میں سب سے اول اسی نے اصطرلاب بنایا اور علم ہیئت پر کئی کتابیں لکھیں۔ ایک کتاب تسطیح کرہ پر تالیف کی۔ اس کی بعض کتابوں کے نام یہ ہیں' کتاب القصیدہ فی علم النجوم' کتاب المقیاس للزوال' کتاب الترتیح علی سنی العرب' کتاب العمل بالاصطرلابات' ذوات الحلق' کتاب العمل بالاصطرلاب المسطح۔ [4]

نجوم سے منصور کی دلچسپی کا شہرہ سن کر دور دور کے منجم بغداد پہنچ گئے تھے۔ ان میں ہندوستان کا بھی ایک منجم تھا۔ اس نے سنسکرت کی مشہور ہیئت کی کتاب سدھانت منصور کی خدمت میں پیش کی۔ اس نے ابراہیم منجم کے لڑکے محمد سے اس کا ترجمہ کرایا اور اس کی مدد سے محمد نے ہیئت کی ایک کتاب سندھند کبیر کے نام سے تالیف کی' جو مدتوں علمائے ہیئت کا مرجع رہی۔ [5] طبی کتابوں کے ترجمہ اور تالیف کا آغاز بھی اسی زمانہ سے ہوا۔ ایک مرتبہ منصور بیمار پڑا۔ اس کے علاج کے لیے جندیسا پور کے مشہور شفاخانے کا رئیس الاطباء جورجیس بن بختیشوع بلایا گیا۔ اس کے علاج سے منصور کو فائدہ ہوا۔ اس نے اس کو انعام و اکرام سے نوازا اور اپنا طبیب خاص بنا لیا۔ [6] جورجیس نے منصور کے

---

[1] تاریخ الخلفاء' ص ۲۶۳۔ [2] طبقات الامم' ص ۴۸۔ [3] مقدمہ ابن خلدون' ص ۴۰۱۔
[4] الفہرست' ص ۳۸۱۔ [5] فہرست' ص ۳۸۱۔ [6] طبقات الاطباء' ج ۱' ص ۱۲۳' ۱۲۴۔

لیے کئی طبی کتابوں کے ترجمے کیے۔ ایک اور درباری طبیب بطریق نے سقراط اور جالینوس کی کتابوں کے ترجمے کیے۔ ❶
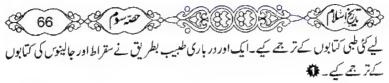
منطق' فلسفہ اور فارسی کی بھی کتابوں کے ترجمے ہوئے۔ منصور کے میر منشی عبداللہ بن مقفع نے جو بڑا نامور ادیب اور فلسفی تھا ارسطاطالیس کی کتاب قاطیغوریاس' بادی آرمیناس اور انولوطولیقا اور منطق کی مشہور کتاب ایساغوجی کا ترجمہ کیا۔ کلیلہ دمنہ کو بھی سب سے پہلے اسی نے عربی کا جامہ پہنایا۔ ترجمہ کے علاوہ سیاست پر دو رسالے لکھے۔ ❷ فارسی سے پارسی علم الاخلاق کی کتابوں کا ترجمہ الادب الکبیر اور الادب الصغیر بھی ابن مقفع کی یادگار ہے۔ ان کے علاوہ اس نے اور منصور کے دوسرے مترجموں نے ایران کے بانیان مذاہب مانی' ولسیان اور مرقون کی کتابوں کے ترجمے کیے' لیکن اس سے مسلمانوں کے عقائد وخیالات پر اچھا اثر نہیں پڑا۔ ❸

تفریحی مشاغل سے احتراز

تفریحی مشاغل شخصی حکمرانوں اور مطلق العنان سلاطین کی بزم طرب کے ضروری لوازم ہوتے ہیں' لیکن منصور کی ذات اس سے مستثنیٰ تھی۔ یحییٰ بن سلیم' فضل بن ربیع کے کاتب کا بیان ہے کہ منصور کے گھر میں کبھی لہوولعب کے مشابہ بھی کسی چیز کا گزر نہ ہوا۔ ایک مرتبہ اس کے محل میں ایک غلام طنبور بجا رہا تھا اور لونڈیاں قہقہے لگا رہی تھیں۔ اس کے کانوں میں آواز پہنچی۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ بتایا گیا طنبور' لیکن یہ طنبور کو بھی نہیں جانتا تھا۔ پوچھا طنبور کسے کہتے ہیں؟ اس کی وضع وہیئت بتائی گئی۔ منصور اسی وقت اٹھا اور طنبور بجانے والے کے سر پر طنبور توڑ کر اسی وقت اس کو نکال دیا۔ ❹ ابن طقطقی کا بیان ہے کہ ہمیشہ موٹا جھوٹا کپڑا استعمال کرتا تھا۔ بسا اوقات پیوند لگے ہوئے کپڑے بھی پہنتا اور اس کے گھر میں لہوولعب بلکہ اس سے مشابہ بھی کسی چیز کا گزر نہ ہوا۔ ❺

ایک مرتبہ اس کی ایک لونڈی نے اس کے بدن پر پیوند لگے ہوئے کرتے کو دیکھ کر کہا کہ خلیفہ اور پیوند لگا ہوا کرتا؟ منصور نے اس کے جواب میں یہ شعر پڑھا۔

(قد یدرک الشرف الفتی و رداه خلق و جیب قمیصه مرقوع)

یعنی مرد آدمی اس حالت میں عزت وشرف حاصل کر لیتا ہے کہ اس کی چادر پرانی ہوتی ہے اور اس کی قمیص کا جیب پیوند لگا ہوا ہوتا ہے۔"

❶ طبقات الاطباء' ج ا' ص ۲۰۸۔ ❷ طبقات الامم ابن صاعد اندلسی ص ۱۴۹۔
❸ مروج الذہب' مسعودی۔ ❹ طبری جلد ۱۰' ص ۳۹۲۔ ❺ الفخری ص ۱۴۱۔

کفایت شعاری

منصور کی فردِ حساب میں اسراف و تبذیری کوئی مد نہ تھی' بلکہ اس کی احتیاط بخل تک پہنچ گئی تھی۔ اپنے گھر والوں کو ہدایت کیا کرتا تھا کہ اپنے مال کی حفاظت کرو' اس کو بچاؤ' بیکار نہ ضائع کرو۔ اکثر کہا کرتا تھا کہ جس کی دولت کم ہوئی اس کے اعوان وانصار کم ہوئے۔ جس کے اعوان وانصار کم ہوئے اس کے دشمن اس پر قوی ہو جائیں گے اور جس کے دشمن اس پر قوی ہوئے اس نے اپنا ملک ضائع کر دیا۔ جس نے ملک ضائع کیا اس کی املاک پر ہر شخص دست درازی کرے گا۔ [1]

منصور نے مہدی کے لیے جو تحریری ہدایت نامہ لکھا تھا اس میں خزانہ کی آبادی اور کفایت شعاری پر خاص طور سے زور دیا تھا۔ اس کے زمانہ میں کوئی حاکم تفریحی مشاغل میں روپیہ نہ صرف کر سکتا تھا۔ بعض عمال نے شعرا کو بڑے بڑے انعامات دیئے۔ منصور کو خبر ہوئی تو اس نے سختی کے ساتھ ان کو تنبیہ کی اور شعرا کو بقدر واجب انعام دے کر بقیہ رقم واپس لے لی۔ [2]

وہ چراغ میں بے کار تیل جلانا بھی پسند نہ کرتا تھا۔ ایک مرتبہ محل کے پھاٹک میں داخل ہوا۔ اس میں تین قندیلیں روشن تھیں۔ پوچھا ان کے بجائے کیا ایک کافی نہ تھی۔ اسی شب کی صبح کو جب وہ برآمد ہوا تو وابستگان دولت ناشتہ کر رہے تھے' ناشتہ کم تھا' اس لیے کم پڑ گیا۔ منصور نے اسی وقت قہرمان کو طلب کر کے پوچھا' کھانا کم پڑنے کی کیا وجہ ہے؟ اس نے جواب دیا آپ نے شب کو قندیلوں پر اعتراض کیا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ جب تیل کی مقدار مقرر کر دی گئی ہے تو ممکن ہے کھانے کی بھی مقرر کر دی گئی ہو۔ منصور نے بگڑ کر کہا تم اس تیل میں جو بیکار جلتا ہے اور کھانے میں فرق نہیں کرتے' کھانا اگر بچ بھی جائے تو بھی کسی کے کام آ جائے گا اور اسی وقت قہرمان کو سات کوڑے لگوائے۔ [3]

فیاضی

اس قسم کے واقعات کو مورخین نے بخل سے تعبیر کیا ہے' لیکن درحقیقت منصور بخیل نہ تھا۔ البتہ فضول روپیہ ضائع نہ کرتا تھا۔ کبھی کبھی وہ فیاضی کے جذبہ میں آ کر بڑی بڑی رقمیں دے ڈالتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک اعرابی اس کے پاس آیا۔ منصور کو اس کی باتیں بہت پسند آئیں۔ خوش ہو کر کہا' تمہاری جو ضرورت ہو بیان کرو۔ اعرابی نے کہا اللہ تعالیٰ امیر المومنین کی عمر دراز کرے' میری کوئی ضرورت نہیں ہے۔ منصور نے اصرار سے کہا کہ نہ تم ہمیشہ میرے پاس پہنچ سکتے ہو اور نہ میں ہمیشہ دینے کے لیے تیار

---

[1] یعقوبی جلد ۲' ص ۴۶۶۔ [2] طبری جلد ۱۰' ص ۴۴۴ طبع یورپ۔ [3] تاریخ خطیب جلد ۱۰' ص ۵۶۔

رہوں گا' اس وقت موقع ہے جو ضرورت ہو بیان کر دو۔ اعرابی نے کہا یا امیر المؤمنین ایسا کیوں ہے؟ نہ میں خدانخواستہ آپ کی عمر کو کم سمجھتا ہوں اور نہ آپ کے مال کو مال غنیمت کہ جو کچھ لینا ہو اسی وقت لے لوں۔ ساری روئے زمین کے عرب یہ جانتے ہیں کہ آپ سے گفتگو کرنا عزت و شرف ہے اور کوئی شریف آپ سے انحراف نہیں کر سکتا۔ آپ سے سوال کرنا کوئی عیب اور برائی نہیں ہے' بلکہ آپ کا عطیہ عزت و زینت ہے۔ منصور نے یہ شائستہ اور فصیح گفتگو سن کر اس کو ایک ہزار اشرفیاں عطا کیں۔ ❶

خزانہ عامرہ
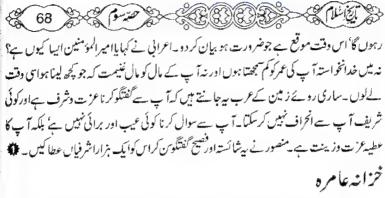
درحقیقت منصور کی اسی کفایت شعاری کا نتیجہ تھا کہ تعمیری کاموں میں بے شمار دولت صرف کرنے کے باوجود اپنے بعد اتنی دولت چھوڑ گیا کہ مہدی کو کبھی روپیہ کی کمی کی شکایت نہیں ہوئی۔ منصور خود اپنے وصیت نامے میں لکھ گیا تھا کہ میں نے تمہارے لیے اتنی دولت جمع کر دی ہے کہ اگر تم کو دس سال تک بھی خراج نہ ملے تو تم کو اخراجات کی تنگی کی شکایت نہ ہو گی۔ ❷

❶ تاریخ خطیب جلد ۱۰' ص ۵۸۔ ❷ طبری جلد ۱۰' ص ۲۴۴۔

محمد بن منصور الملقب بہ مہدی

(۱۵۸ھ تا ۱۶۹ھ مطابق ۷۷۵ء تا ۷۸۵ء)

منصور کے بعد اس کا لڑکا محمد الملقب بہ مہدی تخت نشین ہوا۔ اس کی ماں اروی حمیری خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ منصور کے انتقال کے وقت جو عمائد سلطنت اور افسران فوج اس کے ہمرکاب تھے' ان سے ربیع کاتب نے اور اہل مکہ سے عباس بن محمد بن سلیمان نے بیعت لی اور منصور کی وفات کے بارہویں دن بغداد میں بیعت عام ہوئی اور ذی الحجہ ۱۵۸ھ میں مہدی تخت خلافت پر بیٹھا۔ اس وقت اس کا ۳۳واں سال تھا۔

مہدی کا پہلا کام

منصور نے اپنے زمانہ میں جن جن لوگوں کو قید کیا تھا اور جن کی جائیدادیں ضبط کی تھیں' ان کے متعلق مہدی کو وصیت کرتا گیا تھا کہ اس کے بعد سب کو رہا کر کے ان کی جائیدادیں واگزار کر دی جائیں' چنانچہ مہدی نے تخت خلافت پر بیٹھنے کے ساتھ سب سے پہلے اس وصیت کی تعمیل کی اور قیدیوں کو رہا کر کے انہیں انعام واکرام سے نوازا۔ اس کا اثر عام رعایا پر بہت اچھا پڑا۔ [1] منصور اپنے زمانہ میں سیاسی سازشوں اور انقلاب پسندوں کا قلع قمع کر گیا تھا۔ اس لیے مہدی کے زمانہ میں کوئی اہم سیاسی انقلاب رونما نہیں ہوا' تاہم بعض معمولی شورشیں ضرور ہوئیں۔

مقنع کا دعویٰ الوہیت

ان میں ایک خراسانی ملحد مقنع کے دعویٰ الوہیت نے بڑی اہمیت حاصل کر لی تھی۔ یہ مرو کا باشندہ اور یک چشم تھا۔ اس عیب کو چھپانے کے لیے سونے کا چہرہ منہ پر چڑھائے رہتا تھا۔ اس لیے مقنع یعنی نقاب پوش کہلاتا تھا۔ اس نے مہدی کے زمانہ میں الوہیت کا دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے اس میں حلول کر گیا تھا۔ آدم علیہ السلام کے بعد حضرت نوح علیہ السلام میں اور اسی طرح مختلف انسانوں کے قالب میں منتقل ہوتا ہوا ابومسلم خراسانی کے بعد اس میں جلوہ گر ہوا ہے۔ [2] لوگوں کو فریب دینے کے لیے وہ شعبدہ بازی سے مصنوعی آفتاب طلوع کر کے دکھاتا تھا۔ [3] بہت

[1] یعقوبی جلد ۲' ص ۴۷۵۔ [2] الفخری ص ۱۶۱' ۱۶۲۔ [3] ابوالفداء' جلد ۲' ص ۹ دول الاسلام ذہبی۔

سے سادہ لوح عوام اس کے دام تزویر میں پھنس کر اس پر ایمان لے آئے اور اس کے مستقر کی سمت سجدہ کرتے تھے۔ ❶

چند دنوں میں اس کے پیرووں کی بڑی تعداد ہو گئی اور انہوں نے بسام اور سنجرہ میں حکومت کے خلاف اجتماع کیا۔ ترک اور صغد بھی ان کے ساتھ ہو گئے اور مسلمان آبادیوں پر تاخت شروع کر دی۔ کش کے بعض محلات اور نواسب کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ ابوالنعمان جنید اور لیث نے یکے بعد دیگرے ان کا مقابلہ کیا' لیکن کوئی خاص کامیابی نہیں ہوئی۔ آخر میں جبرائیل بن یحییٰ اور یزید نے مقنع کے ایک ممتاز پیرو مبیضہ کا مقابلہ کر کے اسے بھگایا۔ اس کے بعد مہدی نے ابوعون کو مقنع کے مقابلہ کے لیے بھیجا' یہ بھی ناکام رہا تو یہ مہم ۱۶۱ھ میں معاذ بن مسلم اور سعید حرشی کے سپرد ہوئی۔ انہوں نے طواویس میں مقنع کے ساتھیوں کو شکست دی اور وہ بھاگ کر مقنع کے پاس چلے گئے۔ سعید حرشی نے مقنع کو اس کے ساتھیوں سمیت گھیر لیا۔ چند دنوں کے بعد اس کے ساتھیوں نے سپر ڈال دی اور تیس ہزار آدمیوں نے سعید سے جان بخشی کرا کے مقنع کا ساتھ چھوڑ دیا اور اس کے ساتھ دو ہزار سے کچھ اوپر آدمی رہ گئے۔ عباسی فوج نے محاصرہ اور زیادہ سخت کر دیا۔ جب مقنع نے دیکھا کہ اس کے لیے مفر کی صورت باقی نہیں ہے تو اس نے اپنی عورتوں اور اہل و عیال کو زہر کھلا کر ختم کر دیا اور آگ جلوا کر باقی ساتھیوں سے کہا کہ جو شخص میرے ساتھ آسمان پر چلنا چاہتا ہے وہ اس آگ میں کود پڑے۔ یہ کہہ کر پہلے خود اس میں کودا۔ اسے دیکھ کر اس کے سب ساتھیوں نے کود کر اپنا خاتمہ کر لیا۔ بعض راویتوں میں ہے کہ مقنع نے زہر کھا کر جان دے دی اور جب مسلمان قلعہ میں داخل ہوئے تو اس میں کچھ نہ تھا۔ ❷

یوسف البرم کی بغاوت

۱۶۰ھ میں خراسان میں یوسف بن ابراہیم المعروف بہ برم نے مہدی کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ بہت سے شورش پسند اس کے ساتھ ہو گئے' لیکن اس کا فتنہ زیادہ بڑھنے نہ پایا۔ یزید بن مزید شیبانی نے بہت جلد اس پر قابو حاصل کر لیا اور اس کو مع اس کے ساتھیوں کے گرفتار کر کے دارالخلافہ روانہ کیا۔ بغداد میں ان سب کے سر قلم کر دیے گئے۔ ❸

عبدالسلام یشکری اور اہل الحوف کی بغاوت

❶ الفخری ص ۱۶۲۔ ❷ ابن خلدون جلد ۳' ص ۲۰۷ و ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۳' ۱۷۔
❸ یعقوبی نے ۱۶۴ھ میں یہ بغاوت لکھی ہے۔

۱۶۲ھ میں عبدالسلام بن ہاشم یشکری نے جزیرہ میں بغاوت برپا کی اور اس کی طاقت اتنی بڑھ گئی کہ مسلسل کئی مہمیں اس کے مقابلہ میں ناکام رہیں۔ بالآخر شبیب نے قنسر میں بڑی مشکلوں سے اس کا کام تمام کیا۔ سندھ میں الحوف (مصر) کے باشندوں نے علم بغاوت بلند کیا۔ یہاں کے حاکم موسیٰ بن مصعب نے مقابلہ کیا اور باغیوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ موسیٰ کے قتل کے بعد مہدی نے فضل بن صالح کو بھیجا۔ اس نے مہدی کی وفات کے بعد امن وامان قائم کیا۔ ❶

مختلف غیر مسلم حکمرانوں سے معاہدے اور ان کی اطاعت

اکثر سرحدی علاقوں کے غیر مسلم حکمران عباسی حکومت کے باغیوں سے مل جاتے تھے' جس سے بڑی مشکلات پیش آتی تھیں۔ اس لیے ۱۶۴ھ میں مہدی نے اپنے ماتحت باجگزاروں اور سرحدی فرمانرواؤں کے پاس سفراء بھیج کر ان سے صلح اور مفاہمت کر کے اس خطرہ کا سدباب کیا۔ اس سلسلہ میں کابل' طبرستان' صغد' طخارستان' بامیان' فرغانہ' اشروسنہ' بجستان' ترک' تبت' سندھ اور چین کے فرمانرواؤں اور ہندوستان کے بعض راجاؤں نے اطاعت کا معاہدہ کیا۔ ❷

رومیوں سے معرکہ آرائیاں

مہدی کے زمانہ میں اندرونی خلفشار نسبتاً بہت کم رہا۔ اس لیے اس کو بیرونی فوج کشی کا زیادہ موقع ملا۔ گو اس کا زمانہ دس بارہ سال سے زیادہ نہیں تھا' لیکن اتنی مدت میں اتنی فوج کشیاں ہوئیں کہ بنوامیہ کے بعد سے اس کے زمانہ تک اس کی مثال نہیں ملتی۔ گرمائی فوجیں رومی ممالک پر ہر سال حملہ آور ہوتی تھیں۔ مہدی نے اپنی تخت نشینی کے پہلے ہی سال اپنے چچا عباس کو بھیجا۔ اس نے ادھرہ فتح کیا۔ ❸ ۱۶۱ھ میں ثمامہ بن ولید نے فوج کشی کی اور دابق میں اترا۔ میخائیل رومی اسی (۸۰) ہزار فوج کے ساتھ نکلا اور عمق مرعش میں بہت سے مسلمانوں کو قتل اور قید کر کے مرعش کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں بھی بہت سے مسلمان شہید ہوئے اور میخائیل محاصرہ اٹھا کر جیحان لوٹ گیا ❹ اس کے کچھ ہی دنوں بعد ۱۶۲ھ میں رومیوں نے اسلامی اور رومی سرحد حدث پر حملہ کر کے اس کی شہر پناہ گرا دی۔ مہدی نے حسن بن قحطبہ کو ایک جرار لشکر کے ساتھ بھیجا۔ اس نے اذرولیہ پہنچ کر رومی حدود سلطنت میں تاخت وتاراج کی اور سالم وغانم واپس آیا۔ اسی سنہ میں یزید بن اسید سلمی نے قالیقلا کے

❶ یعقوبی جلد ۲' ص ۴۸۳۔ ❷ یعقوبی جلد ۲' ص ۴۷۹۔
❸ ابن خلدون جلد ۳' ص ۲۱۴۔ ❹ ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۹۔

نواح میں حملہ کر کے تین قلعے فتح کیے۔ ❶

۱۶۳ھ میں مہدی نے خود بہ نفس نفیس رومیوں کے مقابلہ میں نکلنے کا ارادہ کیا۔ خراسان اور دوسری چھاؤنیوں سے تازہ دم فوجیں منگوائیں اور بغداد میں اپنے لڑکے موسیٰ ہادی کو اپنا قائم مقام بنا کر خود فوجیں لے کر نکلا اور موصل و جزیرہ ہوتا ہوا فرات کو عبور کر کے حلب پہنچا۔ یہاں زندیقوں کی بڑی تعداد تھی' ان کو جمع کر کے قتل کیا اور ان کی کتابیں تلاش کر کے ضائع کرائیں۔ اس کے بعد جیحان آیا اور یہاں سے ہارون' عیسیٰ بن موسیٰ' ربیع' حسن بن قحطبہ' سلیمان ابن برمک' یحییٰ بن خالد اور دوسرے عمائد کو رومی حدود کی جانب روانہ کیا۔ انہوں نے سمالو کا قلعہ فتح کیا اور بہت سی چھوٹی چھوٹی فتوحات حاصل کیں' لیکن کوئی بڑا معرکہ پیش نہیں آیا اور مہدی بیت المقدس ہوتا ہوا بغداد واپس آیا۔ ❷

۱۶۴ھ میں عبدالکبیر بن عبدالحمید باب حدث کی طرف بڑھا۔ میخائیل اور طاراد ارمنی بطریق نوے ہزار فوج کے ساتھ اس کے مقابلہ کو نکلا۔ عبدالکبیر میں اس انبوہ عظیم کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی' اس لیے لوٹ گیا۔ مہدی اس کمزوری پر بہت برافروختہ ہوا اور عبدالکبیر کو قتل کر دینا چاہا' لیکن لوگوں کی سفارش سے قید کرنے پر اکتفا کی۔ ۱۶۵ھ میں ہارون الرشید کو تقریباً چھیانوے ہزار فوج کے ساتھ صائفہ کا امیر بنا کر بھیجا۔ ہارون اس لشکر جرار کو لے کر ایشیائے کوچک میں داخل ہوا۔ نقیطا رومی مقابل میں آیا۔ یزید بن مزید نے اس کو شکست فاش دی اور اس کے کل ساز و سامان پر قبضہ کر کے دمستق رومی کی طرف بڑھا۔ اس نے ایک خطیر رقم دے کر صلح کر لی۔ اس لیے ہارون اسے چھوڑ کر آگے بڑھا اور خلیج قسطنطنیہ تک بڑھتا چلا گیا۔ اس وقت قسطنطنیہ کے تخت پر لیون کی بیوہ اپنے صغیر السن بچے کی والیہ کی حیثیت سے حکمران تھی۔ اس نے ستر ہزار دینار سالانہ فدیہ پر صلح کر لی اور شرائط صلح میں یہ بھی تھا کہ مسلمان جن جن راستوں سے گزریں وہاں وہاں رومی بازار لگائیں گے اور راہنمائی کے فرائض انجام دیں گے۔ ان لڑائیوں میں مسلمانوں کو بکثرت مال غنیمت ہاتھ آیا۔ ❸

سندھ کی فتوحات

سندھ کے علاقہ میں بھی بعض فتوحات حاصل ہوئیں۔ ۱۵۹ھ میں مہدی نے عبدالملک بن شہاب مسمعی کو بحری مہم میں سندھ روانہ کیا۔ اس نے باربد (بھاڑ بھوت) کے ساحل پر لنگر انداز ہو کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اہل شہر نے مدافعت میں پوری قوت صرف کر دی' لیکن ناکام رہے اور مسلمانوں نے باربد فتح کر لیا۔ اس معرکہ میں بے شمار سندھی کام آئے اور مسلمانوں کی صرف چند جانیں ضائع

❶ ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۹۔ ❷ ابن خلدون جلد ۳' ص ۲۱۳ و ابن اثیر جلد ۶' ص ۲۰۔

❸ ابن خلدون جلد ۳' حالات سنین مذکور و ابن اثیر ج ۶' ص ۲۱' ۲۲۔

ہوئیں۔اس مہم کو سر کر کے مسلمان واپس ہو رہے تھے کہ ایرانی سواحل کے قریب ان کا بیڑا طوفان میں گھر گیا۔بعض جہاز ٹوٹ گئے اور بہت سے مسلمان ضائع ہوئے' صرف چند جہاز صحیح و سالم واپس پہنچے۔ [1]

طبرستان کے حاکم وندا دہرمز اور شروین اکثر فساد برپا کیا کرتے تھے۔۱۶۷ھ میں موسیٰ ہادی نے فوج کشی کر کے ان کی پوری تنبیہ کی۔

ولایت عہد

سفاح نے منصور کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ کو ولی عہد بنادیا تھا۔منصور نے اس کا نام مہدی کے بعد کر دیا تھا۔مہدی نے بھی باپ کی تقلید میں عیسیٰ کا نام خارج کر کے اپنے لڑکے ہادی کو ولی عہد بنادیا اور اس کے بعد ہارون کا نام رکھا اور اس کے بدلہ میں اس کو ایک کروڑ نقد اور بہت بڑی جاگیر عطا کی۔

وزارت

مہدی کے زمانہ میں تین وزیر ہوئے۔ابوعبیداللہ معاویہ بن یسار' ابوعبداللہ یعقوب ابن داؤد' فیض بن ابی صالح' ان تینوں کے مختصر حالات یہ ہیں:

معاویہ بن یسار اشعریوں کا غلام تھا' لیکن بڑا عالی دماغ تھا۔منصور کے زمانہ سے عباسی دربار سے متوسل تھا اور اسی وقت سے وزارت کے لیے اس پر نگاہ اٹھتی تھی' لیکن منصور کی زندگی میں اس کو یہ منصب نہ مل سکا اور مہدی کے سیکرٹری کی حیثیت سے جو اس زمانہ میں وزارت کے فرائض انجام دیتا تھا' کام کرتا رہا۔معاویہ مہدی پر اتنا حاوی تھا کہ وہ کسی معاملہ میں اس کی مخالفت نہ کرتا تھا اور عملاً وزارت معاویہ ہی کے ہاتھ میں تھی۔منصور ہمیشہ مہدی کو معاویہ کے مشورہ پر عمل کرنے کی ہدایت کرتا رہتا تھا۔ [2] اور یہ تاکید کر دی تھی کہ معاویہ کے بارہ میں کسی کی شکایت نہ سننا' منصور کی وفات اور مہدی کی خلافت تک برابر اس کا یہ اثر و اقتدار قائم رہا۔

مہدی کو اس کی قابلیت کا پورا تجربہ تھا۔اس لیے تخت نشین ہونے کے بعد ہی اس نے ۱۵۹ھ میں اس کو وزیر بنالیا۔اس نے اپنے دور وزارت میں مختلف شعبوں کو ترقی دی اور ان میں مفید اصلاحات کیں۔ہر شعبہ کے دفاتر مرتب کیے۔شعبہ خراج میں اس سے پہلے پیداوار کا ایک مقررہ خراج لیا جاتا تھا۔معاویہ نے بٹائی کا طریقہ رائج کیا اور کھجور اور دوسرے پھلدار درختوں پر خراج لگایا

[1] مختصر الاسلام ذہبی ج اص ۸۲۔ [2] الفخری ص ۱۶۳۔

اور قانون خراج پر ایک کتاب لکھی۔ تاریخ اسلام میں اس موضوع پر یہ سب سے پہلی کتاب تھی' لیکن ان خوبیوں کے ساتھ وہ سخت متکبر اور مغرور تھا۔ اسی غرور نے اس کو مسند وزارت سے قعر مذلت میں گرایا۔

اس کے غرور نے دوستوں کو بھی دشمن بنا دیا تھا' چنانچہ ربیع کاتب جو ایک زمانہ میں اس کا بڑا خیر خواہ تھا اور مہدی کے مقابلہ میں اس کی حمایت کیا کرتا تھا اس کے برتاؤ سے اس کا سخت دشمن ہو گیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ منصور کی وفات کے بعد ربیع مکہ سے جب مہدی کی بیعت لے کر لوٹا تو مہدی کے دربار میں حاضری سے قبل معاویہ کے پاس گیا۔ اس نے اول تو بڑی دیر انتظار کرانے کے بعد اندر آنے کی اجازت دی۔ پھر بدستور اپنی مسند پر بیٹھا رہا اور منصور کی وفات اور مہدی کی بیعت وغیرہ کے متعلق کچھ نہیں پوچھا۔ ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا۔ ربیع نے چھیڑنا بھی چاہا مگر معاویہ اس ذکر ہی کو ٹال گیا۔ ربیع کو اس کا یہ طرز عمل سخت ناگوار گزرا اور اس نے قسم کھالی کہ اپنی ساری قوت اس کے گرانے میں صرف کر دے گا۔ گو معاویہ بڑا مدبر تھا' آسانی کے ساتھ اسے زیر کرنا مشکل تھا' لیکن معاویہ کی شومی قسمت سے اس کا لڑکا عبداللہ ملحد تھا اور مہدی ملحدوں کا سخت دشمن تھا اور ان کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر سزا دیتا تھا' چنانچہ ۱۶۶ھ میں جب ملحدوں کی ایک جماعت گرفتار ہو کر آئی تو اس میں معاویہ کا لڑکا بھی تھا۔ مہدی نے اس سے کہا قرآن پڑھو۔ اس نے پڑھا تبارکت وعالموک بعظم الخلق ربیع کو موقع مل گیا۔ اس نے عبداللہ کو قتل کرنے کا مشورہ دیا اور مہدی کے حکم سے اس کا سر قلم کر دیا گیا' لیکن اس واقعہ کا اثر معاویہ کے عہدہ پر نہیں پڑا۔ وہ بدستور وزیر رہا۔ کچھ دنوں کے بعد ربیع نے مہدی کے بعض خادموں سے سازش کی کہ میں تم کو تیس ہزار اشرفی اس شرط پر دوں گا کہ جب ابو عبیداللہ (معاویہ) مہدی کے پاس جائے تو تم اس کی تلوار کا قبضہ پکڑے ہوئے ساتھ رہو' اگر مہدی اس پر اعتراض کرے تو کہنا کہ امیر المؤمنین جس کے لڑکے کو کل آپ نے قتل کیا ہو' اس کا تنہائی میں آپ کے پاس مسلح آنا کیسے گوارا کیا جا سکتا ہے۔ اس تدبیر سے مہدی اس سے بدظن ہو گیا۔ [1] اور گو اس وقت اس نے یہی کہا کہ مجھے ان پر ہر حال میں اعتماد ہے' لیکن دل میں بات جم چکی تھی۔ اس لیے کچھ دنوں کے بعد اس بہانہ سے کہ میں نے ابو عبیداللہ کے لڑکے کا قتل کیا ہے' اس لیے مجھے اس سے ندامت معلوم ہوتی ہے' اس کو منصب وزارت سے الگ کر دیا اور وہ نہایت غم والم کی حالت میں زندگی کے دن کاٹتا ہوا ۱۷۰ھ میں مر گیا۔ [2]

ابو عبداللہ یعقوب

---

[1] کتاب الوزراء والکتاب جہشیاری ص ۱۷۶ تا ۱۸۰۔

[2] الفخری ص ۱۶۵۔ الفخری اور جہشیاری کے بیان میں بعض جزئی اختلافات ہیں۔

معاویہ کے بعد یعقوب بن داؤد کی قسمت کا ستارہ چمکا۔ یہ بھی غلاموں کے زمرہ میں تھا۔ اس کا باپ داؤد اور اس کے دوسرے بھائی امیر نصر بن سیار امیر خراسان کے کاتب تھے۔ ابتداً اس میں تشیع تھا اور وہ عبداللہ بن حسن بن حسن کی طرف مائل تھا۔ [1] چنانچہ منصور کے زمانہ میں اس کا سارا گھر امام ابراہیم بن عبداللہ کے ساتھ ہو گیا تھا۔ ابراہیم کے مارے جانے کے بعد ان کے حامیوں کے ساتھ یعقوب اور علی گرفتار کر کے قید کر دیئے گئے تھے۔ منصور کے بعد جب مہدی نے اپنے زمانہ میں سیاسی قیدیوں کو رہا کیا تو اس سلسلہ میں یہ دونوں بھی چھوٹے۔ [2]

مہدی علویوں اور سادات کی مخالفت سے بہت گھبراتا تھا۔ اس لیے اس کو ایسے آدمی کی تلاش تھی جس کو آل حسن سے تعلق رہ چکا ہوتا کہ وہ اس سے ضرورت کے وقت کام لے سکے۔ یعقوب اس کام کے لیے موزوں شخص تھا۔ اس لیے ربیع کی سفارش پر مہدی نے اس کو بلایا۔ اس کی عقل و فرزانگی کا مہدی پر بہت اچھا اثر پڑا اور اس کو اس نے اپنے خواص میں شامل کر لیا اور رفتہ رفتہ وزارت کے منصب تک پہنچ گیا اور مہدی کے مزاج میں اتنا رسوخ حاصل کر لیا کہ کل امور مملکت پر حاوی ہو گیا۔ اس کے اقتدار نے اس کے بہت سے حاسد پیدا کر دیئے، جنھوں نے اس کو مہدی کی نگاہوں سے گرانے کی کوشش شروع کر دی۔

یعقوب کے دل میں آل حسن کی محبت برابر قائم تھی اور وہ علانیہ ان کی حمایت کرتا تھا۔ اپنے عہد وزارت میں اس نے بہت سے زیدیوں کو حکومت کے معزز عہدوں پر پہنچا دیا۔ اس سے اس کے حاسدوں کو موقع مل گیا۔ انہوں نے مہدی سے کہا کہ ساری سلطنت یعقوب اور اس کی جماعت کے قبضہ میں ہے۔ وہ جب چاہے ایک دن میں اسے زیر و زبر کر سکتا ہے۔ مہدی علویوں کے بارہ میں یعقوب کے جذبات سے واقف تھا۔ اس لیے اس کے دل میں یہ بات اتر گئی، چنانچہ ایک موقع پر آزمائش کے لیے اس نے یعقوب سے ایک علوی کو قتل کرنے کا وعدہ لے کر اس کے حوالہ کر دیا۔ علوی نے یعقوب سے کہا میں علی بن ابی طالب اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کی اولاد ہوں، تم میرے خون کا بار اپنی گردن پر لے کر اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دکھاؤ گے؟ یعقوب نے کہا اللہ کی قسم یہ بار میں اپنی گردن پر نہ لوں گا۔ تم یہ مال لو اور اپنی جان بچا کر نکل جاؤ۔ ایک لونڈی نے جو یہ گفتگو سن رہی تھی، فوراً مہدی کو اطلاع دے دی۔ مہدی نے اسی وقت اس علوی کو گرفتار کروا لیا اور یعقوب سے بلا کر پوچھا کہ تم نے علوی کو کیا کیا؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے اس سے امیر المؤمنین کو مطمئن کر دیا۔ مہدی نے کہا کیا وہ مر گیا؟ یعقوب نے اثبات میں جواب دیا۔ مہدی نے اس سے قسم لی اور قسم لینے کے بعد علوی کو بلوا کر سامنے کھڑا کر دیا۔ یعقوب اس کو دیکھ کر متحیر ہو گیا۔ اب اس

---

[1] الفخری ص ۱۶۶۔ [2] ابن اثیر جلد ۶، ص ۲۳۔

کے لیے کسی حیلہ کی گنجائش نہ تھی۔ مہدی نے اسی وقت اس کو قید کرا دیا۔ کئی سال تک قید رہا۔ ہارون رشید کے زمانہ میں اس سے نجات ملی اور ۱۸۶ھ میں مکہ میں وفات پائی۔ ❶

فیض بن ابی صالح نیشاپوری

یعقوب کے بعد ابو صالح وزیر ہوا۔ اس کا وطن نیشاپور اور آبائی مذہب عیسوی تھا۔ اس کا گھرانہ ترک وطن کر کے بنو عباس کے زیر سایہ آ گیا تھا اور شرف اسلام سے مشرف ہوا' چنانچہ فیض نے عباسیوں کے دامن تربیت میں پرورش پائی اور وزارت کے عہدہ تک پہنچا' جود و کرم میں عدیم النظیر تھا۔ یحیٰی بن خالد برمکی جس کی فیاضیوں کی داستانیں مشہور عالم ہیں کہا کرتا تھا کہ اگر تم لوگ فیض کی فیاضیاں دیکھتے تو میری فیاضیاں حقیر معلوم ہوتیں۔ مہدی کی وفات تک یہ وزارت کے منصب پر فائز رہا۔ اس کی وفات کے بعد ہادی نے علیحدہ کر دیا اور ہارون رشید کے زمانہ تک زندہ رہا اور ۱۷۳ھ میں وفات پائی۔ ❷

وفات

محرم ۱۶۹ھ میں مہدی نے انتقال کیا۔ اس کے سبب وفات کے بارہ میں مختلف روایتیں ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ ایک دن شکار کے لیے نکلا۔ ایک شکار کے پیچھے گھوڑا ڈال دیا۔ وہ ایک ویران عمارت کے پھاٹک میں گھستا چلا گیا۔ اس کی رگڑ سے پیٹھ کو اتنا صدمہ پہنچا کہ ۱۲ محرم ۱۶۹ھ کو انتقال کر گیا۔ ❸ دوسری روایت یہ ہے کہ اس کی لونڈی نے زہر دے دیا' یا خودکشی کے لیے اس نے خود اپنے کھانے میں زہر ملایا تھا' جسے غلطی سے مہدی نے کھا لیا۔ تیسری روایت یہ ہے کہ ایک دن خواب میں اس کو ہاتف غیب نے دنیا کی بے ثباتی کا پیغام دیا اور اس کے دسویں دن مہدی دنیا سے چل بسا۔ ❹ اس کا انتقال ماسبندان کے ایک قریہ میں ہوا تھا۔ ہارون رشید نے نماز جنازہ پڑھائی اور اسی غربت کدہ میں پیوند خاک کیا گیا۔ وفات کے وقت ۴۳ سال کی عمر تھی۔ مدت خلافت دس سال ایک ماہ۔

مہدی اپنے ذاتی محاسن اور طریقہ حکمرانی دونوں حیثیتوں سے بہترین فرمانروا تھا۔ اس کی خوبیوں نے اس کو رعایا میں بہت محبوب و مقبول بنا دیا تھا۔ اس کا عہد عدل و انصاف' امن و سکون اور آسودہ حالی کے اعتبار سے ملک کے لیے عیش و رفاہیت کا دور تھا۔ مسعودی کا بیان ہے کہ مظالم کے

---

❶ الفخری ص ۱۶۶' ۱۶۷' یہ واقعہ فخری' طبری' ابن اثیر سب میں ہے۔ ❷ الفخری ص ۱۶۹' ۱۷۰۔
❸ دول الاسلام جلد اول ص ۶۷ و یعقوبی جلد ۲' ص ۴۸۴۔ ❹ ابن اثیر جلد ۶' ص ۲۷۔

انسداد قتل و خونریزی سے احتراز' خوف زدوں کی پشت پناہی اور داد و دہش نے مہدی کو خاص و عام میں محبوب بنا دیا تھا۔ ❶ محدث ذہبی لکھتے ہیں کہ اس کا دور حکومت بڑا مبارک و مقبول تھا۔ اس کی صورت و سیرت دونوں پسندیدہ تھیں۔ رعایا میں بہت ممدوح و محبوب تھا۔ ❷

اس کی حکومت کا آغاز بھی نیکیوں سے ہوا تھا۔ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ تخت نشینی کے ساتھ ہی منصور کے زمانہ کے جتنے قیدی تھے سب کو رہا کر دیا اور جن جن لوگوں کی جائیدادیں ضبط کی گئی تھیں' سب واگزار کر دی تھیں۔ ❸

تدبیر مملکت

مہدی گو عیش پرست تھا' لیکن امور مملکت سے کبھی غافل نہیں ہوا۔ منصور کی طرح وہ بھی حکومت کے جزی سے جزی امور پر نگاہ رکھتا تھا۔ ❹ میدان جنگ میں بھی نکلتا تھا۔ اس لیے عیش پرستی کے باوجود نظام حکومت میں خلل نہ آنے پایا۔ ❺ روزانہ مظالم کی تحقیقات کے لیے بیٹھتا تھا۔ ❻ اور مظلوموں کی دادرسی کے لیے ہر وقت اس کا دروازہ کھلا رہتا تھا۔ كان يجلس في كل وقت لرد المظالم ❼

بنی امیہ کے دور میں بیشتر انتظامی شعبہ جات ملے ہوئے تھے۔ مہدی نے ان کو الگ کر کے ان کے علیحدہ علیحدہ منتظم اور نگران مقرر کیے اور ان کا نام دیوان الازمہ رکھا۔ ❽ اس جدید تنظیم سے بہت سے نئے شعبے اور محکمے قائم ہو گئے اور حکومت کا پورا نظام نہایت مرتب ہو گیا۔ مکہ' مدینہ' یمن اور بغداد وغیرہ اہم شہروں کے درمیان اونٹ اور خچروں کی ڈاک قائم کی اور پوری اسلامی قلمرو کے کوڑھیوں کی پرورش کا انتظام کیا۔

اخلاق و سیرت

مہدی ذاتی اوصاف کے لحاظ سے بھی محاسن اخلاق کا مجموعہ تھا۔ منصور جتنا ہی درشت مزاج اور سخت گیر تھا مہدی اتنا ہی نرم اور متحمل مزاج تھا۔ عفو و درگزر اس کی خصوصیت تھی۔ ایک ممتاز فوجی افسر بار بار غلطی کرتا تھا۔ مہدی نے کئی دفعہ اس کو فہمائش کی' لیکن وہ باز نہ آتا تھا۔ آخر میں مہدی نے

---

❶ مروج الذہب جلد ۶' ص ۲۳۱-۲۳۲۔
❷ دول الاسلام ذہبی جلد اول ص ۸۳-۸۴۔
❸ یعقوبی جلد ۲' ص ۴۷۵۔
❹ الفخری ص ۱۶۲۔
❺ تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۲۷۶۔
❻ ابن اثیر جلد ۶' ص ۲۷۔
❼ الفخری ص ۱۶۱۔
❽ نجوم الزاہرہ ابن تغری بردی۔
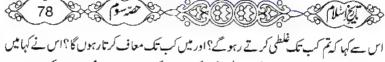
اس سے کہا کہ تم کب تک غلطی کرتے رہو گے؟ اور میں کب تک معاف کرتا رہوں گا؟ اس نے کہا میں ہمیشہ بھولتا رہوں گا اور اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین کی عمر دراز کرے وہ ہمیشہ مجھے معاف کرتے رہیں گے۔ یہ جواب سن کر مہدی شرمندہ ہو گیا اور اسے معاف کر دیا۔ ❶

ربیع حاجب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مہدی نے عشاء کی نماز میں کلام اللہ کی یہ آیت تلاوت کی ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ﴾ [۴۷/محمد:۲۲] نماز ختم کرنے کے بعد مجھ سے کہا "ربیع! موسیٰ" میں نے دل میں خیال کیا کون موسیٰ مراد ہے۔ شاید موسیٰ بن جعفر مقصود تھا' جو اس وقت میری قید میں تھا۔ میں نے اس کو لا کر پیش کر دیا۔ مہدی نے اس سے کہا میں نے جب ﴿تُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ﴾ پڑھا تو مجھے خیال آیا کہ کہیں میں تمہارے معاملہ میں قطع رحم کا مرتکب تو نہیں ہو رہا ہوں۔ اس لیے تم مجھ سے وعدہ کرو کہ تم میرے مقابلہ میں خروج نہ کرو گے۔ موسیٰ نے وعدہ کیا اور مہدی نے اسی وقت اس کو رہا کر دیا۔ ❷

منصور کے زمانہ سے بہت سے علوی قید بند تھے۔ مہدی نے ان سب کو رہا کر کے ان کے وظائف مقرر کر دیے۔ ❸ اس کی رقیق القلبی کا ایک عبرت آموز واقعہ تاریخوں میں مذکور ہے۔ بنی امیہ کے ساتھ بنی عباس کی دشمنی معلوم و مشہور ہے۔ مہدی ایسا شریف دل تھا کہ اس کو ان پر رحم آ جاتا تھا۔ ایک مرتبہ مہدی کی بیوی اور دوسری خواتین شاہی محل میں بیٹھی تھیں کہ خادم نے آ کر اطلاع دی کہ ایک شریف مگر بدحال عورت اندر آنے کی اجازت چاہتی ہے' لیکن نام نہیں بتاتی۔ مہدی کی بیوی خیزران نے بلا لیا۔ عورت اندر آئی' وہ پھٹے پرانے کپڑوں میں تھی' لیکن بشرہ پر شرافت کا جمال نمایاں تھا۔ خیزران نے پوچھا بہن تم کون ہو؟ اس نے کہا میں مروان بن محمد (آخری اموی خلیفہ) کی بیوی مزنہ ہوں۔ زمانہ نے مجھے اس نوبت کو پہنچا دیا ہے۔ میرے جسم پر تم یہ جو پرانے کپڑے دیکھ رہی ہو یہ بھی میرے نہیں ہیں' بلکہ مانگے کے ہیں۔ گو زمانہ نے ہم کو اس نوبت کو پہنچا دیا ہے' لیکن اب بھی ہماری شرافت کا وقار ہم کو عامۃ الناس سے ملنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس لیے ہم تمہارے پاس آئے ہیں کہ ہماری جو نوبت بھی ہو تمہارے پردہ میں ہو۔ مزنہ کی باتیں سن کر خیزران کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں' لیکن اس کی مغلانی زینب نے جو بڑی منہ چڑھی تھی بولی! مزنہ تم وہ دن بھول گئیں جب ہم حران میں تمہارے پاس ابراہیم کی لاش مانگنے کو گئے تھے۔ ❹ اس وقت تم نے ہم کو ڈانٹ کر نکلوا دیا تھا اور کہا تھا کہ مردوں کے معاملات میں عورتوں کو کیا دخل۔ تم سے اچھا سلوک تو مروان نے کیا تھا اور لاش

❶ طبری جلد ۱۰' ص ۵۲۷۔ ❷ ابن اثیر جلد ۶' ص ۴۸۔
❸ یعقوبی جلد ۲' ص ۴۷۵۔ ❹ سفاح کے بڑے بھائی جو مروان کے زمانہ میں گرفتار کر کے قتل کیے گئے تھے۔

ہمارے حوالہ کر کے مالی سلوک بھی کرنا چاہا تھا' لیکن ہم نے انکار کر دیا۔ مزنہ نے کہا اللہ کی قسم ہماری یہ حالت اسی کا نتیجہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم اس حالت کو اچھی سمجھتی ہو جبھی اس سیدہ (خیزران) کو ایسے کام پر ابھار رہی ہو' جس میں ہم مبتلا ہو کر اس نوبت کو پہنچ گئے ہیں۔ تم کو چاہیے تھا کہ نیکی اور بھلائی پر آمادہ کرتیں اور برائی کے بدلہ میں برائی کرنے سے روکتیں' تاکہ اللہ نے تم کو جو نعمت عطا کی ہے' وہ باقی اور قائم رہے۔ بہن زینب تم دیکھ رہی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے دوسروں کی حق تلفی اور ان کے ساتھ بدسلوکی کا ہم سے یہ بدلہ لیا ہے۔ پھر بھی تم ہماری ہمدردی سے اجتناب برتتی ہو۔ یہ کہہ کر وہ روتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ خیزران دل میں بہت متاثر ہوئی' لیکن زینب کی مخالفت نہ کر سکتی تھی۔ اس لیے ظاہری اخلاق نہ برت سکی اور ایک لونڈی کو اشارہ کر دیا کہ وہ چپکے سے کمرے میں لے جا کر کپڑے وغیرہ بدلا دے۔ رات کو جب مہدی محل میں آیا تو خیزران نے یہ سارا قصہ اس کو سنایا۔ اس نے اسی وقت لونڈی کو بلا کر پوچھا کہ کمرہ میں جانے کے بعد مزنہ کیا کہہ رہی تھی؟ اس نے کہا امیر المؤمنین وہ رو رو کر قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ رہی تھی۔

﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ﴾ [۱۶/النحل:۱۱۲]

"اور اللہ نے ایسی بستی کی مثال بیان کی جو امن وچین سے تھی۔ اس کے پاس ہر جگہ سے فراغت سے رزق آتا تھا۔ پس اس نے اللہ کی نعمتوں کے ساتھ کفر کیا' اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے اس کو بھوک اور خوف کا مزہ چکھایا۔"

یہ سن کر وہ زار زار رونے لگا اور اللہ کے حضور میں دعا کی۔ "بار الٰہا میں زوال نعمت سے پناہ مانگتا ہوں" اور خیزران سے کہا کہ اگر تم مزنہ کے ساتھ شرافت سے پیش نہ آئی ہوتیں تو میں تم سے کبھی نہ بولتا اور زینب پر سخت برہمی ظاہر کی اور ایک لونڈی کے ذریعہ مزنہ کے پاس سلام کے بعد یہ پیام کہلا بھیجا کہ بنت عم اس وقت تمہاری سب بہنیں میرے پاس جمع ہیں۔ ایسی حالت میں اگر میرا تمہارے پاس آنا تم کو غمزدہ نہ کر دیتا تو میں خود آتا۔ مزنہ اس کا مطلب سمجھ گئی اور خود چلی آئی۔ مہدی نے اپنے پاس بٹھایا اور دیر تک اس کے خاندان کی تباہی پر ہمدردانہ گفتگو کرتا رہا اور کہا اگر میں تمہارے خاندان میں شادی کرنا پسند کرتا تو ضرور تمہارے ساتھ شادی کر لیتا' لیکن ایسا نہیں کر سکتا۔ اس لیے بہتر ہے کہ تم مجھ سے پردہ کرو اور اپنی بہنوں (عباسی خواتین) کے ساتھ محل میں رہو' جو سلوک ان کے ساتھ کیا جاتا ہے' وہی تمہارے ساتھ کیا جائے گا۔ چنانچہ مزنہ کے آرام وراحت کا تمام سامان مہیا کر دیا۔ اس میں اور خاندان

شاہی کی خواتین میں کوئی فرق نہ کرتا تھا۔حتیٰ کہ ان کے برابر جاگیر بھی اس کو دے دی اور مزنہ نے راحت اور عزت وآبرو کے ساتھ اسی محل میں پوری عمر گزاری۔ہارون رشید کے زمانہ میں انتقال کیا۔ ❶
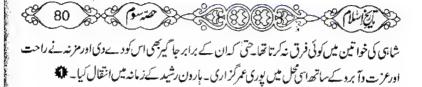
خوش خلقی

نہایت خوش اخلاق تھا۔مزاج میں سختی و درشتی کا نام تک نہ تھا۔معمولی سے معمولی انسان سے بڑی نرمی اور خوش اخلاقی سے پیش آتا تھا۔خطیب نے اس کی خوش خلقی کے بہت سے واقعات نقل کیے ہیں۔ایک مرتبہ وہ بصرہ گیا' نماز ہمیشہ مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھتا تھا۔ایک دن کسی وقت نماز میں جب اقامت ہو چکی تھی ایک اعرابی نے کہا۔امیر المؤمنین میں آپ کے پیچھے نماز پڑھنا چاہتا ہوں' لیکن مجھے غسل کی ضرورت ہے۔اس لیے آپ لوگوں کو حکم دیجئے کہ میرا انتظار کریں۔مہدی محراب میں کھڑا ہو چکا تھا' لیکن اس وقت تک انتظار کرتا رہا جب تک اعرابی نہ آ گیا۔اس خوش اخلاقی پر لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی۔ ❷ غرض وہ خوش خلقی اور حسن اخلاق کا نمونہ تھا۔

حرمین کی خدمت

اپنے زمانہ میں اس نے حرمین کی بڑی خدمت کی۔۱۶۰ھ میں خانہ کعبہ کی عمارت میں توسیع کرائی۔ ❸ اس کے چاروں طرف رواق تعمیر کرائے اور ان میں سنگ رخام کے ستون لگوائے۔ ❹ کعبہ کے پرانے غلافوں کو اتروا کر اس کی دیواروں پر مشک وعنبر ملوایا اور قباطی' خز اور دیبا کے تین غلاف چڑھائے۔ ❺

اسی زمانہ میں مسجد نبوی کی عمارت میں ترمیم وتوسیع اور اس کی آرائش کرائی۔شامی رخ پر عمارت میں سو ہاتھ کا اضافہ کیا اور سنگ رخام کے دس نئے ستون لگوائے اور پوری عمارت کو نقش ونگار سے آراستہ کرایا۔ ❻

ان کے علاوہ مکہ کا راستہ درست کرایا۔یہاں بہت سی نئی عمارتیں تعمیر کرائیں۔حوض بنوایا' بغداد' مکہ' مدینہ اور یمن کے درمیان ڈاک کا سلسلہ قائم کیا۔ ❼ حرمین کے باشندوں میں کئی کروڑ نقد اور ڈیڑھ لاکھ کپڑے تقسیم کیے۔ذہبی کا بیان ہے کہ حرمین کے باشندوں کی اتنی خدمت کسی نے نہ کی تھی۔ ❽

---

❶ مسعودی جلد ۲' ص ۲۲۹ تا ۲۳۴۔
❷ خطیب جلد ۵' ص ۴۰۰۔
❸ تاریخ مکہ ازرقی جلد ۱' ص ۱۷۵' ۱۷۶۔
❹ دول الاسلام ذہبی جلد ۱' ص ۸۳۔
❺ تاریخ مکہ ازرقی ص ۱۷۶۔
❻ خلاصۃ الوفاء ص ۱۴۳' ۱۴۴۔
❼ تاریخ الخلفاء ص ۲۷۴۔
❽ دول الاسلام جلد اول ص ۸۳۔

دوسری تعمیرات

حرمین کے علاوہ مہدی نے اور بہت سی عمارتیں بنوائیں۔ اپنے قیام گاہ رصافہ میں ایک محل تعمیر کرایا۔ بصرہ کی جامع مسجد وسیع کرائی۔ عیسیٰ آباد میں ٹکسال کی عمارت تعمیر کرائی۔ رومیوں کی تاخت وتاراج کو روکنے کے لیے حدث کی سرحد کو مستحکم کرایا۔

علمی حیثیت

علمی اعتبار سے مہدی کوئی امتیازی درجہ نہ رکھتا تھا' لیکن اس کی تعلیم وتربیت اچھی ہوئی تھی اور اسے اہل علم کی صحبت مرغوب تھی۔ تادب و جالس العلماء [1] شاعری کا ستھرا ذوق رکھتا تھا۔ خود بھی شعر کہتا تھا۔ سیوطی نے اس کے اشعار نقل کیے ہیں۔ حدیث میں بھی درک رکھتا تھا۔ اپنے والد اور مبارک بن فضالہ سے حدیث کی روایت کی ہے۔ [2] ارباب علم کا بڑا قدردان تھا اور ان کی خدمت سعادت سمجھتا تھا۔ ایک مرتبہ قاضی شریک اس کے پاس آئے۔ اس نے کہا تین باتوں میں سے ایک بات آپ کو قبول کرنا پڑے گی۔ یا عہدہ قضا قبول کیجئے یا میری اولاد کی تربیت کا فرض انجام دیجئے اور ان سے حدیث بیان کیجئے یا میرے ساتھ ایک لقمہ کھا لیجئے۔ شریک نے تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد آخری صورت منظور کر لی۔ مہدی نے بڑے اہتمام کے ساتھ ان کی دعوت کی۔ [3]

مشہور محدث سفیان ثوری امراء وسلاطین سے بہت گھبراتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی طرح مہدی کے دربار میں لائے گئے' لیکن کسی قسم کے شاہی آداب نہیں برتے۔ محض السلام علیکم پر اکتفا کی۔ مہدی نے خوش طبعی کے طور پر کہا۔ آپ مجھ سے بھاگے بھاگے پھرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ میں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اب تو آپ میرے قبضہ میں ہیں جو حکم چاہوں دے دوں۔ سفیان ثوری نے جواب دیا' جو حکم تم میرے بارے میں دو گے وہی حکم قادر مطلق تمہارے بارے میں دے گا جو حق و باطل کا فیصلہ کر دے گا۔ اس جواب پر حاجب شاہی ربیع نے ان کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کیے اور تلوار اٹھانے کی اجازت چاہی۔ مہدی نے اس کو ڈانٹا اور کہا ایسے بزرگوں کو قتل کر کے ان کی خیر وبرکت سے محروم ہو جائیں اور اسی وقت کوفہ کے عہدہ قضا کا پروانہ لکھ کر ان کے حوالہ کیا اور یہ بھی آزادی دے دی کہ ان کے فیصلوں میں کوئی مداخلت نہ کی جائے گی۔ سفیان نے یہ پروانہ تو لے لیا' لیکن وہاں سے نکلنے کے بعد اس کو چاک کر کے دجلہ میں پھینک دیا اور کہیں روپوش ہو گئے۔ مہدی

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۷۵۔ [2] تاریخ الخلفاء ص ۲۷۵۔ [3] تاریخ الخلفاء ص ۲۷۸۔

نے بہت تلاش کرایا' لیکن کہیں پتہ نہ چلا۔ [1]

ایک مرتبہ مہدی کا ایک لڑکا قاضی شریک کی خدمت میں حاضر ہوا اور ٹیک لگا کر ان سے حدیث پوچھی۔شریک نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔اس نے دوبارہ پوچھا۔شریک نے پھر کوئی توجہ نہ کی۔لڑکے نے کہا آپ خلفا زادوں کی توہین کرتے ہیں۔شریک نے کہا ایسا نہیں ہے البتہ علم کی ناقدری نہیں کرتا' بلکہ اس کا احترام کرتا ہوں۔شہزادہ سمجھدار تھا فوراً سمجھ گیا اور گھٹنے ٹیک کر حدیث پوچھی۔شریک نے کہا ہاں اس طرح علم حاصل کیا جاتا ہے۔ [2]

اصلاح عقائد

عقائد میں بہت پختہ اور مذہب کے معاملہ میں بڑا متشدد تھا۔عقائد اسلامی میں وہ کسی قسم کی آزادی اور رخنہ اندازی پسند نہ کرتا تھا۔اس کے زمانہ میں عجمیوں کے اثر سے ملحدوں کی ایک جماعت پیدا ہوگئی تھی' جو اپنے عقائد کی اشاعت بھی کرتی تھی اور اس کا اچھا خاصا لٹریچر پیدا ہوگیا تھا۔مہدی نے ان کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر بے دریغ قتل کرایا اور ان کی کتابیں جہاں تک مل سکیں' جلوائیں۔ [3]

علمی خدمات

مذہبی اصلاح کے سلسلہ میں مہدی نے بعض مفید علمی خدمات انجام دیں اور الحاد و زندقہ کے تدارک کے لیے حکما کو مناظرانہ کتابوں کی تالیف کا حکم دیا جس سے علم کلام کی بنیاد پڑی۔ [4] اس طرح اس عظیم الشان فن کی ایجاد کا سہرا جو مسلمانوں کے لیے سرمایہ فخر ہے' مہدی کے سر ہے۔علم کلام کے علاوہ بعض ادبی کتابیں بھی لکھوائیں' چنانچہ مفضل ذبی نے اس کے حکم سے امثال و ایام عرب پر ایک کتاب لکھی۔ [5]

مساوات

وہ اسلامی مساوات کے خلاف کوئی امتیاز بھی پسند نہیں کرتا تھا۔جب سے نماز کی حالت میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا انہوں نے مسجد میں ایک مقصورہ یعنی ایک خیمہ نما حجرہ بنوا لیا

---

[1] مروج الذہب جلد ۶' ص ۲۵۷' ۲۸۵۔ [2] تاریخ الخلفاء ص ۲۷۸۔
[3] ملحدوں کے استیصال کا ذکر دول الاسلام ذہبی و تاریخ الخلفاء سیوطی وغیرہ سب میں ہے۔
[4] تاریخ الخلفاء ص ۲۷۴۔ [5] طبری جلد ۱۰ ص ۵۳۴۔

تھا۔ اسی میں وہ نماز پڑھتے تھے' لیکن بعد میں خلفا نے اظہار تفاخر کے لیے اس کو استعمال کیا اور شان و شوکت کے لیے مسجدوں میں بڑے بڑے منبر رکھوائے۔ یہ دونوں باتیں دین کی سادگی اور مساوات کے خلاف تھیں۔ اس لیے مہدی نے مقصورہ کو تو اٹھوا دیا اور منبروں کو گھٹا کر منبر نبوی کے برابر کر دیا۔ [1]
نماز باجماعت کا بڑا اہتمام تھا۔ سفر میں بھی نماز پنج گانہ جامع مسجد میں ادا کرتا تھا۔ [2]

خشیت الٰہی

اس کا دل خشیت الٰہی سے لبریز تھا۔ مزنہ کی حالت سن کر اس کی گریہ وزاری اور اللہ کے حضور میں اس کی عاجزانہ دعا کا حال اوپر گزر چکا ہے۔ حسن الوصیف کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہوا کا اتنا سخت طوفان آیا کہ معلوم ہوتا تھا کہ حشر بپا ہو جائے گا۔ میں امیر المؤمنین کی تلاش میں نکلا۔ دیکھا تو وہ رخساروں کو فرش خاک پر رکھے دعا میں مصروف ہیں کہ ''الٰہی امت محمد ﷺ کی حفاظت کر' الٰہی ہمارے دشمنوں کو ہماری تباہی پر ہنسنے کا موقع نہ دے۔ اگر میرے گناہوں کی پاداش میں تو نے عالم کو پکڑا ہے تو یہ پیشانی تیرے حضور میں حاضر ہے۔ [3]

محبت رسول ﷺ

مہدی کو ذات نبوی ﷺ سے اتنی عقیدت تھی کہ آپ کی جانب کسی چیز کی جھوٹی نسبت کا بھی بڑا احترام کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک شخص رومال میں ایک جوتا لپیٹ کر اس کے پاس لایا اور کہا کہ یہ حضرت محمد ﷺ کی نعل مبارک ہے۔ آپ کی خدمت میں ہدیہ کے لیے لایا ہوں۔ مہدی نے اسے لے کر بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا اور لانے والے کو دس ہزار درہم انعام عطا کیا' اس کے واپس جانے کے بعد حاضرین سے کہا' میں جانتا ہوں کہ اس جوتے پر رسول اللہ ﷺ کی نگاہ بھی نہیں پڑی' پہننا تو بڑی بات ہے' لیکن میں نے اس کو صرف اس لیے لے لیا کہ وہ شخص کہتا پھرتا کہ میں امیر المؤمنین کے پاس رسول اللہ ﷺ کا جوتا لے گیا اور انہوں نے واپس کر دیا۔ [4]

فیاضی

عباسی خلفا کی تاریخ میں اس سے زیادہ فیاض' دریا دل' بلکہ مسرف دوسرا خلیفہ نہ تھا۔ منصور اپنے زمانہ میں انتہائی کفایت شعاری سے کام لے کر بڑی دولت چھوڑ گیا تھا۔ مسعودی کے بیان کے

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۷۶۔
[2] تاریخ الخلفاء ص ۱۸۱۔
[3] طبری جلد ۱۰ ص ۵۳۰' ۵۳۱۔
[4] تاریخ خطیب جلد ۵ ص ۳۹۴۔

مطابق جواہرات کے علاوہ خزانہ میں ایک کروڑ چالیس لاکھ اشرفیاں اور ساٹھ کروڑ درہم تھے۔ مہدی نے چند دنوں میں یہ ساری دولت اڑا دی۔ آخر میں خزانہ بالکل خالی ہو گیا اور ابوحارثہ خزانچی نے کنجیاں لا کر اس کے سامنے ٹیک دیں کہ خالی خزانہ کے لیے کنجیوں کی کیا ضرورت ہے۔ ❶

اس کی نگاہ میں دولت کی کوئی وقعت ہی نہ تھی۔ بات بات پر روپیہ کی بارش کرتا تھا۔ اس کی فیاضی کے واقعات سے تاریخیں بھری ہوئی ہیں۔ خطیب کا بیان ہے کہ جب منصور کا خزانہ اور اس کے ذخیرے مہدی کے قبضہ میں آئے تو جس قدر مال ظلم و زیادتی سے حاصل کیا گیا تھا' سب واپس کر دیا گیا۔ اپنے اعزہ و اقربا اور دوسرے معززین میں دولت تقسیم کی۔ اپنے خاندان والوں کا فی کس پانچ سو ماہانہ وظیفہ مقرر کیا اور دس دس ہزار یکمشت دیئے۔ ❷

ربیع حاجب کا بیان ہے کہ آخری اموی فرمانروا مروان بن محمد کا جو توشہ خانہ عباسیوں کے قبضہ میں آیا تھا اس کو منصور نے ایک دن کھولا تو اس میں صرف ریشم کے تھانوں کی بارہ ہزار گانٹھیں نکلیں۔ منصور نے ایک تھان نکال کر مجھے دیا کہ اس میں ایک جبہ میرا اور ایک مہدی کا بنا دو۔ میں نے کہا اس میں دو جبے نہیں ہو سکتے۔ اس نے کہا تو پھر میرا ہی جبہ اور ٹوپی قطع کر دو اور مہدی کے لیے دوسرا تھان دینا گوارا نہ کیا اور جب مہدی کے قبضہ میں یہ توشہ خانہ آیا تو اس نے خادموں اور غلاموں میں اس کو تقسیم کر دیا۔ ❸ ایک ایک شاعر کو اس نے پچاس پچاس ہزار اشرفیاں دیں۔ ❹ اسی سے دوسرے مصارف کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ خطیب نے اس کی داد و دہش اور غلط بخشیوں کے بہت سے واقعات نقل کیے ہیں۔ ❺

عیش پرستی

ان خوبیوں کے ساتھ وہ بڑا عیش پرست اور رنگین مزاج تھا۔ اس کا محل حسین عورتوں کا جمالستان تھا' لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اس عیش پرستی کے باوجود وہ امور مملکت سے کبھی غافل نہ ہوا اور اس کے لیے ایوان عیش کی رنگینیاں اور میدان کارزار کی ہولناکیاں دونوں یکساں دلچسپ تھیں۔ وہ عیش بھی کرتا تھا اور امور مملکت پر بھی نگاہ رکھتا تھا اور میدان جنگ میں بھی نکلتا تھا۔ اسی لیے اس کا زمانہ ہر حیثیت سے کامیاب رہا۔

❶ مسعودی جلد ۶' ص ۲۳۳۔ ❷ تاریخ خطیب جلد ۵' ص ۳۹۳۔
❸ تاریخ خطیب جلد ۵' ص ۳۹۳۔ ❹ دول الاسلام ذہبی جلد ۱' ص ۸۷۔
❺ تفصیل کے لیے دیکھو خطیب جلد ۵' ص ۳۹۱ و مابعد۔

موسیٰ بن مہدی الملقب بہ ہادی

(۱۶۹ھ تا ۱۷۰ھ مطابق ۷۸۵ء تا ۷۸۶ء)

مہدی کے بعد اس کا لڑکا موسیٰ تخت نشین ہوا۔ یہ ایک ام ولد خیزران کے بطن سے تھا۔ مہدی کا انتقال سفر کی حالت میں ماسبندان میں ہوا تھا۔ اتفاق سے اس وقت ہادی بھی دارالخلافہ سے دور جرجان کی مہم میں مشغول تھا۔ یحییٰ بن خالد برمکی اور ہارون نے جو سفر میں مہدی کے ساتھ تھے عصا اور خاتم خلافت ہادی کے پاس بھجوادی اور بڑی ہوشیاری کے ساتھ ہادی کی بیعت لے لی۔ بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ مہدی کی وفات کے بعد ماسبندان ہی میں بیعت لی گئی اور بعض لکھتے ہیں کہ ہادی کے بغداد آنے کے بعد یہاں عام بیعت ہوئی اور صفر ۱۶۹ھ میں وہ مسند خلافت پر بیٹھا اور ربیع کو منصب وزارت پر سرفراز کیا۔ اس وقت ہادی کا پچیسواں سال تھا۔

حسین بن علی کا خروج اور قتل

ہادی کے خلیفہ ہونے کے بعد ہی حسین بن علی بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب نے مدینہ میں خروج کیا۔ اس کی تیاری وہ پہلے سے کر رہے تھے اور عراق کے شیعیان علی ان کے ہاتھوں پر بیعت کر کے مجتمع ہو چکے تھے۔ ایک واقعہ سے ان کو میدان میں آنے کا بہانہ مل گیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حاکم مدینہ نے حسن بن محمد، مسلم بن جندب ہذلی اور عمر بن سلام کو نبیذ نوشی کے جرم میں سزا دی اور ان کی تشہیر کرائی۔ حسین بن علی کو معلوم ہوا تو وہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے اور کہا' علمائے عراق نبیذ کو جائز سمجھتے ہیں۔ اس لیے تمہیں ان لوگوں کو سزا دینے کا حق نہیں ہے۔ ان کے اس اعتراض پر عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے نبیذ پینے والوں کو قید کر دیا' پھر حسن بن محمد کو حسین بن علی کی ضمانت پر اس شرط کے ساتھ رہا کر دیا کہ وہ اطمینان کے لیے ان کو وقتاً فوقتاً پیش کرتے رہیں گے' مگر یہ شرط پوری نہ ہو سکی اور حسن بن محمد کہیں غائب ہو گئے۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حسین بن علی اور یحییٰ بن عبداللہ کو بلا کر باز پرس کی۔ انہوں نے کہا وہ تو کہیں غائب ہو گئے۔ عمر نے اس جواب پر سخت الفاظ استعمال کیے۔ یحییٰ کو بھی غصہ آ گیا۔ انہوں نے جھلا کر کہا کہ جب تک تمہارے سامنے ان کو پیش نہ کر دوں گا' اس وقت تک نہ سوؤں گا اور ان کو لا کر تمہارا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔ ان کے واپس آنے کے بعد حسین نے یحییٰ سے پوچھا کہ تم نے اتنی بڑی ذمہ داری کیوں لے لی؟ تمہیں حسن

کہاں ملیں گے؟ تم نے ایسی چیز کے متعلق حلف لیا ہے جو تمہارے بس سے باہر ہے۔ یحییٰ نے کہا میں نے صحیح حلف لیا ہے' میں تلواروں سے اس کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔ ان کی جماعت پہلے سے تیار تھی۔ خروج کا وقت بھی مقرر ہو چکا تھا۔ ❶ چنانچہ ایک دن انہوں نے دارالامارۃ کا محاصرہ کر لیا اور قید خانے توڑ کر قیدی نکال لیے۔ ❷ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مقابلہ کیا مگر اس کو شکست کھا کر پسپا ہونا پڑا۔ حسین کے ساتھیوں نے بیت المال کو لوٹ لیا اور مدینہ میں عام ہنگامہ بپا ہو گیا۔ لوگوں نے اپنے اپنے گھر بند کر لیے۔ پہلے یہ ہنگامہ مدینہ ہی تک محدود تھا' پھر حسین مکہ پہنچے اور اعلان کر دیا کہ ''جو غلام ہمارے ساتھ آ جائے گا وہ آزاد ہے'' اس اعلان پر غلاموں کی بہت بڑی تعداد ان کے ساتھ ہو گئی۔ ❸

آخر میں بڑی مشکلوں سے محمد بن سلیمان اور سلیمان بن منصور نے مقام فخ میں حسین کو شکست دی اور ان کا سر قلم کر کے ہادی کے سامنے پیش کیا۔ سر دیکھ کر وہ بہت برہم ہوا اور کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ کسی طاغوت کا سر لائے ہو۔ اس کا کم سے کم بدلہ یہ ہے کہ تم کو کچھ نہ دیا جائے۔ ❹ مسعودی کا بیان ہے کہ ہادی سر دیکھ کر رو دیا اور کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم کسی ترک یا دیلم کا سر لائے ہو۔ یہ عترت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سر ہے۔ اس کا کمترین بدلہ یہ ہے کہ اس کا کوئی صلہ نہ دیا جائے۔ ❺

حسین بن علی کی شہادت کے بعد ان کے ماموں ادریس بن عبداللہ بن حسن بھاگ کر مغرب پہنچے۔ فارس کے باشندوں نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور وہ یہاں مقیم ہو گئے۔ کچھ دنوں کے بعد انہیں دانتوں کے درد کی شکایت ہوئی۔ مہدی کے ایک غلام ادریس بن شماخ نے جو ادریس بن عبداللہ کو دھوکہ دینے کے لیے ان کے اتباع میں داخل ہو گیا تھا' منجن میں زہر دے دیا۔ اس کے اثر سے وہ مر گئے۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ ہادی کے بعد ہارون رشید کے زمانہ میں یہ واقعہ پیش آیا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے لڑکے ادریس ان کے جانشین ہوئے' جنہوں نے بعد میں ادریسی سلطنت قائم کی۔ ❻

حمزہ بن مالک خارجی کی بغاوت

ابھی علویوں کا ہنگامہ فرو ہوا تھا کہ حمزہ بن مالک خزاعی خارجی نے جزیرہ میں علم بغاوت بلند کیا۔ یہاں کے حاکم منصور بن زیاد نے اس کے مقابلہ کے لیے فوجیں بھیجیں۔ موصل کے علاقہ میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ حمزہ نے شکست دے کر منصور کی فوج کے تمام سامان پر قبضہ کر لیا' لیکن پھر کچھ ہی

---

❶ طبری جلد ۱۰' ص ۵۵۲' ۵۵۳۔ ❷ الفخری ص ۱۷۳۔
❸ ابن اثیر جلد ۶' ص ۳۰' ۳۱۔ ❹ الفخری ص ۱۷۲۔
❺ مروج الذہب جلد ۶' ص ۲۶۷۔ ❻ یعقوبی جلد ۲' ص ۴۸۸' ابن اثیر جلد ۶' ص ۳۱۔

دنوں کے بعد دو آدمی اس کے ساتھ جا کر رہنے لگے اور دھوکے سے قتل کر دیا۔ ❶

رومیوں سے معرکہ آرائی

ہادی کا زمانہ بہت مختصر تھا۔ اس لیے اس کے زمانہ میں بیرونی مہمات کا زیادہ موقع ہی نہ ملا تھا۔ البتہ رومیوں نے حدیثہ پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا' لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد ۱۶۹ھ میں معیوف بن یحییٰ نے انہیں نکال کر حدیثہ کو واپس لے لیا اور رومی علاقہ میں آشنہ تک بڑھتا چلا گیا۔ ❷

ولایت عہد

ہادی کے بعد ہارون ولی عہد تھا۔ ۱۷۰ھ میں ہادی نے اپنے اسلاف کی تقلید میں ہارون کا نام ولی عہدی سے خارج کر کے اپنے لڑکے جعفر کو ولی عہد بنانا چاہا۔ افسران فوج بھی اس کے ساتھ ہو گئے اور انہوں نے اپنی پوری جماعت کو ہارون کی مخالفت پر آمادہ کر لیا۔ اس سے ہادی کو بڑی تقویت ہوئی' چنانچہ اس نے ہارون پر دست برداری کے لیے زور ڈالنا شروع کیا اور اس کو ملکی صلاح و مشورہ سے خارج کر دیا۔

یحییٰ بن خالد مہدی کے زمانہ سے ہارون کا اتالیق اور مشیر کار تھا۔ ہارون کے مخالفین نے ہادی کو سمجھا دیا کہ ہارون کبھی آپ کے فیصلہ کی مخالفت نہ کرتا' یحییٰ اس کو بھڑکاتا ہے۔ ہادی نے یحییٰ سے باز پرس کی۔ اس نے کہا مہدی کے بعد آپ ہی نے مجھ کو ہارون کی خدمت کا حکم دیا تھا اس لیے میں صرف حکم بجا لاتا تھا۔ اس جواب پر ہادی کا غصہ کم ہوا اور اس نے ہارون کو ولی عہدی سے خارج کرنے کے بارہ میں یحییٰ سے مشورہ کیا۔ اس نے کہا اگر آج امیر المؤمنین! امیر المؤمنین مہدی کے نامزد کردہ ولی عہد کو لوگوں کے کہنے سننے سے ولی عہدی سے خارج کر دیں گے تو کل ان کے لیے امیر المؤمنین کے نامزد کردہ ولی عہد کا علیحدہ کر دینا بھی آسان ہوگا۔ ہاں اگر آپ ہارون کے بعد جعفر کو ولی عہد بنانا چاہیں تو یہ ولی عہدی زیادہ پائیدار ہوگی۔ بات معقول تھی۔ ہادی کی سمجھ میں آ گئی۔ اس نے کہا تم سچ کہتے ہو' لیکن افسران فوج اور اس کے ہم خیال جماعت نے پھر ہادی کو بھڑکا دیا' چنانچہ اس نے یحییٰ کو قید کرا دیا۔ یحییٰ نے قید خانے سے کہلا بھیجا کہ امیر المؤمنین سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ ہادی نے اجازت دے دی۔ اس نے آ کر کہا' اگر نصیب اعدا امیر المؤمنین کا سایہ سر سے اٹھ جائے تو کیا امیر المؤمنین کو اس کی امید ہے کہ لوگ نابالغ شہزادے جعفر کی خلافت قبول کر لیں گے؟ اور وہ نماز' حج اور جہاد وغیرہ میں ان کی امارت پسند کریں گے؟ ہادی نے کہا اس میں تو ضرور شبہ

---

❶ ابن اثیر جلد ۶' ص ۳۱۔ ❷ ابن اثیر جلد ۶' ص ۳۱۔

ہے۔ یحییٰ نے کہا ایسی صورت میں کیا آپ یہ خطرہ نہیں محسوس کرتے کہ آپ کے بعض بزرگ اہل خاندان خلافت کے مدعی ہو جائیں اور یہ شرف آپ کے پدر بزرگوار کی اولاد سے ان میں منتقل ہو جائے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اگر امیر المؤمنین مہدی' ہارون کو ولی عہد نہ بھی بنا گئے ہوتے تو بھی آپ کا یہ فرض تھا نہ کہ آپ خود ان کو ولی عہدی سے خارج کر رہے ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ ہارون کی ولی عہدی برقرار رکھیے۔ جعفر کے بلوغ کے بعد میں خود ہارون کو لا کر دست بردار کرا دوں گا۔ ہادی نے یہ مشورہ قبول کر لیا اور یحییٰ رہا کر دیا گیا' لیکن افسران فوج نے پھر اس کو مذبذب کر دیا اور اس نے ہارون کو بلا بھیجا یہ آیا مگر پھر شکار کے بہانہ سے واپس چلا گیا۔ ہادی ہارون سے اتنا بدگمان ہو رہا تھا کہ پھر اس کو طلب کیا۔ اس مرتبہ اس کو آنے میں تامل ہوا' مگر ہادی نے اس پر اتنا زور ڈالا کہ مجبور ہو کر واپس آنا پڑا' لیکن ہارون کی خوش قسمتی سے اس کی واپسی کے کچھ ہی دنوں بعد ہادی کا وقت آخر ہو گیا اور اس کو کسی عملی کارروائی کا موقع نہ مل سکا۔ ❶

وزارت

ہادی کا سب سے پہلا وزیر ربیع بن یونس تھا اور اس کی وزارت کا زمانہ بہت مختصر تھا۔ وزارت کے چند ہی دنوں بعد وہ مر گیا۔ اس کے بعد ابراہیم بن ذکوان حرانی وزیر ہوا۔ یہ ہادی کی طالب علمی کے زمانہ میں اس کے استاد کے ساتھ آیا کرتا تھا۔ اس لیے ہادی اس سے اتنا مانوس ہو گیا تھا کہ بغیر اس کے اس کو چین نہ آتا تھا' لیکن مہدی ہادی سے اس کا ملنا جلنا پسند نہ کرتا تھا۔ اس لیے ہادی کو منع کر دیا تھا لیکن وہ نہ مانا اور ابراہیم کو برابر اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ مہدی نے آخر میں یہاں تک دھمکی دی کہ اگر تم فوراً ابراہیم کو میرے پاس نہ بھیج دو گے تو میں تم کو ولی عہدی سے خارج کر دوں گا۔ اس لیے ہادی نے مجبور ہو کر اس کو مہدی کے پاس بھجوا دیا' لیکن احتیاط کے خیال سے اپنے آدمی ساتھ کر دیئے۔ مہدی ابراہیم پر سخت برہم ہوا اور کہا میں تجھے قتل کر کے رہوں گا' مگر ابراہیم کی خوش قسمتی سے اس وقت مہدی شکار کے لیے پابہ رکاب تھا' اس لیے ابراہیم کو آدمیوں کے سپرد کر کے شکار کے لیے چلا گیا اور پھر اس کو زندہ واپس آنا نصیب نہ ہوا۔ ❷ اور ہادی کی تخت نشینی کے بعد ابراہیم منصب وزارت پر فائز ہوا۔

وفات

ابھی ہادی کو تخت نشین ہوئے کل سوا سال ہوا تھا کہ پیام اجل آ پہنچا اور ربیع الاول ۱۷۰ھ میں

---

❶ ابن اثیر جلد ۶' ص ۳۰' ۳۱۔ ❷ الفخری ص ۱۷۴۔

اس کا انتقال ہو گیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ طبعی موت مرا اور دوسری یہ ہے کہ خود اس کی ماں خیزران نے مروا ڈالا۔ اس کے دو اسباب بیان کیے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ خیزران اپنے شوہر مہدی کے زمانہ میں امور مملکت پر بہت حاوی تھی۔ یہی طریقہ اس نے ہادی کے زمانہ میں بھی قائم رکھنا چاہا' وہ اس کو ناپسند کرتا تھا۔ اس نے کہا کہ آپ کو چرخہ و تلاوت قرآن اور تسبیح سے کام رکھنا چاہیے۔ آپ کیوں امور مملکت میں دخل دیتی ہیں' مگر وہ نہ مانی اور جب ہادی نے سختی سے روکنے کی کوشش کی تو اس نے اس کا کام تمام کرا دیا۔ دوسرا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب ہادی نے ہارون کو ولی عہدی سے دست برداری پر مجبور کرنا شروع کیا اور اسے دھمکایا تو خیزران نے ہادی کی عداوت اور دوسرے بیٹے کی محبت میں اسے ختم کرا دیا' لیکن یہ آخری روایت لائق اعتماد نہیں۔ ابن خلدون بھی اس روایت کو کمزور سمجھتا ہے۔ ❶ عیسیٰ آباد کے باغ میں دفن کیا گیا۔ وفات کے وقت کل ۲۶ سال کی عمر تھی۔ مدت خلافت ایک سال تین مہینے۔

اس میں شبہ نہیں کہ ہادی اور اس کی ماں کے تعلقات کشیدہ تھے' لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اس نے بیٹے کو زہر دے کر مار ڈالا' صحیح نہیں ہے۔ اس نے ماں کو صرف امور مملکت میں مداخلت کرنے سے روکا تھا' لیکن ماں کی عظمت و محبت میں فرق نہیں آنے دیا' جس کی تصدیق خود اس کے مرض الموت کے بیان سے ہوتی ہے۔ جب اس کا وقت آخر ہوا تو ماں کو عفو و تقصیر کے لیے بلا کر کہا کہ میں نے سیاست ملکی کی بنا پر آپ کو امور مملکت میں دخل دینے سے روکا تھا۔ شرعی احکام کی بجا آوری اور نیک کاموں سے نہیں روکا تھا۔ میں آپ کا نافرمان نہیں ہوں' بلکہ حق شناس اور اطاعت گزار فرزند ہوں۔ ❷

اوصاف

ہادی جملہ اوصاف جہاں بانی سے متصف تھا۔ ابن طقطقی لکھتا ہے کہ ہادی بیدار مغز' غیور' فیاض' جری' بہادر' سخت گیر' مجتمع الحواس اور عزم و ہمت کا فرمانروا تھا۔ ❸ سیوطی کا بیان ہے کہ وہ بڑے دبدبہ اور جبروت کا خلیفہ تھا۔ جب وہ نکلتا تھا تو عصا بردار اور سپاہی اس کے آگے آگے ننگی تلواریں اور کنچھی ہوئی کمانیں لے کر چلتے تھے۔ اس کے عمال نے بھی اس کی تقلید کی۔ اس لیے اس کے زمانہ میں اسلحہ عام ہو گیا۔ ❹ پرائیویٹ صحبتوں میں وہ بہت بے تکلف رہتا تھا' لیکن دربار میں آتے ہی رنگ بدل جاتا تھا۔ اس کے رضاعی بھائی حسین بن معاذ بن مسلم کا بیان ہے کہ

---

❶ تفصیل کے لیے دیکھو ابن خلدون جلد ۳' ص ۲۱۷ و ابن اثیر جلد ۶' ص ۳۳ و تاریخ الخلفا ص ۲۸۳۔

❷ مروج الذہب' مسعودی۔ ❸ الفخری ص ۱۷۱۔ ❹ تاریخ الخلفا ص ۲۸۳۔

پرائیویٹ صحبتوں میں میرے دل میں ہادی کی مطلق ہیبت نہ ہوتی تھی اور میں اس کو پچھاڑ کر زمین پر پٹک دیتا تھا' لیکن جب وہ درباری لباس پہن کر ایوان شاہی میں آتا اور میں اس کی پشت پر کھڑا ہوتا تو پھر میں اپنے کو اس کے خوف وہراس اور ہیبت سے نہیں روک سکتا تھا۔ ❶

ہادی بھی باپ کی طرح عیش پرست اور مذہب میں متشدد اور ملحدوں اور زندیقوں کا سخت دشمن تھا' چنانچہ اس نے بھی ان کی بڑی تعداد قتل کی۔ ❷ مانی مذہب کا خاص طور سے بڑا دشمن تھا' چنانچہ اس کو اس نے مٹانے کی بڑی کوشش کی' اگر کچھ دنوں وہ اور زندہ رہ گیا ہوتا تو اس مذہب کا نام ونشان باقی نہ رہتا۔ ❸

ذات نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے محبت وعقیدت:

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذات مبارک سے خاص عقیدت ومحبت تھی۔ ایک مرتبہ ابوالخطاب سعدی شاعر مدحیہ قصیدہ کہہ کر لایا۔ جب یہ شعر سنایا۔

یا خیر من عقدت کفاہ حجزتہ   وخیر من قلوتہ امرھا مضر

تو ہادی نے فوراً ٹوکا کیونکہ اس میں آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا بھی استثنا نہ تھا۔ ابوالخطاب سمجھ گیا اور برجستہ یہ شعر پڑھا:

الا النبی رسول اللّٰہ ان لہ فضلا وانت بذالک الفضل تفتحز

ہادی نے کہا اب تم نے درست کہا اور پچاس ہزار درہم عطا کیے۔ ❹

اسی طریقہ سے ایک مرتبہ ایک شخص نے قبیلہ قریش کو برا بھلا کہا۔ اس سلسلہ میں ذات پاک نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے متعلق بھی گستاخی کی۔ وہ ہادی کے سامنے لایا گیا۔ اس نے علما وفقہا کو جمع کر کے اس کے متعلق فتویٰ لیا اور کہا اس کی سزا کے لیے قریش ہی کی اہانت کافی تھی نہ کہ اس اللہ کے دشمن نے رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بھی اس میں شامل کر لیا' چنانچہ اس کا سر قلم کرا دیا۔ ❺

ہادی کی علمی استعداد بھی اچھی تھی۔ سیوطی کا بیان ہے:

کان فصیحا قادرا علی الکلام ادیبا ❻

رعایا نوازی

❶ طبری جلد ۱۰' ص ۵۵۶۔ ❷ تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۲۸۲۔ ❸ طبری جلد ۱۰' ص ۵۸۸۔
❹ تاریخ الخلفاء ص ۲۸۵۔ ❺ تاریخ خطیب جلد ۱۳' ص ۲۳۔ ❻ تاریخ الخلفاء ص ۲۸۲۔

رعایا پروری میں بھی وہ باپ کے نقش قدم پر تھا۔اس کی سہولت اور دادرسی کے لیے اس نے فضل بن ربیع کو حکم دیا تھا کہ کسی شخص کو میرے پاس آنے سے نہ روکو۔اس سے برکت جاتی رہتی ہے اور میرے سامنے کوئی ایسا معاملہ نہ پیش کرو جو تحقیقات کے بعد غلط نکلے کہ یہ حکمران اور رعایا دونوں کے لیے نقصان دہ ہے۔ ❶

فیاضی

فیاضی اور دریا دلی بھی باپ سے وراثت میں ملی تھی۔طبری اور خطیب نے اس کی فیاضی کے بہت سے واقعات لکھے ہیں۔ ❷

❶ طبری جلد ۱۰ص ۵۸۵۔ ❷ تفصیل کے لیے دیکھو خطیب حوالہ مذکور۔

ہارون بن مہدی الملقب بہ رشید

(۱۷۰ھ تا ۱۹۳ھ مطابق ۷۸۶ء تا ۸۰۹ء)

ہارون ہادی کا حقیقی بھائی اور خیزران کے بطن سے تھا۔ ہادی کی وفات کے بعد اس کی بیعت ہوئی اور ربیع الاول ۱۷۰ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا۔ اس وقت اس کی عمر ۲۲ سال کی تھی۔ تخت خلافت پر متمکن ہونے کے بعد اپنے قدیم محسن اور خیر خواہ یحییٰ بن خالد برمکی کو منصب وزارت پر سرفراز کیا۔ ہارون الرشید کا عہد دولت عباسیہ کا اوج شباب تھا۔ اس نے مسند نشینی کے پہلے سال حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا اور حرمین کے باشندوں پر انعام و اکرام کی بارش کی اور آل علی پر سے قید و بند اٹھا کر ان کو مدینہ میں سکونت کی اجازت دی۔

یحییٰ بن عبداللہ کا خروج

ہارون کے زمانہ میں ملک کے مختلف حصوں میں شورشیں نمایاں ہوئیں' لیکن اس نے بروقت ان کا تدارک کیا اور کوئی انقلاب نہ ہونے پایا۔

۱۷۶ھ میں نفس زکیہ کے بھائی یحییٰ بن عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب نے دیلم میں خروج کیا۔ مشرقی ملکوں کے بہت سے باشندے ان کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے اور چند دن میں ان کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ ہارون الرشید کو فضل بن یحییٰ برمکی کو ان کے مقابلہ میں مامور کرنا پڑا۔ برمکی خاندان اہل بیت کا ہمدرد تھا۔ اس لیے فضل نے لڑنے کے بجائے حسن تدبیر سے یحییٰ کو صلح پر آمادہ کر لیا اور یہ شرط قرار پائی کہ خود ہارون ان کو امان لکھ کر دے گا جس میں قضاۃ' فقہا اور عمائد بنو ہاشم کے دستخط ہوں گے۔ ہارون نے یہ تمام شرطیں مان لیں اور انعام و اکرام سے بھی نوازا' لیکن آخر میں قید کر دیا اور یحییٰ نے قید ہی میں انتقال کیا۔ [1]

دمشق کے مضری اور یمنی قبائل میں جنگ

اسی سنہ میں دمشق کے یمن اور مضر کے قبائل میں عصبیت کی پرانی آگ بھڑک اٹھی اور دونوں میں سخت کشت و خون شروع ہو گیا۔ دمشق کے حاکم عبدالصمد بن علی نے صلح کرانے کی کوشش کی' لیکن یمنی تیار نہ ہوئے اور فریقین کے سینکڑوں آدمی قتل ہوئے۔ اس لیے ہارون نے عبدالصمد کے بجائے

---

[1] ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۴۱ و الفخری ص ۱۷۶۔

ابراہیم بن صالح کو دمشق کا حاکم بنایا' لیکن یہ بھی اس فتنہ کو دبانے میں ناکام رہا اور دو سال تک مسلسل خون کی ندیاں بہتی رہیں۔ یہ صورت دیکھ کر ہارون نے ابراہیم کو بھی ہٹا کر موسیٰ بن عیسیٰ کو دمشق کا حاکم اور ایک سندھی کو فوج کا سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ ان دونوں نے بڑی مشکل سے اس فتنہ کو فرو کیا اور اس کا سرغنہ ابوالہندام باختلاف روایت قتل کیا گیا' یا نکل بھاگا۔ کچھ دنوں کے بعد پھر شورش کے آثار رونما ہوئے' لیکن جعفر بن یحییٰ کے حسن تدبیر سے ابھرنے نہ پائی۔

یمنی اور مضری قبائل کی عصبیت بہت پرانی تھی۔ اس سے مسلمانوں کو بڑا نقصان پہنچا تھا۔ اموی حکومت کے زوال کے اسباب میں ایک سبب ان دونوں قبیلوں کی عصبیت اور جنگ بھی تھی' جو عباسی حکومت کے لیے بھی مضر تھی۔ یہ کشمکش محض حصول امتیاز کے لیے تھی۔ مضری بنی اسماعیل تھے' اس لیے وہ زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں عرب کا مرجع رہے۔ زمانہ جاہلیت میں خانہ کعبہ کی تولیت اسی خاندان میں رہی۔ پھر ظہور اسلام کے بعد نبوت وخلافت وغیرہ سے بھی یہی خاندان سرفراز رہا۔ اس لیے وہ یمنیوں کے مقابلہ میں اپنے کو معزز سمجھتے تھے اور یمنیوں کو گو یہ امتیازات حاصل نہ تھے' لیکن وہ عرب کا قدیم اور تاریخی خاندان تھا' جو صدیوں تک حکومت اور تمدن کا وارث رہا تھا۔ اس لیے وہ اپنے کو بنی اسماعیل سے کم نہ سمجھتا تھا۔ ہارون رشید نے اس رقابت کو بڑے حسن تدبیر سے ختم کر دیا۔ دونوں قبائل کے معززین وسرداروں کو بلا کر ان کی دعوت کی اور ان کو اس ترتیب سے بٹھایا کہ پہلے داہنی جانب ایک مضری سردار کو جگہ دی اور بائیں جانب یمنی کو' پھر دونوں جانب ہر مضری اور یمنی کے بعد ایک ایک مضری اور یمنی کو۔ اس ترتیب سے بٹھانے کے بعد تقریر کی کہ ''اللہ عزوجل نے قریش کو عرب کے درمیان میزان بنایا ہے اور مضر میں ان کا دادھیال اور یمن میں ننھیال بنایا۔ اس لیے جو قریشی بھی یمن کے مقابلہ میں تعصب سے کام لیتا ہے' وہ جہالت کرتا ہے۔ مضریو! میں اس دعویٰ میں تمہارے ساتھ ہوں کہ جب تم اپنے یمنی بھائیوں کے ساتھ کسی کام کے لیے نکلو تو امیر تمہارا ہو' اور یمنیو! میں اس قول میں بھی تمہارے ساتھ ہوں کہ جب میں نے ہر مضری کے پہلو میں یمنی کو اور ہر یمنی کے پہلو میں مضری کو بٹھایا ہے تو مضر کو یمنی پر تقدم حاصل نہیں ہوا۔ مضر یہ کہیں گے کہ مضری کو داہنے جانب اور یمنی کو بائیں جانب بٹھایا گیا ہے اور دائیں سمت بائیں سے افضل ہے' جو ہمارے تقدم کی دلیل ہے' لیکن کل یمنی سرداروں کو داہنے جانب اور مضری سرداروں کو بائیں جانب بٹھایا جائے گا اور دونوں کی نشستیں آئندہ بدلتی رہیں گی۔ ہارون الرشید کی اس تقریر کا دونوں قبائل پر بہت اچھا اثر پڑا اور دونوں مطمئن ہو گئے۔ [1]

[1] شام کے مشہور فاضل کرد علی نے یہ واقعہ اپنی کتاب الاسلام والحضارۃ العربیہ میں نقل کیا ہے۔ غالباً کسی قلمی یا کمیاب مطبوعہ کتاب سے لیا ہے۔ کتاب مذکور جلد ۲' ص ۲۱۲۔

سندھ میں شورش

دمشق کا فتنہ فرو ہی ہوا تھا کہ سندھ کے یمنی اور مضری قبائل میں جنگ شروع ہوگئی۔ ہارون نے یکے بعد دیگرے کئی حکام بھیجے' لیکن سب ناکام رہے اور کئی سال تک کشت وخون کا سلسلہ جاری رہا۔ ۱۸۴ھ میں داؤد بن حاتم مہلبی کو بھیجا گیا۔ اس نے اپنے بھائی مغیرہ کو مامور کیا۔

اس وقت مضریوں نے سندھ پر قبضہ کر کے یمنیوں کو یہاں سے نکال دیا تھا۔ اس لیے جب مغیرہ منصورہ پہنچا تو مضری مزاحم ہوئے' لیکن پھر اس شرط پر اسے شہر میں داخل ہونے کی اجازت دی کہ وہ مضر کے ساتھ تعصب نہ برتے گا اور جو لوگ یہاں سے نکلنا چاہیں انہیں روکا نہ جائے گا۔ مغیرہ نے منظور کر لیا اور بہت سے مضری منصورہ چھوڑ کر چلے گئے' لیکن منصورہ میں داخل ہونے کے بعد مغیرہ نے معاہدہ کے خلاف مضریوں پر سختی شروع کر دی۔ انہوں نے بھی مقابلہ کیا اور مغیرہ کو شکست کھا کر منصورہ چھوڑ دینا پڑا۔ داؤد بن یزید کو اس کی خبر ہوئی تو وہ خود منصورہ پہنچا اور مضریوں کو بے دریغ قتل کر کے منصورہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد اور شہروں کو ان سے چھڑا کر سندھ میں ان کا زور توڑ دیا۔ [1]

دوسری مختلف بغاوتیں

۱۷۷ھ میں موصل میں ایک شخص عطاف نے پورے علاقہ پر قبضہ کر لیا اور دو سال تک قابض رہا۔ ہارون نے اس کے مقابلہ میں بہ نفس نفیس فوج کشی کر کے اس کو شکست دی اور آئندہ بغاوت کے خطرہ سے شہر پناہ تڑوا دی۔ ۱۷۸ھ میں مصر میں قیس اور قضاعہ کے قبائل میں بغاوت پھیلی۔ یہاں کے حاکم اسحاق بن سلمان نے مقابلہ کیا اور ہرثمہ بن اعین والی فلسطین نے مطیع بنا لیا۔

ولید خارجی کا قتل

اسی سنہ میں ولید بن طریف خارجی نے جزیرہ میں خروج کیا اور آرمینیہ اور حلوان وغیرہ پر چھا گیا۔ ہارون رشید نے یزید بن مزید شیبانی کو اس کے مقابلہ میں مامور کیا۔ اس نے جنگ کرنے کے بجائے حسن تدبیر سے قابو میں لانے کی کوشش کی۔ برامکہ یزید کے مخالف تھے۔ انہوں نے رشید سے کہا کہ یزید ولید کا ہم قبیلہ ہے' اس لیے وہ اس سے لڑنا نہیں چاہتا۔ رشید ان کے کہنے میں آ گیا اور یزید کو ایک غضب آلود حکم بھیجا۔ اس حکم پر یزید کو ولید سے جنگ کرنی پڑی۔ ۱۷۹ھ میں ایک خونریز معرکہ کے بعد ولید مارا گیا۔ [2]

---

[1] یعقوبی جلد ۲ ص ۴۹۴۔ [2] ابن اثیر جلد ۶' ص ۴۷۔

افریقی فوج کی بغاوت

۱۷۷ھ میں افریقہ میں بغاوت ہوئی جس کا سلسلہ ۱۸۱ھ تک قائم رہا۔اس کا آغاز اس طرح ہوا کہ ۱۷۷ھ میں ہارون رشید نے فضل بن روح کو افریقہ کا والی بنایا۔اس نے تونس کے علاقہ پر اپنے بھتیجے مغیرہ بن بشر کا تقرر کیا۔مغیرہ ناسمجھ اور ناتجربہ کار تھا۔اس نے فوج کے ساتھ تحقیر آمیز طریقہ اختیار کیا۔اس سے وہ برہم ہوگئی اور فضل سے مغیرہ کی معزولی کا مطالبہ کیا' لیکن فضل نے منظور نہ کیا۔اس کے انکار پر خود فوج نے مغیرہ کو نکال دیا اور فضل کو اطلاع بھیج دی کہ ہم نے مغیرہ کو بغاوت کے خیال سے نہیں بلکہ صرف اس کی بدسلوکی کی وجہ سے نکالا ہے اور اچھے امیر کی اطاعت کے لیے ہر وقت تیار ہیں۔اس پیام پر فضل نے مغیرہ کی جگہ عبداللہ بن یزید کو بھیجا' لیکن فوج کے سرغنہ عبداللہ بن جارود نے سب کو بھڑکا دیا کہ یہ فضل کا فریب ہے۔فی الحال ہم لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے عبداللہ بن یزید کو بھیج دیا ہے۔اس کے بعد وہ تم سے بدلہ لے گا' چنانچہ فوج نے عبداللہ بن یزید کو قتل کر دیا اور فضل کو بھی افریقہ سے نکالنے کا عزم کر لیا اور یہاں کے تمام بڑے اور ممتاز فوجی افسروں اور عہدیداروں کو لکھا کہ فضل نے امیر المؤمنین کے ملک میں فساد برپا کر دیا ہے۔اس لیے ہم لوگ بغاوت پر مجبور ہو گئے ہیں۔ہم کو آپ سے زیادہ کوئی شخص لائق اعتماد اور امیر المؤمنین کا خیر خواہ نظر نہیں آتا۔ہم آپ کی مدد سے فضل کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں' اگر آپ کامیاب ہو گئے تو امیر المؤمنین سے آپ کی امارت کی درخواست کریں گے اور اگر ناکام رہے تو کسی کو اس کی خبر نہ ہونے پائے گی۔اس ترغیب سے افریقہ کے پورے علاقہ کی فوج ساتھ ہوگئی۔فضل نے باغیوں کے مقابلہ کے لیے فوجیں بھیجیں' مگر یہ شکست کھا کر قیروان واپس ہوگئیں اور باغیوں نے تعاقب کر کے قیروان پر قبضہ کر لیا اور ابن جارود نے فضل کو قتل کر دیا اور باغی فوج کا ایک حصہ فضل کے قتل کا مخالف تھا۔اس لیے وہ ابن جارود کے خلاف ہوگیا اور اس کے آدمیوں کو قیروان سے نکال کر خود اس پر قبضہ کر لیا۔ابن جارود اس وقت تونس میں تھا۔اس کو اس کی خبر ہوئی تو فوراً وہاں سے روانہ ہوگیا' لیکن اس کے آتے آتے فوج کا بڑا حصہ قیروان سے منتشر ہو چکا تھا' جو لوگ باقی رہ گئے تھے' ابن جارود نے انہیں شکست دے کر ان کے سرغنہ قتل کر دیئے۔یہ لوگ یہاں سے اربس پہنچے اور یہاں کے حاکم علاء بن سعید کو اپنا سردار بنا کر قیروان واپس آئے۔

اس دوران میں ہارون نے ہرثمہ بن اعین اور یحیٰی بن موسیٰ کو بغاوت فرو کرنے کے لیے افریقہ بھیجا۔باغیوں کے سرغنہ جارود اور ابن فارس عجمی تھے اور یحیٰی کا خراسانیوں پر بڑا اثر تھا۔اس

لیے اس نے ابن جارود سے مقابلہ کرنے کے بجائے اس کو ملانے کی کوشش کی۔ اس نے دھوکہ دینا چاہا۔ یحییٰ کو اندازہ ہو گیا' اس لیے اس نے اسے چھوڑ کر دوسرے سرغنہ ابن فارس کو ملا لیا۔ اس نے ابن جارود کی فوج کے ایک حصہ کو اس سے الگ کر کے خود اس کے مقابلہ میں کر دیا' لیکن عین اس وقت ابن جارود نے ابن فارس کو دھوکے سے قتل کر دیا اور اس کی جماعت منتشر ہو گئی اور یحییٰ طرابلس لوٹ گیا اور یہاں دوبارہ تیاری کر کے ابن جارود کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ ابن جارود میں اس کی تازہ دم قوت کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی' اس لیے محرم ۱۷۹ھ میں اس نے قیروان چھوڑ دیا۔

یہ صورت دیکھ کر علاء بن سعید والی اربس جو پہلے باغیوں کے ساتھ تھا' اپنی کارگزاری دکھانے کے لیے یحییٰ سے پہلے قیروان پہنچ گیا اور ابن جارود کے بہت سے ساتھیوں کو قتل کر دیا اور ہرثمہ بن اعین نے علاء بن سعید اور ابن جارود دونوں کو ہارون الرشید کے پاس بھجوا دیا۔ اس نے علاء کو انعام و اکرام سے نوازا اور ابن جارود کو قید کر دیا اور ربیع الاول ۱۷۹ھ میں قیروان پر قبضہ اور امن و امان قائم ہو گیا اور ہرثمہ نے آئندہ بغاوت کے سدباب کے لیے طرابلس کے گرد شہر پناہ تعمیر کرائی۔ [1]

اس کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد عیاض بن وہب اور کلیب بن جمیع کلبی نے ایک جتھا جمع کیا' لیکن یحییٰ نے اسے منتشر کر دیا اور ہرثمہ نے افریقہ کی شورش پسندی سے گھبرا کر استعفیٰ دے دیا۔ اس کے بعد ہارون نے اپنے رضاعی بھائی محمد بن مقاتل کو افریقہ بھیجا۔ یہ نہایت بدخلق تھا' اس لیے پھر فوج باغی ہو گئی اور مخلد بن مخلد کو اپنا سردار بنا لیا۔ بہت سے شورش پسند بربر اس کے ساتھ ہو گئے' لیکن محمد بن مقاتل نے ان کو شکست دے کر مخلد کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد کچھ دنوں تک سکون رہا۔ ۱۸۳ھ میں پھر تونس میں ایک شخص تمام بن تمیم اٹھ کھڑا ہوا اور محمد بن مقاتل کو شکست دے کر قیروان پر قبضہ کر لیا اور اس شرط پر ابن مقاتل کی جان چھوڑی کہ وہ افریقہ سے نکل جائے' چنانچہ وہ قیروان سے طرابلس چلا گیا۔

ابراہیم بن اغلب والی زاب کو جو تمام کا ہم قبیلہ تھا' اس کی یہ سرکشی بہت گراں گزری اور وہ اس کے مقابلہ کے لیے قیروان پہنچا۔ تمام میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے اس نے قیروان چھوڑ دیا اور ابراہیم نے ابن مقاتل کو بلا کر قیروان اس کے حوالے کر دیا' لیکن یہاں کی رعایا بھی ابن مقاتل کو ناپسند کرتی تھی۔ اس لیے تمام بن تمیم اس امید پر کہ قیروانی اس کی مدد کریں گے پھر قیروان پہنچا' لیکن ابراہیم اور مقاتل دونوں نے مل کر اس کو شکست دی۔ [2]

ابراہیم بن اغلب کی ولایت افریقہ

[1] ابن اثیر جلد ۶' ص ۲۴۵ و ۲۴۶۔ [2] ابن اثیر جلد ۶' ص ۵۰۔

قیروانی ابن مقاتل کے خلاف تھے' چنانچہ تمام کی شکست کے بعد انہوں نے ابراہیم کو مجبور کیا کہ وہ خلیفہ سے افریقہ کی حکومت کی درخواست کرے۔ ابراہیم نے ان کے اصرار پر درخواست کی۔ ابراہیم بڑا مدبر تھا۔ افریقہ کے سابق والی ہرثمہ نے بھی ہارون سے اس کی تعریف کی' چنانچہ ۱۸۴ھ میں افریقہ کی ولایت پر اس کا تقرر ہو گیا۔ اس نے چند دنوں کے اندر تمام شورش پسندوں کا قلع قمع کر دیا اور جتنے مشتبہ لوگ تھے سب کو پکڑ کر دارالخلافہ بھجوا دیا اور افریقہ میں پورا امن وامان قائم ہو گیا۔

قیام امن کے بعد اندرونی انتظامات کی طرف توجہ کی اور قیروان کے پاس ایک شہر شماسہ بسایا۔ دو سال کے بعد ۱۸۶ھ میں ایک شخص حمدیس نے تونس میں علم بغاوت بلند کیا۔ ابراہیم نے اس کی سرکوبی کے لیے عمران کو مامور کیا۔ اس نے حمدیس کو شکست دے کر اس کی جماعت تہ تیغ کر دی۔

اسی زمانہ میں ادریس بن ادریس علوی نے مغرب اقصیٰ میں خروج کا ارادہ کیا' لیکن ابھی یہ فوجیں جمع کر رہے تھے کہ ابراہیم کو اطلاع ہو گئی۔ اس نے ادریس کے داعی بہلول بن عبدالواحد مغربی کو ہدایا وتحائف کے ذریعہ توڑ لیا۔ اس کے الگ ہوتے ہی ادریس کی جماعت منتشر ہو گئی اور اس کو آخر میں مجبور ہو کر ابراہیم کے دامن میں پناہ لینی پڑی۔

اسی زمانہ میں ابراہیم کا ایک خاص آدمی عمران بن مخلد ایک معمولی سی بات پر ابراہیم سے بگڑ کر بغاوت پر آمادہ ہو گیا۔ افریقہ کے بغاوت پسند باشندے اور فوج کا ایک حصہ اس کے ساتھ ہو گیا اور کامل ایک سال تک ابراہیم کا مقابلہ کرتا رہا۔ ایک سال کے بعد ہارون نے دارالخلافہ سے روپیہ بھیجا۔ ابراہیم نے منادی کرا دی کہ سرکاری فوج کی جو سپاہ عمران کے ساتھ ہو گئی ہو وہ آ کر اپنا روپیہ لے لے۔ یہ اعلان سن کر ساری فوج عمران کو چھوڑ کر منتشر ہو گئی اور ابراہیم کی فوج نے آسانی سے اس کو شکست دے دی اور سب کو امان دے کر ان میں روپیہ تقسیم کیا۔ عمران شکست کھانے کے بعد زاب چلا گیا اور افریقہ میں امن وامان ہو گیا اور کئی سال تک قائم رہا۔ [1]

۱۸۹ھ میں طرابلس میں بغاوت پھیلی۔ بربر فطرتاً شورش پسند تھے اور ہمیشہ اپنے والیوں کے شاکی رہتے تھے۔ ابراہیم محض بغاوت کے خطرہ سے ان کی شکایت پر والیوں کو بدل دیا کرتا تھا۔ ۱۸۹ھ میں اس نے سفیان بن المضاء کو طرابلس کا والی مقرر کیا۔ طرابلسی اپنی عادت کے مطابق اس کے بھی خلاف ہو گئے اور اس کو نکال دیا۔ سفیان جامع مسجد میں پناہ گزیں ہوا۔ باغیوں نے اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا اور سفیان کو طرابلس میں آنے کے کل ۲۷ دن کے بعد مجبور ہو کر طرابلس چھوڑ دینا پڑا۔ اس کو نکال دینے کے

[1] ابن اثیر جلد ۶' ص ۵۲۔

بعد باغیوں نے ابراہیم بن سفیان کو والی بنایا۔ اس درمیان میں اہل طرابلس اور بنی ابی کنانہ اور بنی یوسف میں جنگ چھڑ گئی اور سارے طرابلس میں اس کے شعلے بھڑک اٹھے۔ ابراہیم نے فوجیں بھیج کر ان کے سرغناؤں کو پکڑ کر قیروان بلوایا۔ ان لوگوں نے معافی چاہی۔ ابراہیم نے درگزر سے کام لیا اور یہ سب معافی نامہ لے کر طرابلس واپس گئے۔ [1] اس کے بعد پھر کوئی بغاوت نہیں ہوئی۔

خارجی حالات اور فتوحات

ہارون کا عہد بیرونی فتوحات کے لحاظ سے نہایت ممتاز ہے۔ اس کے زمانہ میں رومیوں کے ساتھ خاص طور سے بکثرت معرکہ آرائیاں ہوئیں۔ بعض مہموں میں خود ہارون شریک ہوتا تھا اور بعض میں خاندان شاہی کے معزز ارکان کو افسران بنا کر بھیجتا تھا۔ رومی ممالک پر تقریباً ہر سال فوج کشی ہوتی تھی۔ ۱۸۱ھ میں خود ہارون نے صفصاف کا قلعہ فتح کیا اور اسی سن میں عبدالملک بن صالح ایشیائے کوچک میں انقرہ تک بڑھتا چلا گیا اور مطمورہ فتح کیا۔ ۱۸۷ھ میں قاسم بن رشید نے قرہ کا محاصرہ کیا اور عباس بن جعفر نے حصن سنان کا' یہاں کے باشندوں نے محاصرہ سے گھبرا کر تین سو بیس مسلمان قیدیوں کو جوان کے ہاتھوں میں اسیر تھے' رہا کر کے صلح کر لی۔ [2]

اس سلسلہ کا سب سے اہم معرکہ ایشیائے کوچک پر حملہ ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ قسطنطنیہ کی ملکہ رینی (آیرنی) ہارون رشید کی باجگزار تھی۔ رومیوں نے جب اس کو معزول کر کے نقفور (نیسی فور) کو بادشاہ بنایا' تو اس نے ہارون کو لکھ بھیجا کہ ''ملکہ اپنے بچاؤ کے لیے تم کو رخ کی جگہ استعمال کرتی اور اپنی خلقی کمزوری اور ضعف عقل کی وجہ سے تم کو روپیہ دیتی تھی' حالانکہ تمہیں خود اسے خراج دینا چاہئے تھا۔ اس لیے میرا خط دیکھتے ہی جس قدر رقم تم وصول کر چکے ہو فوراً واپس کر دو ورنہ تمہارا فیصلہ تلوار کرے گی۔'' یہ خط پڑھ کر ہارون جوش غضب سے لبریز ہو گیا اور اسی کی پشت پر یہ جواب لکھ کر واپس کر دیا۔

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' امیر المؤمنین ہارون الرشید کی طرف سے روم کے کتے نقفور کو معلوم ہو کہ میں نے تجھ کافر بچہ کا خط پڑھا تو اس کا جواب آنکھوں سے دیکھے گا۔''

یہ جواب بھیج کر اسی وقت فوجوں کو کوچ کا حکم دے دیا اور ایشیائے کوچک پر حملہ کر کے ہر قلعہ فتح کیا اور بہت سی آبادیاں برباد کر ڈالیں۔ نیسی فور میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی اس لیے اس کو خراج دے کر صلح کرنی پڑی۔ یہ سردی کا زمانہ تھا۔ مسلمان ایشیائے کوچک کی سخت سردی نہ برداشت کر سکتے تھے

[1] ابن اثیر ج ۶' ص ۶۳۔ [2] ابن خلدون ج ۳' ص ۲۲۵۔

اس لیے ہارون کے لوٹتے ہی وہ عہد و پیمان سے پھر گیا۔ ہارون کو راستہ میں اس کی خبر ملی۔ وہیں سے وہ پلٹ پڑا اور ایشیائے کوچک کو پوری طرح پامال کر کے واپس ہوا اور دوسرے سال ۱۸۸ھ میں ابراہیم بن جبرائیل کو بھیجا۔ نیسی فور نے مقابلہ کیا مگر شکست کھائی اور اس کے چالیس ہزار آدمی مارے گئے۔ ❶

یورپین مؤرخین میں لیبان نے اس کا واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ ❷

نیسی فور کی اس بدعہدی کے انتقام میں ہارون نے رومی سلطنت کے مختلف حصوں پر عام یورش شروع کر دی۔ داؤد بن عیسیٰ نے متعدد مقامات فتح کیے۔ شرحبیل بن معن نے حصن صقالیہ اور دلسہ' یزید بن مخلد نے صفصاف اور مقلونیہ کو فتح کیا اور حمید بن معیوف نے سواحل شام اور مصر میں فتوحات حاصل کیں اور سترہ ہزار رومی قید کیے۔ خود ہارون طوانہ کی طرف بڑھا اور اس پیہم یورش سے نیسی فور گھبرا گیا اور جزیہ و خراج دے کر صلح کرنے پر مجبور ہو گیا۔ ان فتوحات کے علاوہ قونیہ اور اناطولیہ کے بعض دوسرے مقامات بھی فتح کیے۔ ❸

شام رومیوں کا بڑا نازک مورچہ تھا۔ اسلامی تسلط کے بعد مسلمان اسی کو مرکز قرار دے کر براہ خشکی اناطولیہ کی طرف بڑھے تھے اور قونیہ و انگورہ پر بھی اسی راستہ سے قابض ہوئے تھے۔ اس لیے رومیوں کو شام واپس لینے کی فکر دامن گیر رہتی تھی' لیکن خشکی کے راستے سے حملہ کا دروازہ بالکل بند تھا' کیونکہ اناطولیہ میں قونیہ تک مسلمان قابض ہو چکے تھے۔ اس لیے وہ بحر روم کے ذریعہ سے شام کے ساحل پر بحری حملے کرتے تھے۔ ہارون نے اس خطرہ کو مٹانے کے لیے سواحل شام پر فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔ قلعے بنوائے اور طرطوس' عین زربہ اور ہارونیہ بسایا اور مصیصہ کو از سر نو مستحکم کر کے ان شہروں میں مسلمان آباد کیے اور دلسہ کے شورش پسندوں کو جلاوطن کیا۔ ❹

ولایت عہد

ہارون کے متعدد اولادیں تھیں۔ ان میں وہ امین اور مامون کو زیادہ مانتا تھا۔ امین کی تربیت فضل نے اور مامون کی جعفر نے کی تھی' لیکن مامون میں امین سے زیادہ صلاحیت تھی اور وہ ہر حیثیت سے امین سے ممتاز تھا۔ ہارون بھی اس کی ذہانت طباعی اور علم کی وجہ سے اس کو بہت مانتا تھا' لیکن امین ہارون کی چہیتی بیوی زبیدہ کے بطن سے تھا اس لیے جب ولی عہد کے تقرر کا وقت آیا تو زبیدہ کی

---

❶ ابن اثیر ج ۶' ص ۶۰' ۶۱' ابن خلدون ج ۳' ص ۲۲۶۔ ❷ تمدن عرب ص ۱۷۲' ۱۷۳۔

❸ ابن اثیر جلد ۶' ص ۶۴۔ ❹ فتوح البلدان ص ۱۷۷' ۱۷۸۔
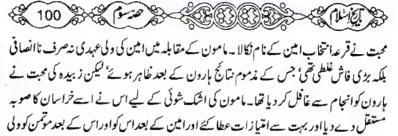
محبت نے قرعہ انتخاب امین کے نام نکالا۔ مامون کے مقابلہ میں امین کی ولی عہدی نہ صرف ناانصافی بلکہ بڑی فاش غلطی تھی' جس کے مذموم نتائج ہارون کے بعد ظاہر ہوئے' لیکن زبیدہ کی محبت نے ہارون کو انجام سے غافل کر دیا تھا۔ مامون کی اشک شوئی کے لیے اس نے اسے خراسان کا صوبہ مستقل دے دیا اور بہت سے امتیازات عطا کئے اور امین کے بعد اس کو اور اس کے بعد مؤتمن کو ولی عہد بنایا اور دونوں بھائیوں سے ایفائے عہد کا تحریری معاہدہ لے کر اس کو عمائد سلطنت کے روبرو خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا۔ [1]

پھر ۱۸۹ھ میں مامون کی دلدہی اور اس کے اطمینان کے لیے رے میں فوجیں' اسلحہ' خزانہ اور خدم وحشم وغیرہ جملہ لوازم شاہی مامون کے نام علیحدہ نامزد کر کے افسران فوج سے اس کی بیعت لی اور قضاۃ اور شہود کو اس پر گواہ بنایا۔ [2]

خاندان برامکہ

ہارون کا زمانہ خلافت عباسیہ کا عہد زریں تھا۔ گو اس کی درخشانی میں خود ہارون کی ذاتی خصوصیات کو بھی بڑا دخل تھا۔ وہ بڑا مخیر' فیاض' علم دوست اور تمدن نواز تھا' لیکن عباسی عہد کی ترقیوں کا سہرا ہارون سے زیادہ اس کے نامور برمکی وزراء کے سر ہے۔ ان کی فیاضیوں' زرپاشیوں' علم نوازی اور تمدن پروری نے ہارونی عہد کو نہ صرف عباسی دور بلکہ تاریخ اسلام کا درخشاں عہد بنا دیا۔ اس نامور خاندان نے اس قدر عروج واقتدار اور عظمت وشان حاصل کی جو بڑے بڑے فرمانرواؤں کو میسر نہ ہوئی' لیکن یہ تاریخ کا نہایت المناک واقعہ ہے کہ ہارونی عہد ہی میں اس پر ایسا زوال آیا کہ اس خاندان کا نام ونشان تک مٹ گیا۔ اس خاندان کا عروج وزوال دونوں ہارونی عہد کے اہم واقعات ہیں اس لیے اس کے ذکر کے بغیر اس عہد کی تاریخ ناقص رہے گی۔ اس خاندان کی مختصر تاریخ یہ ہے:

برامکہ کا جداعلیٰ برمک بلخ کے بدھ مندر نوبہار کا متولی اور پجاری تھا۔ اس لیے خراسانی اس کو بڑی عزت ووقعت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ جب ابومسلم نے خراسان میں عباسیہ کی دعوت شروع کی' تو برمک کا لڑکا خالد بھی اس کے ساتھ ہو گیا۔ یہ بڑا صاحب علم' دانشمند' صائب الرائے' فصیح وبلیغ' عالی ہمت' شجاع اور بہادر تھا۔ اس لیے دعوت عباسیہ کی تبلیغ میں اس سے بڑی مدد ملی اور بعض نازک مواقع پر اس کی فہم وفراست نے ابومسلم کی فوج کو دشمنوں سے بچا لیا۔ عباسی حکومت کے قیام کے بعد جب

---

[1] طبری جلد ۱۱' ص ۲۶۰ ومابعد۔ [2] ابن اثیر جلد ۶' ص ۶۲۔

وزارت کا عہدہ قائم ہوا تو پہلے اس پر ابوسلمہ خلال کا تقرر ہوا۔اس کے بعد سفاح نے خالد کو اس کی عقل وفراست اور گزشتہ خدمات کے صلہ میں اس منصب پر ممتاز کیا۔ ❶ سفاح کے بعد منصور کے ابتدائی عہد میں بھی وہ کچھ دنوں تک وزیر رہا۔ پھر منصور نے ابوایوب کو قلمدان وزارت سپرد کر دیا اور خالد فارس کی ولایت پر بھیج دیا گیا۔ابوایوب کو خالد کی عقل وفرزانگی سے خطرہ تھا کہ وہ کسی نہ کسی دن اس کو منصب وزارت سے ہٹا دے گا۔اس لیے وہ ہمیشہ خالد کو منصور کی نگاہ سے گرانے کی کوشش میں لگا رہتا تھا۔اس میں وہ کامیاب ہو گیا‘ چنانچہ ایک بے بنیاد اطلاع پر منصور نے اس کو فارس سے واپس بلا لیا اور اس کے ذمہ خراج کی ایک خطیر رقم نکالی۔خالد کے پاس اتنا بھی نہ تھا کہ وہ معمولی سی رقم ادا کر سکتا۔اس کے ہوا خواہوں نے اپنے پاس سے یہ رقم جمع کی۔ہارون کی ماں خیزران نے بھی ایک قیمتی ہیرا دیا۔منصور کو اس کا علم ہوا تو اسے خالد کی برأت کا یقین ہو گیا اور اس نے رقم کا مطالبہ چھوڑ دیا اور ابوایوب کو سخت شرمندگی اٹھانی پڑی۔اس ناکامی کے بعد اس نے ایک نصرانی کو ایک بڑی رقم دے کر منصور کے سامنے پیش کرا دیا کہ خالد نے اس کے پاس یہ روپیہ جمع کروایا تھا۔یہ ایک ایسی تدبیر تھی کہ منصور پھر متذبذب ہو گیا اور اس نے خالد سے دوبارہ باز پرس کی۔اس نے حلفیہ لاعلمی ظاہر کی۔اس قسم پر منصور کو شک ہوا۔اس نے نصرانی سے کہا‘ اگر تم خالد کو دیکھو تو اس کو پہچان لو گے۔اس نے کہا ہاں۔خالد اس کے سامنے ہی موجود تھا۔منصور نے نصرانی سے کہا خالد تو تمہارے پاس موجود ہے۔اس گرفت پر نصرانی نے گھبرا کر اصل واقعہ بیان کر دیا۔اس کے بعد پھر کبھی منصور نے خالد کے بارہ میں ابوایوب کی باتوں کا اعتبار نہ کیا۔ ❷

یحییٰ

۱۶۳ھ میں خالد کا انتقال ہو گیا۔اس کا لڑکا یحییٰ باپ کے تمام اوصاف وکمالات کا وارث اور عباسی دربار سے متوسل تھا۔منصور کے عہد سے لے کر ہادی کے زمانہ تک مختلف اوقات میں متعدد خدمتیں اس کے سپرد ہوئیں۔ان سب کو اس نے خوش اسلوبی سے انجام دیا اور اپنی کارگزاری سے دربار میں بڑا رسوخ پیدا کر لیا۔مہدی نے اس کو ہارون کا اتالیق مقرر کیا تھا۔ہادی کے زمانہ میں بھی وہ اس خدمت پر مامور رہا۔ہارون میں جو کمالات تھے وہ سب اسی کے فیض تربیت کا نتیجہ تھے۔ہارون نے فضل کی ماں یعنی یحییٰ کی بیوی کا دودھ پیا تھا اور ہارون کی ماں خیزران نے فضل کو دودھ پلایا

❶ ابن خلکان جلد ۲‘ ص ۲۴۳۔ ❷ کتاب الوزراء والکتاب جہشیاری ص ۱۰۴‘ ۱۰۵۔

تھا۔اس لیے یحییٰ ہارون کا رضاعی باپ بھی تھا اور وہ اس کو باپ ہی کہتا تھا۔یحییٰ بھی ہارون کو اپنے لڑکے کی جگہ سمجھتا تھا اور ہر موقع پر اس کا خیر خواہ رہا اور ہر طرح کے خطرات برداشت کر کے ہادی کو ہارون کی ولی عہدی کی منسوخی سے باز رکھا۔اس کی خاطر جیل بھی گیا۔ہارون کو اس احسان کا پورا احساس تھا' چنانچہ جب وہ خلیفہ ہوا تو اس نے کہا کہ ابا! آپ ہی کی برکت' احسان اور حسن تدبیر نے آج مجھ کو اس مقام پر پہنچایا ہے اس لیے میں اس صلہ میں آپ کو تمام سپید و سیاہ کا مالک بناتا ہوں اور قلمدان وزارت اس کے حوالہ کر دیا' چنانچہ ہارون کے ابتدائی عہد میں تمام امور مملکت اسی کے حکم سے انجام پاتے تھے۔ہارون اس میں کچھ دخل نہ دیتا تھا۔ [1]

فضل

یحییٰ کے چار لڑکے تھے۔فضل' جعفر' موسیٰ اور محمد۔ان چاروں میں کچھ نہ کچھ خصوصیات تھیں' لیکن فضل اور جعفر نے اپنے اوصاف و کمالات کی وجہ سے زیادہ ناموری حاصل کی۔فضل سب میں بڑا اور خاندانی اوصاف کا حامل تھا۔فیاضی اور سیر چشمی میں خاندان میں کوئی اس کے ہمسر نہ تھا' چونکہ ہارون اور فضل دونوں نے ایک دوسرے کی ماں کا دودھ پیا تھا اس لیے ہارون کو اس سے زیادہ تعلق تھا اور وہ اسے بھائی کہتا تھا' چنانچہ اس نے اس کو مختلف مناصب پر مامور کیا اور وہ مختلف اوقات میں خراسان اور شروان وغیرہ کا حاکم رہا۔ابتدائی زمانہ میں فضل کو سیر و شکار اور دوسرے تفریحی مشاغل سے زیادہ دلچسپی تھی۔نامہ نگاروں نے ہارون الرشید کو اس کی اطلاع دی۔اس نے یہ خط یحییٰ کو دے دیا۔یحییٰ نے اس کو نہایت بلیغ نصیحتیں لکھ بھیجیں۔اس کا یہ اثر ہوا کہ فضل نے بے کار مشاغل چھوڑ دیئے اور اس کا سارا وقت دفتری کاموں میں صرف ہونے لگا اور اس کی توجہ سے خراسان کا نظام بہت بہتر ہو گیا۔اسی زمانہ میں اس نے وہاں بکثرت مساجد' حوض اور سرائیں تعمیر کرائیں۔ہارون اس کی اس خوشگوار تبدیلی سے بہت خوش ہوا اور جب عراق میں یہ دونوں ملے تو ہارون نے شعرا سے اس کی شان میں قصائد کہلائے۔رفتہ رفتہ اپنے حسن خدمات کی وجہ سے وزارت میں دخیل ہو گیا اور اپنے باپ یحییٰ کی نیابت کرنے لگا۔ہارون نے اس کو امین کا اتالیق بھی مقرر کیا۔رفتہ رفتہ وزارت کے سارے کام اس کے ہاتھوں میں آ گئے اور یحییٰ برائے نام وزیر رہ گیا۔اس نے اپنے زمانہ عروج میں ہزاروں انسانوں کو مالا مال کر دیا۔کوئی سائل اس کے در سے ناکام واپس نہ ہوتا تھا۔اس کے عہد میں سخاوت و

---

[1] ابن خلکان جلد ۲ ص ۲۴۳۔

فیاضی میں اس کا کوئی مقابل نہ تھا۔ اپنے دشمنوں تک کے ساتھ سلوک کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ابوالہول حمیری نے اس کی ہجو لکھی۔ پھر کچھ دنوں کے بعد اس کے پاس سائل کی حیثیت سے آیا۔ اس نے کہا کس منہ سے مجھ سے ملنے آئے ہو؟ اس نے کہا اسی منہ سے جس سے اللہ تعالیٰ سے ملوں گا' حالانکہ آپ کے گناہ اس کے گناہ کے مقابلہ میں بہت کم ہیں۔ اس جواب پر فضل بے ساختہ ہنس پڑا اور اس کو انعام واکرام دے کر واپس کیا۔

جعفر

یحییٰ کا دوسرا لڑکا جعفر تھا۔ یہ مجموعی حیثیت سے اپنے تمام بھائیوں پر فائق تھا۔ قاضی ابو یوسف کے دامن علم میں اس کی تعلیم ہوئی۔ خاندان برامکہ میں اس سے زیادہ بلند مرتبہ' عالی ہمت اور دبدبہ و شکوہ کا کوئی شخص نہیں تھا۔ فصاحت و بلاغت اور ادب و انشاء میں اس کو اتنا کمال حاصل تھا کہ ایک ایک رات میں ہزار ہزار توقیعات لکھ ڈالتا تھا۔ اپنی ذہانت طباعی اور خوش مزاجی سے ہارون کے مزاج میں بہت رسوخ حاصل کر لیا تھا اور وہ اس کو فضل سے بھی زیادہ ماننے لگا تھا۔ دربار میں اس سے زیادہ کسی کی عزت نہ تھی۔ فضل کو جو اپنے رسوخ کی وجہ سے وزارت پر حاوی ہو گیا تھا' آخر میں جعفر کے لیے جگہ خالی کرنی پڑی۔ ہارون کو جعفر سے غیر معمولی انس تھا۔ اسے کوئی صحبت اس کے بغیر پر لطف معلوم نہ ہوتی تھی اور یکجائی میں بھی اتنی قربت ہوتی تھی کہ مخصوص صحبتوں میں دونوں ایک ہی کپڑا اوڑھتے تھے۔ جس زمانہ میں فضل امین کا اتالیق مقرر ہوا تھا اسی زمانہ میں جعفر کو مامون کی اتالیقی سپرد ہوئی تھی۔ گو مامون میں ترقی اور بڑائی کی فطری صلاحیت تھی' لیکن جعفر کی تربیت کو بھی اس کے سنوارنے میں بہت کچھ دخل تھا۔ جعفر ۱۸۶ھ میں افریقہ کی حکومت پر مامور ہوا اور ترقی کرتے کرتے وزارت کے عہدہ جلیلہ تک پہنچا۔ ہارون رشید چونکہ فضل کو بھی مانتا تھا اور فضل سب بھائیوں میں بڑا بھی تھا۔ اس لیے جب اس نے فضل سے جعفر کی طرف وزارت منتقل کرنے کا ارادہ کیا تو صاف حکم نہیں دیا' بلکہ یحییٰ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ بھائی فضل کی انگوٹھی جعفر کو پہنا دوں۔ فضل کنایہ سمجھ گیا اور خود جعفر کے لیے مسند وزارت خالی کر دی۔ جعفر نے اپنے زمانہ وزارت میں اتنا عروج حاصل کر لیا کہ سلطنت کا مدار تمام تر اس پر ہو گیا تھا۔ ہارون رشید کو برائے نام دخل رہ گیا تھا۔ یہی غلبہ اور اقتدار برامکہ کی تباہی کا باعث ہوا۔ یحییٰ کے باقی دو لڑکوں محمد اور موسیٰ نے فضل اور جعفر کے مقابلہ میں کوئی خاص ناموری نہیں حاصل کی۔ البتہ موسیٰ شجاعت اور بہادری میں ممتاز تھا۔ [1] ہارونی عہد کی تمام علمی و فنی

[1] جعفر اور فضل کے تمام حالات ابن خلکان' کتاب الوزراء والکتاب اور الفخری سے ماخوذ ہیں۔

اورتمدنی ترقیاں زیادہ تر برامکہ ہی کے فیض کا نتیجہ تھیں' لیکن یہ تاریخ کا نہایت افسوس ناک واقعہ ہے کہ وہ خاندان جس نے مدتوں اس شان کی وزارت کی جس کی مثال تاریخ اسلام میں مشکل سے ملے گی اور جس نے اپنے عہدوزارت میں عباسی تہذیب کو تماشا گاہ عالم بنادیا۔اس کے زوال کی داستان دوسروں کیلئے سامان عبرت ہے۔

زوال برامکہ کی غلط روایات

مؤرخین نے برامکہ کے زوال کے اسباب مختلف لکھے ہیں اور متاخرین نے جعفر وعباسہ کی لغو اور مہمل داستان کو افسانہ بنا کر اسے اور بدنما کر دیا ہے۔اس کی تردید میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور اب اہل نظر کی نگاہ میں یہ واقعہ افسانہ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔اس پر زیادہ لکھنا بے کار ہے۔تاہم چونکہ ہارونی عہد کی تاریخ بغیر اس پر کچھ لکھے ہوئے ناقص رہ جاتی ہے اس لیے اس کی تردید میں صرف چند شہادتیں پیش کی جائیں گی۔

قدیم تاریخوں خصوصاً ان تاریخوں میں جو عباسیوں کے حالات میں زیادہ مستند ہیں' اس واقعہ کا کہیں اشارہ بھی نہیں ملتا' چنانچہ تاریخ اسلام کے سب سے قدیم مؤرخ ابن قتیبہ المتوفی ۲۷۶ھ نے اپنی کتاب میں کہیں اس کا ذکر نہیں کیا' بلکہ مہدی کی اولاد کی تفصیل کے سلسلہ میں لکھتا ہے کہ ہارون نے عباسہ کی پہلی شادی محمد بن سلیمان عباسی سے کی تھی۔اس کی موت کے بعد دوسرا عقد ابراہیم بن صالح بن علی سے کر دیا۔ [1] اس کتاب کا مصنف زوال برامکہ کے کل ۲۵ سال بعد پیدا ہوا اس لیے اس کی شہادت اس باب میں سب سے زیادہ معتبر ہے۔قریب قریب اسی زمانہ کا دوسرا مؤرخ محمد بن عبدوس جہشیاری ہے' جس نے اپنی کتاب ''کتاب الوزراء والکتاب'' میں عباسی حکومت خصوصاً ہارونی عہد اور برامکہ کے حالات نہایت وضاحت سے لکھے ہیں۔یہ بھی اس واقعہ کا کوئی تذکرہ نہیں کرتا۔یہ نادر کتاب ویانا میں عکسی چھپی ہے۔محمد بن عبدوس کا زمانہ تیسری صدی کا آخر اور چوتھی صدی کا اول ہے۔

اس کے بعد اس عہد کے تیسرے نامور مؤرخ احمد بن داؤد دینوری المتوفی ۲۸۱ھ نے بھی اپنی کتاب اخبار الطوال میں اس واقعہ کا کہیں ذکر نہیں کیا۔اسی عہد کا چوتھا مؤرخ احمد بن ابی یعقوب بن واضح جو عباسی کا تب بھی تھا' تاریخ یعقوبی میں اس واقعہ کا ذکر نہیں کرتا۔قدیم مؤرخین میں سب سے پہلے طبری نے یہ واقعہ لکھا ہے۔گو طبری مستند مؤرخ ہے' لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہے کہ وہ ایک واقعہ کے متعلق جس قدر مستند اور غیر مستند روائتیں ہوتی ہیں' بلا اظہار رائے سب کو نقل کر دیتا ہے۔کسی پر

[1] معارف ابن قتیبہ ص ۱۳۰۔

نقد و تبصرہ نہیں کرتا' چنانچہ اس نے منجملہ اور واقعات کے جعفر و عباسہ کا واقعہ بھی مختصر الفاظ میں نقل کر دیا ہے' لیکن اس میں کوئی حاشیہ آرائی اور فسانہ طرازی نہیں ہے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ طبری کا زمانہ اول الذکر مؤرخین کے مقابلہ میں برامکہ کے بہت بعد میں ہے اور اتنی مدت میں ایک واقعہ کیا کیا شکلیں اختیار کر سکتا ہے۔
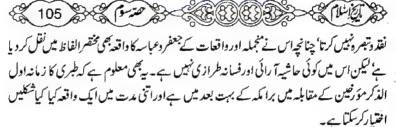
طبری کے بعد ابن اثیر اور ابوالفداء کی تاریخوں میں یہ واقعہ ملتا ہے' لیکن ابن اثیر طبری کا اور ابوالفداء ابن اثیر کا خلاصہ ہے' اس لیے یہ بھی گویا طبری کا بیان ہے۔ سب کے آخر میں ابن خلدون کا نمبر آتا ہے۔ گو یہ بھی اپنے پیش رو مؤرخین کا خوشہ چین ہے' لیکن محض مقلد نہیں ہے۔ ہر واقعہ کے متعلق تحقیقی رائے رکھتا ہے اور ان کو فلسفہ تاریخ کی کسوٹی پر جانچتا ہے۔ اس لیے اس کی رائے مشتبہ واقعات کی تصدیق اور تردید میں زیادہ صائب مانی جاتی ہے۔ اس لیے اس واقعہ کے متعلق بھی اس کی رائے زیادہ صحیح اور محققانہ ہوگی۔

اس نے مقدمہ کے اس باب میں جہاں مؤرخین کے مغالطہ اور اوہام میں مبتلا ہونے کے اسباب پر بحث کی ہے۔ وہاں اس نے بے اصل مگر مشہور واقعات کے سلسلہ میں جعفر و عباسہ کے افسانہ پر تنقید کر کے اس کو بے بنیاد قرار دیا ہے' چونکہ یہ بحث لمبی ہے اس لیے ہم اس کو قلم انداز کرتے ہیں۔ جو صاحب دیکھنا چاہیں وہ مقدمہ ابن خلدون ص ۱۰ تا ۱۶ میں ملاحظہ فرمائیں۔

زوال برامکہ کے حقیقی اسباب

شخصی حکومتوں کی تاریخ میں یہ نیا واقعہ نہیں ہے کہ بادشاہ وقت کو جس شخص پر اعتماد ہوتا ہے اس کو وہ ابتدا میں حکومت کے تمام سیاہ و سپید کا مالک بنا دیتا ہے اور جب وہ رفتہ رفتہ اپنے حدود سے بڑھ کر تمام امور سلطنت پر حاوی ہو جاتا ہے اور بادشاہ اس کے مقابلہ میں اپنے کو بے بس اور مسلوب الاختیار پاتا ہے اس وقت وہ اس کے گرانے کی کوشش کرتا ہے۔ برامکہ بھی اس بے عنوانی کا شکار ہوئے۔ یحییٰ ہارون کا رضاعی باپ تھا' اسی نے اس کو سلطنت دلوائی تھی۔ اس لیے ہارون نے اس کو مختار جزو کل بنا دیا تھا۔ فضل اور جعفر وزارت میں اس کے دست راست تھے' پھر جب یحییٰ بوڑھا ہوا تو پہلے فضل' پھر جعفر کے ہاتھ میں قلمدان وزارت آیا' تو ان کی زر پاشیوں اور ارباب علم کی قدر دانیوں نے کل رعایا کو ان کا گرویدہ بنا دیا۔ ہارون محض نام کا بادشاہ رہ گیا تھا عملاً بادشاہت برامکہ کے ہاتھ میں تھی۔ اس عروج نے اس کو اتنا خودسر بنا دیا تھا کہ ہارون کے احکام کی مطلق پرواہ نہ کرتے تھے اور یہاں تک نوبت پہنچ گئی تھی کہ اگر ہارون کو خزانہ سے معمولی رقم کی ضرورت ہوتی تو آسانی سے ملنا مشکل

ہو جاتا تھا۔ ❶ درآنحالیکہ خود برامکہ محض نمود ونمائش کے لیے بے دریغ روپیہ لٹاتے تھے۔ اپنے حاشیہ نشینوں اور قرابت داروں کو بڑے بڑے انعام دیتے تھے۔ شعرا اور سائلین پر خلعت اور انعام واکرام کی بارش کرتے تھے۔ ممالک محروسہ کے تمام عمدہ علاقوں اور جاگیروں پر وہ قابض ہو گئے تھے۔ ❷

ہارون رشید کی برہمی کا دوسرا سبب یہ تھا کہ برامکہ عباسیوں کے حریف مقابل اور ان کے مخالف ائمہ اہل بیت کرام کے ساتھ نہ صرف حسن سلوک سے پیش آتے تھے' بلکہ ہارون کے علی الرغم ان کے ساتھ عقیدت رکھتے تھے۔ یحیٰی بن عبداللہ نفس زکیہ کے بھائی حکومت کے باغی تھے۔ رشید نے ان کو گرفتار کرا کے قید کرنے کے لیے جعفر کے حوالہ کیا۔ اس نے ان کو چھوڑ دیا۔ فضل بن ربیع کو جو برامکہ کا سخت دشمن تھا' اس کی خبر لگ گئی۔ اس نے ہارون سے کہہ دیا۔ دوسرے دن جب جعفر دربار میں آیا تو ہارون نے پوچھا' یحیٰی کیا حال ہے؟ اس نے کہا امیر المؤمنین وہ اب تک قید خانہ میں بند ہے۔ اس نے کہا سچ کہتے ہو؟ اس مکرر سوال پر جعفر تاڑ گیا کہ ہارون کو اس کی خبر ہو گئی۔ عرض کی آقائے من وہ امیر المؤمنین کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے اس لیے میں نے ان کو چھوڑ دیا۔ ہارون نے جواب دیا۔ اچھا کیا میں بھی ان کو چھوڑنا چاہتا تھا' لیکن جب جعفر چلا گیا تو ہارون نے کہا میں تجھ کو قتل کر کے چھوڑوں گا۔ ❸ صرف یہی ایک واقعہ نہیں ہے' بلکہ عجمیت کی وجہ سے عام طور پر برامکہ کا سلوک اہل بیت کے ساتھ ایسا ہی تھا' گو اخلاقی نقطہ نظر سے یہ کوئی قابل اعتراض فعل نہیں شمار کیا جا سکتا' بلکہ اسے مستحسن ہی کہا جائے گا' لیکن بنی عباس کی سیاست کے بالکل خلاف تھا اس لیے اس سے ہارون کی برگشتگی میں اور اضافہ ہوا۔

برامکہ کے اثر واقتدار نے ہارون کو نہ صرف مسلوب الاختیار کر دیا تھا' بلکہ رعایا بھی انہی کو بادشاہ سمجھنے لگی تھی۔ سلطنت کے تمام عمائد ہارون کو چھوڑ کر ان کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ سلاطین اور وزراء ہدایا وتحائف براہ راست برامکہ کے پاس بھیجتے تھے۔ خراج کی کل رقم انہی کے پاس آتی تھی اور انہی کے قبضہ میں رہتی تھی۔ ❹ جسے وہ ہر طرح کے جائز وناجائز اخراجات میں صرف کرتے تھے اور ہارون رشید کے ضروری اخراجات کے لیے بھی مشکل سے رقم نکلتی تھی۔ برامکہ کے ایک ایک محل پر دو دو کروڑ درہم صرف ہو جاتے تھے۔ ❺ حکومت کے تمام بڑے اور معزز عہدوں کی کتابت' قیادت اور حجابت وغیرہ پر برامکہ نے اپنے خاندان والوں کو بھر دیا تھا۔ ان حالات نے ایک طرف ہارون رشید کے دل میں ان کی جانب سے بدگمانی پیدا کر دی' دوسری طرف دوسرے عباسی متوسلین میں ایک

---

❶ مروج الذہب جلد ۶' ص ۳۶۳ مطبوعہ یورپ۔ ❷ مقدمہ ابن خلدون ص ۱۳۔

❸ طبری جلد ۱۱' ص ۶۷۰۔ ❹ مقدمہ ابن خلدون ص ۱۳۔ ❺ ابن اثیر جلد ۶' ص ۵۸۔

جماعت ان کے خلاف ہو گئی جس نے ہارون رشید کو ان کے خلاف ورغلانا شروع کر دیا۔ جس میں خود جعفر کے ننہالی رشتہ دار بھی تھے۔ [1] لیکن ہارون رشید پر برامکہ کا اثر غالب تھا کہ ابتدا میں اس نے ان شکایتوں کی جانب توجہ نہ کی' مگر پھر ان کی خودسری نے ہارون رشید کے دل میں بھی رفتہ رفتہ یہ بات جمادی کہ یہ سب اس کو عضو معطل بنا کر سلطنت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ایک نفسیاتی مسئلہ ہے کہ محض نقطہ نظر کے بدل جانے سے وہ شئے جو کبھی ممدوح معلوم ہوتی ہے مذموم نظر آنے لگتی ہے۔ اس کا یہ عبرت انگیز واقعہ سننے کے لائق ہے کہ دجلہ کے ساحل پر قصر شاہی کے بالمقابل برامکہ کے محلات وقصور تھے۔ ہارون کے طبیب خاص بختیشوع کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہارون رشید کے پاس گیا۔ اس وقت برامکہ کے محل کے سامنے سوار و پیادہ حاجتمندوں کا ہجوم تھا۔ ہارون رشید نے کہا اللہ تعالیٰ یحییٰ کو جزائے خیر دے اس نے مجھ کو کتنی زحمتوں سے بچا کر عیش و آرام کا موقع دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر جانے کا اتفاق ہوا تو پھر وہی منظر تھا' لیکن ہارون برامکہ سے بدظن ہو چکا تھا۔ اس مرتبہ اس نے یہ منظر دیکھ کر کہا کہ اللہ تعالیٰ یحییٰ سے سمجھے' حکومت کا مختار کل بن گیا ہے اور میرا صرف نام رہ گیا ہے۔ [2]

برامکہ کا قتل وحبس

غرض مذکورہ بالا اسباب کی بنا پر برامکہ کے آفتاب پر زوال آ گیا اور ۱۸۷ھ میں ہارون نے جعفر کو قتل کرا دیا اور یحییٰ اور فضل قید محن میں ڈلوا دیئے گئے۔ خاندان برامکہ میں محمد بن خالد کے سوا کوئی فرد قید کی مصیبت سے نہ بچا۔ ان کے محلات' باغات' جائیدادیں' نقد وجنس' غرض کل اثاثہ ضبط کر لیا گیا۔ یحییٰ اور فضل دونوں باپ بیٹے جیل کے مصائب اور سختیاں جھیلتے جھیلتے بالترتیب ۱۹۰ھ اور ۱۹۳ھ میں نہایت بے کسی کے عالم میں مرے۔ یا برامکہ کا وہ اقبال تھا کہ بڑے بڑے امرا و عمائد ان کی آستان بوسی کو فخر سمجھتے تھے' ان کی زر پاشیوں نے دجلہ کے بالمقابل سونے اور چاندی کا دریا بہا دیا تھا۔ ان کا محل فقیروں اور مسکینوں کا ملجا و ماویٰ تھا۔ علما اور شعرا اور دوسرے ارباب کمال ان کی فیاضیوں سے مالا مال تھے' یا یہ ادبار آیا کہ جعفر کی ماں عبادہ جس کی خدمت میں چار چار سو کنیزیں رہتی تھیں' عین عید کے دن پھٹے پرانے کپڑوں میں محمد بن عبدالرحمٰن امام مسجد کوفہ کے گھر معمولی امداد کے لیے نظر آتی ہے اور اس کے پاس بکری کی دو کھالوں کے سوا جن میں سے ایک اوڑھتی اور ایک بچھاتی ہے اور کچھ نہیں ہے۔ [3] جعفر کے قتل کے بعد ہارون کی مسرتوں کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ اس کے بعد پھر کبھی اس کے چہرہ پر خوشی کی جھلک نظر نہ آئی اور وہ ہمیشہ ان کے غم میں سوگوار رہا۔

[1] مقدمہ ابن خلدون ص ۱۶۔ [2] الفخری ص ۱۹۰۔ [3] مروج الذہب جلد ۶' ص ۴۰۶۔

وفات

برمکی خاندان کی تباہی کے چند ہی برسوں بعد اس کا بھی وقت آخر ہو گیا۔ ۱۹۳ھ میں اس نے ایک مہم میں خراسان کا سفر کیا۔ طبیعت پہلے سے کچھ ناساز تھی' جرجان پہنچ کر زیادہ خراب ہو گئی۔ اس لیے طوس لوٹ آیا۔ علاج معالجہ سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ جب زندگی سے مایوس ہو گیا تو خود اپنی قبر کھدوائی اور اس میں قرآن پڑھوایا اور جمادی الثانی ۱۹۳ھ میں طوس کے غربت کدہ میں انتقال کیا۔ اس وقت ۴۷ سال کی عمر تھی' مدت خلافت ۲۳ سال۔

ہارونی عہد کی خصوصیات

ہارون رشید دولت عباسیہ کا گل سرسبد اور اس کا عہد عباسی حکومت کا دور زریں تھا۔ اس کے زمانہ میں دولت عباسیہ علمی' تمدنی' سیاسی ہر حیثیت سے اوج کمال پر پہنچ گئی۔ بیت الحکمت جس سے عباسی حکومت میں علوم وفنون کا دروازہ کھلا' اسی کے زمانہ میں قائم ہوا۔ عربی اور ایرانی تمدن کی آمیزش سے ایک ایسا دو آتشہ اور بوقلمون تمدن پیدا ہوا جو اس دور کے اسلامی تمدن کا معیار بن گیا۔ ابن طقطقی نے اس کے دور خلافت کی خصوصیات پر یہ مختصر مگر جامع تبصرہ کیا ہے: اس کا دور حکومت بہترین تھا۔ اس کے زمانہ میں حکومت کا بڑا وقار تھا۔ اس میں بڑی رونق اور بڑی بھلائیاں تھیں۔ اس کی سلطنت کا رقبہ بڑا وسیع تھا۔ دنیا کے بڑے حصہ سے خراج آتا تھا۔ والی مصر اس کا ایک عامل تھا۔ اس کے دربار میں جتنے علما' شعرا' فقہا' قضاۃ' کاتب' ندیم اور گویے جمع ہوئے' وہ کسی خلیفہ کے دربار میں نہ تھے۔ وہ ان میں سے ہر ایک کو انعام دیتا اور بڑے بڑے مدارج پر پہنچاتا تھا۔ وہ خود بھی بڑا فاضل' شاعر' اخبار و آثار و اشعار کا راوی اور صحیح المذاق تھا۔ خواص اور عوام سب کے دلوں میں اس کی ہیبت تھی۔ [1]

ہارونی عہد میں سلطنت نہایت مضبوط' ملک شاد آباد' خزانہ معمور تھا اور رعایا مرفہ الحال اور فارغ البال تھی۔ اس کو رعایا کی اصلاح و بہبود کی اتنی فکر رہتی تھی کہ وہ بہ نفس نفیس اس کے حالات کی جستجو کرتا تھا۔ اس کی جستجو کے واقعات نے افسانے کی شکل اختیار کر لی ہے' لیکن افسانے حقیقت سے خالی نہیں۔ اپنے زمانہ میں اس نے حکومت کے استحکام' عدل وانصاف کے قیام اور رعایا کی فلاح کے بہت سے کام انجام دیے۔ گو اسلامی خلافت کے ضوابط اور اسلامی اصول حکمرانی قرآن مجید اور احادیث نبوی میں موجود ہیں اور عہد رسالت اور خلافت راشدہ کے زمانہ میں ان پر عمل ہوتا رہا' لیکن اموی دور سے ان

---

[1] الفخری ص ۱۷۷۔

میں بے عنوانی شروع ہوگئی تھی جو عباسی دور میں بھی قائم تھی۔عموماً عمال پر کوئی احتساب نہ تھا۔خراج کی تحصیل وصول میں سختی برتی جاتی تھی۔شرعی محاصل کے علاوہ اور بہت سی ناجائز آمدنیاں لی جاتی تھیں۔ہارون رشید نے اس کی اصلاح کے لیے قاضی ابو یوسف سے خراج کا قانون مرتب کروایا' جو آج بھی کتاب الخراج کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے' اگرچہ یہ کتاب دراصل خراج وصدقات وجزیہ وغیرہ محاصل حکومت کے قانون پر ہے' لیکن اس میں حکومت اور رعایا کے تعلقات کی نوعیت' ذمی اور مسلمان رعایا کے حقوق وفرائض' حکومت کے عمال اور عہدہ داروں کے اختیارات' ان کے فرائض' ان کی نگرانی وغیرہ اسلامی اصول حکمرانی کے متعلق بہت سی مفید ہدایات ہیں۔اس کے جستہ جستہ اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں' جس سے ہارونی عہد کی اصلاحات کا اندازہ ہوگا۔کتاب کا آغاز اس تمہید کے ساتھ کیا گیا ہے۔

''امیر المؤمنین نے رعایا سے ظلم کے ازالہ اور اس کی فلاح و بہبود کے لیے خراج' عشور' صدقات اور جزیہ پر ایک جامع کتاب لکھنے کا حکم دیا ہے۔اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین کو ان امور سے متعلق اس کے فرائض کی تکمیل کی توفیق دے۔امیر المؤمنین کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی ذمہ داری سپرد کی ہے۔اس کا ثواب بھی بہت بڑا ہے اور عذاب بھی بہت بڑا۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس امت کا ذمہ دار بنایا ہے اور اس کے ذریعہ آپ کو آزمائش میں مبتلا کیا ہے۔کوئی عمارت جس کی بنیاد تقویٰ پر نہ ہو قائم نہیں رہ سکتی۔اللہ تعالیٰ اس کو اس کے بنانے والے پر گرادیتا ہے۔اس لیے اس امت اور رعایا کی جو ذمہ داری آپ کے سپرد کی گئی ہے' اس کو ضائع نہ کیجئے۔عمل میں اللہ تعالیٰ قوت عطا فرماتا ہے اور آج کا کام کل پر نہ اٹھا رکھیئے' اگر آپ نے ایسا کیا تو اس کو ضائع کردیا۔موت انسان کی آرزوؤں سے زیادہ قریب ہے۔اس لیے عمل میں جلدی کیجئے۔موت کے بعد پھر عمل کا موقع نہیں ہے۔بادشاہوں کو اپنے رب کے بارے میں وہی چیز پیش کرنا ہوگی جو چرواہا اپنے مالک کی خدمت میں واپس کرتا ہے یعنی (رعایا) اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس چیز کا والی بنایا ہے' اس میں حق وانصاف کو قائم کیجئے' اگرچہ تھوڑی دیر ہی۔قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ خوش قسمت وہ راعی ہوگا' جس کے ذریعہ اس کی رعایا کو خوش بختی حاصل ہوئی ہو۔کج روی اختیار نہ کیجئے' ورنہ رعایا بھی سیدھی راہ سے ہٹ جائے گی۔خواہش نفس کی تعمیل اور غصہ کی بنا پر مواخذہ کرنے سے بچیئے۔جب آپ کے سامنے ایسے دو امور آئیں جن میں سے ایک میں دنیا کا بھلا ہو اور دوسرے میں آخرت کا تو آخرت والے امر کو اختیار کیجئے۔دنیا فانی اور آخرت پائیدار ہے۔اللہ تعالیٰ کا خوف ہمیشہ نگاہ میں رکھیئے۔اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں قریب وبعید سب کو برابر سمجھئے اور اس بارہ میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کا خوف

نہ کیجئے۔ خوف دل سے ہوتا ہے' زبان سے نہیں۔ تقویٰ اختیار کیجئے' وہ احتیاط سے حاصل ہوتا ہے۔ جو شخص اللہ کے لیے تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ اس کو بچاتا ہے۔

مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ خراج کے عمال اپنی جانب سے ایسے تحصیلداروں کو بھیجتے ہیں جو ظلم کرتے اور ناجائز مال وصول کرتے ہیں۔ اس خدمت پر صالح اور پاک دامن لوگوں کو مقرر کرنا چاہیے۔ جب اس پر آپ کسی عامل کا تقرر کیجئے اور وہ اپنی جانب سے کسی امین دیانتدار اور معتبر آدمی کو یہ خدمت سپرد کرے تو اس کو اس آمدنی سے مقررہ دستور کے مطابق مناسب معاش دی جائے' لیکن وہ اتنی زیادہ نہ ہو جس میں صدقات کی کل آمدنی ہی ختم ہو جائے۔

جو شخص اس خدمت پر مامور کیا جائے' اس کو فقیہ' عالم اور امین ہونا چاہیے اور اس کو اہل الرائے سے مشورہ کرنا چاہیے۔ عموماً ان کے تقرر میں احتیاط نہیں کی جاتی' بلکہ جو شخص چند دنوں تک کسی والی کے در سے چمٹ جاتا ہے اس کو مسلمانوں کی گردن پر سوار کر دیا جاتا ہے' خواہ اس کے اخلاق' پاک دامنی اور سلامت روی کا کوئی علم نہ ہو۔

خراج کے عمال کے تقرر میں اس کا لحاظ ضروری ہے کہ وہ ظالم اور خراج ادا کرنے والوں کی تحقیر و تذلیل کرنے والے نہ ہوں۔ ان کی عام پالیسی نرم' لیکن خفیف سختی آمیز ہونی چاہیے' مگر اس طرح کہ کسی شخص پر ظلم و زیادتی نہ ہونے پائے۔ مسلمانوں کے ساتھ نرمی' نافرمانوں کے ساتھ سختی' ذمیوں کے ساتھ عدل' مظلوم کے ساتھ انصاف' ظالم پر درشتی اور عام لوگوں سے درگزر کا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔

والی خراج کی جانب سے جو ظلم و زیادتی بھی ہوگی وہ بالائی حکم (خلیفہ کا حکم) پر محمول کی جائے گی اور ماتحتوں کے لیے سند جواز سمجھی جائے گی' اگر ان میں سے کسی ایک کو پوری سزا دی جائے گی تو دوسروں پر اس کا اثر پڑے گا اور وہ ڈریں گے' ورنہ سب جری ہو جائیں گے اور خراج دینے والوں پر زیادتی اور ان سے ناجائز مال وصول کریں گے۔ اس لیے جب کسی عامل یا والی پر ظلم' رعایا کے مال میں خیانت' فئی کے مال میں حرام خوری یا بدکرداری ثابت ہو جائے تو اس کو اس کے عہدہ پر برقرار رکھنا' اس سے مدد لینا' رعایا کے کسی معاملہ میں اس کو مختار بنانا اور حکومت کے معاملات میں شریک کرنا حرام ہے۔ اس کو ایسی عبرت ناک سزا دینی چاہیے جس سے دوسروں کو سبق ہو اور آئندہ ایسے کاموں کی جرأت نہ کریں۔

مجھ کو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ سرکاری خبر رساں اور پرچہ نگار خبروں میں بے احتیاطی کرتے ہیں اور حکام اور رعایا کے جن حالات سے ان کو واقف اور باخبر ہونا چاہیے' اس سے بے توجہی کرتے ہیں۔ رعایا کے معاملات میں حکام کے ساتھ ہو جاتے ہیں اور ان کی زیادتیاں اور صحیح خبریں چھپاتے ہیں۔ ایسا بھی

ہوتا ہے کہ جو والی اور عمال ان کو راضی نہیں رکھتے ہیں' ان کے متعلق غلط خبریں دیتے ہیں۔ ان امور کی پوری تحقیقات ضروری ہے۔ اس جگہ کے لیے ہر شہر اور آبادی کے عادل اور ثقہ لوگوں کا انتخاب کرنا چاہیے اور بیت المال سے ان کو تنخواہ ملنی چاہیے۔ کسی غیر عادل خبر رساں کی اطلاع کو قبول نہ کرنا چاہیے۔ اس کا اہتمام ضروری ہے کہ خبر رساں رعایا اور حکام کی کوئی خبر نہ چھپانے پائیں اور نہ اس میں اپنی جانب سے کوئی اضافہ کریں۔ ایسا کرنے والوں کو سزا دی جائے۔ قضاۃ' والیوں اور دوسرے عہدہ داروں پر خبر رسانوں کی نگرانی ضروری ہے' لیکن جب تک وہ عادل اور ثقہ نہ ہوں' ان کی بھیجی ہوئی اطلاعیں قبول نہ کی جائیں۔ [1]

ان اقتباسات سے اس کا پورا اندازہ ہو جاتا ہے کہ حکومت کے نظم اور عدل و انصاف کے قیام کے تمام اساسی اصول اس میں آ گئے ہیں۔ ہارون رشید نے ان اصولوں کو اپنا راہنما بنایا' چنانچہ خراج کی تحصیل وصول میں سختی کو یک قلم موقوف کر دیا۔ [2] سواد کے علاقہ میں خراج کی مقررہ شرح سے زیادہ جو دسواں حصہ لیا جاتا تھا' اس کو بند کر دیا۔ [3] عمال کے تقرر کے وقت ان کو عدل و انصاف کی ہدایت کرتا۔ [4] ظالم اور خائن عمال کو نہایت عبرت انگیز سزا دیتا۔

ایک نامور اور مقتدر عباسی امیر علی بن عیسیٰ کے جور و ظلم سے مسلمان اور ذمی اور ادنیٰ و اعلیٰ سب عاجز تھے۔ وہ خراسان کے اعیان و عمائد تک کی تذلیل و تحقیر کرتا تھا اور سب سے ناجائز روپیہ وصول کرتا تھا' لیکن ہارون رشید کو خوش رکھتا تھا۔ اس لیے اس کو اس کی زیادتیوں کی خبر نہ ہونے پاتی تھی' لیکن جب اس کے مظالم حد سے بڑھ گئے اور ہارون رشید کے پاس پیہم اس کی شکائتیں بھیجیں تو اس نے بڑی ذلت کے ساتھ علی بن عیسیٰ کو معزول کر کے اس کی جگہ ہرثمہ بن اعین کا تقرر کیا۔ (طبری میں اس کی پوری تفصیل ہے) [5]

علی بن عیسیٰ کو معزولی اور ہرثمہ بن اعین کو تقرر کا جو پروانہ لکھا تھا اس سے ہارون کی سیاست پر پوری روشنی پڑتی ہے۔ اس لیے اس کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے۔

> ''میں نے تمہارا مرتبہ بڑھایا' تمہارا نام بلند کیا' سرداران عرب کو تمہارے نقش قدم پر چلایا' سلاطین عجم کی اولاد میں تمہارا رشتہ قائم کیا اور ان کو تمہارا تابع فرمان بنایا۔ اس کا بدلہ تم نے یہ دیا کہ مجھ سے عہد شکنی کی' میرے احکام کو پس پشت ڈال کر ملک میں فتنہ و

---

[1] یہ ٹکڑے کتاب الخراج میں متفرق مقامات پر ہیں۔ ہم نے ان کو ایک جگہ نقل کر دیا ہے۔

[2] یعقوبی ج ۲' ص ۵۰۱۔ [3] ابن اثیر جلد ۶' ص ۳۹۔

[4] ابن اثیر جلد ۶' ص ۳۹۔ [5] طبری جلد ۱۱ ص ۷۰۲' ۷۰۳' ۷۱۳' ۷۱۴۔

فساد برپا اور رعایا پر ظلم کیا اور اپنی بدکرداری' حرص وطمع اور خیانت سے اللہ اور اس کے خلیفہ کو ناراض کیا۔ اس لیے میں نے تم کو معزول کر کے ہرثمہ بن اعین کو خراسان کا والی بنایا ہے اور اس کو حکم دیا ہے کہ وہ تم پر تمہاری اولاد' تمہارے کاتبوں اور ماتحت عہدہ داروں پر سختی کر کے تم سے ایک ایک درہم وصول کر لیں اور مسلمانوں اور ذمیوں سے تم نے جس قدر مال ناجائز حاصل کیا ہے' اس کو حاصل کر کے اس کے مستحقین کو واپس کر دیں اور اگر تم اور تمہارے متعلقین اس میں مزاحمت کریں تو تازیانہ کی سزا دی جائے۔ تم لوگ ان سب سزاؤں کے مستحق ہو جو عہد توڑنے اور ظلم و زیادتی کرنے والوں کے لیے ہیں۔ تم اللہ' خلیفہ' مسلمان اور ذمی سب کے مجرم ہو۔''

اور ہرثمہ کو لکھا

''میں تم کو خراسان اور اس کے تمام ماتحت علاقوں کا حاکم مقرر کرتا ہوں اور تم کو اللہ کے خوف' اس کی اطاعت' اس کے احکام کی رعایت اور ان کی حفاظت کا حکم دیتا ہوں۔ جملہ امور میں کتاب اللہ کو اپنا راہنما بناؤ۔ اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھو۔ مشتبہ امور میں خود فیصلہ نہ کرو بلکہ دین کے واقف کاروں اور کتاب اللہ کے عالموں سے پوچھو اور علی بن عیسیٰ اور اس کے متعلقین کے پاس حکومت' عام مسلمانوں اور ذمیوں کا جس قدر ناجائز مال ہو اس کو وصول کر کے ان کے مستحقین کے پاس پہنچا دو اور مجرمین کو موٹے کپڑے پہنا کر میرے پاس بھیج دو۔ میں نے اس حکم میں اپنے نفس کی خواہش کے مقابلہ میں (ہارون رشید علی بن موسیٰ کو بہت مانتا تھا) اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور دین کی حرمت کو بہت ترجیح دی ہے۔ اس لیے تم بھی اس کی تعمیل کرو اور جن جن اضلاع سے تمہارا گزر ہو وہاں کے حکام کے ساتھ ایسا طرز عمل اختیار کرو کہ وہ تم سے متوحش' مشتبہ اور خوف زدہ نہ ہوں۔ خراسان کے سرحدی علاقہ کے باشندوں کی خواہش کو پورا کرو۔ ان کی معذرت قبول کر کے ان کو امان دو (سرحدی علاقے کے باشندے علی بن عیسیٰ کے ظلم و جور کی وجہ سے حکومت سے آمادۂ بغاوت ہو گئے تھے) اور ایسا طرز عمل اختیار کرو جس سے اللہ تعالیٰ' خلیفہ اور رعایا سب کی خوشنودی اور رضامندی حاصل ہو۔'' [1]

[1] طبری نے ان احکام کو مفصل لکھا ہے۔ ہم نے صرف ضروری خلاصہ نقل کیا ہے۔ تفصیل کیلئے دیکھو جلد ۱۱ ص ۱۹۰' ۱۹۱۔

علمی خدمات اور علما و اصحاب علم کی قدر دانی

علم و فن اور علما و اصحاب کمال کا قدر دان اور سرپرست اور بے کسوں اور حاجتمندوں کا ملجیٰ و ماویٰ تھا۔ فیاضی اور سیر چشمی میں وہ اپنے پیش روؤں سے بڑھ گیا تھا۔ خطیب کا بیان ہے کہ ہارون فیاضی اور داد و دہش کے علاوہ اخلاق و عادات میں منصور کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتا تھا اور مانگنے پر اور بے مانگے دونوں حالتوں میں بڑے گراں قدر عطیے دیتا تھا۔ کوئی شخص جس کو اس سے ادنیٰ تعلق بھی تھا اس کے در سے محروم نہیں رہا۔ علما و اصحاب کمال سے رغبت' فقہ و فقہا اور شعر و شعرا سے محبت رکھتا تھا اور ادب و ادبا کی عظمت کرتا تھا۔ ❶

علما کا جس قدر احترام کرتا تھا' اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ اس نے ایک مرتبہ ایک نابینا عالم ابو معاویہ ضریر کی دعوت کی اور خود ان کے ہاتھوں پر پانی ڈالا اور ابو معاویہ سے پوچھا' آپ کو معلوم ہے کہ کون آپ کے ہاتھ پر پانی ڈال رہا ہے؟ ابو معاویہ نابینا تھے' ان کو اندازہ نہیں ہو سکا تھا' بولے "نہیں" ہارون نے کہا میں نے خود یہ خدمت انجام دی ہے۔ اس دور کے علما بھی علم کی اتنی عظمت کرتے تھے۔ ابو معاویہ نے اس پر کسی ممنونیت کا اظہار نہیں کیا' بلکہ یہ جواب دیا کہ ہاں آپ نے علم کی عزت کے لیے ایسا کیا۔ ❷ وہ پہلا خلیفہ ہے جس نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سماع حدیث کے لیے مدینہ کا مخصوص سفر کیا۔ ❸

اس کی علما نوازی اور علم پروری کے بہت سے واقعات ہیں۔ دولت عباسیہ میں علم و فن کا آغاز ابو جعفر منصور نے کیا۔ ہارون نے اس کو اور زیادہ ترقی دی اور بیت الحکمۃ کے نام سے تالیف و تراجم کا ایک ادارہ قائم کیا اور اس میں بیش قرار تنخواہوں پر علما و مترجمین مقرر کر کے ان سے یونانی' فارسی اور دوسری زبانوں کی متعدد مفید کتابیں ترجمہ کرائیں۔ ❹

اس کا دربار ہر صنف کے اصحاب کمال کا مرکز تھا۔ اس کے تمام وابستگان دولت اور متعلقین خاص اپنے اپنے اوصاف میں منتخب روزگار تھے۔ خطیب کا بیان ہے کہ ہارون کے پاس جیسا نورتن جمع تھا اور کسی فرمانروا کو میسر نہ آیا۔ اس کے وزیر برامکہ تھے۔ اس کے قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اس کا درباری شاعر مروان بن ابی حفصہ جیسا قادر الکلام تھا جو اپنے زمانہ کا جریر شمار کیا جاتا تھا۔ اس کا ندیم عباس بن محمد تھا۔ اس کا حاجب فضل بن عباس جیسا مرجع الخلائق تھا۔ اس کا مغنی ابراہیم موصلی جیسا

---

❶ تاریخ خطیب جلد ۱۴' ص ۷۔ ❷ تاریخ خطیب جلد ۱۴' ص ۸۔ ❸ تاریخ الخلفاء ص ۲۹۷۔

❹ تفصیل کے لیے دیکھو اخبار الحکماء ص ۶۹ اور طبقات الاطباء جلد اول ص ۱۷۵۔

یگانہ روزگار گویا تھا۔ اس کی بیوی ام جعفر (زبیدہ) جیسی مخیّر خاتون تھی، جس نے نیکی اور رفاہ عام کے بہت سے کام انجام دیئے۔ [1]
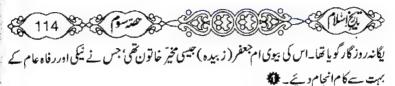
ہارون کی خوش قسمتی سے اس کو وزراء بھی ایسے ملے تھے جو کسی فرمانروا کو مشکل سے میسر آ سکتے ہیں۔ برمکی خاندان نہ صرف عباسی وزارت میں بلکہ دنیا کی تاریخ میں اپنے اوصاف و کمالات اور کارناموں میں ممتاز ہے۔ وہ ہارون سے بھی زیادہ علم دوست، علما نواز، بلند نظر، خوش مذاق، مخیّر اور فیاض تھے۔ ان کا آستانہ ہر صنف کے اصحاب کمال کا مرجع تھا۔ انہوں نے جو کارنامے انجام دیئے اور عباسی حکومت کو علم و تمدن کے جس درجہ تک پہنچایا، اس کی تفصیل کے لیے مستقل کتاب درکار ہے۔ ان کے دور وزارت کے متعلق ابن طباطبا کا یہ اجمالی تبصرہ بالکل صحیح ہے:

"برامکہ کا دور وزارت جبین دہر کا نور اور زمانہ کے سر کا تاج تھا۔ ان کے مکارم ضرب المثل تھے۔ وہ دنیا کا مرجع آمال تھے اور لوگ کھنچ کھنچ کر ان کے آستانہ پر آتے تھے۔ دنیا نے اپنی ساری نعمتیں ان کے سامنے سجا دی تھیں۔ یحییٰ اور اس کے لڑکے انجم تاباں"

اس لیے سیوطی کے بقول ہارون رشید کا پورا دور سراسر خوبی تھا اور اس کا ہر روز روز عید اور ہر شب، شب برأت معلوم ہوتی تھی۔ اس کے دور کی تمام ترقیوں کا حال کتاب کے آخر میں آئے گا۔

اخلاق و سیرت

وہ مجموعہ اوصاف تھا۔ اس میں متضاد اوصاف جمع تھے۔ ایک طرف اس کی زندگی بڑی پرشکوہ رنگین اور عیش پرستانہ تھی۔ اس کی رنگینیوں نے عباسی تہذیب کو تماشا گاہ عالم بنا دیا تھا، دوسری طرف وہ بڑا دین دار اور پابند شریعت، علم دوست اور علما نواز تھا، لیکن اس کی رنگینی کی داستانوں میں اس کی زندگی کا مذہبی رخ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

خطیب اور طبری کا بیان ہے کہ وہ محرمات کی عزت کرتا تھا۔ روزانہ سو رکعت نفل پڑھتا تھا۔ ایک ہزار درہم روزانہ خیرات کرتا تھا۔ اکثر حج کرتا تھا اور سو علما اور فقہا کو اپنے ساتھ لے جاتا تھا۔ جس سال خود نہ جا سکتا اس سال تین سو آدمیوں کو نقد و جنس کے ساتھ بھیجتا۔ حج میں بڑی الحاح و زاری سے دعائیں مانگتا، مناسک حج ادا کرتے وقت آنکھوں سے آنسو رواں رہتے تھے۔ [2]

جہاد کا شوق اور شہادت کا بڑا ولولہ رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ محدث ابو معاویہ نے اس سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری آرزو ہے کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا

---

[1] تاریخ خطیب جلد ۱۴، ص ۶ و طبری جلد ۱۱، ص ۴۰-۷۴۱۔ [2] خطیب جلد ۱۴۔

جاؤں' پھر مارا جاؤں۔ یہ حدیث سن کر روتے روتے ہارون کی ہچکی بندھ گئی۔ اس ولولہ کا یہ اثر تھا کہ پابندی سے وہ ایک سال حج کرتا تھا اور ایک سال جہاد میں شریک ہوتا تھا۔ ❶

رسول اللہ ﷺ کی محبت سے سرشار تھا۔ جب اس کے سامنے آپ کا نام مبارک لیا جاتا تو صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ سیدی کہتا۔ ایک مرتبہ ابومعاویہ نے ایک حدیث بیان کی۔ ایک شخص نے اس پر اعتراض کیا۔ ہارون جوش غضب سے لبریز ہو گیا اور کہا یہ شخص زندیق ہے' رسول اللہ ﷺ کی حدیث پر اعتراض کرتا ہے اور اسی وقت تلوار منگوائی' ابومعاویہ نے سمجھا بجھا کر غصہ ٹھنڈا کیا۔ ❷

علما اور صلحا کی صحبت بہت مرغوب تھی۔ مشہور محدث سفیان ثوری اور مشہور زاہد فضیل بن عیاض اور ابن سماک سے بڑی عقیدت رکھتا تھا۔ ان سے درخواست کر کے پند و نصائح سنتا۔ ایک مرتبہ ابن سماک سے نصیحت کی درخواست کی۔ انہوں نے فرمایا اللہ سے ڈر اکر جس کا کوئی شریک نہیں اور اس پر یقین رکھ کہ کل تجھے اللہ کے روبرو جانا ہے اور وہاں تجھے دو مقاموں میں سے ایک مقام اختیار کرنا ہے جس کے علاوہ تیسرا مقام نہیں ہے۔ یہ مقام جنت و دوزخ ہے۔ یہ سن کر ہارون رشید اتنا رویا کہ داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ یہ حالت دیکھ کر ہارون کے حاجب فضل بن ربیع نے کہا' سبحان اللہ امیر المؤمنین کے جنت جانے میں بھی کوئی شبہ ہے۔ وہ اللہ کے حقوق ادا کرتے ہیں' اس کے بندوں کے ساتھ عدل کرتے ہیں' اس کے صلہ میں انشاء اللہ ضرور جنت میں جائیں گے۔ ابن سماک نے ہارون سے فرمایا۔ امیر المؤمنین اس دن فضل تیرے ساتھ نہ ہوگا' اس لیے اللہ سے ڈرتا رہ اور اپنے نفس کی دیکھ بھال رکھ۔ یہ سن کر ہارون پھر زار زار رو دیا۔ ❸

ایک مرتبہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے حسین چہرے والے تو اس امت کا ذمہ دار ہے۔ تجھی سے اس کی باز پرس ہوگی۔ یہ نصیحت سن کر ہارون زار و قطار رویا۔ منصور بن عمار کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں تین آدمی رقیق القلب تھے۔ خشیت الٰہی سے جن کی پلکوں پر آنسو رکھے رہتے تھے۔ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ' ابوعبدالرحمٰن زاہد رحمۃ اللہ علیہ اور ہارون رشید۔ ❹

ایک مرتبہ ابن سماک کے سامنے ہارون نے پینے کے لیے پانی مانگا۔ خادم نے حاضر کیا۔ ابن سماک نے ہارون سے پوچھا' اگر یہ پانی روک دیا جائے تو اس کو حاصل کرنے کے لیے کتنی قیمت تک میں خرید و گے؟ اس نے کہا نصف سلطنت کے عوض۔ جب ہارون پانی پی چکا تو پھر پوچھا کہ اگر یہ پانی

---

❶ الفخری ص ۱۷۵۔ ❷ تاریخ خطیب جلد ۱۴' ص ۷۔
❸ طبری جلد ۱۱' ص ۵۰۴۔ ❹ تاریخ خطیب جلد ۱۴' ص ۸۔
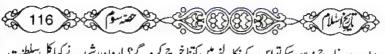
بدن سے خارج نہ ہو سکے تو اس کے نکالنے میں کتنا خرچ کرو گے؟ ہارون رشید نے کہا کل سلطنت۔ ابن سماک بولے جس سلطنت کی قیمت ایک چلو بھر پانی ہو اس کے لیے جھگڑنا نہ چاہیے۔ یہ حکیمانہ نصیحت سن کر ہارون رو دیا۔ [1]

ہارون کے ان اوصاف کی وجہ سے فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ جیسا زاہد اس سے محبت کرتا تھا' چنانچہ وہ فرماتے تھے کہ لوگ اس شخص کو ناپسند کرتے ہیں' لیکن مجھے یہ بہت محبوب ہے۔ [2]

[1] تاریخ طبری جلد ۱۱' ص ۱۹۳۔ [2] تاریخ خطیب جلد ۱۴' ص ۱۲۔

محمد الامین بن ہارون

(۱۹۳ھ تا ۱۹۸ھ مطابق ۸۰۹ء تا ۸۱۳ء)

ہارون کے انتقال کے بعد اس کا ولی عہد محمد امین تخت نشین ہوا۔ یہ تاریخ اسلام کی نامور خاتون زبیدہ کے بطن سے تھا۔ زبیدہ ہاشمیہ تھی۔ اس لیے امین کی رگوں میں ماں باپ دونوں کی جانب سے خالص ہاشمی خون تھا۔ یہ خصوصیت اس کے علاوہ کسی عباسی خلیفہ کو حاصل نہ تھی۔

ہارون نے طوس میں وفات پائی تھی' جو عمائد اور ارکان سلطنت اس کے ساتھ تھے' ان سے فضل بن ربیع نے امین کی بیعت لی اور اس کے اٹھارہویں دن بغداد میں بیعت عام ہوئی اور جمادی الاول ۱۹۳ھ میں امین تخت پر بیٹھا۔

رافع بن لیث کی شورش اور اس کی اطاعت

رافع بن لیث نے ہارون کے زمانہ میں علم بغاوت بلند کیا تھا۔ اس کے انتقال کے بعد اس کی شورش اور بڑھ گئی اور اس نے بلخ' طخارستان' صغد اور ماوراء النہر کی غیر مسلم قوموں کو جو مسلمانوں کی دشمن تھیں' ساتھ ملا کر قتل و غارت سے بڑی شورش اور بدامنی پھیلا دی اور بہت سے علاقوں میں آگ لگا دی۔ ہارون اپنی وفات سے پہلے ہرثمہ بن امین کو اس مہم پر مامور کر گیا تھا۔ اس کے انتقال کے بعد ہرثمہ نے بڑی خونریز جنگ کے بعد رافع کو شکست دی اور اسے بے بس ہو کر ہرثمہ کے دامن میں پناہ لینی پڑی۔ [1]

امین و مامون میں اختلاف

ہارون نے ایک سلطنت کے دو فرمانروا بنا کر غلطی کی تھی۔ اس کے نتائج اس کی آنکھ بند ہوتے ہی نکلنے لگے۔ مامون خراسان کا مستقل فرمانروا تھا۔ صرف خطبہ کی حد تک اس کو بغداد کی مرکزی حکومت سے تعلق تھا۔ خراسان کی مہم میں ہارون کے ساتھ جو خزانہ' فوج اور خدم و حشم تھا' وہ سب مرنے سے پہلے مامون کو دے گیا تھا۔ اس سے امین کے دل میں مامون کے ساتھ اور بنائے مخاصمت بڑھ گئی' لیکن باپ کی زندگی میں کچھ نہ کہہ سکا۔ اس کے مرض الموت کی خبر سن کر فضل بن ربیع اور ان ارکان سلطنت کے پاس جو ہارون کے ہم رکاب تھے' خفیہ کہلا بھیجا کہ امیر المؤمنین کے انتقال کے بعد کل
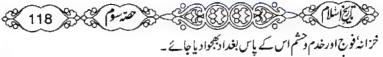
[1] یعقوبی جلد ۲' ص ۵۲۸۔

خزانہ فوج اور خدم وحشم اس کے پاس بغداد بھجوا دیا جائے۔

فضل بن ربیع مامون کو ناپسند کرتا تھا۔ اس کا بڑا سبب تو یہ تھا کہ امین میں کوئی صلاحیت نہ تھی۔ اس کے مقابلہ میں مامون مدبر اور دانشمند تھا اس لیے فضل بن ربیع امین پر آسانی کے ساتھ حاوی ہوسکتا تھا اور مامون کے یہاں اس کا چراغ جلنا مشکل تھا۔ دوسرے برامکہ کی تباہی میں فضل بن ربیع کا بھی ہاتھ شامل تھا اور مامون پر اس خاندان کا بڑا اثر تھا۔ اس لیے فضل کو اس کی جانب سے انتقام کا بھی خطرہ تھا۔ اس لیے وہ اندرونی طور سے مامون کے خلاف تھا۔ امین کے حکم سے اسے علانیہ مخالفت کا موقع مل گیا اور وہ ہارون کی وصیت کے خلاف جملہ سامان لے کر امین کے پاس بغداد روانہ ہوگیا۔ [1]

مامون کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے ارکان سلطنت سے مشورہ کیا۔ انہوں نے رائے دی کہ ابھی وہ لوگ زیادہ دور نہیں گئے ہیں۔ اس لیے آپ خود جا کر انہیں واپس لے آیئے' لیکن تجربہ کار ذوالریاستین فضل بن سہل نے مخالفت کی اور کہا کہ اگر آپ گئے تو وہ لوگ آپ کو پکڑ کر امین کے پاس سوغات میں پیش کریں گے۔ پہلے آپ امرا کو خط لکھ کر انہیں عہد شکنی سے روکیے' اگر وہ نہ رکیں گے تو پھر کوئی دوسری تدبیر کی جائے گی' چنانچہ مامون نے سہل بن سعد کو خط دے کر فضل بن ربیع کے پاس بھیجا۔ وہ اس کو نیشاپور میں ملا۔ اس نے کہا میری حیثیت تو ایک معمولی سپاہی کی ہے۔ میرے اختیار میں کیا ہے۔ ایک دوسرے شخص عبدالرحمٰن بن جبلہ انباری نے نیزہ تان کر کہا اپنے آقا سے جا کر کہہ دو کہ اگر وہ یہاں موجود ہوتا تو یہ نیزہ اس کے جسم میں پیوست ہوتا۔ قاصد نے واپس آ کر یہ صورت حال مامون سے بیان کی۔ وہ سن کر بہت دل شکستہ ہوا۔ ذوالریاستین نے تسلی دی کہ آپ گھبرایئے نہیں' خراسان میں آپ کا بال بھی بیکا نہیں ہوسکتا۔ میں آپ کو خلافت دلانے کا ذمہ دار ہوں۔ اس کی اس حوصلہ افزائی پر مامون نے اسے مختار کل بنا دیا۔ [2]

ذوالریاستین بڑا مدبر اور عالی دماغ تھا۔ پہلے اس نے خراسانی امرا کو ملانے کی کوشش کی' لیکن جب اس میں ناکامی ہوئی تو مامون نے ذوالریاستین کے مشورہ سے قیام حق' عمل بالحق اور احیائے سنت کی عام دعوت دی اور خود عدل وانصاف میں خاص اہتمام کرنے لگا۔ اس تدبیر سے چند ہی دنوں میں سارا خراسان اس کا گرویدہ ہوگیا۔ اس کے علاوہ مامون نے چوتھائی خراج معاف کر دیا۔ اس کا اتنا اچھا اثر پڑا کہ سارا خراسان مامون کے ساتھ ہوگیا اور ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں کہ مامون ہمارا بھانجا (مامون کی ماں عجمی تھی) اور ہمارے نبی ﷺ کا ابن عم ہے۔ [3]

---

[1] ابن اثیر جلد ۶' ص ۷۳۔ [2] ابن اثیر ج ۶' ص ۷۵۔ [3] ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۷۴۔

امین کا نقض عہد

دوسری طرف فضل بن ربیع نے خراسان سے واپس آنے کے بعد امین اور مامون کے اختلاف کو پائیدار کرنے کے لیے امین کو آمادہ کیا کہ وہ مامون کو ولی عہد سے خارج کر کے اپنے لڑکے موسیٰ کو ولی عہد بنادے۔ مامون کے دوسرے مخالفین نے بھی اس کی تائید کی' لیکن امین کے حقیقی خیر خواہوں نے مخالفت کی اور کہا نقض عہد کی مثال قائم ہو جانے کے بعد آپ، کے ساتھ جو عہد و پیمان ہوں گے ان کے توڑنے میں بھی لوگوں کو تامل نہ ہوگا۔ اس لیے امین نے مامون کا نام خارج تو نہیں کیا' لیکن اس کے ساتھ موسیٰ کا نام بھی خطبہ میں داخل کر دیا۔ مامون کو اطلاع ہوئی تو اس نے شاہی نشان سے امین کا نام خارج کر دیا اور بغداد سے اپنا تعلق بالکل منقطع کر لیا۔ اس واقعہ کے چند دنوں کے بعد امین نے مامون کے پاس کہلا بھیجا کہ وہ موسیٰ کی ولی عہدی منظور کر لے اور فوراً بغداد حاضر ہو۔ مامون نے دونوں باتوں کو مسترد کر دیا۔

یہ گویا ایک طرح سے اعلان جنگ تھا۔ اس لیے ذوالریاستین نے حفاظتی تدبیریں شروع کر دیں اور امین کے ایک درباری عباس بن موسیٰ کو خفیہ ملا کر امین کے دربار میں اپنا جاسوس مقرر کر دیا جو برابر وہاں کی خبریں خراسان بھیجتا رہا۔ مامون کا جواب ملنے کے بعد امین نے اس سے دوسرا مطالبہ یہ کیا کہ وہ خراسان کے بعض حصے بغداد کی حکومت سے ملحق کر دے اور اس کے نامہ نگار کو خراسان میں رہنے کی اجازت دے' لیکن مامون نے ان دونوں مطالبوں کو ماننے سے بھی انکار کر دیا اور سرحدوں کی ناکہ بندی کر کے خبر رسانی اور جاسوسی کے دروازے بند کر دیئے۔ [1]

مخالف حکمرانوں سے صلح

امین سے اختلاف کے ساتھ مامون کے لیے دوسری مشکل یہ پیش آئی کہ خراسان کے سرحدی علاقہ کے کئی فرمانروا اس کے خلاف ہو گئے' چنانچہ تبت کا بادشاہ مخالف ہو گیا' جغبویہ کے فرمانروا نے علم بغاوت بلند کیا' ترک حکمرانوں نے خراج دینا بند کر دیا' لیکن ذوالریاستین کی خوش تدبیری سے یہ گتھیاں آسانی کے ساتھ سلجھ گئیں۔ مامون نے شاہ تبت اور جغبویہ کو آزاد حکمران تسلیم کر لیا۔ ترک سلاطین کا خراج معاف کر دیا اور کابل سے صلح کر لی۔ شاہ تبت سے مصالحت کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ آئندہ کے لیے مامون کو تبت میں ایک جائے پناہ مل گئی۔ ان امور کی جانب سے اطمینان حاصل ہونے کے بعد

[1] ابن خلدون جلد ۳' ص ۲۳۲' ۲۳۳۔

مامون نے امین کو لکھ بھیجا کہ میں خراسانی سرحد کا محافظ ہوں۔ والد نے مجھ کو یہاں سے ہٹنے کی ممانعت کر دی تھی' اس لیے حاضری سے معذور ہوں۔ [1]

معاہدوں کا چاک کرنا

اس جواب کے بعد امین نے اس کا نام ولی عہدی سے خارج کر کے اپنے صغیر السن بچہ موسیٰ کو ولی عہد بنا دیا اور تمام ممالک محروسہ میں فرمان جاری کر دیا کہ آئندہ سے خطبہ میں مامون کے بجائے موسیٰ کا نام لیا جائے اور ہارون کے تمام معاہدے جو اس نے خانہ کعبہ میں محفوظ کروا دیے تھے' منگوا کر چاک کر ڈالے۔ [2]

فوجوں کی روانگی

اور ۱۹۵ھ میں علی بن عیسیٰ بن ہامان کو ۵۰ ہزار فوج کے ساتھ مامون کے مقابلہ کے لیے خراسان بھیجا۔ امین کی ماں زبیدہ خاتون نے خود اس فوج کو روانہ کیا اور فوج کے افسر اعلیٰ علی بن عیسیٰ کو ہدایت کر دی کہ مامون کی گرفتاری کے بعد اس کے ساتھ کوئی اہانت آمیز بدسلوک نہ کیا جائے' اس کا احترام ملحوظ رکھا جائے اور ایک چاندی کی زنجیر دی کہ گرفتاری کے بعد اس میں باندھا جائے' لیکن تقدیر ان ہدایات پر ہنس رہی تھی۔ غرض شعبان ۱۹۵ھ میں فوج بغداد سے اس شان سے روانہ ہوئی کہ اہل بغداد نے کبھی ایسا منظر آنکھوں سے نہ دیکھا تھا۔ [3]

جنگ اور شکست

مامون کو بغداد کی تمام خبریں پہنچ رہی تھیں۔ اس لیے وہ مدافعت کے پورے انتظامات کر چکا تھا اور اس کی فوجیں مقابلہ کے لیے روانہ ہو چکی تھیں' چنانچہ آگے بڑھ کر علی بن عیسیٰ کو اطلاع ملی کہ طاہر بن حسین خراسانی فوج کے ساتھ مقابلہ کے لیے پہنچ چکا ہے۔ اس لیے علی بھی اسی سمت بڑھا۔ رے سے چند فرسخ کی مسافت پر دونوں کا سامنا ہوا۔ طاہر نے جنگ شروع ہونے سے پہلے فوج میں امین کی فسخ بیعت اور مامون کی بیعت کا اعلان کرا دیا' تاکہ علی بن عیسیٰ لوگوں کو امین کی بیعت کا فریب نہ دے سکے۔ بغدادی فوج کی تعداد پچاس ہزار تھی۔ اس کے مقابلہ میں خراسانی ۴ ہزار سے بھی کم تھے۔ تاہم

[1] ابن خلدون جلد ۳' ص ۲۳۱' ۲۳۲۔ [2] طبری جلد ۱۱' ص ۷۹۵۔

[3] ابن خلدون جلد ۳' ص ۲۳۳ و الفخری ص ۱۹۵۔

انہوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ طاہر نے بغدادی فوج کا قلب توڑنے میں پورا زور صرف کر دیا اور اس کی فوج کے ایک سپاہی نے علی کو تیر کا نشانہ بنا دیا۔ علی کے قتل ہوتے ہی بغدادی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے اور خراسانیوں نے ان کی بڑی تعداد قتل کر ڈالی۔ طاہر نے مامون کو ان الفاظ میں فتح مندی کی بشارت دی کہ امیر المؤمنین کو مژدہ ہو کہ علی کا سر میرے سامنے ہے' اس کی انگوٹھی میری انگلی میں ہے اور اس کی فوج میرے قبضہ اقتدار میں ہے۔ ذوالریاستین نے یہ مژدہ مامون کو سنایا اور رعایا نے آ کر سلام خلافت پیش کیا۔ اس کے دو دن بعد علی بن عیسیٰ کا سر پہنچا۔ اس کی تشہیر کرائی گئی۔ [1]

دوسری فوج کی روانگی اور شکست

امین کو جس وقت فوج کی شکست اور علی کے قتل کی اطلاع پہنچی اس وقت وہ اپنے غلام کوثر کے ساتھ حوض پر مچھلیوں کا شکار کر رہا تھا۔ اس وقت بھی اس کے سر پر جوں تک نہ رینگی۔ جواب دیا ٹھہرو کوثر نے دو مچھلیاں شکار کر لیں اور مجھے ابھی تک ایک بھی نہیں ملی۔ اس سے فرصت ملنے کے بعد عبدالرحمٰن بن جبلہ انباری کو ہمدان کا والی بنایا اور بیس ہزار فوج کے ساتھ طاہر کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ اس نے ہمدان کا محاصرہ کر لیا۔ اس دوران میں طاہر بھی پہنچ گیا۔ ہمدان کے باہر دونوں کا مقابلہ ہوا۔ عبدالرحمٰن شکست کھا کر ہمدان میں داخل ہو گیا اور دوبارہ پھر سنبھل کر نکلا' لیکن پھر شکست کھائی اور ہمدان میں قلعہ بند ہو گیا۔ طاہر نے ایسا سخت محاصرہ کیا کہ عبدالرحمٰن کے لیے طاہر کی پناہ میں آنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہ گیا اور اس نے اپنے کو طاہر کے حوالہ کر دیا۔ قریب ہی قزوین میں امین کا دوسرا عامل کثیر بن قادرہ تھا۔ عقب سے اس کے حملہ کا خطرہ تھا۔ اس لیے عبدالرحمٰن سے فراغت کے بعد طاہر اس کی طرف بڑھا۔ کثیر قزوین چھوڑ کر بھاگ گیا اور ہمدان اور عراق عجم کا پورا علاقہ مامون کے زیر نگین ہو گیا۔

عبدالرحمٰن بن جبلہ طاہر کی امان میں آنے کے بعد کچھ دنوں تک اس کی نگرانی میں رہا۔ جب اس نے دیکھا کہ طاہر اس کی طرف سے غافل و مطمئن ہو گیا تو ایک دن دفعۃً اپنے آدمیوں کو لے کر حملہ کر دیا اور لڑ کر مارا گیا۔ [2]

تیسری فوج کی روانگی اور واپسی

اس شکست کے بعد امین نے ۱۹۶ھ میں اسد بن یزید' احمد بن مزید اور عبداللہ بن قحطبہ کی سرکردگی میں ۲۰ ہزار فوج کی تیسری مہم بھیجی۔ بغدادی فوج خانقین میں خیمہ زن ہوئی۔ اس مرتبہ طاہر

---

[1] ابن خلدون جلد ۳' ص ۲۳۳' ۲۳۴۔ [2] ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۷۰' ۱۷۱۔

نے مقابلہ کرنے کے بجائے جاسوسوں کے ذریعہ بغدادی فوج میں یہ خبر مشہور کرادی کہ تم لوگ یہاں ہو اور وہاں بغداد میں فوجوں کی تنخواہیں تقسیم ہو رہی ہیں۔ یہ تدبیر نہایت کارگر ثابت ہوئی۔ بغدادی فوجوں میں پھوٹ پڑ گئی اور وہ جیسی آئی تھیں' ویسی ہی واپس گئیں۔ ان کی واپسی کے بعد طاہر آگے بڑھ کر حلوان میں مقیم ہوا۔ [1]

عراق میں مامون کی بیعت

عراق میں اہواز سب سے اہم مورچہ تھا۔ بغدادی فوجوں کی واپسی کے بعد مامون نے طاہر کو اہواز کی جانب بڑھنے کا حکم دیا۔ اس نے حسین بن عمرو رستمی کو آگے بھیج دیا اور خود اس کے عقب سے روانہ ہوا۔ جاسوسوں نے اطلاع دی کہ امین کی جانب سے محمد بن یزید اہواز کی حفاظت کے لیے آ رہا ہے۔ اس لیے طاہر نے محمد بن طالوت' محمد بن العلاء' عباس بن نجار اور قریش بن شبل کو حسین ابن عمرو کی مدد کے لیے بھیجا اور قریش بن شبل کو حکم دیا کہ محمد بن یزید کے اہواز پہنچنے سے پہلے کسی طرح پہنچ جائے اور خود مزید امدادی فوجوں کی فراہمی کے لیے لوٹ گیا۔

قریش طاہر کی ہدایت کے مطابق محمد بن یزید سے پہلے اہواز پہنچ گیا۔ اس کے بعد بغدادی فوجیں پہنچیں۔ دونوں میں بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ محمد کی فوجیں پسپا ہو گئیں' لیکن اس نے خود لڑ کر جان دے دی اور اہواز اور اسی کے ساتھ یمامہ' بحرین اور عمان پر طاہر کا قبضہ ہو گیا۔ اہواز کے بعد واسط کا رخ کیا۔ یہاں کے حاکم سندھی بن یحییٰ اور ہیثم بن شعبہ اس کا رخ دیکھ کر بھاگ گئے اور واسط پر بھی قبضہ ہو گیا۔ طاہر کی ان کامیابیوں اور بغدادیوں کی ناکامی سے اہل عراق کے حوصلے پست ہو گئے اور طاہر نے ایک فوجی افسر کو بھیج کر کوفہ' بصرہ اور موصل کے حکام سے امین کی بیعت فسخ کرا کے مامون کی تحریری بیعت لے لی اور حارث بن ہشام اور داؤد بن موسیٰ کو قصر ابن ہبیرہ کی طرف بھیجا۔ امین کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے محمد بن سلیمان اور ابن حماد بربری کو روکنے کے لیے روانہ کیا۔ حارث اور داؤد نے انہیں شکست دے کر قصر ابن ہبیرہ پر بھی قبضہ کر لیا۔

کوفہ ان کا مرکز تھا' اس لیے امین نے اسے واپس لینے کی کوشش کی' لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ قصر ابن ہبیرہ کے بعد مدائن کا نمبر تھا۔ یہ گویا بغداد کا دروازہ تھا۔ اس لیے یہاں امین کی جانب سے حفاظت کے بڑے مکمل انتظامات تھے اور بغداد سے فوجوں کا تار بندھا ہوا تھا۔ اس لیے طاہر نے مدائن کا رخ کیا۔ قریش بھی راستہ میں مل گیا۔ مدائن کے حاکم برمکی نے مقابلہ کی تیاریاں کیں' لیکن اس کی فوجوں

[1] ابن اثیر جلد ٦' ص ٨٥۔

میں ایسی ابتری پھیلی ہوئی تھی کہ وہ انہیں جنگ کے لیے آمادہ نہ کر سکا۔ اس لیے مقابلہ کا خیال چھوڑ دیا اور اس کی فوجیں بغداد لوٹ گئیں۔ اس طرح مدائن پر بھی قبضہ ہو گیا۔ [1]

اب بغداد بالکل سامنے تھا۔ طاہر نے بڑھ کر نہر صرصر پر جو بغداد سے چار فرسخ کی مسافت پر ہے، مورچہ قائم کیا۔

حرمین کی بیعت

خلافت کا فیصلہ ایک حد تک حرمین کی حکومت اور یہاں کے باشندوں کی بیعت پر تھا۔ یہ دونوں مقامات امین کے قبضہ میں تھے، لیکن امین کی بدعہدی خصوصاً ان معاہدوں کو جنہیں ہارون رشید خانہ کعبہ میں محفوظ کر گیا تھا، چاک کر دینے کا حرمین پر بہت برا اثر پڑا تھا اور مکہ کے حاکم داؤد بن عیسیٰ نے کعبہ کے خدام، علمائے مکہ اور عمائد قریش کو جمع کر کے امین کی بدعہدی اور معاہدہ چاک کرنے کا حال سنا کر کہا: ''ایسے شخص کی بیعت فسخ کر کے مامون کی بیعت کر لینی چاہیے۔'' سب نے اس سے اتفاق کیا اور داؤد نے مجمع عام میں تقریر کر کے فسخ بیعت کا اعلان کیا اور اہل مکہ نے مامون کی بیعت کر لی۔ مکہ کے بعد داؤد نے اپنے لڑکے سلیمان حاکم مدینہ کو لکھا۔ اس نے وہاں مامون کی بیعت لی اور رجب ۱۹۶ھ میں حرمین میں مامون کی خلافت تسلیم کر لی گئی۔ مامون داؤد بن عیسیٰ کی اس کارگزاری سے بہت خوش ہوا اور اس کو انعام و اکرام سے نوازا۔ [2]

امین کی ناکامی اور بغداد میں شورش

اوپر گزر چکا ہے کہ طاہر بغداد کے قریب نہر صرصر پر پہنچ چکا تھا۔ امین نے اس کو روکنے کے لیے فوجوں کا تار باندھ دیا، لیکن اس کی ساری کوششیں ناکام رہیں اور اس کی فوجوں کو شکست پر شکست اٹھانی پڑی۔ جب فوجی مقابلہ میں ناکامی ہوئی تو اس نے روپیہ کے زور سے مامون کو شکست دینے کی کوشش کی اور اس کی فوج کے ایک حصہ کو توڑ بھی لیا، لیکن طاہر نے اس کی مطلق پرواہ نہ کی اور اس کے پاس جتنی فوج باقی رہ گئی تھی، اسی کو لے کر اس شجاعت سے مقابلہ کیا کہ بغدادی فوجوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ شکست کھا کر بغداد لوٹ گئیں۔ امین نے ان کا حوصلہ بڑھانے کے لیے افسروں میں روپیہ تقسیم کیا، لیکن عام سپاہیوں کو نظر انداز کر دیا۔ طاہر کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے ان کو توڑ کر خود ان کے افسروں سے لڑا دیا۔ امین کو اس کا علم ہوا تو اس نے اس کا تدارک کرنے کے بجائے ان کو سزا

[1] ابن خلدون جلد ۳، ص ۲۳۷۔ [2] ابن اثیر جلد ۶، ص ۸۹۔

دینے کے لیے فوجیں بھیجیں۔ اس وقت طاہر نے ان سب کو اپنے ساتھ ملا لیا اور ذی الحجہ ۱۹۶ھ میں باب الدینار سے آگے بڑھ کر بستان کی سمت خیمہ زن ہوا اور اپنی فوج کے افسروں' ان کے لڑکوں اور خواص کے وظائف دو چند کر دیے۔ باب الدینار بغداد کا ایک دروازہ تھا۔ اس لیے خراسانی فوجوں کی قربت سے شہر میں شورش پیدا ہو گئی۔ اوباشوں نے لوٹ مار شروع کر دی۔ قیدی قید خانہ توڑ کر نکل گئے اور بغداد میں عام بدامنی پیدا ہو گئی۔ ❶

بغداد کا محاصرہ

طاہر اور ہرثمہ بن اعین نے آغاز ۱۹۷ھ میں بغداد کا محاصرہ کر لیا۔ شہر میں پہلے سے شورش پیدا ہو چکی تھی۔ محاصرہ نے حالت اور زیادہ نازک کر دی۔ خزانہ بالکل خالی ہو گیا تھا۔ روپیہ کی قلت سے بغدادی فوجوں میں بغاوت کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ امین نے سکے ڈھالنے کے لیے تمام نقرئی وطلائی سامان گلا دیا۔

بغداد کی حالت دیکھ کر امین کے بعض امرا طاہر سے مل گئے۔ بغداد اتنا عظیم الشان شہر تھا کہ اس کے مختلف حصے بجائے خود مستقل شہر کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کی حفاظت کے لیے علیحدہ علیحدہ افسر مقرر تھے۔ ان میں سے جو افسر طاہر سے مل جاتا' اتنا حصہ اس کے قبضے میں آ جاتا تھا۔ طاہر نے یہ اعلان کروا دیا کہ بغدادی امراء بنی ہاشم اور افسران فوج میں سے جو اس کا ساتھ نہ دے گا' بغداد پر قبضہ کے بعد اس کی جائیداد ضبط کر لی جائے گی۔ بغداد کی حالت چونکہ روز بروز نازک ہوتی جاتی تھی اس لیے اس اعلان سے خوفزدہ ہو کر بہت سے امرا طاہر کے ساتھ ہو گئے اور تھوڑے دنوں میں امین کی فوج نے ہمت ہار دی اور شہر کے اوباشوں نے لوٹ مار شروع کر دی۔

یہ بدامنی دیکھ کر بغداد کا شحنہ محمد بن عیسیٰ بھی طاہر سے مل گیا۔ اس کے ملنے کے بعد قیام امن کا یہ سہارا بھی جاتا رہا۔ شہر کے اوباشوں نے البتہ امین کی جانب سے خراسانی فوجوں کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی' لیکن عوام کا بے نظام انبوہ باقاعدہ فوج کا کب تک مقابلہ کر سکتا تھا۔ امین کے ساتھ جو افسر باقی رہ گئے تھے' طاہر نے ان کو لکھا کہ اگر وہ مامون کی بیعت کر لیں تو ان کی جان بخشی کی جائے گی۔ اس تحریر پر بہت سے امرا اور افسران فوج اس کے ساتھ ہو گئے اور امین کی قوت بالکل ٹوٹ گئی اور بغداد میں اتنی بدامنی پھیل گئی کہ وہاں کے باشندے گھر بار چھوڑ کر نکل گئے۔ قصر صالح میں اوباشوں نے خراسانی فوج کا مقابلہ کر کے بہت سے آدمی قتل کر ڈالے۔ اس کے انتقام میں طاہر نے

---

❶ ابن اثیر جلد ۶' ص ۸۹۔

یہاں کی بہت سی عمارتیں مسمار کرا ڈالیں اور ناکہ بندی کر کے رسد روک دی اور جو کشتیاں بغداد میں غلہ پہنچاتی تھیں' انہیں دجلہ سے فرات میں منتقل کر دیا۔ اس سے بغداد میں سخت قحط پڑ گیا۔ اس موقع پر بغداد کے اوباشوں نے بڑی بہادری سے خراسانی فوجوں کا مقابلہ کیا اور متعدد افسروں کو جو بغداد کے مختلف حصوں میں قابض ہو گئے تھے' نکال دیا اور ان کی فوج کا بڑا حصہ برباد کر ڈالا۔

یہ صورت دیکھ کر طاہر دجلہ کو عبور کر کے آگے بڑھا اور بڑی مشکلوں سے ان کو شکست دے کر ہٹایا' لیکن بغداد کی حالت اتنی ابتر ہو گئی تھی کہ بہت سے امرا شہر چھوڑ کر طاہر سے مل گئے۔ امین کے حقیقی بھائی موتمن نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ خزیمہ بن حازم اور محمد بن علی نے جو ہرثمہ کو آگے بڑھنے سے روکے ہوئے تھے' امین کی بیعت توڑ کر ہرثمہ کو عسکر مکرم (بغداد کا ایک حصہ) میں داخل کر دیا۔ ان کے مل جانے سے بغداد میں کوئی مزاحم باقی نہ رہ گیا اور طاہر دوسرے دن شہر میں داخل ہو گیا اور یہاں امن عام کی منادی کرا دی۔

بغداد میں شاہی قصور و محلات کا ایک وسیع سلسلہ تھا' جن میں سے ہر ایک محل مستقل قلعہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ طاہر نے ان سب کا محاصرہ کر کے قلعہ شکن آلات نصب کرا دیئے۔ اس سلسلہ میں مدینۃ المنصور کا بھی' جس میں امین فروکش تھا' محاصرہ ہوا۔ گو بہت سے امرا امین کا ساتھ چھوڑ چکے تھے' پھر بھی ان کی تھوڑی تعداد اس کے ساتھ تھی۔ مدینۃ المنصور کے محاصرہ کے بعد ان میں سے اکثر امرا اور افسران فوج سے لے کر لونڈی غلاموں تک نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور اس کے ساتھ صرف چند مخصوص جان نثار باقی رہ گئے۔

اس وقت اس کے ہوا خواہ محمد بن حاتم اور محمد بن ابراہیم نے اسے صلاح دی کہ ہمارے پاس سات ہزار سپاہ موجود ہے۔ ہم کو راتوں رات شام نکل جانا چاہیے۔ وہاں محفوظ جائے پناہ مل جائے گی اور آپ اطمینان سے اپنے لیے کوشش کیجئے گا۔ امین نے اسے منظور کر لیا۔ طاہر کو اس کی خبر ہو گئی۔ اس نے امین کے بعض امرا کو جو اس سے مل گئے تھے' مجبور کیا کہ جس طرح ممکن ہو اس کو اس ارادہ سے روکو۔ ان لوگوں نے جا کر امین کو ڈرایا کہ محمد بن ابراہیم اور محمد بن حاتم طاہر سے سرخروئی حاصل کرنے کے لیے دھوکا دے کر آپ کو اس کے حوالہ کر دینا چاہتے ہیں۔ اس لیے آپ کہیں جانے کا قصد نہ کیجئے۔ آپ کی بھلائی اس میں ہے کہ ہرثمہ سے پناہ مانگ کر اپنے آپ کو اس کے حوالہ کر دیجئے۔ ان لوگوں کے واپس جانے کے بعد ابن حاتم اور ابن ابراہیم نے امین کو بہت سمجھایا کہ اگر پناہ ہی لینا ہے تو طاہر سے لیجئے' لیکن اس پر وہ آمادہ نہ ہوا اور ہرثمہ سے پناہ کی درخواست کی' اگرچہ ہرثمہ ماموني افسر تھا'

لیکن ہارون کا نمک خوار تھا اور عرب تھا۔ اس لیے وہ امین کے ساتھ بھی کوئی ناروا سلوک پسند نہ کرتا تھا' چنانچہ اس نے امین کو اپنی پناہ میں لے لیا اور وعدہ کیا کہ میں آپ کی حفاظت میں اپنی جان فدا کروں گا۔

طاہر کو اس کی خبر ہوئی تو وہ بہت گھبرایا کہ اگر امین ہرثمہ کی پناہ میں چلا گیا تو اس مہم کی کامیابی کا سہرا اسی کے سر ہو جائے گا۔ اس لیے اس نے امین کے محل کے گرد خفیہ پہرہ لگا دیا کہ وہ جیسے ہی نکلے اس کا کام تمام کر دیا جائے۔ امین کو اس کی خبر ہو گئی۔ اس نے جب دیکھا کہ پناہ مانگنے کے بعد بھی اس کی جان بخشی ہوتی نظر نہیں آتی تو اس نے نکل جانا چاہا اور ہرثمہ کو اس کی خبر کر دی۔ اس نے سمجھایا کہ تھوڑا توقف کیجئے میں آپ کی حفاظت کا سامان کر لوں تو چلے جائیے گا' مگر امین پر کچھ ایسا خوف و ہراس طاری تھا کہ وہ ٹھہرنے پر آمادہ نہ ہوا۔ ہرثمہ نے مجبور ہو کر کشتیاں تیار کرا دیں۔ امین نے اپنے لڑکوں کو بلایا اور آخری مرتبہ ان سے رو رو کر جدا ہوا۔

امین کی گرفتاری اور قتل

محل سے نکل کر کشتیوں پر بیٹھا۔ ہرثمہ نے اس کے ہاتھوں اور سر کو بوسہ دیا۔ طاہر کے آدمی پہلے سے چھپے ہوئے تھے۔ جیسے ہی کشتیاں چلیں' انہوں نے دفعتہً حملہ کر کے ڈبو دیا۔ امین کو کسی نہ کسی طرح ملاح نے نکال لیا اور وہ پکڑ کر قید کر دیا گیا۔ رات کو طاہر کے آدمیوں نے قید خانہ میں گھس کر قتل کر دیا اور اس کا سر قلم کر کے طاہر کے حضور میں پیش کیا۔ اس نے ان لوگوں کی عبرت کے لیے پہلے اسے نصب کرایا' پھر مع عصا و خاتم اور ردائے خلافت کے مامون کے پاس بھجوا دیا اور محرم ۱۹۸ھ میں بغداد پر مامون کا مکمل قبضہ ہو گیا اور جمعہ کے دن جامع بغداد میں بحیثیت خلیفہ اس کے نام کا پہلا خطبہ پڑھا گیا۔ [1]

قتل کے وقت امین کی کل عمر ۲۴ سال تھی' مدت خلافت ۴ سال آٹھ مہینے چند دن۔

عام حالات

امین نہایت خوش رو' کشیدہ قامت اور شجاع و بہادر تھا۔ علمی استعداد بھی خاصی تھی۔ فصاحت و بلاغت اور ادب و انشاء میں مہارت رکھتا تھا' لیکن تدبیر و سیاست سے خالی اور عیش پرستی کا دلدادہ تھا' چنانچہ حکومت ملنے کے بعد لہو و لعب' سیر و تماشا' عیش و عشرت میں ایسا ڈوبا کہ دنیا و ما فیہا کی خبر نہ رہی۔ خواجہ سراؤں کو بڑی بڑی قیمتوں پر خرید کر ان کی بیش قرار تنخواہیں مقرر کیں۔ ان کو اپنا محرم راز اور امور سلطنت میں مشیر کار بنایا۔ تمام ممالک محروسہ سے مسخروں کو جمع کر کے ان کے بڑے بڑے

[1] یہ تمام حالات ابن خلدون جلد ۳' ص ۲۳۸ تا ۲۴۱ سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔

مشاہرے مقرر کیے۔ ہر قسم کے جانوروں کو جمع کر کے عجائب خانہ قائم کیا۔ اپنے بھائیوں‘ خاندان شاہی کے ارکان اور افسران فوج کو دربار سے الگ کر دیا۔ ان کی تحقیر و تذلیل کی‘ بیت المال کا کل نقد و جنس خواجہ سراؤں اور اپنے ہم نشینوں میں تقسیم کر دیا۔ عیش پرستی اور تفریحی مشاغل کے لیے طرح طرح کی نزہت گاہیں بنوائیں۔ دجلہ کی سیر کے لیے شیر‘ ہاتھی‘ عقاب‘ سانپ اور گھوڑوں کی شکل کے قیمتی بجرے بنوائے‘ جن پر بیٹھ کر دجلہ کی سیر کا لطف اٹھاتا تھا۔ [1] شبانہ روز حسین عورتوں اور مسخروں کے ساتھ انہی رنگ رلیوں میں مصروف رہتا تھا۔ فضل بن ربیع اس کے پردہ میں حکومت کرتا تھا اور وہ شراب و کباب اور رنگ رلیوں میں ڈوبا رہتا تھا۔ یہی غفلت اور لاپرواہی اس کی تباہی کا سبب بنی۔ اس کی غفلت کے علاوہ اس کے خود غرض وزیر فضل بن ربیع کے ناعاقبت اندیشانہ مشوروں نے اس کو اور زیادہ تباہ کیا۔

فضل بن ربیع معمولی حالت سے ترقی کر کے وزارت کے درجہ تک پہنچا تھا۔ منصور کے زمانہ میں حاجب تھا۔ ہارون کے زمانہ میں برامکہ کے قتل کے بعد وزیر بنا اور آخر تک اس عہدہ پر رہا۔ ہارون کی وفات کے بعد امین کا وزیر ہوا۔ گو یہ سلاطین کے آداب اور ان کے حالات کا واقف کار اور بڑا علم دوست تھا۔ وزارت ملنے کے بعد اس نے علماء و فضلا کی مجلس قائم کر دی تھی۔ مشہور شاعر ابونواس اس کا درباری شاعر تھا‘ لیکن ان خوبیوں کے ساتھ حد درجہ حاسد اور کینہ پرور تھا۔ برامکہ کے عروج پر حسد کر کے ہارون کو ان کے خلاف ورغلایا۔ برامکہ کے زوال کے اسباب میں ایک سبب اس کی کینہ پروری بھی تھی۔ پھر مامون سے نمک حرامی کر کے امین سے مل گیا اور دونوں بھائیوں کو لڑا کر حکومت بغداد کو کمزور کیا‘ پھر امین کی شکست کے بعد روپوش ہو گیا اور طاہر بن حسین کی سفارش پر مامون نے اس کی خطاؤں سے درگزر کیا۔ اس نے ۲۰۸ھ میں وفات پائی۔ [2]

[1] طبری جلد ۱‘ ص ۹۵۲‘ ۹۵۳۔ [2] ابن خلکان جلد ۱‘ ص ۴۱۲ والفخری ص ۱۹۴‘ ۱۹۷۔

عبداللہ بن ہارون الملقب بہ مامون

(۱۹۸ھ تا ۲۱۸ھ مطابق ۸۱۳ء تا ۸۳۳ء)

امین کے قتل کے بعد محرم ۱۹۸ھ میں بغداد میں مامون کی بیعت ہوئی۔

طاہر کے خلاف فوج کی بغاوت

طاہر کے پاس دولت اور خزانہ نہ تھا۔ اس نے محض حسن تدبیر اور فوجوں کو آئندہ کے لیے سبز باغ دکھا کر امین کے مقابلہ میں کامیابی حاصل کی تھی' چنانچہ مامون کی بیعت کے بعد جب فوج نے طاہر سے روپیہ کا مطالبہ کیا تو وہ اس کو پورا نہ کر سکا' اس لیے وہ باغی ہو گئی۔ ابھی بغداد میں طاہر کے قدم پورے طور پر جمے نہ تھے' اس لیے اس کو عقرقوب بھاگ جانا پڑا' جو افسران فوج اس کے ساتھ رہ گئے تھے انہوں نے باغیوں سے مقابلہ کا ارادہ کیا' لیکن پھر خود باغی فوج کے سرداروں اور بغداد کے عمائد نے طاہر سے معذرت کر لی اور معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

نصر بن شبث عقیلی کی بغاوت

امین خالص ہاشمی تھا اور مامون میں ننہال کی جانب سے عجمی خون کی بھی آمیزش تھی۔ اس لیے امین کے مقابلہ میں اہل عجم نے اس کی بڑی مدد کی تھی اور انہی کی مدد سے وہ کامیاب ہوا تھا۔ اس لیے امین کے قتل کے بعد عربی اور عجمی سوال پیدا ہو گیا اور ایک عرب سردار نصر بن شبث عقیلی نواح حلب میں مامون کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ بہت سے اعراب اس کے ساتھ ہو گئے۔ اس نے آس پاس کے علاقوں پر قبضہ کر لیا اور دریائے فرات کو عبور کر کے مشرقی علاقے کی طرف بڑھا۔ مامون نے طاہر کو موصل' جزیرہ اور شام کا والی بنا کر نصر بن شبث کے مقابلہ پر مامور کیا۔ اس نے پہلے خط و کتابت کے ذریعہ اس کو مطیع بنانے کی کوشش کی۔ جب اس میں کامیابی نہ ہوئی تو کیسوم کے قریب اس کا مقابلہ کیا۔ اس میں بھی ناکام رہا اور ابن شبث مسلسل گیارہ سال تک باغی رہا۔ ۲۰۹ھ میں طاہر کے لڑکے عبداللہ نے بڑی مشکلوں سے اس کو قابو میں کیا اور کیسوم کا قلعہ مسمار کرا دیا۔ [1] اس کی مزید تفصیل اپنے موقع پر آئے گی۔

[1] ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۰۰'۱۰۱۔

محمد بن ابراہیم کا خروج

۱۹۹ھ میں خاندان اہل بیت کے ایک بزرگ محمد بن ابراہیم المعروف بہ ابن طباطبا علوی نے عراق میں خلافت کا دعویٰ کیا اور ان کی قوت اتنی بڑھی کہ کچھ دنوں کے لیے اسلامی سلطنت کے بڑے حصہ سے مامون کی حکومت اٹھ گئی۔ ان کے خروج کے متعلق مختلف روایات ہیں۔

صحیح تر روایت یہ ہے کہ ایک جرائم پیشہ آدمی ابوالسرایا اپنا جتھہ بنا کر ڈاکہ زنی کرتا تھا۔ امین و مامون کی جنگ میں وہ مامون کی فوج میں شامل ہو گیا۔

امین کے قتل کے بعد فوجی اخراجات کی تخفیف کے سلسلہ میں ابوالسرایا کی تنخواہ کم کر دی گئی۔ اس وقت وہ حکومت کے خلاف ہو گیا اور حج کے بہانہ سے رخصت لے کر الگ ہو گیا اور جتھہ بنا کر حکومت کے عمال پر چھاپہ مارنے لگا' لیکن اس طریقہ سے جب اس کو کوئی خاص کامیابی نہ ہوئی تو اس نے محمد بن طباطبا کی بیعت کر لی۔ [1]

یعقوبی کے بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ جب مامون نے حسن بن سہل کو عراق وغیرہ کا عامل بنایا تو سری بن منصور شیبانی المعروف بابی السرایا نے کوفہ میں بغاوت کی اور محمد بن ابراہیم علوی المعروف بہ ابن طباطبا اس کے ساتھ تھے۔ [2]

محمد بن ابراہیم کی موت اور محمد بن محمد کی بیعت

کوفہ ہمیشہ سے شیعیان علی کا مرکز تھا۔ اس لیے ابن طباطبا کی دعوت بہت جلد مقبول ہو گئی اور کوفہ اور نواح کوفہ کے ہزاروں آدمی ان کے ساتھ ہو گئے۔ ان کی مدد سے ابوالسرایا نے کوفہ پر قبضہ کر لیا۔ کوفہ کے عامل سلیمان بن منصور نے زہیر بن مصیب ضبی کو دس ہزار فوج کے ساتھ ابن طباطبا کے مقابلہ کے لیے بھیجا' لیکن ان کی قوت بہت بڑھ چکی تھی۔ اس لیے زہیر کو شکست فاش ہوئی اور شکست خوردہ فوج کا ساز و سامان ابوالسرایا نے بطور مال غنیمت اپنے قبضہ میں کرنا چاہا۔ ابن طباطبا نے اس کو روک دیا۔

عوام کی عقیدت محمد بن ابراہیم کے ساتھ تھی۔ ان کے مقابلہ میں ابوالسرایا کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ اسے لوگ محض ان کے خادم کی حیثیت سے مانتے تھے۔ ابوالسرایا نے جب دیکھا کہ ان کی موجودگی میں اس کا ذاتی اثر قائم نہیں ہو سکتا تو اس نے محمد بن ابراہیم کو زہر دے کر ہلاک کر دیا' لیکن بغیر کسی سہارے کے وہ خود کچھ بھی نہ تھا۔ اس لیے نام کے لیے اس نے اس خاندان کے ایک نوعمر

---

[1] ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۰۳ ملخصاً۔ [2] یعقوبی جلد ۲' ص ۵۴۰۔

لڑکے محمد بن محمد بن زید بن علی بن حسین کو محمد بن ابراہیم کا جانشین بنایا۔ ❶

عباسی اعمال کا اخراج اور ابوالسرایا کا قبضہ

زہیر کی ناکامی کے بعد حسن بن سہل نے عبدوس بن محمد کو ابوالسرایا کے مقابلہ پر مامور کیا۔ اس نے بڑی فاش شکست کھائی اور اس کی فوج کا ایک آدمی بھی زندہ نہ بچا اور ابوالسرایا نے کوفہ میں اپنا سکہ رائج کر دیا اور عراق' عرب میں اپنے والی مقرر کیے۔ ❷ یعقوبی کا بیان ہے کہ اس نے علاقہ جبل' کیسوم' دیار مضر' قنسرین' حلب' حماۃ' بصرہ' واسط' یمن' حجاز' نصیبین' موصل' میافارقین' آرمینیہ' آذربائیجان وغیرہ تمام مقاموں میں عمال مقرر کر کے بھیجے۔ جنہوں نے چند دنوں میں اکثر مقامات سے عباسی عمال کو نکال کر ان پر قبضہ کر لیا۔ ❸

یہ صورت دیکھ کر حسن بن سہل نے مشہور مامونی جنرل ہرثمہ بن اعین کو ابوالسرایا کے مقابلہ میں مامور کیا اور علی بن سعید کو واسط اور مدائن بھیجا۔ ابوالسرایا نے فوراً مدائن کی حفاظت کا انتظام کیا اور اس کی فوجیں علی بن سعید سے پہلے یہاں پہنچ گئیں' لیکن علی نے اسے یہاں سے نکال دیا۔ دوسری طرف قصر ابن ہبیرہ میں ابوالسرایا اور ہرثمہ کا مقابلہ ہوا۔ ابوالسرایا کے کچھ آدمی مارے گئے اور وہ ہٹ کر کوفہ چلا گیا اور یہاں کے عباسیوں اور ان کے متعلقین کی جائیدادیں تباہ کر کے انہیں کوفہ سے نکال دیا۔ ❹

مکہ پر حسین الافطس کا قبضہ

اس دوران میں حج کا موسم آ گیا۔ ابوالسرایا نے اپنی جانب سے حسین بن حسن الافطس کو امیر الحج بنا کر مکہ بھیجا۔ عباسی حکومت کی جانب سے داؤد بن عیسیٰ امیر الحج تھا۔ امیر مسرور نے اس سے کہا کہ تم تیار ہو جاؤ' میں حسین الافطس کو یہاں سے نکال دوں گا' لیکن انہوں نے حرم میں کشت وخون پسند نہ کیا اور مکہ چھوڑ کر نکل گئے۔ ان کے ہٹنے کے بعد حسین الافطس جو سرف میں مقیم تھے' مکہ میں داخل ہو گئے۔ ❺

ابوالسرایا کا قتل

ابوالسرایا کے کوفہ میں داخل ہونے کے بعد ہرثمہ نے کوفہ کا محاصرہ کر لیا۔ ابوالسرایا محاصرہ کی

---

❶ ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۰۳۔ ❷ ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۰۳۔ ❸ یعقوبی جلد ۲' ص ۵۴۰' ۵۴۱۔
❹ ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۰۴۔ ❺ ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۰۵۔

سختیوں کا مقابلہ نہ کر سکا اور چند ہی دنوں میں یہاں سے خفیہ نکل گیا اور ہرثمہ کوفہ میں داخل ہو گیا۔ کوفہ سے نکلنے کے بعد ابوالسرایا نے راستہ میں اہواز کا سرکاری مال لوٹ لیا اور یہاں کے عباسی حاکم حسین بن علی سے لڑ گیا۔ اس نے شکست دے کر اس کی جماعت منتشر کر دی اور وہ راس عین کی سمت نکل گیا۔ نوعمر امام محمد اس کے ساتھ تھے۔ جلولاء میں حماد الکندغوش نے ابوالسرایا کو پکڑ کے حسن بن سہل کے پاس بھیج دیا۔ اس نے قتل کر کے اس کا سر مامون کے ملاحظہ کے لیے دارالخلافہ بھیج دیا اور جسم باغیوں کی عبرت کے لیے بغداد کے پل پر آویزاں کرا دیا۔ [1]

ابوالسرایا کے قتل کے بعد اس کی جماعت کا شیرازہ بکھر گیا۔ علی بن سعید نے اس کے بصری والی موسیٰ بن جعفر صادق سے بصرہ خالی کرا لیا اور حجاز پر قبضہ کے لیے فوجیں روانہ کیں۔

محمد بن جعفر صادق کی بیعت

مکہ پر حسین الافطس کے قبضہ کے بعد ان کے آدمیوں نے حرم کی بڑی بے حرمتی کی۔ مکہ کے تمام عباسیوں کا مال و متاع لوٹ لیا۔ اس سلسلہ میں اور بہت سے بے گناہوں کا مال ضبط ہوا۔ حرم کے ستونوں سے سونے کے پتر چھڑا لیے اور خانہ کعبہ کا کل قیمتی سامان لے کر اپنے آدمیوں میں تقسیم کر دیا۔ حرم کی اس توہین پر اہل مکہ میں بڑی برہمی پھیل گئی' لیکن ابوالسرایا کی موجودگی میں وہ بے بسی کی وجہ سے خاموش رہے تھے۔ اس کے قتل کے بعد جب حسین الافطس کا بازو ٹوٹ گیا اور ان کو اہل حرم کی جانب سے انتقام کا خطرہ پیدا ہوا تو اہل بیت نبوی ﷺ کے ایک مقدس بزرگ حضرت محمد بن جعفر صادق کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اس وقت آپ سے زیادہ کوئی شخص خلافت کا اہل نہیں ہے۔ اس لیے اس منصب کو قبول فرمائیے' کسی کو اس سے اختلاف نہ ہوگا۔ محمد ابن جعفر ایک گوشہ نشین آدمی تھے' انہوں نے انکار کر دیا' مگر حسین الافطس نے ان کے صاحبزادے علی بن محمد کو درمیان میں ڈال کر آمادہ کر لیا اور اہل مکہ سے طوعاً اور کرہاً ان کی بیعت لے کر ان کو امیر المومنین کا لقب دیا اور ان کے نام کو آڑ بنا کر ان کے لڑکوں علی اور حسین نے اس تحریک کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

اہل مکہ کی برہمی اور حسین الافطس کی شکست

محمد بن جعفر کو خلیفہ بنانے کے بعد حسین الافطس نے اور کھیل کھیلے اور حرم محترم کے اندر فسق و

[1] ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۰۶۔

فجور کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ دن دیہاڑے عورتوں اور مردوں کو پکڑ لے جاتے تھے۔ بالآخر حرم کے باشندوں نے ان کی بدکاری سے عاجز آ کر محمد بن جعفر سے فریاد کی کہ آپ اس کو روکیے ورنہ ہم آپ کی بیعت فسخ کر کے آپ کو قتل کر دیں گے۔ وہ ان باتوں سے بالکل بے خبر تھے اس لیے لاعلمی ظاہر کی اور اس کے تدارک کی مہلت مانگی اور اپنے لڑکے کو اس سے روکنے کی کوشش کی۔

اس دوران میں اسحاق بن موسیٰ عباسی فوجیں لے کر پہنچ گیا۔ علویوں نے مقابلہ کیا' لیکن اسحاق نے حرم کی بے حرمتی کے خیال سے لڑنا مناسب نہ سمجھا اور معمولی جنگ کے بعد لوٹ گیا۔ راستہ میں دو اور افسر جلودی اور رجا' جنہیں ہرثمہ نے فوجیں دے کر بھیجا تھا' اسے ملے۔ یہ دونوں اسے مکہ واپس لے گئے اور سب نے مل کر حسین الافطس کو بڑی فاش شکست دی۔ محمد بن جعفر کو ناکردہ گناہ عباسی فوج کے دامن میں پناہ لینی پڑی۔

جمادی الثانی ۲۰۰ھ میں مکہ پر عباسیوں کا قبضہ ہو گیا اور محمد بن جعفر جحفہ چلے گئے۔ راستہ میں ان کو چند عباسی موالی نے لوٹ لیا۔ اس لیے وہ آدمی جمع کر کے مدینہ کے والی ہارون ابن میسب کے مقابلہ میں آ گئے' لیکن شکست کھائی۔ ان کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ خود ان کی ایک آنکھ ضائع ہوئی اور رجاء اور جلودی کی پناہ میں جا کر آخری ذوالحجہ ۲۰۰ھ میں اہل مکہ کے سامنے اپنی برأت ظاہر کی کہ مجھے مامون کی موت کی غلط اطلاع ملی تھی اس لیے لوگوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی' لیکن اب معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط ہے' اس لیے مجھے ندامت ہے اور میں خلافت سے دستبردار ہوتا ہوں۔ یہ تقریر کر کے وہ عراق چلے گئے اور حجاز و عراق میں امن قائم ہو گیا۔ [1]

یمن کے علوی عامل ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر تھے۔ جس زمانہ میں یمن ان کے متعلق کیا گیا تھا' اس زمانہ میں یہاں کا عباسی عامل اسحاق بن موسیٰ مکہ کی مہم میں مصروف تھا۔ اس لیے انہیں یمن کے داخلہ میں کوئی دشواری نہیں پیش آئی اور یمن کے قبضہ کے بعد انہوں نے ایک عقیلی کو یمن کے قافلہ کا امیر الحج بنا کر مکہ بھیجا' مگر یہاں معتصم مع افسران فوج کے موجود تھا۔ اس لیے مکہ کے باہر ہی بستان ابن عامر میں ٹھہرنا پڑا۔ اسی درمیان میں غلاف کعبہ اور عطریات حرم کا قافلہ ادھر سے گزرا۔ اس قافلہ کے ساتھ تجار بھی تھے۔ عقیلی نے ان کا کل ساز و سامان اور غلاف کعبہ و عطریات حرم سب لوٹ لیے۔ معتصم نے جلودی کو اس کے تعاقب میں روانہ کیا۔ اس نے کل سامان اس سے چھینا اور کوڑوں سے پیٹ کر ان سب کو بھگا دیا۔ [2]

---

[1] یہ واقعات طبری سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔ ص ۹۸۸ تا ۹۹۴۔
[2] ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۰۷۔

ہرثمہ بن اعین کا قتل

اسی سنہ یعنی ۲۰۰ھ میں ہرثمہ بن اعین جس کے کارنامے اوپر گزر چکے ہیں عربی اور عجمی رقابت کا شکار ہوا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جس طرح سفاح اور منصور کے زمانہ میں ابومسلم خراسانی اور رشید کے زمانہ میں برامکہ حکومت پر قابض ہو گئے تھے' اسی طرح مامون کے زمانہ میں وزیراعظم فضل بن سہل المقلب بہ ذوالریاستین اور اس کے بھائی حسن بن سہل کی کارگزاریوں کی وجہ سے ان کا اقتدار اتنا بڑھ گیا تھا کہ حکومت کا کل سیاہ و سپید ان کے ہاتھ میں ہو گیا تھا اور وہ ملک کی خبریں تک مامون کے کانوں تک نہ پہنچنے دیتے تھے۔ یہ دونوں عجمی تھے اور ہرثمہ عرب تھا۔ اسے ان کا اقتدار پسند نہ تھا۔ اس نے مامون کو اس خطرہ سے آگاہ کرنا چاہا' چنانچہ ابوالسرایا کا فتنہ دبانے کے بعد اس نے مامون کی خدمت میں حاضر ہونے کا قصد کیا۔ راستہ میں اس کو مامون کا یہ حکم ملا کہ ''اس کی خدمت کے صلہ میں حجاز و شام میں سے جس کو وہ پسند کرے وہاں کا اس کو حاکم بنا دیا گیا اور وہ حکم ملتے ہی فوراً روانہ ہو جائے'' لیکن ہرثمہ فضل کے استبداد کی جانب اسے متوجہ کرنا ضروری سمجھتا تھا۔ اس لیے اس حکم کی فوری تعمیل نہ کی۔ فضل بن سہل کو ہرثمہ کے خیالات اور اس کے اندرونی ارادے کا پورا اندازہ تھا۔ اس لیے اس نے مامون کو بھڑکا دیا کہ ہرثمہ ابوالسرایا کا خاص آدمی ہے اور اس کی بغاوت میں اس کا ہاتھ بھی شامل تھا' اگر وہ نہ چاہتا تو یہ ہنگامہ نہ ہوتا۔ اس کی سرکشی کا تازہ ثبوت یہ ہے کہ وہ امیرالمؤمنین کے حکم کے باوجود واپس نہیں گیا' اگر اس وقت درگزر سے کام لیا گیا تو دوسروں پر اس کا برا اثر پڑے گا۔

مامون پر فضل کا بڑا اثر تھا' اس لیے وہ اس کے بھڑکانے میں آ گیا۔ ہرثمہ نے قریب پہنچ کر اس خیال سے کہ ذوالریاستین اس کی آمد کو مامون سے چھپا نہ سکے' طبل و دمامہ بجواتا ہوا داخل ہوا۔ مامون نے آواز سنی تو پوچھا یہ کیا ہے؟ فضل کے آدمیوں نے کہا ہرثمہ کڑکتا اور چمکتا ہوا آ رہا ہے۔ مامون پہلے ہی سے اس سے برگشتہ ہو چکا تھا' اس واقعہ نے اس کو اور برہم کر دیا۔

چنانچہ ہرثمہ مامون کی خدمت میں جب باریاب ہوا تو اس نے اس سے کہا' تم نے کوفہ میں علویوں کو بڑھنے کا موقع دیا اور ابوالسرایا کو بھڑکایا' اگر تم چاہتے تو ان سب کو پکڑ سکتے تھے۔ ہرثمہ نے ہرچند معذرت کی' لیکن مامون نے شنوائی نہ کی اور اس کو پٹوا کر قید کر دیا اور قید ہی میں قتل کر دیا گیا اور مامون ایک بڑے اور خیرخواہ عرب سردار سے محروم ہو گیا۔ [1]

---

[1] ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۰۷۔

فوج کی بغاوت

ہرثمہ کی فوج میں جو عرب تھے وہ بھی قدرتاً ذوالریاستین اور اس کے بھائی حسن کے خلاف تھے۔ ہرثمہ جس زمانہ میں خراسان کی مہم میں مصروف تھا' اس زمانہ میں اس کی فوج نے حسن بن سہل اور اس کے تمام افسروں کو بغداد سے نکلوا دیا تھا اور حسن کو مدائن بھیج دیا تھا۔ ہرثمہ کے قتل پر حسن بن سہل کو فوج سے بدلہ لینے کا موقع مل گیا' چنانچہ اس نے امیر علی بن ہشام کے پاس کہلا کر فوج کی تنخواہ رکوا دی۔ اس پر وہ بگڑ گئی اور ایک عرب سردار محمد بن ابی خالد جو علی بن ہشام کے خلاف تھا' فوج کا راہنما بن گیا۔ بنی ہاشم اور بغداد کے عربوں نے بھی اس کا ساتھ دیا اور محمد بن ابی خالد نے علی بن ہشام کو بغداد سے نکال دیا۔ اسے نکالنے کے بعد ۲۰۱ھ میں منصور بن مہدی کو خلیفہ بنانا چاہا۔ اس نے انکار کیا۔ اس کے انکار پر اس کو مامون کا نائب بنا دیا۔ حسن بن سہل اس وقت مدائن میں تھا۔ اسے یہ حالات معلوم ہوئے تو مدائن سے واسط چلا گیا۔ محمد بن ابی خالد نے اس کا تعاقب کیا اور راستہ میں اس کی فوجوں کو شکست دیتا ہوا واسط پہنچا۔ یہاں حسن کی فوجوں سے بڑا زبردست مقابلہ ہوا۔ ابن ابی خالد بڑا سخت زخمی ہوا۔ اس کی فوج پسپا ہو گئی' لیکن اس حالت میں بھی وہ برابر لڑتا رہا' تاآنکہ حسن کی فوجوں کو شکست دے کر اس کا مکمل سامان چھین لیا۔ یہ صورت دیکھ کر حسن خود مقابلہ پر آیا۔ دونوں میں بڑی پرزور جنگ ہوئی' لیکن محمد زخمی ہو چکا تھا۔ تازہ دم فوجوں کا مقابلہ دشوار تھا' اس لیے بغداد لوٹ گیا۔ یہاں پہنچ کر زخموں کے صدمہ سے مر گیا۔

اس کے بعد اس کے لڑکے ابوزنبیل نے اس کی جگہ لی۔ اسے حسن بن سہل نے مغلوب کر لیا اور وہ شکست کھا کر اپنے بھائی ہارون کے پاس نیل چلا گیا۔ حسن کی فوجوں نے یہاں پہنچ کر ہارون کو شکست دی اور وہ مدائن چلا گیا۔ [1]

اس بغاوت میں وہ تمام بنی ہاشم اور عرب افسران فوج جو حسن بن سہل کے خلاف تھے' محمد بن ابی خالد کے ساتھ تھے۔ اس کی موت کے بعد انہوں نے کہا کہ ہم مجوسی بن مجوسی حسن بن سہل کی حکومت برداشت نہیں کریں گے اور مامون کی بیعت فسخ کر کے منصور بن مہدی کو خلیفہ بنانے کی کوشش کی۔ اس نے انکار کر دیا' البتہ اس شرط پر اس کی نیابت قبول کر لی کہ اگر مامون خود آ جائے (مامون اب تک خراسان میں تھا) یا کسی کو اپنی جانب سے حاکم بنا کر بھیج دے تو وہ ہٹ جائے گا۔

[1] ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۰۶۔

بغداد میں شورش اور اس کا تدارک

اس بغاوت کی وجہ سے بغداد میں سخت بدامنی پھیل گئی۔ یہاں کے اوباشوں اور لٹیروں نے دن دیہاڑے ڈاکے ڈالنے شروع کر دیئے۔ کسی کی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ نہ رہ گئی۔ عورتوں کو علانیہ چھین لے جاتے تھے اور دیہاتوں کو لوٹتے پھرتے تھے اور کوئی روکنے والا نہ تھا۔ لوٹا ہوا مال علانیہ بازاروں میں بیچتے تھے اور کوئی باز پرس کرنے والا نہ تھا۔ یہ صورت دیکھ کر ایک شخص خالد بن درویش نے اہل بغداد کو ساتھ لے کر لٹیروں کا مقابلہ کیا اور ایک خراسانی سہل بن سلامہ انصاری نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تبلیغ کے ذریعہ اس بدامنی کو روکنے کی کوشش کی اور بڑی مشکلوں سے یہ شورش رفع ہوئی۔ [1]

بغداد کے اکثر اوباش منصور بن مہدی اور عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد کے جتھے کے تھے۔ اس لیے قیام امن کے بعد ان دونوں کی قوت کمزور ہو گئی۔ عیسیٰ بن محمد عرصہ سے حسن بن سہل سے خفیہ امان کی درخواست کر رہا تھا۔ حسن بھی اس فتنہ و فساد سے گھبرا گیا تھا۔ اس لیے چند شرائط پر دونوں میں صلح ہو گئی اور حسن نے عفو عام کا اعلان کر دیا اور شوال ۲۰۱ھ میں باغی فوجیں منتشر ہو گئیں اور اہل بغداد کو سکون حاصل ہوا۔ [2]

علی بن موسیٰ رضا کی ولی عہدی

ابھی یہ شورش فرو ہوئی تھی کہ اس سے بھی بڑا انقلاب بپا ہو گیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ مامون اپنے اسلاف کے برعکس اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا تھا اور حضرت علی بن موسیٰ رضا سے اس کو اتنی محبت تھی کہ ۲۰۱ھ میں اس نے ان کو ولی عہد بنا کر تمام ممالک محروسہ میں اس کا اعلان کر دیا اور عام حکم جاری کر دیا کہ فوج میں عباسی حکومت کے سیاہ رنگ کے بجائے آئندہ سے سبز فاطمی رنگ کی وردیاں استعمال کی جائیں اور فوج اور بنی ہاشم سے علی بن موسیٰ رضا کی بیعت لی جائے۔

اس حکم پر کچھ وابستگان دولت تو راضی ہو گئے' لیکن اکثروں نے اسے بھی حسن بن سہل کا جو محبان اہل بیت میں تھا' شعبدہ سمجھا۔ بنی عباس میں اس سے بڑی برہمی پیدا ہو گئی اور انہوں نے مامون کی بیعت توڑ کر اپنے خاندان میں سے کسی کو خلیفہ بنانے کا ارادہ کیا۔ مہدی عباسی کے لڑکوں منصور اور ابراہیم نے خاص طور سے اس کی مخالفت کی اور جب بغداد میں علی رضا کی بیعت لی جانے لگی' تو

[1] ابوالفداء' جلد ۲' ص ۲۲۔ [2] ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۱۰۔

عباسیوں نے اعلان کیا کہ وہ مامون کی بیعت فسخ کر کے ابراہیم بن مہدی کی بیعت کر چکے ہیں اور ایک شخص کو سکھا دیا کہ جب موذن جمعہ کی اذان دے تو وہ کہے کہ ہم لوگ خطبہ میں مامون کے بعد ابراہیم کا نام چاہتے ہیں اور بعضوں کو ہدایت کی کہ وہ صاف کہہ دیں کہ ہم مامون کو مطلق نہیں چاہتے۔اس کی بجائے ابراہیم کی بیعت کی جائے اوران کے بعدان کا بھتیجا اسحاق نامزد کیا جائے۔ غرض جمعہ کے دن عباسیوں نے مامون سے اپنی بیزاری کا اعلان کر دیا۔ [1]

ابراہیم کی بیعت

اور آغاز ۲۰۲ھ میں اہل بغداد نے بھی ابراہیم کی بیعت کر کے اس کو المبارک لقب دیا اور جمعہ کے دن بنی ہاشم اور افسران فوج نے بھی درجہ بدرجہ بیعت کر لی۔فوج کو دو درہم فی کس تقسیم کیے گئے' جن کو نقد نہ مل سکا انہیں سواد کے علاقہ سے غلہ دلایا گیا اور ابراہیم نے بغداد میں اپنے حکام مقرر کیے اور کوفہ اور سواد پر قبضہ کر کے مدائن میں فوجیں اتار دیں۔ [2] اس انقلاب میں ابراہیم کے نقیب مطلب بن عبداللہ اس میں پیش پیش تھے۔

مامون کی بے خبری اور انکشاف حقیقت

بغداد میں اتنا عظیم الشان انقلاب ہو گیا' لیکن ذوالریاستین نے اپنے مصالح کی بنا پر مامون کو اس کی خبر نہ ہونے دی۔امام علی رضا کو اس کی اطلاع مل چکی تھی۔انہوں نے صحیح واقعات اس کے گوش گزار کیے اور اسے بتایا کہ اہل بغداد نے آپ کی بیعت توڑ کر ابراہیم کو خلیفہ بنا لیا ہے۔مامون نے کہا کہ فضل کی اطلاع تو یہ ہے کہ خلیفہ نہیں بلکہ امیر بنایا ہے۔امام موصوف نے اس کی تردید کی اور متعدد فوجی افسروں نے شہادت دی کہ فضل آپ سے اصل واقعات چھپاتا ہے۔واقعہ یہی ہے کہ اہل بغداد نے ابراہیم کی بیعت کر لی ہے اور اس کو ''سنی'' خلیفہ کا لقب دیا ہے اور امام رضا کی ولی عہدی کی وجہ سے آپ پر رفض کا اتہام لگاتے ہیں اور یہ حقیقت بھی ظاہر کی کہ گزشتہ انقلاب میں صرف ہرثمہ نے آپ کی خلافت بچائی تھی اور آپ کے پاس خیر خواہانہ مشورہ دینے کے لیے آیا تھا' لیکن فضل نے اس کو قتل کرا دیا۔طاہر جس کے دست و بازو نے آپ کو مسند خلافت پر بٹھایا' اس کو فضل نے رقہ کے ایک گمنام گوشہ میں ڈال دیا ہے اور اس کی بے مثال شجاعت سے حکومت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے' اگر وہ اس وقت موجود ہوتا تو یہ واقعات رونما نہ ہونے دیتا۔ان واقعات کے سنانے کے بعد افسروں نے

[1] تفصیل کے لیے طبری جلد ۱۱' ص ۱۰۱۲ تا ۱۰۱۴۔ [2] طبری جلد ۱۱' ص ۱۰۱۵' ۱۰۱۶۔

درخواست کی کہ آپ بغداد چلیے۔ بغدادی آپ کو دیکھ کر اب بھی سر اطاعت خم کر دیں گے۔ ❶

مامون کا سفر بغداد اور وزیر اعظم کا قتل

اصل واقعات کے بے نقاب ہونے کے بعد رجب ۲۰۲ھ میں مامون مرو روانہ ہوا۔ فضل کو ان افسروں کی شہادت کی خبر ملی تو اس نے مامون کی جان بخشی کے باوجود ان کو سخت سزائیں دیں۔ حضرت علی بن موسیٰ رضا نے مامون کو اس کی جانب توجہ دلائی۔ اس نے کہا میں اس سے غافل نہیں ہوں۔ ابھی مامون سرخس پہنچا تھا کہ ۲ شعبان ۲۰۲ھ کو ذوالریاستین فضل بن سہل ایک حمام میں خفیہ قتل کر دیا گیا اور قاتل روپوش ہو گئے۔ مامون نے ان کا پتہ چلانے والے کے لیے دس ہزار انعام مقرر کیا۔ عباس بن جشم دینوری نے ان کو گرفتار کیا۔ ان میں سے ایک غالب مسعودی' دوسرا قسطنطین رومی' تیسرا فرج دیلمی اور چوتھا موفق صقلبی تھا۔ یہ سب مامون کے سامنے پیش ہوئے اور کہا کہ آپ ہی نے ہمیں قتل کا حکم دیا تھا۔ مامون اس پر بہت برہم ہوا اور اسی وقت سب کے سر قلم کر کے فضل کے بھائی حسن کے پاس بھجوا دیئے اور تعزیت میں لکھا کہ فضل کے قتل سے تم لوگوں پر جو مصیبت پڑی ہے اس کا مجھے خوف اندازہ ہے اور اس کی تلافی کے لیے فضل کی جگہ حسن کو وزارت عظمیٰ پر ممتاز کیا اور اس کی لڑکی بوران سے شادی کی۔ اس حسن تلافی سے بڑی حد تک حسن کی تسلی ہو گئی۔ ❷

مطلب بن عبداللہ کی علیحدگی

مامون کی خراسان سے روانگی کے بعد ابراہیم کے سب سے بڑے حامی مطلب ابن عبداللہ کو جب اس کا یقین ہو گیا کہ ابراہیم کی خلافت چند روزہ ہے' تو ان کا ساتھ چھوڑ کر مامون کے طرفدار بن گئے اور بیماری کے بہانہ سے مدائن چھوڑ کر بغداد چلے آئے اور ابراہیم کی بیعت فسخ کر کے مامون کی خلافت اور منصور بن مہدی کی ولی عہدی کی خفیہ کوشش شروع کر دی۔ منصور بن مہدی' خزیمہ بن خازم اور متعدد فوجی افسر اس کام میں ان کے مددگار بن گئے۔ مطلب نے اسی پر قناعت نہیں کی بلکہ علی بن ہشام اور حمید کو ابراہیم کے مقابلہ کا حکم دیا۔ ابراہیم کو اس کی خبر ہوئی تو وہ مدائن سے زندہ رود پہنچے اور منصور اور خزیمہ کو گرفتار کرا لیا' لیکن مطلب بچ گئے۔ منصور نے ان کا گھر لٹوا دیا۔ علی بن ہشام اور حمید کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے پلٹ کر مدائن پر قبضہ کر لیا۔ ❸

---

❶ ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۱۸۔ ❷ ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۱۸۔ ❸ ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۲۰۔

امام علی بن موسیٰ رضا کی وفات
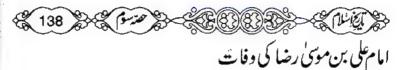
مامون کو امام علی رضا سے اتنی محبت تھی کہ اس نے اپنی ایک لڑکی ام حبیب ان سے بیاہ دی تھی اور دوسری ام فضل محمد بن علی رضا سے۔ شادی کے چند ہی دنوں بعد علی رضا دفعۃً انتقال کر گئے۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ یہ موت انگور کھانے سے ہوئی۔ اسی لیے بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ ان انگوروں میں خود مامون نے زہر ملوا دیا تھا' لیکن یہ روایت نا قابل اعتبار ہے۔

عیسیٰ بن محمد کی علیحدگی

مامون جس دن خراسان سے بغداد روانہ ہوا تھا' اسی دن سے ابراہیم کے حامی ان کا ساتھ چھوڑنے لگے تھے۔ علی رضا کی موت کے بعد جب مخالفت کا اصل سبب جاتا رہا تو ان کے بہت سے حامی ان سے علیحدہ ہو گئے۔ ۲۰۳ھ میں ان کا سب سے بڑا حامی عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد بھی خفیہ ان کے خلاف ہو گیا اور انہیں گرفتار کرا دینے کی سازش کی۔ ابراہیم بار بار جنگ کرنے کا حکم دیتے تھے لیکن وہ کسی نہ کسی بہانہ سے ٹال دیتا تھا۔ عیسیٰ کے بھائی ہارون نے جو عیسیٰ کے خلاف تھا' ابراہیم کو اس سازش کی خبر دی۔ انہوں نے عیسیٰ کو بلا بھیجا۔ پہلے اس نے حیلہ کیا' مگر پھر ابراہیم کے اصرار پر اسے آنا پڑا۔ ابراہیم نے اس کو کوڑوں سے پٹوایا اور اس کے ساتھیوں سمیت قید کر دیا۔ ان میں سے بعض آدمی جن میں ایک عباس بھی تھا' قید سے نکل گئے اور لوگوں کو ابراہیم کے خلاف ورغلا کر ان کے بعض عہدہ داروں کو بغداد سے نکال دیا اور حمید کو بغداد حوالہ کرنے کے لیے بلا بھیجا۔ اس لیے پھر بغداد میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ [1]

مامون اور ابراہیم کے حامیوں کی جنگ

عیسیٰ بن محمد کا اہل بغداد پر بڑا اثر تھا۔ اس لیے اس کی گرفتاری سے وہ سب ابراہیم کے خلاف ہو گئے اور ان کی بیعت توڑ دی۔ اسی دوران میں حمید جسے عباس نے بغداد حوالہ کرنے کے لیے بلایا تھا' پہنچ گیا۔ عباس اور بغدادی افسران فوج آ کر اس سے مل گئے اور یہ طے پایا کہ فوج بھی ابراہیم کی بیعت فسخ کر دے اور جمعہ کے دن خطبہ میں ابراہیم کے بجائے مامون کا نام لیا جائے اور اس کے صلہ میں فی سپاہی پچاس دینار انعام دیا جائے گا۔ ابراہیم کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے بغدادیوں کا غصہ

[1] ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۲۰۔

ٹھنڈا کرنے کے لیے عیسیٰ کو قید سے نکال کر بحال کرنا چاہا' لیکن اس نے انکار کر دیا اور بغداد میں قرارداد کے مطابق جمعہ کے دن خطبہ میں مامون کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ حمید نے اس کے صلہ میں سپاہیوں کو مقررہ رقم سے دس دس درہم زیادہ دیئے۔

مامون کی فوجوں کا بغداد میں داخلہ اور ابراہیم کا فرار

بغداد میں مامون کی بیعت کا عام رجحان دیکھ کر ابراہیم کے اکثر اعوان وانصار اور افسران فوج ان کا ساتھ چھوڑ کر حمید سے آ کر مل گئے اور مدائن پر جو ابراہیم کے قبضہ میں تھا' حمید کا قبضہ کرا دیا۔ ابراہیم نے اپنے باقی ماندہ آدمیوں کو حمید سے لڑنے کا جبری حکم دیا۔ یہ لوگ چاروناچار بے دلی سے نکلے اور شکست کھائی اور حمید کی فوج بغداد میں داخل ہو گئی۔ اس کے داخلہ کے بعد بنی ہاشم' افسران فوج اور عمائد شہر سب یکے بعد دیگرے حمید سے مل گئے۔ بغداد پر قبضہ کے بعد ابراہیم کی گرفتاری کی تدبیر ہو رہی تھی کہ ان کو اس کی خبر ہو گئی اور وہ راتوں رات بھاگ نکلے۔ لوگوں نے بہت تلاش کیا مگر پتہ نہ چلا اور ایک سال گیارہ مہینے کے بعد ان کی خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔ [1]

بغداد میں مامون کا داخلہ

بغداد پر قبضہ اور قیام امن کے بعد مامون عراق کا دورہ کرتا ہوا صفر ۲۰۴ھ میں مع خدم وحشم بغداد آیا۔ مامون کا بدلا ہوا سبز رنگ جو اہل بیت کا نشان تھا' ابھی تک باقی تھا' لیکن اہل بغداد کو اس رنگ سے اتنی نفرت تھی کہ جہاں اس رنگ کا لباس دیکھتے پھاڑ ڈالتے' چنانچہ بنی عباس اور خراسانی فوج نے مامون سے کہہ کر یہ رنگ بدلوایا اور پھر قدیم عباسی سیاہ رنگ جاری ہو گیا۔ سب سے پہلے طاہر بن حسین نے اپنے لیے سیاہ لباس کی اجازت لی۔ اس کے بعد تمام عمال حکومت کو سیاہ خلعتیں ملیں اور پھر سیاہ رنگ حکومت کا رنگ قرار پایا۔ [2]

فضل بن ربیع جو مامون وامین کے اختلاف کی بنیاد تھا' روپوش ہو گیا تھا۔ مامون کو معلوم ہوا کہ وہ مر گیا۔ اس لیے اس نے اس کا کل مال ومتاع ضبط کر لیا' لیکن ایک دن دفعۃً طالب امن کی شکل میں نمودار ہو گیا۔ مامون کو اس کی اطلاع دی گئی۔ اس نے کہا: ''جب وہ دوسری دنیا سے دوبارہ لوٹا ہے تو ہارون بھی اس کے ساتھ ہو گا۔'' اور باپ کی یادگار کی حیثیت سے اس کو امان دے کر ان کا کل مال ومتاع واپس کر دیا۔

[1] ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۲۱' ۱۲۲۔ [2] ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۲۱' ۱۲۲۔

خراسان کی ولایت پر طاہر بن حسین کا تقرر

۲۰۵ھ میں مامون نے اپنے مشہور و معروف جنرل طاہر بن حسین کو تمام مشرقی ممالک یعنی خراسان سے لے کر سندھ تک کا گورنر جنرل مقرر کیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ ایک دن مامون اپنی بزم عیش میں نبیذ پی رہا تھا کہ طاہر آیا۔ مامون نے اسے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ طاہر نے دست بستہ عرض کی خادم کو آقا کے سامنے بیٹھنے کی مجال نہیں۔ مامون نے کہا یہ آداب درباری ہیں۔ نجی صحبتوں میں ان کے برتنے کی ضرورت نہیں۔ اثنائے گفتگو میں طاہر کی نظر مامون کی آنکھوں پر پڑی' دیکھا کہ ڈبڈبائی ہوئی ہیں۔ عرض کی ایسے وقت میں جبکہ پورا ملک حضور کے زیر فرمان ہے' رعایا مطیع اور ان کے دلوں میں حضور کی محبت ہے' رونے کا کیا موقع ہے؟ مامون نے کہا اس راز کو افشا کرنا ذلت اور چھپانا تکلیف دہ ہے۔ اس کے بعد طاہر چلا گیا' لیکن اس کے دل میں برابر یہ راز کھٹکتا رہا اور اس نے مامون کے ساقی اور ندیم خاص حسین کو دو لاکھ درہم دیئے کہ وہ کسی موقع پر اس معمہ کو حل کرے' چنانچہ دوسرے دن جب مامون نے نبیذ مانگی تو حسین نے اصرار سے پوچھا کہ گزشتہ شب کو طاہر کے آنے پر حضور کی آنکھیں کیوں ڈبڈبا گئی تھیں؟ مامون نے کہا تم اس راز کو کیوں پوچھتے ہو؟ اس نے کہا اس واقعہ نے مجھے پریشان کر رکھا ہے۔ مامون نے کہا اچھا میں بتائے دیتا ہوں' لیکن اگر تم نے اس کو اپنی زبان سے نکالا تو سر قلم کر دوں گا۔ واقعہ یہ ہے کہ جب طاہر کو دیکھتا ہوں تو بھائی امین کی ذلت اور بے کسی کی موت کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ مجھ کو خطرہ ہے کہ کسی نہ کسی دن طاہر کو میرے ہاتھ سے نقصان پہنچ جائے۔ طاہر کو یہ راز معلوم ہوا تو وہ بہت گھبرایا۔ اس نے وزیر اعظم احمد بن ابی خالد سے درخواست کی کہ وہ اسے کسی طرح مامون سے دور کسی مقام پر بھجوا دے۔ اس نے وعدہ کیا' چنانچہ دوسرے دن جب وزیر مذکور دربار گیا تو اس نے مامون سے کہا کہ مجھے رات بھر نیند نہیں آئی۔ اس نے پوچھا کیوں؟ کہا آپ نے غسان کو خراسان کا والی بنایا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر کسی دن ترک اٹھ کھڑے ہوئے تو اس کا خاتمہ کر دیں گے۔ مامون نے کہا میں بھی اس پر غور کر رہا ہوں۔ تمہاری نظر میں کون اس عہدے کا اہل ہے؟ اس نے طاہر کا نام لیا۔ مامون نے کہا مجھ کو اس کی طرف سے بغاوت کا خطرہ ہے۔ احمد بن ابی خالد نے کہا' میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ احمد کی سفارش پر مامون نے ذیقعدہ ۲۰۶ھ میں طاہر کو کل مشرقی صوبہ جات کا والی بنایا۔ [1]

---

[1] ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۲۲' ۱۲۳' اسی طاہر کی نسبت سے خراسان میں طاہر یہ خاندان پیدا ہو کر حکمران رہا۔ طاہر کے بعد اس کا بیٹا گورنر ہوا اور دولت عباسیہ کے تحت یہ پہلی نیم خود مختار حکومت قائم ہوئی۔ ۲۰۵ھ سے ۲۵۹ھ تک یہ حکومت قائم رہی اور یعقوب صفار کے ہاتھ سے اس کا خاتمہ ہو گیا۔
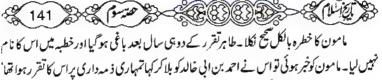
مامون کا خطرہ بالکل صحیح نکلا۔ طاہر تقرر کے دو ہی سال بعد باغی ہو گیا اور خطبہ میں اس کا نام نہیں لیا۔ مامون کو خبر ہوئی تو اس نے احمد بن ابی خالد کو بلا کر کہا تمہاری ذمہ داری پر اس کا تقرر ہوا تھا' اس لیے اس کو فوراً حاضر کرو' لیکن بغاوت کی خبر کے بعد اس کی موت کی خبر آ گئی۔ اس لیے احمد بن ابی خالد مواخذہ سے بچ گیا۔ [1]

نصر بن سیار پر فوج کشی اور گرفتاری

اوپر گزر چکا ہے کہ امین کے قتل کے بعد اس کے ایک عرب سردار نصر بن شبث ابن سیار عقیلی نے کیسوم میں علم بغاوت بلند کیا تھا' لیکن اس وقت مامون اس سے بڑی مہموں میں مشغول تھا اس لیے ادھر توجہ نہ کر سکا اور نصر نے رفتہ رفتہ بڑی قوت حاصل کر لی۔

بغداد پر قبضہ کے بعد جب مامون کو اطمینان ہوا تو ۲۰۶ھ میں اس نے طاہر کے لڑکے عبداللہ کو رقہ سے مصر تک کا والی بنا کر نصر کے مقابلہ پر مامور کیا۔ اس موقع پر اس کے باپ طاہر [2] نے اس کو اصول سیاست و جہان بانی کے متعلق ایک مفصل دستور العمل لکھ کر دیا' جو اپنی جامعیت اور خوبی کے اعتبار سے عدیم المثال تھا۔ طبری اور ابن اثیر نے اس کو پورا نقل کیا ہے۔ مامون نے اس کی نقلیں تمام ممالک محروسہ کے عمال کے پاس بھجوائیں۔ عبداللہ اس دستور العمل کو لے کر روانہ ہوا اور ۲۰۹ھ میں نصر کا محاصرہ کر لیا اور وہ چند شرائط پر امان لینے پر مجبور ہو گیا۔ [3] مامون نے محمد بن جعفر عامری کو نصر سے گفتگو کرنے کے لیے بھیجا۔ نصر نے اور تمام باتیں منظور کر لیں' لیکن دربار کی حاضری سے معافی چاہی۔ مامون نے اسے منظور نہ کیا اور کہا کہ وہ مجھ سے اتنا کیوں گھبراتا ہے؟ محمد بن جعفر عامری نے کہا اپنے جرم کی وجہ سے شرمندہ ہے۔ مامون نے کہا وہ فضل بن ربیع اور عیسیٰ بن محمد سے بڑا مجرم نہیں ہے جنہوں نے میری حکومت کا تختہ الٹ دیا تھا۔ میں نے انہیں معاف کر دیا۔ محمد نے کہا یہ ارشاد بجا ہے' لیکن ان کے آباؤ اجداد کی خدمات ان کی سفارشی تھیں اور نصر کو یہ شرف حاصل نہیں ہے۔ چند دنوں تک تو نصر اپنی ضد پر قائم رہا' لیکن عبداللہ بن طاہر نے اس کو اس قدر تنگ کیا کہ آخر میں اس نے غیر مشروط طور پر اپنے کو عبداللہ کے حوالہ کر دیا۔ اس نے اس کو مامون کے پاس بھجوا دیا اور اس کا قلعہ مسمار کر دیا۔ [4]

---

[1] ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۲۲' ۱۲۳۔
[2] یہ واقعہ طاہر کی موت سے پہلے کا ہے۔
[3] ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۳۱۔
[4] ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۳۲' ۱۳۳' ۱۲۲' ۱۲۳۔

افریقہ کی بغاوت
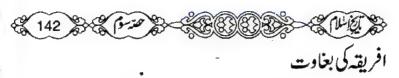
مامون کے زمانہ میں افریقہ میں بڑی زبردست بغاوت ہوئی' لیکن اب یہاں اغلبیوں کی نیم خودمختار حکومت قائم ہوگئی تھی' جن کا عباسیہ سے محض برائے نام تعلق تھا۔اس لیے ان کے حالات قلم انداز کئے جاتے ہیں۔

عبدالرحمٰن بن احمد علوی کا خروج

مامون نے اپنے اسلاف کے مقابلہ میں علویوں کے ساتھ اپنا طرزِ عمل بدل دیا تھا۔ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا تھا۔امام رضا کی محبت میں اس نے اپنی خلافت تک خطرہ میں ڈال دی تھی' لیکن علویوں کے طرزِ عمل میں کوئی فرق نہ آیا اور انہوں نے اس کے ساتھ بھی اپنی قدیم مخالفانہ روش قائم رکھی' چنانچہ ۲۰۷ھ میں عبدالرحمٰن بن احمد بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی نے یمن میں اہل بیت کی دعوت شروع کی۔یمنی عباسی عمال کے خلاف تھے۔اس لیے بہت سے یمنی عبدالرحمٰن کے ساتھ ہوگئے۔مامون کو یہ حالات معلوم ہوئے تو ۲۰۷ھ میں اس نے دینار بن عبداللہ کو ان کے مقابلہ کے لیے بھیجا' لیکن اتنا لحاظ اس وقت بھی رکھا کہ عبدالرحمٰن کے لیے امان نامہ لکھ کر دے دیا کہ اگر وہ اطاعت قبول کرلیں تو ان سے جنگ نہ کی جائے' چنانچہ دینار نے یمن پہنچ کر پہلے یہ امان نامہ بھجوایا۔عبدالرحمٰن نے اسے قبول کرلیا اور عبداللہ کے ساتھ مامون کے پاس چلے آئے۔مامون انہیں امان دے چکا تھا اس لیے ان کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کی' لیکن علویوں سے بددل ہوکر انہیں دربار میں داخلہ کی ممانعت کردی اور ان کے خاندانی سبز رنگ کی بجائے سیاہ عباسی رنگ استعمال کرنے کا حکم دیا۔ [1]

ابراہیم کے حامیوں کی سازش

اوپر معلوم ہوچکا ہے کہ بغداد میں مامون کے داخلہ کے وقت ابراہیم ابن مہدی روپوش ہوگئے تھے۔گو اب ان میں کوئی دم خم نہ رہ گیا تھا' لیکن ان کے بعض حامی و ہوا خواہ ابراہیم بن محمد المعروف بابن عائشہ' محمد بن ابراہیم افریقی اور مالک بن شاہی وغیرہ خفیہ ان کی بیعت کے لیے کوشاں تھے' چنانچہ ۲۱۰ھ میں انہوں نے یہ سازش کی کہ جب بغدادی فوج نصر بن شبث عقیلی کی مہم سے فراغت کے بعد

---

[1] ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۳۹۔

واپس آئے اور بغداد کے پل کو عبور کرنے لگے تو پل توڑ دیا جائے۔ عمران القطر بلی کو اس کا علم ہو گیا' اس نے حکام کو اطلاع دے دی اور سب سازشی گرفتار کر لیے گئے۔ انہوں نے چند دوسرے آدمیوں کو شریک جرم بتا کر پھنسانا چاہا لیکن مامون نے اس کو باور نہ کیا اور صرف ابن عائشہ اور ابن شاہی کو جن پر قید خانہ میں نقب لگانے کا بھی الزام تھا' قتل کرا دیا۔

عبداللہ بن سری کی بغاوت اور اسکندریہ سے اندلسیوں کا خراج

بغداد کے انقلاب نے بعض عمال میں خودسری کا حوصلہ پیدا کر دیا تھا' چنانچہ ۲۰۵ھ میں سری بن محمد والی مصر کے لڑکے عبداللہ نے جو اپنے باپ کی موت کے بعد ۲۰۵ھ میں اس کی جگہ والی ہوا تھا' علم بغاوت بلند کر دیا تھا اور اہل اندلس کے ایک جرگہ نے جنہیں حکم بن ہشام نے وہاں سے نکال دیا تھا' اسکندریہ پر قبضہ کر کے ابوحفص بلوطی کو اپنا سردار بنا لیا تھا اور مصر و اسکندریہ دونوں خطرے میں پڑ گئے تھے۔

اوپر گزر چکا ہے کہ مامون نے عبداللہ بن طاہر کو مصر کا والی بنا کر نصر بن شبث کے مقابلہ پر مامور کیا تھا۔ اس سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اس نے ۲۱۰ھ میں عبداللہ بن سری ابن محمد کی طرف توجہ کی اور اسے شکست دے کر مطیع بنایا۔ اس کے بعد اندلسیوں کو اسکندریہ سے نکالنے کے لیے فوجیں بھیجیں۔ ان میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی' اس لیے انہوں نے اس شرط پر خود اسکندریہ چھوڑ دیا کہ انہیں کسی قریبی جزیرہ میں نکل جانے دیا جائے' چنانچہ یہاں سے نکل کر کریٹ میں آباد ہو گئے۔ ان کی اولاد مدتوں اس جزیرہ کی حکمران رہی' تا آنکہ فرنگیوں نے ان کو یہاں سے نکالا۔ [1]

قم کی بغاوت

اسی سنہ میں قم میں بغاوت رونما ہوئی۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ مامون نے عراق کے دورے کے سلسلہ میں رے کا خراج گھٹا دیا تھا۔ قم کے باشندے بھی اس رعایت کے طالب ہوئے' لیکن مامون نے ان کی درخواست نہ سنی۔ انہوں نے خراج دینا بند کر دیا۔ مامون نے علی بن ہشام کو بھیجا۔ اس نے انہیں زیر کر کے سرکشی کی سزا میں مقررہ رقم سے کئی گنا زیادہ وصول کیا۔

زریق بن علی کی بغاوت

اسی زمانہ میں موصل کے ایک عرب زریق بن علی ازدی نے کردستان اور آذربائیجان کے

---

[1] ابن خلدون ج ۴' ص ۲۵۳۔

درمیانی علاقہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ سید بن انس ازدی والی موصل نے اس کو ہٹانے کی کوشش کی۔ دونوں میں کئی معرکے ہوئے۔ ۲۱۱ھ میں زریق چالیس ہزار فوج لے کر چڑھ آیا۔ ابن انس نے مقابلہ کیا اور اس مقابلہ میں کام آ گیا۔
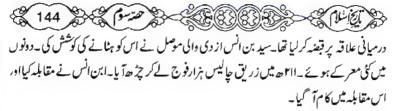
مامون کو اس کی موت کا بڑا صدمہ ہوا۔ اس نے ۲۱۲ھ میں محمد بن حمید کو اس سے انتقام لینے اور بابک خرمی کی شورش (اس کا حال آئندہ آتا ہے) دبانے کے لیے بھیجا۔ زاب میں دونوں کا سامنا ہوا۔ محمد بن حمید نے اس کو اطاعت کی دعوت دی۔ اس نے مسترد کر دی۔ اس کے انکار پر محمد بن حمید اور محمد بن سید نے مل کر زریق کو شکست دی اور اس نے جان بخشی کرا کے اپنے کو حوالہ کر دیا۔ محمد بن حمید نے اسے مامون کے پاس بھجوا دیا۔ اس نے اس کی کل املاک ضبط کرنے کا حکم دیا۔ زریق کے لڑکوں نے اس حکم کی تعمیل میں کوئی تامل نہیں کیا۔ اس لیے محمد نے ان کی اطاعت کیشی کے صلہ میں جائیداد انہیں واپس کر دی۔

زریق سے فراغت کے بعد محمد بن حمید آذربائیجان جس پر بعض مخالفین قابض ہو گئے تھے روانہ ہو گیا' لیکن اس کے پہنچنے سے پیشتر یعلی بن مرہ نے انہیں نکال کر آذربائیجان واپس لے لیا تھا۔ ❶

بابک خرمی کا خروج

۲۰۱ھ میں ایک باطنی عجمی بابک خرمی ایک نئی تحریک جو اس کی نسبت سے خرمی مشہور ہے' لے کر اٹھا۔ یہ تحریک ایران کے پرانے مذہب مزدکی کی پیداوار ہے۔ مزدکی مذہب کے ایران سے مٹنے کے بعد سب سے پہلے ایک مجوسی جاویدان نے اس کو زندہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ دوسرے عجمی مذاہب کی طرح تناسخ اس کا بنیادی عقیدہ تھا اور چونکہ اس عقیدہ میں فنا نہیں ہے' بلکہ محض قالب بدلتا رہتا ہے اس لیے اس نے اپنا لقب جاویدان یعنی ہمیشہ رہنے والا رکھا۔ اسلامی عہد میں بابک نے اس کو زندہ کرنے کی کوشش کی اور دعویٰ کیا کہ تناسخ کے ذریعہ جاویدان کی روح اس میں منتقل ہو گئی ہے اور وہ اس کا جانشین ہے۔ مزدکی مذہب میں اباحیت یعنی جنسی تمتع کے لیے بلا کسی قید کے مطلق آزادی کی خاص تعلیم تھی اسی لیے بابک نے خرمی یعنی شادمانی اپنا لقب رکھا۔ اس آزادی کی وجہ سے ہزاروں آدمی اس میں شریک ہو گئے۔ ❷

---

❶ ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۳۶' ۱۳۸۔

❷ کتاب الفرق بین الفرق ص ۲۵۱ و ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۱۱۔

یہ تحریک مذہبی رنگ میں تھی، لیکن درحقیقت مسلمانوں کے خلاف ایک سیاسی تحریک تھی، چنانچہ بابک نے اسلامی آبادیوں پر حملہ کر کے ہزاروں مسلمان تہہ تیغ کر دیئے۔ مامون نے کئی فوجیں اس کے مقابلہ کے لیے روانہ کیں، لیکن سب ناکام واپس ہوئیں۔ ۲۱۲ھ میں محمد بن حمید اس مہم پر مامور ہوا، چنانچہ وہ زریق کو مطیع بنانے کے بعد بڑے اہتمام سے بابک کے مقابلہ کے لیے نکلا۔

بابک نے ایک دشوار گزار کوہستان کو اپنا مرکز بنایا تھا۔ محمد بن حمید اس کو طے کر کے مقام ہشتادسر پہنچا اور فوجوں کو ازسرنو مرتب کر کے آگے روانہ کر دیا اور خود ان کی حفاظت کے لیے پیچھے رہا۔ بابک پہاڑی کے اوپر دروں میں چھپا ہوا تھا۔ جیسے ہی مسلمان اس کی زد پر پہنچے، بابک دفعۃً کمین گاہ سے نکل کر ٹوٹ پڑا۔ محمد بن حمید نے ہر چند مسلمانوں کو سنبھالنے کی کوشش کی، لیکن بابک کا حملہ ایسا ناگہانی اور سخت تھا کہ وہ سنبھل نہ سکے اور خرمیوں نے محمد بن حمید کو قتل کر دیا۔ [1]

مامونی عہد میں ان ہنگاموں کے علاوہ اور بھی چھوٹے چھوٹے واقعات رونما ہوئے، لیکن وہ چنداں لائق ذکر نہیں ہیں۔

فتوحات

اگرچہ مامون کا قریب قریب پورا عہد اندرونی شورشوں اور بغاوتوں کے فرو اور حکومت کے بگڑتے ہوئے نظام کو درست کرنے میں گزرا، لیکن اس کے باوجود فتوحات کے لحاظ سے بھی اس کا عہد نہایت کامیاب رہا اور اس پرشور عہد میں بعض اہم فتوحات حاصل ہوئیں۔ یہ فتوحات مختلف سنوں میں ہوتی رہیں، لیکن تسلسل کے خیال سے ان سب کو متفرق طور پر لکھنے کے بجائے شورش اور ہنگاموں کے بعد ایک جگہ لکھنا مناسب معلوم ہوا۔

شاہ کابل کی اطاعت

ٹھیک بغداد کی شورش کے زمانہ میں جب کہ ایک طرف اس کی فوجیں بغداد کے محاصرہ میں مصروف تھیں، دوسری طرف اس کا ایک حصہ کوہستان کابل میں برسرپیکار تھا، چنانچہ اسی زمانہ میں کابل کے بادشاہ نے اطاعت قبول کر کے اسلام قبول کیا اور تاج شاہی مامون کی پیش کش کے لیے بھیجا۔ [2]

بادشاہ اشروسنہ کی اطاعت اور اسلام

---

[1] ابن اثیر جلد ۶، ص ۱۳۹، ۱۴۰۔ [2] فتوح البلدان بلاذری ص ۴۰۹، ۴۳۶۔

عین اسی زمانہ میں ترکستان کے فرمانرواؤں سے بھی مقابلہ جاری رہا اور یہاں بعض فتوحات بھی ہوئیں۔ چنانچہ اشروسنہ کے بادشاہ کاؤس نے ذوالریاستین فضل بن سہل سے اس شرط پر صلح کی درخواست کی کہ اگر ہمارے حدود سلطنت میں مداخلت نہ کی جائے تو ہم اس کے بدلہ میں ایک مقررہ رقم پیش کرتے رہیں گے۔ ذوالریاستین نے یہ درخواست قبول کر لی تھی' لیکن جب مامون بغداد آیا تو کاؤس معاہدہ پر قائم نہ رہا۔ اس لیے مامون نے اس کی تادیب کے لیے فوجیں روانہ کیں اور کاؤس کو نقض عہد کی سزا سے بچنے کے لیے اسلام قبول کرنا پڑا۔ کاؤس کے دو لڑکے تھے' فضل و حیدر [1] کاؤس نے فضل کی شادی اپنے ایک مقرب قہرمان کی لڑکی سے کر دی تھی۔ اس تعلق سے قہرمان فضل کی تعریف اور حیدر کی مذمت کیا کرتا تھا۔ حیدر نے غصہ میں آ کر قہرمان کو قتل کر دیا' لیکن پھر باپ کے خوف سے گھبرایا اور اس کے مواخذہ سے بچنے کے لیے مامون کی خدمت میں جا کر اس سے کہا کہ اشروسنہ نہایت آسانی کے ساتھ فتح ہو سکتا ہے اور وہاں تک پہنچنے کا قریب ترین راستہ بھی بتا دیا۔ مامون کاؤس کے نقض عہد کی وجہ سے پہلے سے برہم تھا اس لیے فوراً احمد بن ابی خالد کو اشروسنہ پر فوج کشی کا حکم دے دیا۔ کاؤس کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے ترک سلاطین سے مدد مانگی۔ ان میں ایک شخص دہم نے امداد دینے کا وعدہ کیا' لیکن اس کی مدد آنے سے پہلے ہی احمد اشروسنہ پہنچ گیا۔ کاؤس اس وقت اشروسنہ سے دور تھا اس لیے احمد کی فوج کشی کی خبر سن کر گھبرایا۔ اس کے دوسرے لڑکے حیدر پر بھی جو دہم کی مدد کے لیے آ رہا تھا' ایسا خوف طاری ہوا کہ وہ بھی امدادی فوج کو راستہ میں چھوڑ کر باپ کے پاس چلا گیا اور ترکی دستہ راستہ میں پانی کی قلت کی وجہ سے ہلاک ہو گیا اور کاؤس کے لیے اطاعت قبول کرنے کے سوا چارۂ کار نہ رہ گیا' چنانچہ اس نے مامون کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ مامون نے اس صلہ میں اس کی حکومت قائم رکھی اور اس کے بعد اس کے لڑکے حیدر کو اس کا قائم مقام بنایا۔ [2]

طبرستان کے پہاڑی امرا کی اطاعت

۲۰۱ھ میں عبداللہ بن خردازنہ والی طبرستان نے دیلم پر چڑھائی کی اور بلاذر' تیزر اور طبرستان کے بعض کوہستانی علاقوں کو فتح کر کے ابو لیلیٰ بادشاہ دیلم اور کوہستانی علاقے کے بعض فرمانرواؤں کو مامون کی خدمت میں بھیجا۔ [3]

---

[1] حیدر کا ترکی نام افشین تھا۔ [2] فتوح البلدان ص ۴۳۶' ۴۳۷۔

[3] ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۱۱۔

ایشیائے کوچک کی فتوحات

محرم ۲۱۵ھ میں مامون نے بہ نفس نفیس ایشیائے کوچک پر فوج کشی کی اور منبج' وابق' انطا کیہ' مصیصہ اور طرسوس ہوتا ہوا ایشیائے کوچک میں داخل ہوا اور حصن ماجد کو صلحاً اور حصن قرہ کو بزور شمشیر فتح کر کے برباد کر ڈالا اور امیر اشناس کو حصن سندس اور جعفر کو حصن ستاذ پر مامور کیا۔ اشناس کے قلعدار کو گرفتار کر لیا اور ستاذ کے قلعدار نے اطاعت قبول کر لی اور مامون ظافر و غانم دمشق واپس گیا۔

اس کے ایک سال بعد رومیوں نے طرطوس اور مصیصہ کے کئی ہزار مسلمان قتل کر ڈالے۔ مامون کو اس کی خبر ہوئی تو ۲۱۷ھ میں پھر روم پر فوج کشی کی اور انطیعو ا کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں کے باشندوں نے صلح کر لی اور مامون نے ہرقلہ کا رخ کیا۔ یہاں کے باشندوں نے بھی مصالحت کر لی اور مامون نے معتصم کو رومی قلعوں کی تسخیر پر مامور کیا۔ اس نے تمیں قلعے اور مطمورہ کو فتح کیا اور قاضی یحییٰ بن اکثم نے بہت سے رومی گرفتار کیے اور مامون کیسوم ہوتا ہوا دمشق لوٹ آیا۔ [1]

۲۱۷ھ میں پھر نکلا اور لولوہ کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس میں کامیابی نہ ہوئی' اس لیے عجیف کو متعین کر کے خود لوٹ گیا۔ واپسی میں وہ مرض الموت میں مبتلا ہو گیا جس کا ذکر آئندہ آئے گا۔

مامون کی واپسی کے بعد قیصر روم توفیل مدافعت کے لیے پہنچا۔ اس دوران میں مامون کی بھیجی ہوئی تازہ دم کمک آ گئی تھی۔ اس لیے توفیل کو مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی اور لولوہ کے باشندے اطاعت پر مجبور ہو گئے۔ [2] اور مامون نے ان مقامات کی حفاظت کے لیے طوانہ میں قلعہ تعمیر کر کے یہاں مسلمانوں کی آبادی قائم کی۔

کریٹ کی فتح

جزیرہ کریٹ کا کچھ حصہ ولید اموی اور اس کے بعد ہارون کے زمانہ میں فتح ہوا تھا۔ مامون کے زمانہ میں ابو حفص عمر بن عیسیٰ اندلسی نے یہاں ایک اور قلعہ فتح کیا اور رفتہ رفتہ پورا جزیرہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔ [3]

صقلیہ کی فتح

مامونی دور کی ایک بڑی یادگار صقلیہ کی فتح ہے' گو اس کا عباسی حکومت سے براہ راست کوئی

---

[1] ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۴۱۔ [2] ابن خلدون جلد ۳' ص ۲۵۶۔ [3] فتوح البلدان ص ۲۴۵۔

تعلق نہیں ہے اور اس کا سہرا شمالی افریقہ کے حکمران اغلبیوں کے سر ہے' لیکن وہ عباسی حکومت کے باجگزار تھے اور صقلیہ کی فتح نہایت اہم ہے' اس لیے اس کے مختصر حالات لکھے جاتے ہیں۔

صقلیہ پر حملہ کی ابتدا اموی دور میں ہو چکی تھی' لیکن اس کی تسخیر مامونی دور میں عمل میں آئی۔ اس زمانہ میں صقلیہ حکومت قسطنطنیہ کا ایک ماتحت علاقہ تھا اور یہاں کے حکمرانوں کا عزل و نصب قیصر کے اختیار میں تھا۔ صقلیہ کی فتح کے زمانہ میں شہنشاہ روم کی جانب سے قسطنطین یہاں کا حکمران تھا۔ اس نے فیمی نامی شخص کو امیر البحر بنایا۔ فیمی نے افریقہ کے ساحل پر تاخت کر کے بہت سے تاجروں کو لوٹ لیا اور مدتوں یہاں مقیم رہا۔ ایک مرتبہ قیصر اس سے ناراض ہو گیا اور والی صقلیہ کو اسے گرفتار کر کے سزا دینے کا حکم دیا۔ فیمی کے حامی یہ سن کر بہت برہم ہوئے اور فیمی کو قسطنطین کی مخالفت پر آمادہ کیا' چنانچہ وہ افریقہ سے صقلیہ پہنچا اور سرقوسہ پر مخالفانہ قبضہ کر لیا۔ قسطنطین نے اسے ہٹانے کی کوشش کی مگر خود شکست کھائی۔ فیمی نے تعاقب کیا۔ قسطنطین گرفتار ہو کر مارا گیا اور فیمی صقلیہ کا خود مختار بادشاہ بن گیا۔ صقلیہ کی حکومت حاصل کرنے کے بعد اس نے ایک شخص بلاطہ کو جزیرہ کے ایک حصہ کا حاکم بنایا۔ کچھ دنوں کے بعد اس میں اور فیمی میں مخالفت ہو گئی اور بلاطہ نے اپنے بھائی میخائیل والی بلرم کی مدد سے فیمی کو شکست دے کر سرقوسہ پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت افریقہ میں اغلبی حکومت کے فرمانروا امیر زیادۃ اللہ کا بڑا شہرہ تھا۔ فیمی نے بلاطہ سے بدلہ لینے کے لیے زیادۃ اللہ کی جانب رجوع کیا اور افریقہ کا سفر کر کے زیادۃ اللہ کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر آپ اس وقت میری مدد کریں تو صقلیہ کا تاج و تخت آپ کے لیے حاضر ہے۔ جزیرہ صقلیہ مدتوں سے مسلمانوں کی نگاہ میں تھا۔ اس لیے زیادۃ اللہ نے ۲۱۲ھ میں قیروان کے قاضی اسد بن فرات کی ماتحتی میں ایک فوج روانہ کر دی۔ اسد بن فرات مازر پہنچ کر یہاں سے بلاطہ کے مقابلہ کے لیے بڑھے۔ راستہ میں رومیوں کی ایک جماعت ملی۔ مسلمانوں نے فیمی کی مدد کے بغیر تنہا مقابلہ کر کے انہیں شکست دی۔ بلاطہ بھاگ کر قلوریہ پہنچا اور وہاں مارا گیا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے متعدد قلعے فتح کیے اور اسد بن فرات نے ایک مشہور قلعہ کا رخ کیا۔ یہاں کے رومیوں نے جمع ہو کر اسد سے کہا کہ ہم جزیہ دیں گے۔ آپ مہربانی کر کے یہاں کا رخ نہ کیجیے۔ اسد نے منظور کر لیا۔ رومیوں نے اس کو یہ فریب دے کر خفیہ جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ فیمی نے بھی جس کا کام اس کے حریف بلاطہ کے خاتمہ کے بعد پورا ہو چکا تھا اور صقلیہ میں مسلمانوں کی مزید فتوحات اس کے مفاد کے خلاف تھیں' رومیوں کو ملک کی حفاظت پر ابھارا' لیکن ظاہر میں مسلمانوں کے ساتھ رہا' چنانچہ مدافعت کی تیاری مکمل کرنے کے بعد انہوں نے

جزیہ دینے سے انکار کر دیا۔ اس لیے اسد نے ہر طرف فوجیں پھیلا کر سرقوسہ کے قرب و جوار کی بہت سی آبادیاں فتح کر لیں اور اس کے بحری اور بری دونوں ناکے گھیر لیے۔ اسی دوران میں افریقہ سے تازہ دم امداد پہنچ گئی۔ اسی دوران میں بلرم کا حاکم مسلمانوں کی طرف بڑھا۔ انہوں نے بھی مقابلہ کا پورا انتظام کیا۔ فوج کے گرد خندقیں کھود کر دور دور تک گڑھے کھود دیئے۔ رومیوں نے پہنچتے ہی پوری قوت کے ساتھ حملہ کر دیا اور زور میں بہت سے رومی گڑھوں میں گر کر ہلاک ہوئے۔ مسلمانوں نے سرقوسہ کا محاصرہ اور سخت کر دیا۔ اسی دوران میں رومیوں کی مدد کے لیے قسطنطنیہ سے جنگی جہاز پہنچ گئے۔ دوسری طرف اسلامی فوج میں وبا پھیل گئی اور بہت سے مسلمانوں کی جانیں اس میں ضائع ہو گئیں۔ اسد بن فرات بھی اس کا شکار ہو گئے۔ ان کے بعد محمد بن ابی الجواری نے ان کی جگہ لی' لیکن وبا کی ہلاکت آفرینی نے مسلمانوں کی قوت کمزور کر دی تھی۔ اس لیے انہوں نے لوٹ جانے کا عزم کیا' مگر رومیوں نے راستہ روک دیا۔ یہ دیکھ کر مسلمانوں کے جذبات بھڑک اٹھے' چنانچہ انہوں نے لوٹنے کا ارادہ ترک کر کے جہازوں میں آگ لگا دی اور شہر مینا کو فتح کر کے جرجنت کو مرکز قرار دیا۔ ان فتوحات نے مسلمانوں کے حوصلے بڑھائے اور انہوں نے قصریانہ کا رخ کیا۔ فیمی بھی ساتھ ساتھ تھا۔ قصریانہ والوں نے اس کے سامنے زمین بوس ہو کر اطاعت کا اظہار کیا اور کہا تاج و تخت آپ کے لیے حاضر ہے اور اطاعت کا فریب دے کر قتل کر دیا۔ قسطنطنیہ سے رومیوں کی امداد کا تار بندھا ہوا تھا' لیکن مسلمانوں نے ان سب کو قتل کر دیا' جو باقی رہ گئے وہ قصریانہ میں داخل ہو گئے۔ اسی دوران میں محمد بن ابی الجواری کا انتقال ہو گیا اور ان کی بجائے زبیر بن غوث امیر قرار پائے۔

ان پیہم فتوحات نے مسلمانوں کی توجہ اصل مقصد سے ہٹا دی اور وہ فتوحات میں زور صرف کرنے کے بجائے لوٹ میں مصروف ہو گئے اور ان کے مختلف جتھے مختلف سمتوں میں چھاپے مارنے لگے۔ ان کو منتشر دیکھ کر رومی ہر طرف سے نکل پڑے اور مختلف مقامات پر ان کو شکست دینے کے بعد ان پر متحدہ حملہ کر دیا۔ مسلمانوں کی قوت منتشر ہو چکی تھی' اس لیے فاش شکست کھائی اور ایک ہزار مسلمان قتل ہوئے' جو باقی بچے وہ اپنی قیام گاہ پر واپس آ گئے' لیکن یہاں بھی رومیوں نے ان کو گھیر لیا اور جنگ کا سلسلہ اتنا بڑھا کہ مسلمانوں کے کھانے پینے کا سامان ختم ہو گیا۔ مسلمانوں نے ان پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا۔ رومی خیموں کو چھوڑ کر قریب ہی چھپ گئے تھے۔ اس لیے جیسے ہی مسلمان آگے بڑھے وہ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور بہت سے مسلمانوں کو شہید کر ڈالا۔ باقی ماندہ لوگ مینا میں داخل ہو گئے۔ رومیوں نے ان کا بہت سخت محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں کو جانور کھانے کی نوبت آ گئی اور رومیوں کا زور اتنا

بڑھ گیا کہ قلعہ جرجنت کے مسلمان بھی ان کی مدد نہ کر سکے اور یہ لوگ ۲۱۴ھ تک اس پریشانی میں دن کاٹتے رہے۔ ۲۱۴ھ میں اتفاق سے کئی اندلسی اسلامی بیڑے جو جنگ کے لیے نکلے تھے' پہنچ گئے اور افریقہ سے بھی مدد آ گئی۔ ان سب نے رومیوں پر متفقہ حملہ کر کے مسلمانوں کو اس مصیبت سے نجات دلائی اور انہوں نے ۲۱۶ھ میں دوبارہ بلرم پر قبضہ کر لیا۔ پھر بدقسمتی سے ان میں اور اندلسی مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے صقلیہ کی فتوحات رک گئیں اور پھر معتصم کے عہد میں ۲۱۹ھ سے یہ سلسلہ شروع ہوا جس کا ذکر اس کے حالات میں آئے گا۔ [1]

فضل بن سہل کی وزارت

مامون کا سب سے پہلا وزیر فضل بن سہل تھا۔ اس کا باپ سہل سلاطین فارس کی اولاد میں تھا۔ ہارون رشید کے زمانہ میں مہدی کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوا۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ سہل نہیں بلکہ اس کے لڑکے فضل نے اسلام قبول کیا۔ فضل علم نجوم کا بڑا ماہر تھا اور اسی کی روشنی میں امور مملکت کو انجام دیتا تھا۔ ابن خلکان نے اس قسم کے متعدد واقعات نقل کیے ہیں۔ بڑا فصیح و بلیغ' بڑا سیاستدان اور آداب سلاطین کا واقف کار تھا۔ حلم' فیاضی اور سیاست میں اس کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ برامکہ بڑے جوہر شناس تھے' چنانچہ جعفر برمکی نے مامون کی خدمت کے لیے ہارون سے فضل کی سفارش کی۔ ہارون نے اس کو جانچنے کے بعد مامون کی خدمت پر مامور کیا۔ فضل کی عاقبت بین نگاہ نے دیکھ لیا تھا کہ ایک نہ ایک دن مامون کے ہاتھوں میں خلافت آئے گی۔ اس لیے وہ شروع ہی سے بڑی توقعات رکھتا تھا اور آئندہ کی امید پر مامون پر اپنی کارگزاری اور حسن تدبیر کا سکہ بٹھاتا رہا۔

جب مامون اور امین میں اختلافات شروع ہوئے' اس وقت فضل کو اپنی دیرینہ آرزوؤں کے پورا کرنے کا موقع ملا اور اس نے اپنے حسن تدبیر سے مامون کو مسند خلافت پر بٹھایا۔ خلافت ملنے کے بعد مامون نے اسے وزارت عظمٰی کے منصب پر سرفراز اور ذوالریاستین کے لقب سے ملقب کیا کہ تلوار اور قلم دونوں اس کے تابع فرمان تھے۔ اس نے اس شان وشکوہ کی وزارت کی کہ برامکہ کے سوا اس کی دوسری مثال نہیں مل سکتی' لیکن اس کی خودسری اور استبداد کی وجہ سے اس کا انجام بھی اچھا نہ ہوا۔ اس کے قتل کا واقعہ اوپر گزر چکا ہے۔ قتل کے وقت بروایت طبری اس کی عمر ۶۲ سال تھی۔ [2]

---

[1] یہ تمام حالات ابن اثیر اور ابن خلدون سے ماخوذ ہیں۔

[2] تفصیل دیکھو ابن خلکان جلد ا' ص ۴۱۳' ۴۱۴ و الفخری ص ۲۰۲۔

حسن بن سہل
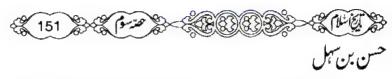
مامون کا دوسرا وزیر فضل کا چھوٹا بھائی سہل تھا۔ گو یہ فضل جیسا عالی دماغ نہ تھا' تاہم اس میں بہت سے اوصاف وخصوصیات تھیں۔ فیاضی میں فضل سے بڑھا ہوا تھا۔ فضل کے قتل کے بعد مامون نے اس کی دلدہی کے لیے اس کو وزیر بنایا اور اس کی لڑکی بوران سے شادی کی۔ حسن میں فیاضی اور اولوالعزمی کا وصف زیادہ نمایاں تھا۔ بوران کی شادی میں اس نے جس فیاضی کا مظاہرہ کیا' اس کی مثالیں کم ملیں گی۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ تاریخ اسلام میں اس شان کی شادی کی دوسری مثال نہیں ملتی اور اسے عہد مامونی کے اہم واقعات میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ شادی فم صلح میں ہوئی تھی۔ بارات میں مامون کا سارا خدم وحشم' فوج اور جملہ عمائد شریک تھے۔ انیس دن تک بارات مقیم رہی۔ حسن نے بڑی اولوالعزمی سے بارات کی مدارت کی۔ یہ واقعہ خاص طور سے لائق ذکر ہے کہ شادی کے دن کاغذ کے پرزوں پر نقدی' جائیداد' غلام اور ہر قسم کا نقد وجنس اور ساز وسامان لکھ کر ان کی گولیاں بنا کر لٹائیں۔ جس کو جو گولی ملی' فوراً اس کی مرقومہ چیز اس کے حوالہ کی گئی۔ ان گولیوں کے علاوہ طلائی اور نقرئی سکے براتیوں پر لٹائے گئے۔ مامون کے بیٹھنے کے لیے خالص سونے کا فرش تھا۔ جیسے ہی اس نے اس پر قدم رکھا اوپر سے سچے موتی نچھاور کیے گئے اور جب پہلی مرتبہ مامون بوران سے ملا تو بوران کی دادی نے دولہا ودلہن کے اوپر سے ایک ہزار بیش قیمت درتیم نچھاور کیے۔ مؤرخین اس شادی کے اخراجات کا اندازہ پانچ کروڑ کرتے ہیں۔ [1]

حسن وزارت سے پہلے طاہر کے مفتوحہ ممالک کا والی تھا۔ فضل کے بعد وزیراعظم ہوا' لیکن اس کو فضل کے قتل کا ایسا شدید قلق اور اس کے دماغ پر اس کا اتنا اثر تھا کہ کچھ ہی دنوں کے بعد جنون ہو گیا اور اسی حال میں ۲۳۶ھ میں وفات پائی۔

احمد بن ابی خالد

تیسرا وزیر ابو احمد بن ابی خالد الاحول تھا۔ یہ نہایت عاقل وفرزانہ' امور جہاں بانی کا ماہر فصیح و بلیغ اور بڑا انشاء پرداز تھا۔ حسن بن سہل کی وزارت کے زمانہ میں اس کا کاتب تھا' فضل کی موت نے حسن کا دماغ بیکار کر دیا تھا' اس لیے اس کی وزارت ہی کے زمانہ میں مامون نے احمد کو وزیر بنانا چاہا۔ اس نے کہا میں اس عہدہ کے جملہ فرائض انجام دینے کے لیے حاضر ہوں' لیکن امیرالمومنین

[1] ابن خلکان ج ا' ص ۹۳' ۹۴ والفخری ص ۲۰۳۔

مجھے وزارت کے لقب سے ملقب نہ فرمائیں۔ مامون نے اسے نہ قبول کیا اور باقاعدہ اسے وزیر بنا دیا۔ ۲۱۶ھ میں اس نے وفات پائی۔ [1]

احمد بن یوسف

احمد بن ابی خالد کے بعد احمد بن یوسف بن قسیم کو قلم دان وزارت سپرد ہوا۔ یہ بھی فضل و کمال اور ادب و شاعری میں نہایت ممتاز تھا۔ امور جہانبانی اور آداب سلطانی میں مہارت حاصل تھی۔ احمد بن ابی خالد کے بعد حسن بن سہل کی رائے سے وزارت کا عہدہ اس کے متعلق کیا گیا۔ یہ بھی چند دنوں کے بعد مر گیا۔ اس کی موت کے بارہ میں دو روائتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس کو مامون نے ایک گستاخی پر سزا دی' اس کے صدمہ سے کچھ دنوں کے بعد مر گیا۔ دوسرے یہ کہ وہ خود اپنی کسی لغزش کے صدمہ سے مرا۔ [2]

ثابت بن یحییٰ

اس کے بعد ابو عباد ثابت بن یحییٰ بن یسار رازی کو منصب وزارت تفویض ہوا۔ یہ ایک اچھا کاتب تھا۔ حساب میں بڑی مہارت رکھتا تھا' لیکن سخت تند مزاج اور سریع الغضب تھا۔ غصہ کی حالت میں بالکل قابو سے باہر ہو جاتا تھا۔

ابو عبداللہ محمد بن یزداد

مامون کا سب سے آخری وزیر ابو عبداللہ محمد بن یزداد بن سوید تھا۔ یہ خراسان کا باشندہ تھا۔ اس کے آباؤ اجداد مجوسی تھے۔ اس خاندان میں سب سے پہلے سوید نے اسلام قبول کیا۔ سوید کے بچپن میں اس کے والد کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس کی ماں نے اس کو ایک عجمی کاتب کے حوالہ کر دیا تھا۔ کاتب نے بڑی توجہ سے اس کو تعلیم و تربیت دی۔ خصوصاً فارسی ادب کی نہایت عمدہ تعلیم دی۔ حصول تعلیم کے بعد مرو کے دفتر محاسبی میں ملازم ہو گیا۔ ایک دن پانی برس رہا تھا' اس لیے دفتر کے محرر اور بعض دوسرے عہدیدار نہ آ سکے تھے' مگر ان کا میر منشی آ گیا تھا۔ اس کو کچھ ضروری حساب و کتاب کرنا تھا' دفتر بالکل خالی تھا۔ اس لیے خود کام کرنے لگا۔ کام کرتے کرتے اس پر غنودگی طاری ہو گئی اور وہ کاغذات سوید کے سپرد کر کے سو گیا۔ سوید اس کام سے واقف تھا۔ اس نے اس کو بحسن و خوبی پورا کر دیا۔ میر منشی کی آنکھ کھلی تو اس نے کاغذات مانگے۔ سوید نے لا کر حاضر کیے' اس نے دیکھا

---

[1] الفخری ص ۲۰۵۔ [2] الفخری ص ۲۰۶' ۲۰۷۔

کہ بقیہ کام نہایت خوش اسلوبی اور صفائی سے پورا کر دیا گیا ہے۔ پوچھا کس نے کیا؟ سوید نے کہا میں نے۔ یہ سن کر وہ بہت خوش ہوا اور اپنے خاص دفتر میں ملازم رکھ لیا۔ رفتہ رفتہ اس نے اتنی ترقی کی کہ ثابت بن یحیٰ کے بعد مامون نے وزارت کے لیے اس کو منتخب کیا اور جملہ امور مملکت اس کے سپرد کر دیئے۔ مامون کی وفات تک وہ اس عہدہ پر رہا۔ [1]

وفات

اوپر گزر چکا ہے کہ مامون نے ارض روم پر فوج کشی کی تھی۔ واپسی میں ایک مقام پر منزل ہوئی۔ قریب ہی دریائے بدندون تھا۔ اس کی سیر کو گیا اور تفریحاً دریا میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گیا اور پانی کی ٹھنڈک اور صفائی کی تعریف کرنے لگا۔ اسی دوران میں سرکاری ہرکارہ پہنچا اور عراق کی تازہ تازہ کھجور لایا۔ مامون اور اس کے ساتھیوں نے یہیں بیٹھے بیٹھے کھجور کھائی اور دریا کا پانی پیا۔ معلوم نہیں اس میں کیا اثر تھا کہ یہاں سے اٹھتے اٹھتے سب کو بخار آ گیا۔ مامون کو ایسا سخت آیا کہ پھر نہ اترا۔ شاہی طبیب بختیشوع اور ابن ماسویہ ہمرکاب تھے۔ ہر طرح کی تدبیر کی مگر کوئی علاج کارگر نہ ہوا اور بہت جلد معمولی بخار نے مرض الموت کی شکل اختیار کر لی۔ اس کا لڑکا عباس اور بھائی معتصم ساتھ تھے۔ فقہا اور قضاۃ کے روبرو معتصم کو ولی عہد نامزد کر کے ضروری وصیتیں کیں۔ یہ وصیت بہت طویل ہے' اس کے بعض ٹکڑے یہ ہیں:

> ''میری حالت سے سبق حاصل کرو۔ خلق قرآن کے مسئلہ میں میرا طریقہ اختیار کرنا' جب تم پر خلافت کی ذمہ داری آئے تو اللہ کے طالب اور اس کے عذاب و عتاب سے خائف کی طرح عمل کرنا۔ اس کی ڈھیل سے دھوکے میں نہ آنا اور یہ سمجھتے رہنا کہ موت سر پر سوار ہے۔ رعایا کے امور سے کبھی غافل نہ رہنا۔ رعایا رعایا' عوام عوام' حکومت انہیں سے عبارت ہے۔ مسلمانوں کی نگرانی اور ان کے فائدے سے غفلت نہ کرنا۔ ان کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا خوف کرنا' اپنی خواہشات کے مقابلہ میں ہمیشہ ان کے مفاد اور صلاح و فلاح کو ترجیح دینا۔ زبردستوں سے زیردستوں کا حق دلانا۔ ان پر بار نہ ڈالنا۔ ان میں باہم انصاف سے کام لینا' انہیں مانوس کرنا' قریب لانا۔'' [2]

اس سے فراغت کے بعد حالت اور بگڑ گئی۔ لوگوں نے کلمہ شہادت کی تلقین کی۔ ابن ماسویہ طبیب نے روکا کہ اس وقت ان میں ''مانی'' اور ''اللہ'' میں امتیاز کی صلاحیت نہیں ہے۔ یہ سن کر مامون نے

---

[1] الفخری ص ۲۰۸۔ [2] طبری جلد ۱۱ ص ۱۱۳۷' ۱۱۳۸۔

آنکھیں کھول دیں اور ابن ماسویہ کو پکڑنے کا قصد کیا' مگر طاقت جواب دے چکی تھی۔ کچھ بولنا چاہا' لیکن زبان نے یاری نہ دی۔ بمشکل اتنا کہا کہ ''اے وہ جسے کبھی موت نہ آئے گی' اس پر رحم فرما جو مر رہا ہے۔'' یہ کہہ کر جمادی الثانی ۲۱۸ھ میں جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ لاش طرطوس لے جا کر دفن کر دی گئی۔ وفات کے وقت ۴۸ سال کی عمر تھی۔ مدت خلافت بیس سال پانچ مہینے۔ 1

فضل وکمال

مامون تدبیر و سیاست' عقل و دانش' فہم و فراست' فضل و کمال' عدل و انصاف' شجاعت و شہامت' فیاضی و دریا دلی' حلم وعفو' سادگی و تواضع' جملہ اوصاف میں کامل تھا۔

اس کی تعلیم و تربیت بڑے اہتمام سے ہوئی تھی۔ تعلیم کے لیے ہر فن کے ماہر مقرر کیے گئے تھے۔ اس کو خود بڑا شوق و ذوق اور علم سے فطری مناسبت تھی۔ اس لیے ہر فن میں اس نے کمال حاصل کیا۔ عباسی خلفا کی تاریخ میں ایسا صاحب علم خلیفہ کوئی نہیں ہوا۔ علمی حیثیت سے وہ دنیا کے ممتاز ترین حکمرانوں میں تھا اور اس کا شمار اس عہد کے اکابر علما میں تھا۔ **کان المامون امارا بالعدل فقیه النفس یعد من کبار العلماء** 2 قرآن' تفسیر' فقہ' فرائض' ادب' شاعری' طب' فلسفہ' نجوم' ریاضی ہر فن میں کامل تھا۔ قاضی یحییٰ بن اکثم کا جو خود بڑے صاحب علم تھے' بیان ہے کہ امیر المومنین طب میں جالینوس' نجوم میں ہرمس' فقہ میں علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب' سخاوت میں حاتم طائی' سچائی میں ابوذر' کرم میں کعب بن مامہ اور ایفائے عہد میں سموئل بن عادیا ہیں۔ 3

مامونی عہد کی علمی ترقیاں

ان کمالات کے ساتھ وہ علم دوست اور علما پرور تھا۔ علامہ ابن صاعد اندلسی لکھتے ہیں کہ جب عباسی سلطنت کے ساتویں خلیفہ مامون کو خلافت ملی تو اس نے اپنے دادا منصور کے اس کام کو جسے اس نے شروع کیا تھا' کمال تک پہنچا دیا۔ وہ اپنی بلند اور شریف ہمت اور اپنے نفس فاضل کی قوت سے علوم کو ان کے خزانوں اور معدنوں سے نکالنے پر آمادہ ہوا۔ چنانچہ سلاطین روم سے تعلقات پیدا کیے۔ ان کو بڑے بڑے ہدایا و تحائف بھیج کر اس کے بدلہ میں ان سے فلسفہ کی کتابیں طلب کیں' چنانچہ ان کے پاس افلاطون' ارسطا طالیس' بقراط' جالینوس' اقلیدس اور بطلیموس وغیرہ کی جو کتابیں

1 ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۴۶' ۱۴۷۔ 2 تاریخ الخلفاء ص ۳۱۱۔

3 تاریخ الخلفاء ص ۲۲۱۔

موجود تھیں' بھیج دیں اور مامون نے ماہرین مترجموں کو ان کتابوں کے ترجمہ پر مامور کیا' چنانچہ ان لوگوں نے جہاں تک ممکن تھا' ان کا ترجمہ کیا۔ ترجمہ ہونے کے بعد پھر مامون نے ان لوگوں کو ان کتابوں کے پڑھنے اور تعلیم حاصل کرنے کا شوق دلایا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے زمانہ میں بغداد میں علم کا بازار گرم ہو گیا اور سلطنت حکمت قائم ہو گئی اور جب علما اور صاحب وجاہت لوگوں نے دیکھا کہ مامون وابستگان علم وفن کو اپنا مقرب خاص بناتا ہے اور ان کی صحبتوں میں بیٹھ کر ان کے مناظروں اور ان کے علمی مباحث سے لطف اندوز ہوتا ہے اور ان کو بڑے بلند مراتب پر پہنچاتا ہے تو ان میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کا شوق پیدا ہو گیا۔ علما' فقہا' محدثین' متکلمین' اہل لغت' مؤرخین' شعراء' ماہرین اور نسابین سب کے ساتھ یہی طرز عمل تھا۔ اس قدر دانی اور علما کی مسابقت فی العلم سے اسی زمانہ میں اکابر علما کی ایک جماعت پیدا ہو گئی۔ جس نے اپنے بعد کے آنے والوں کے لیے طب کا راستہ بنایا اور ادب کے آئین واصول وضع کیے' تا آنکہ عباسی حکومت رومیوں کے عہد کمال کا مقابلہ کرنے لگی۔ [1]

ملا کاتب چلپی لکھتے ہیں کہ جب خلافت مامون کے پاس آئی تو اس نے اپنے دادا ابوجعفر منصور کے کام کو تکمیل تک پہنچایا اور علوم وفنون کو ان کے مرکزوں اور معدنوں سے نکالنے کی طرف متوجہ ہوا۔ سلاطین روم سے فلسفہ کی کتابیں مانگ بھیجیں' چنانچہ ان لوگوں نے افلاطون' ارسطو' بقراط' جالینوس' اقلیدس اور بطلیموس وغیرہ کی کتابیں بھیجیں اور مامون نے ماہر مترجمین سے ان کا ترجمہ کرا کے لوگوں کو ان کی تعلیم کی ترغیب دلائی اور چند دن کے اندر اندر ایک معتدبہ جماعت علوم وفنون سے آراستہ ہو گئی۔ [2] اس سلسلہ میں کاتب چلپی نے ایک دلچسپ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ مامون نے ایک بزرگ کو خواب میں دیکھا' پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا ارسطو! پوچھا بھلائی کیا ہے؟ جواب ملا' جسے عقل اچھا کہے۔ پوچھا اس کے بعد؟ کہا جس کو شرع اچھا بتائے۔ اس خواب نے اس کے علمی شوق کو اور تیز کر دیا اور اسی وقت اس نے رومی کتب خانوں کی قدیم کتابوں کی فرمائش میں سلاطین روم کے پاس خطوط لکھے اور حجاج ابن مطر' ابن البطریق اور بیت الحکمت کے ناظر کو بھیجا کہ یہ لوگ خود جا کر کتابیں انتخاب کر کے لائیں۔ ان کے آنے کے بعد یوحنا بن ماسویہ ان کے ترجمہ پر مامور ہوا۔ [3]

یہ وہ زمانہ تھا کہ عقلی علوم روما میں ایک مصیبت سمجھے جاتے تھے اور یہاں سے علم وفن کا چرچا

---

[1] طبقات الامم ابن صاعد اندلسی ص: ۴۸' ۴۹۔ [2] کشف الظنون' ص ۳۶۔

[3] کشف الظنون ص ۴۴۷۔

اٹھ چکا تھا' چنانچہ جب مامون کا خط قیصر کے پاس پہنچا اور اس نے کتابوں کی تلاش شروع کی تو ایک خانقاہ نشین راہب نے پتہ بتایا کہ فلاں مقام پر ایک مقفل مکان ہے' جس میں قسطنطین نے تمام یونانی کتابیں بند کرادی تھیں۔ اس وقت سے جو بادشاہ ہوتا ہے وہ اس پر ایک قفل کا اور اضافہ کرتا ہے۔ قیصر نے اعیان سلطنت سے مشورہ کیا۔ سب نے کھولنے کا مشورہ دیا' پھر راہب سے پوچھا کہ اگر یہ کتابیں اسلامی ملک میں بھیج دی جائیں تو مجھ پر دنیا میں کوئی وبال یا آخرت میں مواخذہ تو نہ ہوگا۔ تجربہ کار راہب نے جواب دیا' وبال ومواخذہ نہیں بلکہ ثواب ملے گا' کیونکہ یہ چیزیں جس مذہب میں داخل ہوئیں' اس کی بنیادیں ہلا دیں' چنانچہ مقفل خزانہ کھولا گیا اور اس میں سے بے شمار قدیم یونانی کتابیں نکلیں اور وہ سب مسلمانوں کے ملک میں روانہ کی گئیں۔ مامون نے ان سب کا ترجمہ کرایا۔ ❶

بعض مترجمین کے نام یہ ہیں:

یعقوب بن اسحاق کندی' یہ مسلمانوں میں پہلا شخص ہے جس نے فیلسوف عرب کا معزز لقب حاصل کیا۔ اس کی چھوٹی بڑی تالیفات وتراجم کی تعداد پچاس سے اوپر ہے۔ ❷

حنین بن اسحاق عبادی' یہ اپنے عہد کا بڑا صاحب کمال نصرانی طبیب تھا۔ اس کو یونانی' سریانی اور عربی تینوں زبانوں میں کامل دستگاہ حاصل تھی۔ اس نے یونانی کتابوں کے بکثرت عربی اور سریانی تراجم کیے۔ اس کی تالیفات وتراجم بے شمار ہیں۔ ❸

قسطا بن لوقا بعلبکی نصرانی' یہ دولت عباسیہ کا مشہور مترجم ہے۔ اس کو ریاضی' ہندسہ' ہیئت' منطق' طب اور علوم طبیعیہ میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ یہ عباسیہ کے زمانہ میں روم گیا اور وہاں سے بہت سی رومی تصانیف ساتھ لایا۔ مترجم کی حیثیت سے بغداد طلب کیا گیا' چنانچہ یونانی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کرتا تھا۔ ❹

عمر بن فرخان طبری' یہ علم ہیئت کا بڑا زبردست ماہر تھا۔ مامون کے وزیر فضل بن سہل نے اس کو بلا کر مترجمین کے زمرہ میں منسلک کیا۔ اس نے بہت سی نجوم کی کتابیں مامون کے لیے ترجمہ کیں۔ نجوم کے علاوہ اس نے فلسفہ کی بعض کتابیں بھی مامون کے لیے لکھیں۔ ❺

مامون کو یونانی علوم کے ساتھ فارسی علوم سے بھی دلچسپی تھی۔ برامکہ نے اپنے زمانہ عروج میں فارسی لٹریچر کا بڑا کافی ذخیرہ عربی میں منتقل کرایا تھا۔ مامون کے زمانہ میں یہ عالی شان خاندان تباہ ہو چکا

❶ اخبار الحکماء ص ۲۳۔ ❷ طبقات الامم ابن صاعد اندلسی ص ۵۲۔
❸ تفصیل کے لیے دیکھو اخبار الحکماء ص ۱۱۸ تا ۱۲۲۔
❹ اخبار الحکماء ص ۱۷۴۔ ❺ طبقات الامم ص ۵۵۔

تھا۔اس لیے فارسی لٹریچر کی قومی سرپرستی ختم ہوگئی تھی۔تاہم مامون کے ہمہ گیر ذوق سے یہ زبان بھی محروم نہ رہی تھی اوراس نے یونانی زبان کی طرح اس کے لیے بھی ماہر عجمی مترجمین فراہم کیے تھے۔ان میں ایک مجوسی سہل بن ہارون ایرانی علوم کے ساتھ عربی زبان کا بھی بڑا ماہر تھا۔بڑے بڑے ادیب اس کی انشاء پردازی کے معترف تھے۔اس نے کلیلہ دمنہ کے طرز پر ایک کتاب ثعلبہ وعفراء لکھی۔اس کا بھائی سعید بھی نہایت لائق تھا۔مامون نے اس کو بھی مترجم بنایا تھا۔ [1] مامون ان مترجموں کو بیش قرار معاوضہ دیتا تھا' چنانچہ علاوہ انعام واکرام کے مترجمہ کتاب کو تول کر اس کے ہم وزن سونا دیتا تھا۔ [2]

مامونی عہد میں علم ہیئت میں بھی بڑی ترقی ہوئی' چنانچہ کرہ ارض کی پیمائش اور رصد خانہ کا قیام تاریخ اسلام میں سب سے پہلے اسی عہد میں ہوا۔اس وقت علمائے ہیئت مجسطی کی وجہ سے آلات رصد سے کافی طور پر واقف ہو چکے تھے۔مامون نے ان کو جمع کر کے بطلیموس اور دوسرے علمائے ہیئت کے طرز پر قوانین مرتب کرنے کا حکم دیا' جن کے ذریعہ کواکب کا ارصاد کیا جا سکے' چنانچہ یحییٰ بن ابی منصور' خالد بن عبدالملک مروزی' سند بن علی اور عباس بن سعید نے زیچیں تیار کر کے شماسیہ کے شہر میں رصد خانہ قائم کیا اور اس کے ذریعہ آفتاب اور بعض دوسرے ثوابت اور سیارات کے حالات معلوم کیے۔یہ رسد خانہ تاریخ اسلام میں پہلا رصد خانہ تھا اور رصد مامونی کے نام سے موسوم تھا۔ [3] پھر اس کو زمین کی پیمائش کا شوق ہوا' چنانچہ اس نے بنوشاکر کو جو علم ہیئت کے بڑے ماہر تھے کرہ ارض کی پیمائش کا حکم دیا اور ان لوگوں نے سنجار کے وسیع میدان میں نہایت اہتمام سے کرۂ ارض کی پیمائش کی۔ ان کی تحقیقات کے مطابق اس کا محیط ۲۴ ہزار میل نکلا۔ [4]

مامون کے ذوق وشوق اور حوصلہ افزائی سے ارکان دولت' صاحب وجاہت اور ارباب ثروت بھی ادھر مائل ہو گئے اور چند دنوں میں جزیرہ' عراق' شام اور فارس کے مترجمین کا بغداد میں مجمع ہو گیا۔ان میں نسطوری' یعقوبی' صابی' مجوسی' رومی اور براہمہ سب تھے۔یہ سب یونانی' فارسی' سریانی' سنسکرت' نبطی' لاطینی وغیرہ کے تراجم کرتے تھے۔اس سلسلہ تالیف وتراجم سے بغداد میں وراقوں اور کتب فروشوں کی کثرت ہوگئی۔ [5] اور بغداد علم وفن کا مرکز بن گیا۔مامون کے عہد کی علمی ترقیوں اور اصحاب کمال کی تفصیل بڑی طویل ہے جس کے لیے مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔عباسیوں کی علمی وتمدنی کارناموں پر جو حصہ زیر تالیف ہے' اس میں وضاحت اور تفصیل کے ساتھ یہ چیزیں انشاء

---

[1] فہرست ابن ندیم ص ۱۲۰۔ [2] فہرست ابن ندیم ص ۱۲۰۔ [3] طبقات الامم ص ۵۰۔

[4] ابن خلکان نے اس پیمائش کے حالات بہت مفصل لکھے ہیں دیکھو جلد ۲' ص ۷۸۔

[5] تمدن اسلامی جرجی زیدان جلد ۳' ص ۱۴۲۔

اللہ آئیں گی۔

رعایا کی خبر گیری

ہارون ہی کے زمانہ میں عباسی حکومت اوج شباب تک پہنچ چکی تھی۔ مامون نے اس کو اور فروغ دیا۔ خصوصاً علم وفن کی خدمت واشاعت میں اس کا قدم ہارونی عہد سے کہیں آگے بڑھا دیا۔

جب تک فضل بن سہل مامون پر حاوی رہا اس وقت تک اس کو بذات خود امور مملکت کی جانب توجہ کرنے کا موقع نہ ملا۔ فضل اس کو یہاں تک حالات سے بے خبر رکھتا تھا کہ امام علی رضا کی ولی عہدی کے بعد بغداد سے مامون کی حکومت اٹھ گئی' لیکن اس کو خبر نہ ہونے پائی۔ اس واقعہ نے مامون کو بہت ہوشیار کر دیا تھا' چنانچہ اس انقلاب کے بعد جب اس نے خراسان سے بغداد کا سفر کیا تو راستہ میں جن جن مقامات سے اس کا گزر ہوا' سب میں قیام کر کے وہاں کے حالات سے پوری واقفیت حاصل کی اور وہاں کے باشندوں کی بہتری اور فلاح کی تدبیریں کیں۔ [1]

اس کے فیض سے سلطنت کے مغربی حصے بھی محروم نہ رہے۔ بغداد آنے کے بعد شام اور مصر وغیرہ کا بھی دورہ کیا۔ عباسی خلفا میں یہ پہلا شخص تھا جس نے اپنے قدم سے مصر کو نوازا۔ مقریزی نے مصر کے دورے کے تفصیلی حالات لکھے ہیں۔ [2] شام کے دورے کے زیادہ حالات معلوم نہیں' لیکن اتنا معلوم ہوتا ہے کہ تفصیلی دورہ تھا اور غیر قوموں سے جو پرانے معاہدے ہوئے تھے' ان کی بھی جانچ پڑتال کی تھی' چنانچہ دمشق میں اس کے سامنے آنحضرت ﷺ کا ایک معاہدہ پیش کیا گیا' جس کو اس نے قائم رکھا۔ [3] بعض علاقوں کے محاصل پر نظر ثانی کر کے خراج گھٹایا۔ رے کے خراج میں تخفیف کی۔ [4] خبر رسانی اور پرچہ نگاری کے شعبہ کو بڑی وسعت وترقی دی' اور ہر صیغہ کے علیحدہ علیحدہ خفیہ تو میں اور پرچہ نگار مقرر کیے' ملک کے معمولی سے معمولی واقعہ سے بے خبر نہ رہتا تھا۔ اس کی وسعت اطلاع کے بہت سے واقعات کتابوں میں مذکور ہیں۔ [5]

عدالت

عدل کے قیام اور ظلم وجور کے انسداد میں بڑا اہتمام تھا۔ اتوار کے دن صبح سے ظہر تک رعایا کی شکائتیں سننے کے لیے خود بیٹھتا تھا۔ [6]

---

[1] یعقوبی جلد ۲' ص ۵۵۰۔ [2] خطط مقریزی۔ [3] ابن اثیر جلد ۲' ص ۱۳۵۔

[4] ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۳۵۔ [5] ابن خلکان تذکرہ مامون۔ [6] تاریخ الخلفاء ص ۳۲۹۔

اس کے ایوان عدالت میں ادنیٰ اور اعلیٰ سب یکساں تھے۔ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی شاہزادوں تک سے اپنا حق لے سکتا تھا۔ایک مرتبہ ایک شکستہ حال بوڑھی عورت نے استغاثہ دائر کیا کہ مامون کے لڑکے عباس نے اس کی جائیداد پر غاصبانہ قبضہ کر لیا ہے۔جب مقدمہ پیش ہوا تو مامون نے عباس کو بوڑھی کے پاس کھڑا کر کے دونوں کے بیانات لیے۔شہزادہ فرط ادب میں آہستہ آہستہ بولتا تھا اور بوڑھی کی آواز بلند تھی۔وزیر دولت احمد بن ابی خالد نے روکا کہ امیر المؤمنین کے سامنے بلند آواز سے باتیں کرنا خلاف ادب ہے۔مامون نے منع کیا کہ جس طرح کہتی ہے کہنے دو۔حق نے اس کی آواز بلند کر دی ہے اور عباس کو گونگا کر دیا ہے۔دونوں کے بیانات سننے کے بعد بڑھیا کے حق میں فیصلہ دیا اور موکل کو لکھ کر اس کی جائیداد واپس کرا دی اور بڑھیا کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی۔ [1]

جب کبھی خود اسے فریق کی حیثیت سے عدالت میں حاضر ہونا پڑتا تو اس کے ساتھ بھی کوئی امتیازی برتاؤ نہ کیا جاتا تھا۔ایک مرتبہ ایک شخص نے اس پر بیس ہزار کا دعویٰ کیا۔مامون کو قاضی کی عدالت میں حاضر ہونا پڑا۔خدام نے اس کے لیے قالین بچھایا۔قاضی القضاۃ نے روک دیا کہ عدالت میں مدعی اور مدعا علیہ دونوں برابر ہیں۔کسی کے ساتھ امتیازی برتاؤ نہیں کیا جا سکتا۔مامون نے قاضی کی اس حق پرستی کے صلہ میں تنخواہ بڑھا دی۔ [2]

عمال کے ظلم و زیادتی کی پوری نگرانی تھی اور خلاف ورزی کی صورت میں ان کو سزا ملتی تھی۔ایک مرتبہ ایک سپاہی نے ایک شخص کو بیگار میں پکڑا۔اس کی زبان پر بے ساختہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام آ گیا۔مامون کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔اس نے فوراً اس آدمی کو طلب کر کے پوچھا تم کو عمر رضی اللہ عنہ کا عدل یاد آیا؟ اس نے کہا ہاں۔مامون نے کہا اللہ کی قسم! اگر میری رعایا عمر رضی اللہ عنہ کی رعایا جیسی ہوتی تو میں ان سے زیادہ عادل ہوتا اور اس آدمی کو انعام دے کر سپاہی کو موقوف کر دیا۔ [3]

اس کا قول تھا کہ بغاوت ہمیشہ عمال کی زیادتیوں کا نتیجہ ہوتی ہے۔ [4] اس لیے عمال کو ہمیشہ قیام عدل اور ظلم و زیادتی سے باز رہنے کی ہدایت کرتا رہتا تھا۔اس کا اندازہ ان توقیعات یعنی مختصر احکام سے ہوتا ہے جو اس نے عمال کے خلاف دادخواہوں کی عرضیوں پر لکھے اور جنہیں تاریخ کے اوراق نے محفوظ رکھا ہے۔چند نمونے یہ ہیں۔

ہشام کو لکھا: "جب تک ایک شخص بھی میرے دروازہ پر تمہارا شاکی موجود ہو گا میرے دربار میں تمہاری رسائی نہ ہو گی۔" ہشام کے لڑکے کو لکھا: "شریف کی پہچان یہ ہے کہ اپنے سے اونچے کو

---

[1] عقد الفرید ج ۱ ص ۹۔ [2] المستطرف جلد ۱ ص ۱۱۰۔

[3] عقد الفرید جلد ۲ ص ۱۶۔ [4] تاریخ الخلفاء ص ۳۳۲۔

دبائے اور زیردست سے خوب دب جائے۔" ابوعباد کو لکھا: "حق و باطل میں کوئی رشتہ نہیں ہے" اپنے ماموں زاد بھائی ابوعیسیٰ کو لکھا: "جب نفخ صور ہوگا تو نسب کام نہ آئے گا" حمید طوسی کو لکھا: "تقرب پر نہ پھولنا' حق میں تم اور ادنیٰ غلام دونوں برابر ہیں۔" ابن فضل طوسی کو لکھا: "تمہارا بے تمیز اور درشت خو ہونا تو میں نے گوارا کر لیا' لیکن رعایا پر ظلم نہیں برداشت کر سکتا۔" عمر بن مسعدہ کو لکھا: "اپنی دولت کو عدل سے آباد کرو کہ ظلم اس کو ڈھا دینے والا ہے۔" ❶

حلم و عفو

لیکن اپنی ذات کا جہاں تک تعلق ہے' حد سے زیادہ حلیم و بردبار تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ درشتی اور انتقام کا اس میں مادہ ہی نہ تھا۔ اپنے دشمنوں تک سے عفو درگزر سے کام لیتا تھا۔ ابراہیم بن مہدی عباسی جس نے بغداد کے تخت پر قبضہ کر لیا تھا' جب گرفتار ہو کر اس کے سامنے پیش ہوا اور یہ معذرت کی کہ اگر آپ مواخذہ کریں تو حق بجانب ہیں اور اگر آپ معاف کر دیں تو مہربانی ہے' تو مامون نے اس دشمن کے مقابلہ میں بھی عفو سے کام لیا اور کہا جاؤ میں نے تم کو معاف کیا۔ ❷

امین کے درباری شاعر حسین بن ضحاک نے اس کا نہایت درد انگیز مرثیہ لکھا تھا۔ اس میں مامون کے متعلق بھی بہت سی ناروا باتیں تھیں اور اس کو بدنام کرنے کے لیے اس کے ظلم کی جھوٹی داستانیں بیان کی تھیں۔ جب مامون کے ہاتھوں میں زمام خلافت آئی تو اس نے حسین سے کوئی مواخذہ نہیں کیا۔ صرف دربار میں آنے کی ممانعت کر دی' پھر چند دنوں کے بعد خود ہی اس کو بلا کر پوچھا کہ فلاں فلاں واقعات جو تم نے لکھے ہیں' کہاں تک صحیح ہیں؟ اس نے کہا امیر المومنین میں امین کے قتل پر اپنے جذبات دبا نہ سکا' وفور غم میں غلط اور صحیح کی تمیز کس کو ہوتی ہے۔ میں نے مرحوم کے ماتم کا حق جن لفظوں میں ہو سکا ادا کر دیا' اگر آپ مواخذہ کریں تو آپ کا حق ہے اور بخش دیں تو آپ کی فیاضی ہے۔ یہ سن کر خود مامون کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور حکم دیا کہ اس کی تنخواہ بحال کر دی جائے۔ ❸

اس کے تحمل اور عدل کی یہ آخری حد ہے کہ اپنے نوکروں تک کی باتیں سن کر چشم پوشی کر جاتا تھا۔ ❹ اسے عفو میں مزہ ملتا تھا۔ کہا کرتا تھا کہ مجھے عفو میں اتنی لذت ملتی ہے کہ اس پر ثواب ملنے کی امید نہیں' اگر لوگوں کو میرے عفو کا اندازہ ہو جائے تو وہ جرائم کو میرے تقرب کا ذریعہ بنائیں۔ ❺ وہ

---

❶ عقد الفرید جلد ۶' ص ۱۶۲۔ ❷ ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۳۳۔ ❸ ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۳۳۔
❹ تاریخ خطیب جلد ۱۰' ص ۱۸۷۔ ❺ تاریخ الخلفاء ص ۳۲۷۔

آرزو کرتا تھا کہ ''کاش مجرم میرے عفو سے واقف ہو جاتے تاکہ ان کے دلوں سے مواخذہ کا خوف دور ہو جاتا اور وہ سکون کی مسرت سے لطف اندوز ہوتے۔'' ❶
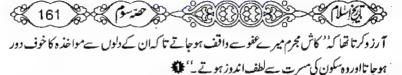
مامون کے ایک درباری عبداللہ بن بواب کا بیان ہے کہ بعض اوقات مامون کے حلم پر ہم لوگوں کو غصہ آجاتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ دجلہ کے کنارے بیٹھا تھا۔ سامنے قنات کھنچی ہوئی تھی کہ ایک فلاح ادھر سے گزرا اور یہ اہتمام دیکھ کر بلند آواز سے کہا کہ مامون اپنے بھائی کو قتل کر کے ہم لوگوں کی نگاہ میں کبھی معزز نہیں ہو سکتا۔ یہ سن کر مامون مسکرا دیا اور حاضرین سے مخاطب ہو کر بولا' تم لوگ کوئی ایسی تدبیر بتا سکتے ہو کہ میں اس جلیل القدر آدمی کی نگاہ میں معزز بن سکوں۔ ❷

تواضع اور بے تکلفی

مزاج میں حد سے زیادہ تواضع وانکساری اور سادگی و بے تکلفی تھی۔ خودی اور تمکنت کا نام نہ تھا۔ اپنے خواص اور حاشیہ نشینوں میں نہایت سادگی اور بے تکلفی سے رہتا تھا۔ اس کا قول تھا کہ بادشاہوں کے لیے پہلا انصاف یہ ہے کہ وہ اپنے حاشیہ نشینوں کے ساتھ عدل کریں۔ اس کے بعد درجہ بدرجہ نیچے طبقوں تک۔ ❸ اپنے کام کے لیے ملازمین کی راحت میں خلل ڈالنا پسند نہ کرتا تھا اور خود کر لیتا تھا۔ دوسروں تک کا کام کر دینے میں کوئی تکلف نہ تھا۔ اس کی اس بے تکلفی اور سادگی کے بہت سے واقعات تاریخوں میں ہیں۔ قاضی القضاۃ یحییٰ بن اکثم کا جنہیں اس کے دربار میں بڑا رسوخ حاصل تھا اور اکثر حریم خلافت میں رہنے کا اتفاق ہوتا تھا بیان ہے کہ میں نے مامون سے زیادہ شریف الطبع کوئی نہیں دیکھا۔ ایک شب کو مجھے اس کے پاس سونے کا اتفاق ہوا۔ آدھی رات گئے مجھے پیاس معلوم ہوئی۔ میں پانی پینے کے لیے اٹھا۔ مامون کی نظر پڑ گئی' پوچھا قاضی صاحب کیا بات ہے؟ سوتے کیوں نہیں؟ میں نے عرض کیا' امیر المؤمنین پیاس معلوم ہوتی ہے۔ اس نے مجھے واپس کر دیا اور خود جا کر آبدار خانہ سے پانی لے آیا۔ میں نے عرض کی کہ امیر المؤمنین خادم یا خادمہ کو کیوں نہیں جگا لیا۔ کہا سب سو رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا تو میں خود ہی پی لیتا۔ بولا انسان کے لیے یہ بڑے عیب کی بات ہے کہ اپنے مہمان سے کام لے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ قوم کا سردار ان کا خادم ہے۔ ❹

ان ہی قاضی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ شام میں شب کو مامون کے ساتھ رہنے کا اتفاق

---

❶ تاریخ الخلفاء ص ۳۲۵۔ ❷ تاریخ خطیب جلد ۱۰ ص ۱۸۹۔
❸ تاریخ خطیب جلد ۱۰ ص ۱۸۸۔ ❹ تاریخ خطیب جلد ۱۰ ص ۱۸۸۔

ہوا۔رات کو مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ مامون کو کھانسی آتی ہے اور وہ میری نیند کے خیال سے منہ میں آستین ٹھونس کر کھانسی کو روک رہا ہے۔آخر شب میں میری آنکھ لگ گئی اور دیر تک نہ کھلی۔مامون صبح صادق کے وقت مسواک کیا کرتا تھا' لیکن میری نیند ٹوٹ جانے کے خیال سے نہ اٹھا۔جب وقت بالکل آخر ہونے لگا تو میں نے کروٹ لی' اس وقت اس نے تکبیر کہی اور ملازم کو آواز دی کہ قاضی صاحب کے جوتے لاؤ۔

ایک شب کو اسے پیاس محسوس ہوئی' بہت سے لوگ سو رہے تھے۔مامون نے ان کی نیند میں خلل پڑنے کے خیال سے ملازم کو آواز دینا مناسب نہ سمجھا اور خود اٹھ کر پانی پی آیا۔

عبدالسلام بن صالح کا بیان ہے کہ ایک شب کو مامون نے مجھے روک لیا۔ہم دونوں اتنی رات تک باتیں کرتے رہے کہ چراغ جھلملانے لگے۔مامون نے روشنی کے محافظ کو آواز دی مگر وہ سو چکا تھا۔میں نے چاہا کہ اٹھ کر درست کر دوں' لیکن مامون نے روک دیا اور خود اٹھ کر درست کر دیا۔اس کے بعد ملازم بیدار ہوا۔میں نے خیال کیا کہ اس وقت اس پر ضرور ڈانٹ پڑے گی' لیکن مامون نے کچھ نہیں کہا۔ [1]

فیاضی

فیاضی اور سخاوت اسے باپ سے ورثہ میں ملی تھی۔اس کی فیاضی کے واقعات اتنے زیادہ ہیں کہ آج شائدان کے صحیح ماننے میں بھی تامل ہوگا۔اس کے نزدیک دولت کا مصرف یہی تھا کہ اس کو لٹایا جائے۔شعراء' ادباء' اہل کمال' حاجتمند اس کی فیاضیوں سے مالا مال تھے۔کوئی حاجتمند اس کے دربار سے کبھی ناکام نہ واپس ہوا۔شعرا کو ایک ایک مشت پچاس پچاس ہزار دے ڈالتا تھا۔سیوطی اور ابن اثیر وغیرہ نے اس کی فیاضی کے بہت سے واقعات نقل کیے ہیں۔مفلس اور نادار بے بضاعتی کا تحفہ لاتے تھے اور دولتمند ہو کر واپس جاتے تھے۔بوران اور مامون کی شادی کے موقع پر تمام وابستگان دولت نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق تحفے پیش کیے تھے۔ایک مفلس نے نمک اور اشنان کی دو تھیلیاں پیش کیں اور لکھا کہ اگرچہ ناداری سے ہمت نہ ہوتی تھی' لیکن مجھے یہ اچھا معلوم نہ ہوا کہ اہل کرم کی فہرست میں میرا نام نہ ہو۔نمک کی برکت اور اشنان کی لطافت آپ کے حضور میں نذر پیش کرنے کے لیے کافی ہیں۔حسن بن سہل نے اسے مامون کی خدمت میں پیش کیا۔اس نے دونوں تھیلیوں کو اشرفیوں سے بھر کر واپس کیا۔ [2]

---

[1] یہ اور اس قسم کے اور واقعات خطیب نے نقل کیے ہیں۔دیکھو جلد ۱۰ ص ۱۸۷ تا ۱۸۹۔

[2] تاریخ الخلفاء ص ۳۲۷۔

اس کی غلط بخشیوں کے لیے خزانہ کی آمدنی ناکافی ثابت ہوتی تھی' لیکن مامون کا ہاتھ نہ رکتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ دمشق میں تھا' روپیہ کی تنگی تھی' مگر اتفاق سے جلد ہی خراج کی تین کروڑ کی رقم آ گئی۔ مامون نے اس کا معائنہ کرنے کے بعد کہا کہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ ہم تو روپیہ لے کر واپس جائیں اور ہمارے ساتھی محروم رہیں اور اسی وقت کل رقم تقسیم کرا دی۔ ❶

اس کا اصول زندگی یہ تھا کہ جہاں تک ہو سکے اہل حاجت کی حاجات پوری کی جائیں۔ یحییٰ بن خالد برمکی سے کہا کرتا تھا کہ لوگوں کی ضرورت پوری کرنے کا موقع غنیمت جانو۔ آسمان کی گردش اور زمانہ کا ظلم کسی کو اس حالت میں نہیں رہنے دیتا اور نہ کسی کی حیثیت ہمیشہ یکساں قائم رہتی ہے۔ ❷

پرائیویٹ زندگی

مامون کا عمل ''در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق'' پر تھا۔ اس کی زندگی کے دو رخ تھے۔ ایک بڑا رنگین تھا۔ نبیذ چاہتا تھا' موسیقی کا شائق تھا' خود بھی اس کا ماہر تھا۔ اس کے دربار میں بڑے بڑے صاحب کمال مغنی جمع تھے۔ رقص و سرود کی محفلیں ہوتی تھیں۔

مذہبی حالت

دوسرا رخ مذہبی زندگی کا تھا۔ اس میں وہ معجون مرکب تھا۔ اس کے بعض عقائد شیعی تھے۔ بعض اہل سنت کے اور بعض فلسفیانہ۔ حافظ قرآن تھا۔ خلفائے راشدین کو چھوڑ کر یہ دولت اور کسی خلیفہ کے حصہ میں نہ آئی تھی۔ خلفائے راشدین میں بھی صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حفظ قرآن پر اتفاق ہے۔ بعض رمضان میں اس نے پورے تیس قرآن ختم کیے۔ ❸ صبح صادق سے عبادت میں مشغول ہو جاتا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے بڑی شیفتگی تھی۔ دمشق کے دورہ کے زمانہ میں آپ کا ایک فرمان مبارک جو غالباً کسی قوم سے معاہدہ پر مشتمل تھا اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ اسے آنکھوں سے لگا کر رویا اور اس میں جو معاہدہ تھا' اسے قائم رکھا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عہد کیا تھا اس کو میں نہیں توڑ سکتا۔ واثق کی آنکھ میں کچھ شکایت تھی اسے دیا کہ اس کو آنکھوں سے لگاؤ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ شفا دے گا۔ ❹

❶ ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۳۶۔ ❷ تاریخ الخلفاء ص ۳۲۶۔
❸ تاریخ الخلفاء ص ۳۱۱۔ ❹ ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۴۸۔

عقائد میں مجموعہ اضداد تھا۔ فلسفہ کے مطالعہ اور غیر قوموں کے علما کی صحبت کے اثر سے وہ خلق قرآن کا قائل تھا اور اس میں اس کو اتنا غلو تھا کہ علما سے بالجبر خلق قرآن کا اقرار کرا کے اسے سارے مسلمانوں کا عقیدہ بنانے کی کوشش کی۔ جن علما کو اس کے ماننے میں تامل ہوا' انہیں سخت سزائیں دیں۔ اس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔
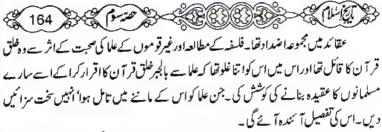
بعض مسائل میں شیعوں کا ہم عقیدہ تھا' چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین رضی اللہ عنہما سے افضل مانتا تھا۔ **1** سیوطی کے بیان کے مطابق اس نے اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص عزت و احترام کے ساتھ معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا نام لے گا اور ان کو کسی صحابی پر فضیلت دے گا اس کو سزا دی جائے گی۔ **2** لیکن یہ روایت قابل اعتبار نہیں۔

متعہ کے جواز کا قائل تھا اور اس کی عام منادی کرا دی تھی۔ اس سے ایک بڑے فتنہ کا دروازہ کھلتا تھا۔ اس لیے اہل سنت پر یہ منادی بہت شاق گزری' لیکن کسی میں اس کی مخالفت کی جرأت نہ تھی۔ بعض درباریوں نے قاضی یحییٰ بن اکثم کو آمادہ کیا کہ وہ اس بارہ میں مامون سے گفتگو کریں' چنانچہ دوسرے دن جب وہ دربار میں گئے تو اتفاق سے اس وقت مامون نہایت برہمی کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں دو متعے تھے' میں ان کو روکتا ہوں'' نقل کر کے کہہ رہا تھا کہ جس چیز کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اجازت تھی' اس کے روکنے کا کسی کو کیا حق ہے۔ قاضی صاحب بیٹھ گئے' ان کا چہرہ متغیر تھا۔ مامون نے پوچھا' یحییٰ! چہرہ کیوں متغیر ہے؟ انہوں نے کہا امیر المومنین اسلام میں ایک رخنہ پڑ گیا۔ اس نے پوچھا وہ کیا؟ یحییٰ نے کہا زنا کی حلت کا اعلان۔ اس نے تعجب سے پوچھا زنا؟ یحییٰ نے کہا ہاں زنا۔ متعہ زنا ہی تو ہے۔ مامون نے کہا وہ کس طرح؟ یحییٰ نے کہا کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور کلام اللہ کی یہ آیت ﴿اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ﴾ [۲۳/المؤمنون:٦] یعنی ''تمتع صرف دو طرح کی عورتوں سے جائز ہے۔ بیوی یا لونڈی۔'' پڑھ کر پوچھا کیا ممتوعہ عورت لونڈی ہے؟ مامون نے کہا نہیں۔ پوچھا تو پھر کیا بیوی ہے؟ اور اس کو شوہر کی وراثت اور شوہر کو اس کی وراثت ملتی ہے؟ اور اس کے اور بیوی کے تمام شرائط یکساں ہیں؟ مامون نے کہا نہیں۔ یحییٰ نے کہا جب ممتوعہ ان دونوں میں سے کسی میں داخل نہیں ہے تو پھر قرآن کے مقرر کردہ حدود سے باہر ہے۔ اس استدلال کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت سنائی کہ ''مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں متعہ کی حرمت کی جس کی پہلے آپ نے

---

1 تاریخ الخلفاء ص ۳۱۳۔ **2** ابن اثیر جلد ٦ ص ۱۳۷۔

اجازت دی تھی منادی کرا دوں۔'' اس گفتگو کے بعد مامون نے اپنے فعل پر استغفار کیا اور متعہ کی حرمت کی منادی کرادی۔ ❶

ان واقعات کی بنا پر سنی مؤرخین اسے شیعہ لکھتے ہیں' لیکن درحقیقت وہ موجودہ اصطلاحی معنوں میں نہ سنی تھا نہ شیعہ بلکہ ایک آزاد مشرب شخص تھا۔ فلسفہ کے مطالعہ اور مختلف قوموں کے علما کی صحبت نے اس کے خیالات کو آزاد کر دیا تھا۔ خلق قرآن کا عقیدہ اسی آزاد خیالی کا نتیجہ تھا۔ شیعہ وہ اس لیے نہ تھا کہ گو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین رضی اللہ عنہما سے افضل مانتا تھا' لیکن اور خلفا سے سوئے ظن نہ رکھتا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حسن عقیدت کے ثبوت میں اس کے اشعار موجود ہیں۔

البتہ شیعیت کا اثر اس پر ضرور تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہمیشہ شیعوں کے ماحول میں رہا۔ اس کی تربیت برامکہ کے زیر نگرانی ہوئی تھی۔ اس کا وزیر اعظم فضل بن سہل اس پر بہت حاوی تھا۔ فضل کا بھائی حسن بن سہل اس کا خسر تھا اور یہ سب کے سب شیعی عقائد و خیالات رکھتے تھے' اگرچہ حکومت کے خوف سے ان میں غلو نہ تھا' یا اس کا اعلان نہ کر سکتے تھے۔ اس صورت میں مامون کا ان کے خیالات سے متاثر ہو جانا کچھ تعجب انگیز نہیں ہے۔ انہی اثرات کے ماتحت وہ اپنے اسلاف کے برعکس اہل بیت کے ساتھ بڑی محبت و عقیدت رکھتا تھا۔ امام علی رضا کو ولی عہد تک نامزد کر دیا تھا۔ یہ محبت امام علی رضا کے ساتھ مخصوص نہ تھی' بلکہ وہ اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فرد کے ساتھ خوش عقیدہ تھا۔ اس کے زمانہ میں ایک بزرگ یحیٰی بن حسین بن زید بن علی بن حسین علوی کا انتقال ہوا۔ مامون کو ان کی موت کا سخت قلق ہوا اور خلفا کے دستور کے خلاف خود ان کے جنازہ میں شرکت کی۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں ایک معزز عباسیہ خاتون منصور کی چچیری بہن کے لڑکے کا انتقال ہوا' تو مامون نے خود شرکت نہیں کی اور جنازہ میں شرکت اور تعزیت کے لیے اپنے بجائے اپنے بھائی صالح کو بھیج دیا۔ ان خاتون کو مامون کی اس کوتاہی سے بڑی تکلیف پہنچی اور انہوں نے صالح سے کہا کہ جا کر مراجل (مامون کی ماں جو لونڈی تھی) کے لونڈے سے کہہ دینا کہ اگر یحیٰی بن حسین ہوتے تو وہ منہ پر کپڑا اڈالے ہوئے ان کے جنازہ میں دوڑتا ہوا جاتا۔ ❷

اموی اور عباسی دونوں زمانوں میں علویوں پر حکومت کے عہدوں کے دروازے بند تھے۔ مامون نے انہیں بڑے بڑے عہدوں پر مقرر کیا۔ اس کے خاندان کی ایک خاتون نے اس پر اعتراض کیا۔ مامون نے جواب دیا کہ میں گزشتہ خلفا کی فروگزاشت کی تلافی کر رہا ہوں۔ ❸

اس کی اس عقیدت کو دیکھ کر اہل بیت کے چند افراد نے مامون سے فدک کی واپسی کی

❶ تاریخ خطیب جلد ۱۴' ص ۱۹۹ تا ۲۰۰۔ ❷ ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۴۸۔ ❸ تاریخ الخلفاء' ص ۳۱۲۔

درخواست کی۔ اس کے بارہ میں تحقیقات اور علما سے استصواب کے بعد فدک یحییٰ بن حسین کے لڑکے محمد کے حوالہ کر دیا۔ [1]

اپنے متعلق مامون کا تبصرہ
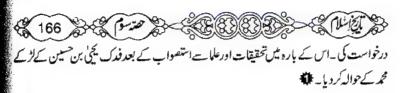
یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ عموماً بڑے بڑے مشرقی سلاطین کے پردے میں دوسرے دماغوں کی کارفرمائی رہتی تھی' لیکن مامون کی عظمت ذاتی تھی' وہ کسی سہارے کا محتاج نہ تھا۔ وہ خود کہتا تھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی قوت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بل پر تھی' عبدالملک کا سہارا حجاج تھا' لیکن میری قوت و عظمت خود میری ذات سے ہے۔ اسی لیے مؤرخین اس کو عباسی سلسلہ کا درمیانی گوہر کہتے ہیں۔ افتتاحی سفاح' اختتامی معتضد اور درمیانی مامون۔ [2]

---

[1] یعقوبی جلد ۲' ص ۵۷۲۔ [2] تاریخ الخلفاء ص ۳۱۱۔

ابواسحاق محمد بن ہارون الملقب بہ معتصم باللہ

(۲۱۸ھ تا ۲۲۷ھ مطابق ۸۳۳ء تا ۸۴۱ء)

محمد المعتصم ہارون کا منجھلا لڑکا ایک لونڈی ماردہ کے بطن سے تھا۔ مامون صاحب اولاد تھا' لیکن اس نے انتہائی عاقبت اندیشی سے کام لیا اور اپنی اولاد کے بجائے اپنے بھائی معتصم کو جو حکومت کا زیادہ اہل تھا اپنے مرض الموت میں ولی عہد بنا کر اس کا اعلان عام کر دیا تھا' پھر بھی مامون کے بعد فوج نے عباس بن مامون کو خلیفہ بنانا چاہا' لیکن اس نے باپ کی وصیت کا لحاظ کر کے خود معتصم کے ہاتھوں پر بیعت کر لی اور کوئی اختلافی صورت پیش نہیں آئی۔ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ مامون کی عجم نوازی کی وجہ سے ایرانیوں کا اقتدار بہت بڑھ گیا تھا اور ان میں اور عربوں میں چشمک پیدا ہو گئی تھی۔ معتصم نے اپنے زمانہ میں ایرانیوں کا زور توڑنے کے لیے ترکوں کو آگے بڑھایا اور ان کا اقتدار اتنا بڑھا کہ آگے چل کر حکومت کے لیے وبال جان بن گئے اور عربی و عجمی چشمک ترکوں کی جانب منتقل ہو گئی۔

محمرہ کی فتنہ انگیزی

معتصم کی مسند نشینی کے بعد ہی خبر آئی کہ خراسان کے پہاڑی علاقہ میں محمرہ [1] نے ڈاکہ زنی شروع کر دی ہے اور بہت سے خراسانی حجاج کو قتل کر ڈالا ہے۔ معتصم نے ایک ترکی سردار ہاشم بن باتیجور کو اس کی سرکوبی کے لیے بھیجا' مگر وہ ناکام رہا۔ دوبارہ اسحاق بن ابراہیم کو بھیجا گیا۔ اس نے محمرہ کو تنبیہ کر کے امن وامان قائم کر دیا۔

محمد بن قاسم علوی کا خروج

محمد بن قاسم بن علی بن حسین بن علی ایک خاموش بزرگ تھے اور مسجد نبوی ﷺ میں گوشہ گیر تھے۔ ایک فتنہ پرست خراسانی انہیں میدان میں کھینچ لایا اور خراسانی حجاج کو لا کر ان سے بیعت کرانے لگا۔ جب ان کے ارادت مندوں کا حلقہ بڑھا تو ان کو خروج کے ارادہ سے مدینہ سے جوزجان لے گیا۔ یہاں کے والی عبداللہ بن طاہر کو ان کی خبر ہو گئی۔ اس نے ان کے ارادتمندوں کو منتشر کر دیا اور محمد بن قاسم جان بچا کر نساء چلے گئے۔ ایک شخص نے یہاں کے حاکم سے مخبری کر کے گرفتار کرا دیا اور محمد بن قاسم کو ربیع الاول ۲۱۹ھ معتصم کے پاس بھجوا دیا گیا۔ اس نے اپنے خادم مسرور کے پاس قید کر دیا۔

[1] محمرہ سے مراد خرمی فرقہ ہے۔ یہ لوگ سرخ پوش تھے' اس لیے بعض عربی مؤرخین انہیں محمرہ بھی کہتے ہیں۔

سات آٹھ مہینے کے بعد وہ ایک شب کو موقع پا کر نکل گئے اور پھر ان کا پتہ نہ چلا۔ [1]

زط کی بغاوت

۲۱۹ھ میں بصرہ کے راستہ میں زط [2] نے شورش برپا کی اور ایک شخص محمد بن عثمان کو سرغنہ بنا کر لوٹ مار شروع کر دی۔ معتصم نے عجیف بن عنبسہ کو ان کی سرزنش پر مامور کیا۔ اس نے واسط میں ان کا مقابلہ کر کے ان کے تین سو آدمی قتل اور تین سو گرفتار کیے اور ان کے سر معتصم کے ملاحظہ کے لیے بھیجے اور سات مہینے تک کامل ان کا استیصال کرتا رہا اور ۲۲۰ھ میں ان کے ۲۷ ہزار مردوں' عورتوں اور بچوں کو قید کر کے بغداد لایا۔ معتصم کے ملاحظہ کے بعد ان کو عین زربہ جانے کی اجازت دی گئی' لیکن راستہ میں رومیوں نے ان سب کو ختم کر دیا۔ [3]

بابک خرمی کی مہم

مامون کے عہد میں بابک خرمی کا حال گزر چکا ہے۔ کئی مہمیں اس کے مقابلہ میں ناکام رہ چکی تھیں اور اس کی شورش بہت بڑھ گئی تھی۔ زنجان اور اردبیل کے درمیان بہت سے سرکاری قلعے تباہ کر دیئے تھے۔ معتصم نے ابوسعید محمد بن یوسف کو ان قلعوں کی مرمت اور یہاں حفاظتی چوکیاں قائم کرنے کے لیے بھیجا۔ انہوں نے مرمت شروع کرائی تھی کہ خرمیوں نے پھر اس نواح میں تاخت کی۔ ابوسعید کو معلوم ہوا تو یہ ان کی تلاش میں نکلا۔ راستہ میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ ابوسعید نے بابک کے بہت سے آدمی قتل اور گرفتار کیے اور جو مسلمان ان کے قبضہ میں تھے ان کو چھڑایا۔ [4]

آذربائیجان کے دو ممتاز آدمی محمد بن بعیث اور عصمہ کرد حاکم مرند بھی بابک کی جماعت میں شامل ہو گئے تھے۔ معتصم نے طاہر بن ابراہیم کو ان کے مقابلہ میں مامور کیا۔ ابن بعیث نے معتصم کو لکھ بھیجا کہ میں بدستور بارگاہ خلافت کا اطاعت گزار ہوں اور بابک اور اس کی جماعت کو زیر کرنے کی تدبیر کر رہا ہوں' چنانچہ عصمہ کرد کو اپنے ہاں مدعو کیا اور شراب پلا کر بدمستی میں گرفتار کر کے معتصم کے پاس بھجوا دیا۔ معتصم اس کی اس کارگزاری پر بہت خوش ہوا۔ عصمہ کی گرفتاری کے بعد معتصم نے ترکی افسر افشین حیدر اشروسنی کو بابک کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ وہ راستہ میں پہاڑی علاقہ کے آدمیوں کو لیتا ہوا برزند پہنچا اور کامل ایک سال تک بابک کا مقابلہ کرتا رہا' پھر برف باری کی وجہ سے جنگ روک دینا

---

[1] ابن خلدون جلد ۳' ص ۲۵۷ و اخبار العیون والحدائق ص ۶'۷۔ [2] زط عراق میں مخلوط اقوام کا ایک جرگہ تھا۔

[3] ابن خلدون جلد ۳' ص ۳۵۸۔ [4] ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۵۱۔

پڑی۔ سردی ختم ہونے کے بعد پھر بڑھا اور مختلف سمتوں میں فوجیں پھیلا دیں اور بیدالروز میں جنگی استحکامات درست کر کے کمین گاہوں میں فوجیں چھپا کر رمضان ۲۲۲ھ میں بابک کے مستقر بذ کی طرف بڑھا۔ بابک مسلسل جنگ سے پریشان ہو چکا تھا۔ اس لیے اس نے افشین سے گفتگو کی خواہش کی۔ افشین نے منظور کر لیا اور دونوں ایک نہر پر ملے۔ ایک جانب افشین تھا اور دوسری سمت بابک۔ افشین نے اس کے سامنے امان پیش کی۔ اس نے ایک دن کی مہلت مانگی۔ افشین نے کہا ایک دن کی مہلت میں تم اپنے استحکامات درست کرنا چاہتے ہو' اگر تم کو امان منظور ہے تو فوراً وادی کو عبور کر کے چلے آؤ۔ بابک یہ فیصلہ سن کر واپس چلا گیا اور ایک شدید معرکہ کے بعد مسلمان بذ میں داخل ہو گئے۔ بابک شہر چھوڑ کر بھاگ گیا۔ یہاں ۷۰۰ مسلمان قید تھے۔ افشین نے ان کو چھڑایا۔ بابک خچر پر سوار ہو کر نکل گیا۔ افشین نے آرمینیہ اور آذربائیجان کے علاقہ کے بطارقہ کو اطلاع دے دی اور بابک کی گرفتاری پر دس لاکھ درہم کے انعام کا اعلان کر دیا۔ بابک بذ سے نکل کر ایک بطریق سہل بن سنباط کے پاس پہنچا۔ اس نے اس کو گرفتار کر کے افشین کو اطلاع دے دی۔ افشین نے آدمی بھیج کر اس کو بلوا لیا۔ خرمی تحریک نہ صرف حکومت بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تھی اور اس سے ساری دنیائے اسلام میں ہنگامہ برپا ہو گیا تھا۔ اس لیے تمام ممالک محروسہ میں گرفتاری کا اعلان کرایا گیا اور افشین بابک کو لے کر معتصم کے پاس سرمن رای روانہ ہوا۔ بابک پر فتح یابی افشین کا نہایت اہم کارنامہ تھا۔ اس لیے افسران فوج نے کئی میل باہر نکل کر افشین کا استقبال کیا اور ۲۲۳ھ میں وہ سرمن رای میں داخل ہوا۔ معتصم نے بابک کو ملاحظہ کرنے کے بعد اس کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر قتل کرا دیا اور اس کی لاش سولی پر لٹکائی۔ اس کا بھائی عبداللہ بغداد میں سولی پر چڑھایا گیا۔ [1]

آرمینیہ میں بے چینی

بابک کی شورش کی وجہ سے سارے آرمینیہ اور آذربائیجان میں بدنظمی پیدا ہو گئی تھی' چنانچہ اسی زمانہ میں سہل بن سنباط نے ران پر قبضہ کر لیا تھا۔ محمد بن سلیمان ازدی نے شب خون مار کر اس کو یہاں سے نکالا۔

ورثان میں محمد بن عبیداللہ نے بغاوت برپا کی۔ افشین نے منکجور کو اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا' لیکن علی بن یحییٰ ارمنی نے معتصم سے سفارش کر کے ورثان کا قصور معاف کرا دیا اور آرمینیہ کی

---

[1] یعقوبی جلد ۳' ص ۵۷۸' ۵۷۹' طبری اور ابن اثیر نے ان واقعات کو نہایت مطول لکھا ہے۔ ہم نے اختصار کے خیال سے یعقوبی کا بیان نقل کیا ہے۔

حکومت پر محمد بن خالد کا تقرر ہوا' لیکن یہ بھی یہاں کا بگڑا ہوا نظام نہ سنبھال سکا اور یکے بعد دیگرے کئی حکام بدلے۔ آخر میں حمدویہ بن علی کا تقرر ہوا۔ اس نے امن وامان قائم کیا۔ [1]

مازیار والی طبرستان کی بغاوت

طبرستان کا حاکم مازیار بن قارن عباسی حکومت کا باجگزار تھا اور خراسان کے دیوان کو خراج ادا کیا کرتا تھا' لیکن موجودہ والی عبداللہ بن طاہر اور اس کے تعلقات کشیدہ تھے۔ اس لیے معتصم خود خراج وصول کرا کے عبداللہ بن طاہر کے پاس بھجوا دیا کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ ان دونوں کی کشیدگی اتنی بڑھی کہ دونوں معتصم کے پاس ایک دوسرے کی شکائتیں پہنچانے لگے اور عبداللہ بن طاہر کی مسلسل شکائتوں سے معتصم مازیار سے بدگمان ہو گیا۔

عبداللہ بن طاہر اور افشین دونوں ممتاز امیر تھے اور ان میں باہم چشمک رہا کرتی تھی۔ یہ چشمک اتنی بڑھی کہ مخالفت بن گئی اور افشین نے عبداللہ بن طاہر کے عہدہ خراسان کی ولایت پر قبضہ کرنے کی کوشش شروع کی اور اس کے لیے اس نے مازیار کو عبداللہ کے خلاف بھڑکایا۔ اسے یقین تھا کہ اگر مازیار باغی ہو گیا تو اس کی سرکوبی اسی کے متعلق کی جائے گی۔ اس طرح اسے خراسان کی حکومت مل جائے گی۔ مسعودی کا بیان ہے کہ مازیار افشین کا ہم مذہب تھا۔ اس لیے اس نے ہمدردی میں اس کو عباسی حکومت سے آزادی پر آمادہ کیا تھا۔ [2]

افشین اس کوشش میں کامیاب ہو گیا اور مازیار نے علم بغاوت بلند کر دیا اور دو مہینے کے اندر ایک سال کا پورا خراج وصول کر لیا اور آمل' ساریہ اور طبس کے باشندوں کو ہرمز آباد منتقل کر کے یہاں مقابلہ کے لیے تین میل لمبی ایک شہر پناہ تعمیر کرائی اور ایک بڑی خندق کھدوائی۔ یہ تیاریاں دیکھ کر جرجان کی آبادی نے جو عباسی حکومت کے رقبہ میں تھا' شہر خالی کر دیا۔ معتصم اور عبداللہ بن طاہر کو ان حالات کا علم ہو چکا تھا۔ چنانچہ بروقت ان کی فوجیں پہنچ گئیں اور مازیار کو ہر طرف سے گھیر لیا اور ایک سپاہی کی راہنمائی میں نو تعمیر شہر پناہ کے اندر گھس کر دشمن کی فوجوں پر ٹوٹ پڑیں۔ اس کا افسر سرخاستان حمام کر رہا تھا۔ اسے خبر ہوئی تو وہ حمام ہی سے بھاگ نکلا اور اس کا بھائی شہریار گرفتار کر کے قتل کیا گیا۔ سرخاستان کو بھی اسی کے ایک آدمی نے پکڑ کے مسلمانوں کے حوالے کر دیا اور اس کا سر قلم کر دیا گیا۔

مازیار کی گرفتاری اور اس کا قتل

---

[1] یعقوبی جلد ۲' ص ۵۸۰ ملخصاً۔ [2] مروج الذہب جلد ۶' ص ۱۳۸۔

مازیار کی تند خوئی اور سخت گیری کی وجہ سے خود اس کے آدمی اس کے خلاف تھے۔ اس کا بھائی فوہیار بھی اس کا دشمن تھا۔ مازیار کی شکست سے اسے بدلہ لینے کا موقع مل گیا' چنانچہ اس نے امان دلانے کے بہانہ سے اس کو لے جا کر گرفتار کرا دیا اور وہ معتصم کے پاس بھجوا دیا گیا۔ معتصم نے اسے کوڑوں سے پٹوایا جس کے صدمہ سے وہ مر گیا۔ اس کے انتقام میں اس کے آدمیوں نے فوہیار کا خاتمہ کر دیا اور طبرستان کا پورا علاقہ مسلمانوں کے زیر نگیں ہو گیا۔ [1]

منکجور کی بغاوت اور قتل

بابک کی مہم سے فراغت کے بعد افشین نے اپنے عزیز منکجور کو آذربائیجان کا حاکم بنایا تھا۔ اسے یہاں بابک کا جمع کیا ہوا خزانہ ہاتھ لگا۔ نامہ نگار نے معتصم کو اس کی اطلاع دی۔ منکجور نے اس سے انکار کیا اور نامہ مذکور کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ اردبیل کے باشندوں نے روکا تو ان سے بھی لڑ گیا۔ معتصم کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے افشین کو اس کے معزول کرنے کا حکم دیا۔ یہ آسانی سے ہٹنے والا نہ تھا۔ اس لیے افشین نے مقابلہ کے لیے فوج روانہ کی۔ منکجور کو خبر ہوئی تو اس نے علم بغاوت بلند کیا' لیکن افشین کی فوجوں نے اسے شکست دی اور وہ آذربائیجان کے ایک قلعہ میں قلعہ بند ہو گیا۔ چند مہینوں کے بعد خود اس کے ساتھیوں نے پکڑ کے افسر فوج کے حوالہ کر دیا۔ اس نے معتصم کے پاس سامرہ بھیج دیا۔ یہاں وہ قید کر دیا گیا۔ منکجور کی بغاوت میں معتصم افشین سے بدظن ہو گیا۔

جعفر بن فہر جس کی بغاوت اور قتل

اسی سنہ یعنی ۲۲۵ھ میں علاقہ موصل کا ایک کرد جعفر بن فہر جس باغی ہو گیا۔ بہت سے کرد اور فتنہ پسند عوام اس کے ساتھ ہو گئے۔ معتصم نے عبداللہ بن سید کو اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ جعفر اس وقت ماتعیس میں تھا۔ عبداللہ نے اس کو یہاں سے نکالا۔ یہ بھاگ کر ایک دشوار گزار درہ میں چلا گیا۔ عبداللہ بھی تعاقب میں پہنچا۔ جعفر اور اس کے ساتھی پہاڑی علاقہ کے واقف کار اور ایسے مقامات پر جنگ کے عادی تھے اور عبداللہ کی فوج بالکل ناواقف تھی' اس لیے عبداللہ شکست کھا گیا اور اس کی فوج کا بڑا حصہ کام آیا۔ عبداللہ کی شکست کے بعد معتصم نے یہ مہم ایتاخ ترکی کے سپرد کی۔ اس نے ایک سخت مقابلہ کے بعد جعفر کو قتل اور اس کے جرگے کو منتشر کر دیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ جعفر نے خود ہی زہر کھا لیا۔ [2]

---

[1] ابن اثیر میں اس کی تفصیلات طویل ہیں۔ ہم نے فتوح البلدان کا خلاصہ لکھا ہے۔ کتاب مذکور ص ۳۴۷' ۳۴۸۔

[2] ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۷۲۔

افشین سے بدظنی

اسی سنہ میں افشین معتوب ہو کر قید کیا گیا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ بابک کے مقابلہ کے زمانہ میں افشین کے پاس آرمینیہ سے جو تحائف وغیرہ آتے تھے' انہیں وہ دارالخلافہ بھیجنے کے بجائے اپنے وطن اشروسنہ بھیج دیا کرتا تھا۔ عبداللہ بن طاہر والی خراسان نے جس کے تعلقات افشین سے خراب تھے' معتصم کو اس کی اطلاع دی۔ معتصم نے جاسوس مقرر کر دیئے' چنانچہ ایک مرتبہ افشین کا بھیجا ہوا روپیہ پکڑ لیا گیا اور عبداللہ بن طاہر نے اسے لے کر فوج میں تقسیم کر دیا اور لے جانے والوں کو قید کر دیا اور افشین کو لکھ بھیجا کہ میں نے ایک رقم پکڑی ہے' جس کے متعلق لے جانے والوں کا بیان ہے کہ وہ تمہاری بھیجی ہوئی ہے' لیکن مجھے یقین ہے کہ تم بغیر مجھے بتائے ہوئے اس قسم کی رقم اشروسنہ نہ بھیجتے۔ میں نے وہ رقم ان لوگوں سے لے کر فوج میں تقسیم کر دی' اگر یہ رقم واقعی تمہاری تھی تو جب بغداد سے روپیہ آئے گا تو ادا کر دیا جائے گا اور اگر تمہاری نہیں تھی تو اس قسم کی رقمیں بحق امیر المؤمنین ضبط کی جا سکتی ہیں۔ افشین نے جواب دیا کہ میرا اور امیر المؤمنین کا مال ایک ہے اور جن لوگوں کو تم نے گرفتار کیا ہے' انہیں چھوڑ دو۔ عبداللہ اور افشین میں پہلے سے چشمک تھی' اس واقعہ سے ان دونوں کے تعلقات اور کشیدہ ہو گئے اور افشین نے اس کے انتقام میں عبداللہ بن طاہر کو خراسان سے ہٹانے کے لیے مازیار والی طبرستان کو بھڑکایا' جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔ معتصم کو افشین کی اس سازش کا علم ہو گیا۔ اس کے بعد منکجور کی بغاوت میں اس کے اشارہ کا شبہ تھا۔ ان واقعات نے معتصم کو اس سے بدظن کر دیا اور اس کے ساتھ اس کا طرز عمل بدل گیا۔ [1]

مسعودی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ افشین سے معتصم کی بدگمانی کے اسباب میں ایک سبب افشین کا قومی تعصب تھا' گو وہ معتصم کے امرا میں تھا' لیکن اپنی عجمیت کی وجہ سے وہ دل میں تعصب رکھتا تھا اور مازیار کو اس نے اسی جذبہ کے ماتحت عباسی حکومت کے خلاف بھڑکایا تھا' بلکہ یہاں تک ثبوت ملتا ہے کہ وہ باطن میں اپنے آبائی مذہب پر قائم تھا اور اس کے قتل کے بعد اس کے یہاں وہ بت برآمد ہوئے جن کی پرستش کرتا تھا۔ [2] ان تمام اسباب کی بنا پر معتصم کا رویہ اس کے ساتھ بدل گیا۔

افشین کی گرفتاری اور اس کا قتل

افشین نے اس کو محسوس کیا تو ارادہ کیا کہ موقع پا کر آرمینیہ بھاگ جائے اور خزر کو مسلمانوں

---

[1] طبری جلد ۱۱ ص ۱۳۰۲' ۱۳۰۴۔ [2] مروج الذہب جلد ۲' ص ۱۳۸۔

کے خلاف لڑنے پر آمادہ کرے لیکن آتنے بڑے افسر کا لاؤ لشکر سمیت چھپ کر نکل جانا آسان نہ تھا۔ اس لیے جب اس میں کامیابی نہ ہوئی تو اس نے معتصم اور اس کے افسروں کو دعوت میں بلا کر زہر کھلا دینے کا ارادہ کیا۔ اس سازش میں معتصم کے بعض معتمد علیہ آدمی بھی شریک تھے۔ اس لیے افشین کا منصوبہ پورا ہونے سے پہلے ہی یہ راز فاش ہو گیا اور معتصم نے اسی وقت افشین کو بلا کر قید کر دیا اور ۲۲۶ھ میں قید ہی میں مروا ڈالا۔ [1]

مبرقع کی بغاوت

۲۲۷ھ میں فلسطین میں ایک عرب ابوحرب الملقب بہ مبرقع (برقعہ پوش) نے بغاوت کی اس کا اصلی سبب تو عرب وعجم کی کشمکش تھی، لیکن بغاوت کا واقعہ یہ ہوا کہ ابوحرب کی غیر حاضری میں ایک ترک فوجی سردار نے اس کے گھر قیام کرنا چاہا۔ اس کی بیوی نے منع کیا۔ فوجی نے اس کو کوڑا مارا۔ مبرقع جب گھر آیا تو اس کی بیوی نے اس سے واقعہ بیان کیا۔ اس نے غصہ میں اس فوجی افسر کو قتل کر دیا اور حکومت کے خوف سے بھاگ کر اردن کے پہاڑ میں روپوش ہو گیا اور گرفتاری کے خوف سے چہرہ پر نقاب ڈال کر نکلتا تھا۔ اس لیے مبرقع کے لقب سے مشہور ہو گیا۔ اس نے لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دعوت دینی شروع کر دی۔ جو لوگ اس کے پاس آتے تھے ان سے معتصم کی برائیاں بھی بیان کرتا تھا۔ اس طرح چند دنوں میں اس نواح کے بہت سے کاشتکار اس کے معتقد ہو گئے اور وہ برابر اپنے مقصد کی تبلیغ کرتا رہا اور اس کے عقیدت مندوں کا دائرہ بڑھتا رہا۔ چند یمنی عرب سردار بھی اس کے حلقہ عقیدت میں آ گئے۔ معتصم کو ان حالات کی خبر ہوئی تو اس نے رجاء بن حیوۃ کو ایک مختصر فوج کے ساتھ بھیجا۔ اس وقت مبرقع کے پیروؤں کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہو چکی تھی۔ اس لیے رجاء نے فوراً مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور مبرقع کے قریب ہی ٹھہر گیا۔ مبرقع کے پیرو زیادہ تر کاشتکار تھے۔ اس لیے جب کاشتکاری کا زمانہ آیا تو ان کی بڑی تعداد اپنے کام میں لگ گئی اور اس کے ساتھ کل بارہ سو آدمی رہ گئے۔ [2] باقی حال آئندہ آئے گا۔

فتح عموریہ

معتصم خود بڑا بہادر اور جنگ آزما تھا۔ اس لیے اس کے زمانہ میں بیرونی مہمات کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ اس کے عہد کی سب سے اہم فتح عموریہ کی ہے۔ عموریہ ایشیائے کوچک میں رومیوں کا بڑا

[1] طبری ص ۱۳۰۶، ۱۳۰۷۔ [2] ابن اثیر جلد ۶، ص ۱۷۷۔

اہم مرکز تھا۔ اس لیے مؤرخین اس کو تاریخ اسلام کی نہایت اہم فتح شمار کرتے ہیں۔ [1] اس کی تفصیل یہ ہے کہ ۲۲۳ھ میں جب بابک کو اپنی شکست کے آثار نظر آئے اور اس نے دیکھا کہ جب تک اسلامی فوجوں کا بادل نہ چھٹے گا۔ اس وقت تک اس کے بچنے کی کوئی صورت نہیں تو اس نے توفیل بن میخائیل شہنشاہ روم کو لکھا کہ معتصم نے اپنی تمام قوت حتیٰ کہ اپنا درزی اور باورچی تک میرے مقابلہ میں بھیج دیا ہے اور دارالخلافہ بالکل خالی ہے۔ تم کو حملہ کے لیے اس سے بہتر موقع نہیں مل سکتا۔ سلطنت روم اور خلافت بغداد دونوں پرانے حریف تھے۔ اس لیے توفیل نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور ایک لاکھ یا پونے دو لاکھ رومی لشکر' اس کے علاوہ خرمیوں کی جماعت کو لے کر زبطرہ پر چڑھ آیا اور یہاں کے مسلمان مردوں کو قتل کر کے ان کی عورتیں اور بچے گرفتار کر لیے۔ ملطیہ وغیرہ کے قلعوں کو خوب لوٹا۔ بہت سی مسلمان عورتیں گرفتار کیں اور مردوں کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر کر ناک اور کان کاٹ ڈالے۔ گرفتار شدہ عورتوں میں ایک ہاشمی عورت بھی تھی' اس نے **وامعتصماہ** "اے معتصم میری مدد کر کی فریاد کی۔" [2]

معتصم کو جس وقت توفیل کے ان وحشیانہ مظالم' مسلمانوں کی دردناک حالت اور اس عورت کی فریاد کی خبریں پہنچیں' اس وقت وہ دربار میں تخت پر بیٹھا تھا۔ وہیں سے بیٹھے بیٹھے بولا لبیک لبیک میں پہنچا میں پہنچا اور فوراً تخت سے اتر کر فوج میں کوچ کی منادی کرا دی اور انہیں جمع کرا کے خود ایک مسافر کی ضرورت کے بقدر سامان لے کر دربار عام میں آیا اور بغداد کے قاضی عبدالرحمن بن اسحاق اور شعبہ بن سہل اور ان کے ساتھ ۳۲۸ دوسرے حکام عدالت کو ملا کر ان کے روبرو وصیت کی کہ میری جاگیر کا ایک ثلث میری اولاد کو اور ایک ثلث میرے موالی کو دیا جائے اور تیسرا حصہ اللہ کی راہ میں صرف کیا جائے۔ وصیت کرنے کے بعد جمادی الثانی ۲۲۳ھ کو دجلہ کے مغربی سمت فوجوں کا پڑاؤ کیا اور عجیف بن عنبسہ' عمرو الفرغانی اور دوسرے فوجی افسروں کو زبطرہ کے مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لیے بھیجا' لیکن رومی اس وقت لوٹ مار کر کے لوٹ چکے تھے اور زبطرہ کے مسلمانوں پر خوف و ہراس طاری تھا۔ بہت سے لوگ گھر چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ عنبسہ وغیرہ کے پہنچنے کے بعد جب ان کا خوف و ہراس دور ہوا تو پھر واپس ہو کر آباد ہوئے اور زبطرہ میں امن و سکون قائم ہوا۔ [3]

اس وقت دارالخلافہ کی فوجوں کا بڑا حصہ بابک کی مہم سے واپس نہ ہوا تھا۔ اس لیے معتصم چند دنوں تک اپنے لشکر گاہ میں ٹھہرا رہا۔ فوجوں کی واپسی کے بعد روم پر حملہ کی تیاریاں شروع کیں۔ اس

---

[1] معجم البلدان جلد ۶' ص ۲۲۷۔ [2] ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۶۲۔ [3] ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۶۲۔

وقت عموریہ رومیوں کا سب سے بڑا شہر اور ان کا نہایت مستحکم قلعہ تھا۔ آغاز اسلام سے لے کر اس وقت تک یہ بالکل محفوظ و مصئون چلا آتا تھا۔ اس لیے معتصم نے اسی کو حملہ کے لیے منتخب کیا اور اسلحہ، خچر، چرمی خیمے، چرمی حوض، آتش بار مادے اور جملہ فوجی سامان اس کثرت سے فراہم کیا کہ اس سے پہلے کبھی کسی مہم کے لیے اتنا سامان نہیں مہیا کیا گیا تھا۔

اس سروسامان سے وہ رومی حکومت کی طرف بڑھا اور سلوقیہ پہنچ کر منزل کی اور یہاں سے انگورہ پر حملہ کرنے کے لیے افشین اور اشناس کو مختلف سمتوں میں بھیجا اور ایک دن مقرر کر کے سب کو ایک مقام پر جمع ہونے کا حکم دیا۔ [1]

توفیل کو جس وقت معتصم کی آمد کی خبر ملی تھی، اسی وقت وہ اپنی پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کے لیے روانہ ہو گیا تھا اور ایک مناسب مقام پر اپنی فوجیں ٹھہرائی تھیں، چنانچہ جیسے ہی اس کو افشین کی پیش قدمی کی خبر ملی، اپنے ایک عزیز کو لشکر گاہ میں چھوڑ کر خود اس کے مقابلہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ آرمینیہ کے اطراف میں دونوں کا سامنا ہوا اور ایسی خونریز جنگ ہوئی کہ مسلمانوں کا پورا پیدل دستہ کام آ گیا۔ افشین چند گھنٹوں کے بعد پھر سنبھل کر بڑھا اور اس زور و شور سے رومیوں پر حملہ آور ہوا کہ ان کی فوجیں درہم برہم ہو گئیں۔ اس ابتری میں خود توفیل اپنی فوج کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اور اس کے لشکر گاہ کی فوجیں منتشر ہو گئیں۔ جب یہ طوفان تھما اور توفیل واپس آیا تو فوجیں منتشر دیکھ کر محافظ فوجی افسروں پر سخت برہم ہوا اور ان کے سر قلم کر کے تمام فوجی مرکزوں میں لکھ بھیجا کہ جو لوگ اوٹ گئے ہیں، ان کو کوڑوں سے پیٹ کر ایک مقام پر جہاں سے وہ دوبارہ مقابلہ کے لیے بڑھنے والا تھا، جمع کیا جائے اور ایک شخص کو انگورہ کی حفاظت کے لیے بھیجا۔ یہاں کے باشندے مسلمانوں کے حملہ کے خوف سے شہر چھوڑ کر نکل گئے تھے۔ اس نے توفیل کو اس کی اطلاع دی۔ اس لیے توفیل نے اسے چھوڑ کر عموریہ کی حفاظت کا سامان کیا اور معتصم کے مقدمۃ الجیش پر چھاپہ مارنے کے لیے بڑھا۔ [2] معتصم کے جاسوسوں نے اس کو اس کی اطلاع دی۔ اس نے فوراً مقدمۃ الجیش کے افسر اشناس کو خبر دے کر ہدایت کی کہ تم وہیں توقف کرو، میں تم سے ملتا ہوں اور اس درمیان میں رومیوں کی نقل و حرکت کا پتہ چلا لو۔ اشناس نے یہ خدمت عمرو فرغانی کے سپرد کی۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ توفیل مسلمانوں کے مقدمۃ الجیش کی تاک میں نکلا تھا، لیکن جب اس کو آرمینیہ کی سمت اسلامی فوجوں کے بڑھنے کی خبر ملی تو وہ ادھر چلا گیا۔ اس کی اطلاع کے بعد معتصم نے افشین کو راستہ میں ٹھہرنے کا حکم دیا، لیکن وہ آگے بڑھ چکا تھا۔ اس لیے خط نہ ملا اور اشناس اور اس کے عقب سے معتصم دونوں آگے بڑھے۔ انقرہ کے قریب

---

[1] طبری جلد ۱۱، ص ۱۲۳۶، ۱۲۳۷۔ [2] ابن اثیر جلد ۶، ص ۱۶۳۔

اشناس نے رومیوں کی ایک جماعت گرفتار کر کے قتل کی۔ ان میں ایک بڈھا تھا' اس نے کہا تم مجھے قتل کر کے کیا پاؤ گے' اگر چھوڑ دو تو میں تم کو انگورہ کی ایک مفرور جماعت کا جس کے پاس خورد ونوش کا بہت سامان ہے' پتہ بتا دوں۔ اشناس نے منظور کر لیا اور مالک بن کرد کو اس کے ساتھ کر دیا۔ اس نے مالک کو لے جا کر اس جماعت کے سر پر کھڑا کر دیا۔ مالک نے اس کے کل ساز وسامان پر قبضہ کر لیا۔ اس جماعت میں کچھ زخمی بھی تھے۔ ان سے افشین اور توفیل کی جنگ اور توفیل کی شکست کا حال معلوم ہوا اور اس کے بعد افشین کے ہرکارہ نے پہنچ کر مفصل حالات اور فتح کا مژدہ سنایا' پھر خود افشین انگورہ پہنچ گیا۔ [1]

افشین کے آنے کے بعد انگورہ میں مسلمانوں نے فوجیں مرتب کیں۔ میمنہ پر افشین اور میسرہ پر اشناس کا تقرر ہوا۔ قلب کی قیادت خود معتصم نے اپنے ہاتھوں میں رکھی اور تینوں ایک دوسرے سے دو دو فرسخ کا فاصلہ دے کر تاخت وتاراج کرتے ہوئے عموریہ پہنچے۔ یہاں ایک مسلمان جو رومیوں کے ہاتھ میں پڑ کر عیسائی ہو گیا تھا' نکل کر ان سے مل گیا اور بتایا کہ شہر پناہ میں ایک جگہ پر سوراخ ہے جو باہر سے چھپا دیا گیا ہے' لیکن اندر سے خول ہے۔ معتصم نے اسی مقام پر اپنا خیمہ نصب کر کے سنگباری کے ذریعہ سوراخ توڑ دیا۔ عموریہ کے بطریق باطیس نے توفیل کو اطلاع دی کہ شہر پناہ میں سوراخ ہو چکا ہے۔ اس لیے میرا ارادہ ہے کہ کسی شب کو نکل کر مسلمانوں پر چھاپہ مارتے ہوئے آپ کے پاس پہنچ جاؤں۔ یہ خط مسلمانوں کے ہاتھ پڑ گیا۔ معتصم نے اسی وقت شہر پناہ پر سنگباری کر کے اس کو ایک مقام سے توڑ دیا۔ عموریہ اور مسلمانوں کے درمیان صرف خندق حائل تھی۔ معتصم نے کھالوں کے بورے بنا کر اور ان میں مٹی بھر کے اس کو پٹوا دیا اور مسلمان سنگ بار آلات کے ساتھ شہر پناہ تک پہنچ گئے اور پھاٹک کے پاس دیوار توڑنا شروع کر دی۔ دوسری طرف افشین اور اشناس باری باری کر کے دو دن تک پوری قوت کے ساتھ حملہ کرتے رہے۔ تیسرے دن خود معتصم میدان میں آیا اور صبح سے شام تک نہایت گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ شام ہوتے ہوتے ہزاروں رومی زخمی ہو گئے۔ شہر پناہ کے اس حصہ کے محافظ بطریق وبدوا نے روسائے روم سے اپنی حالت زار بیان کر کے امداد طلب کی' لیکن اس میں اس کو مایوسی ہوئی اور اسے مجبور ہو کر معتصم سے جان بخشی کا طالب ہونا پڑا۔ اس نے امان دے دی اور بطریق مذکور اس کے پاس چلا آیا۔ ابھی ان دونوں کی گفتگو ختم نہ ہوئی تھی کہ مسلمان ریلا کر کے شہر میں داخل ہو گئے۔ یہ صورت دیکھ کر بطریق بہت خوفزدہ ہوا۔ معتصم نے اس کو اطمینان دلایا کہ تم مت گھبراؤ۔ تمہارے تمام مطالبات منظور کیے جائیں گے۔ تمہاری خواہش کے خلاف نہ ہوگا۔ مسلمانوں کے عموریہ میں داخل ہو جانے کے بعد رومی کلیسائے اعظم کی آڑ پکڑ کر لڑنے لگے۔ اس لیے مسلمانوں کو اس میں

---

[1] ابن خلدون جلد ۳' ص ۳۶۴۔

مجبوراً آگ لگا دینی پڑی۔ اس آڑ کے ختم ہونے کے بعد عموریہ پر قبضہ ہو گیا۔ صرف باطیس بطریق ایک برج میں جما ہوا تھا۔ معتصم نے اسے امان دے کر وہاں سے ہٹایا اور عموریہ پر کامل قبضہ ہو گیا۔ اس انقلاب میں بہت سے عوام مارے گئے' لیکن امن پسند عمائد اور معززین کو کسی نے ہاتھ نہ لگایا۔ اس فتح میں اس کثرت سے مال غنیمت ہاتھ آیا کہ پانچ دن تک برابر نیلام ہوتا رہا۔ اس کے بعد جو بچ گیا وہ پھونک دیا گیا۔ عام مسلمانوں نے لوٹ مار شروع کر دی' لیکن معتصم نے اسی وقت روک دیا اور عموریہ کے تمام جنگی استحکامات توڑ دیئے۔ [1]

عباس بن مامون کی بغاوت اور موت

عموریہ کی فتح کے بعد معتصم نے قسطنطنیہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کیں' لیکن اسی دوران میں اس کے بھتیجے عباس بن مامون کی بغاوت کی خبر آ گئی۔ اس لیے یہ مہم ملتوی کر دینا پڑی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ عرب سردار معتصم کی ترک نوازی سے بہت برہم تھے۔ عموریہ کی مہم میں اس کی مشغولیت کے زمانہ میں ایک سردار عجیف بن عنبسہ نے عباس کو بھڑکا کر معتصم کے خلاف کھڑا کر دیا اور بہت سے عرب سردار بھی ساتھ ہو گئے اور انہوں نے طے کیا کہ وہ معتصم' اشناس اور افشین وغیرہ کو قتل کر دیں گے۔ [2] معتصم کو اس کی خبر ہو گئی۔ اس لیے وہ قسطنطنیہ پر حملہ کا خیال چھوڑ کر بغداد واپس آ گیا اور عباس کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور اس کا کل مال ومتاع جس کی قیمت ایک لاکھ سولہ ہزار اشرفی تھی' ضبط کر کے فوج میں تقسیم کر دیا۔ عباس کچھ دنوں کے بعد قید ہی میں مر گیا۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی موت طبعی تھی اور بعض سے پتہ چلتا ہے کہ افشین نے ہلاک کرا دیا۔ [3]

وزارت

معتصم کا سب سے پہلا وزیر فضل بن مروان بالکل نا اہل تھا۔ اس کی اخلاقی حیثیت بھی پست تھی۔ اس کا کوئی وصف قابل ذکر نہیں ہے۔

اس کے بعد احمد بن عمار کو منصب وزارت سپرد ہوا۔ اس نے نہایت معمولی حالت سے ترقی کی تھی۔ شروع میں آٹا پیسنے کا پیشہ کرتا تھا۔ اس کے ذریعہ اس نے بصرہ میں بڑی جائیداد پیدا کی' پھر بغداد آیا۔ فضل بن مروان نے اپنے زمانہ وزارت میں اس کی امانت کی تعریف کی تھی۔ اس لیے فضل کے معتوب ہونے کے بعد معتصم نے اس کو وزیر بنایا۔ یہ علم اور تدبیر وسیاست ہر چیز سے کورا تھا۔ ایک مرتبہ

---

[1] ابن خلدون جلد ۳' ص ۲۶۳' ۲۶۴۔ [2] ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۲۶۔ [3] یعقوبی جلد ۲' ص ۵۸۱۔

معتصم کے پاس کسی عامل کا خط آیا' جس میں ''کلاء'' کا لفظ تھا۔ معتصم نے احمد سے ''کلاء'' کی تشریح پوچھی' یہ نہ بتا سکا۔ معتصم نے کہا' خلیفہ جاہل اور وزیر عامی' وزیرے چنیں شہر یارے چناں۔

پھر اس نے اپنے مصاحب خاص محمد بن عبدالملک الزیات سے استفسار کیا۔ اس نے ''کلاء'' کے تمام مدارج بتائے کہ شروع میں جب سبزہ اگتا ہے تو اس کو ''بقل'' کہتے ہیں۔ جب بڑا ہوتا ہے تو اسے ''کلاء'' کہتے ہیں اور جب خشک ہو جاتا ہے تو اس کو حشیش کہتے ہیں۔ معتصم اس کی قابلیت سے بہت خوش ہوا اور منشی کے عہدہ پر سرفراز کیا' پھر کچھ دنوں کے بعد وزیر بنا لیا۔ [1]

محمد بن زیات

محمد بن زیات کا دادا ابان ایک پہاڑی قریہ دسکرہ کا باشندہ تھا۔ وہ زیتون کا تیل بغداد لے جا کر بیچا کرتا تھا۔ اس لیے زیات کہلاتا تھا' لیکن محمد کی تعلیم و تربیت بہت اچھی ہوئی تھی۔ ادب و شاعری' تاریخ' آداب جہاں بانی' قوانین ملوک' فہم و فراست اور عقل و فرزانگی' جملہ اوصاف میں یگانہ تھا۔ [2]
ابن خلکان کا بیان ہے کہ محمد بن زیات ادبائے عصر اور فضلائے وقت میں تھا' وہ بہت بڑا ادیب' فاضل' بلیغ اور نحو و لغت کا بڑا عالم تھا۔ بڑے بڑے علمائے عصر نحوی مسائل میں اس کی طرف رجوع کرتے تھے۔ علامہ ابوعثمان مازنی جب بغداد آتے اور ان کی مجلس میں نحو کے مسائل چھڑتے تو جس مسئلہ میں اختلاف ہوتا' ابوعثمان مباحثہ کرنے والوں کو محمد بن زیات کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیتے اور اس کی رائے پر فیصلہ ہوتا۔ [3] شاعری میں اس کا پایہ بہت بلند تھا۔ تاریخوں اور تذکروں میں بکثرت اس کے اشعار ملتے ہیں۔ ان خوبیوں کے ساتھ بڑا مغرور' متکبر اور ظالم تھا۔ لوگوں کو سزا دینے کے لیے ایک تنور بنوایا تھا جس کے اندر ہر طرف کیلیں لگی ہوئی تھیں۔ جس کو سزا دینا مقصود ہوتا تھا۔ اس کے اندر بٹھا دیا جاتا تھا اور ذرا حرکت کرنے سے کیلیں ہر طرف سے چبھنے لگتی تھیں' اگر کوئی رحم کی درخواست کرتا تھا تو جواب ملتا کہ رحم ایک طرح کی کمزوری ہے' لیکن ظلم کبھی پھلتا نہیں' چاہ کن راچاہ درپیش۔ معتصم اور واثق کا زمانہ تو آرام سے گزرا۔ متوکل کے زمانہ میں اسی تنور میں ڈال کر ہلاک کیا گیا۔ [4]

وفات

محرم ۲۲۷ھ میں معتصم نے پچھنا لگوایا۔ اس سے طبیعت ناساز ہوگئی' لیکن پھر آفاقہ ہو گیا تھا

---

[1] الفخری ص ۲۱۲' ۲۱۳۔ [2] الفخری ص ۲۱۳۔
[3] ابن خلکان جلد ۱' ص ۵۴۔ [4] الفخری ص ۲۱۴۔

کہ ایک دن زنانام قصہ خواں نے چند عبرت آموز قصے سنائے۔ انہیں سن کر طبیعت بگڑ گئی اور ربیع الاول ۲۲۷ھ میں انتقال ہو گیا اور اپنے آباد کردہ شہر سامرا میں دفن کیا گیا۔ ۴۷ سال کی عمر تھی۔ مدت خلافت آٹھ سال آٹھ مہینے۔

اوصاف
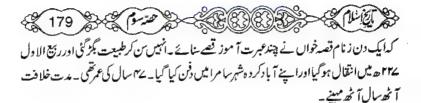
معتصم قوی دل' قوی جسم اور بڑا بہادر اور عظمت وشان اور ہیبت و جبروت کا خلیفہ تھا۔ **كان المعتصم من اعظم الخلفاء واهيبهم** ❶ جسمانی قوت غیر معمولی تھی۔ توانا سے توانا آدمی کا بازو دبا دیتا تھا' تو ہڈیاں چیخ جاتی تھیں۔ ❷

ایک ہزار رطل یعنی تقریباً ۵ من کا بار اٹھا کر چل لیتا تھا۔ ❸ جسم اتنا ٹھوس تھا کہ دانت نہ گڑتے تھے۔ ❹

ان فطری اسباب کی بنا پر اس کو بزم کے بجائے رزم سے دلچسپی تھی۔ بڑی بڑی مہموں میں خود نکلتا تھا۔ اس کو صرف دو چیزوں کا شوق تھا۔ حکومت کی شان وشکوہ اور میدان کارزار کے مناظر۔ اس کا روپیہ انہی چیزوں میں صرف ہوتا تھا۔ اس کا سب سے بڑا بجٹ جنگی تھا۔ ❺

اس کی فوجی قوت اور جنگی مصارف کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ عموریہ کے معرکہ میں سوار فوج کی تعداد پانچ لاکھ سے اوپر تھی۔ ❻ اور صرف شام کی سرحد کی حفاظت کا خرچ ایک لاکھ اشرفی سالانہ تھا۔ ❼

اس نے اپنی آٹھ سالہ مدت خلافت میں تمام اندرونی و بیرونی مخالف طاقتوں کا قلع قمع کر دیا۔ جس طاقت نے سر اٹھایا' کچل کر رکھ دیا۔ عموریہ کی فتح اس کا سب سے بڑا جنگی کارنامہ ہے۔ خطیب کا بیان ہے کہ اس نے آٹھ ملک فتح کیے اور آٹھ دشمنوں کو مغلوب کیا۔ ❽ ان میں سے اکثروں کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔ سیوطی کا بیان ہے کہ اس کے زمانہ میں آٹھ فرمانروا اسیر ہوئے' جس کی مثال کسی خلیفہ کے زمانہ میں نہیں ملتی۔ ❾

ترکوں کا عروج

❶ تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۳۴۰۔ ❷ تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۳۴۰۔ ❸ الفخری ص ۲۱۳۔
❹ تاریخ الخلفاء ص ۳۴۰۔ ❺ ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۷۸۔
❻ الاسلام والحضارۃ العربیہ جلد ۲' بحوالہ التیسیر والاعتبار اسدی۔
❼ الاسلام والحضارۃ العربیہ جلد ۲' بحوالہ الخراج قدامۃ بن جعفر۔
❽ تاریخ خطیب ص ۳۴۳۔ ❾ تاریخ الخلفاء ص ۳۴۲۔

اوپر گزر ہو چکا ہے کہ معتصم نے ایرانیوں کا زور توڑنے کے لیے ترکوں کو آگے بڑھانے کی پالیسی اختیار کی اور سمرقند' فرغانہ اور اشروسنہ وغیرہ سے ہزاروں غلام خرید کر منگوائے تھے اور انہیں دیبا کی وردیاں' سونے کے ٹپکے اور زیورات پہناتا تھا۔ ❶ جس طرح ہارون اور مامون کے زمانہ میں ایرانیوں کا عروج ہوا تھا۔ اسی طرح اس کے زمانہ میں ترکوں کا ستارہ چمکا۔ اس سے حکومت کی شان تو ضرور بڑھ گئی اور فتوحات کو بھی فائدہ پہنچا' لیکن آئندہ چل کر جب حکومت کمزور پڑی تو ترکوں کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ خلفا کا وقار بالکل جاتا رہا اور وہ ان کے ہاتھوں میں تماشا بن کر رہ گئے۔ ترک جسے چاہتے تھے' تخت پر قائم رکھتے تھے اور جسے چاہتے تھے' اتار دیتے تھے۔ اس کے علاوہ معتصم ہی کے زمانہ میں عربی اور ترکی کشمکش بھی شروع ہو گئی' جس کے بعض واقعات اوپر گزر چکے ہیں۔ اس سے حکومت کو نقصان پہنچا۔ معتصم کو آخر میں اپنی اس غلطی کا احساس ہو گیا تھا اور اس نے اپنے ایک معتمد علیہ اسحاق سے اس کا اظہار بھی کیا تھا کہ بھائی مامون نے طاہر بن حسین' عبداللہ بن طاہر اور محمد بن ابراہیم وغیرہ کو آگے بڑھایا۔ یہ سب کے سب شریف ثابت ہوئے' لیکن میں نے افشین' اشناس' ایتاخ اور وصیف وغیرہ کو آگے بڑھایا۔ ان میں سے کوئی بھی لائق اعتماد نہ نکلا۔ اسحاق نے جواب دیا کہ آپ کے بھائی نے شریف النسل لوگوں کو آگے بڑھایا۔ اس لیے ان کی اولاد بھی شریف ثابت ہوئی اور آپ نے ایسے لوگوں کو آگے بڑھایا جس کی کوئی جڑ بنیاد نہ تھی۔ اس لیے وہ کیسے شریف نکلتی۔ یہ کھرا جواب سن کر معتصم نے کہا۔ اسحاق یہ جواب میرے لیے اس تکلیف واذیت سے زیادہ سخت ہے جو میں اتنے دنوں سے برداشت کر رہا ہوں۔ ❷

سامرا کی آبادی

ترک تہذیب وتمدن سے نا آشنا محض وحشی تھے۔ اس لیے بغداد میں ان کے ہجوم سے اہل شہر کو بڑی تکلیفیں پہنچتی تھیں۔ بے تحاشا گھوڑے کداتے پھرتے تھے۔ عورتیں' بوڑھے' بچے کچل جاتے تھے اور یہ پرواہ نہ کرتے تھے۔ اہل بغداد نے معتصم سے فریاد کی۔ اس نے ترکوں کی آبادی کے لیے بغداد کے قریب ایک مستقل شہر سامرا آباد کیا اور خود یہیں رہنے لگا۔ ❸

زمینوں کی آبادی

❶ تاریخ الخلفاء ص ۳۴۲۔ ❷ طبری جلد ۱۲' حالات معتصم۔

❸ تاریخ الخلفاء ص ۱۴۲ ومروج الذہب جلد ۷' ص ۱۴۲۔

زمین کی آبادی اور رعایا کی آسودہ حالی کا بڑا خیال تھا۔ اس لیے اس کے زمانہ میں بکثرت افتادہ زمینیں آباد ہوئیں۔ وہ کہا کرتا تھا کہ زمین کی آبادی میں بہت سے فوائد ہیں۔ اس سے مخلوق کی زندگی قائم ہے۔ خراج بڑھتا ہے۔ ملک کی دولت و ثروت میں اضافہ ہوتا ہے۔ مویشیوں کے لیے چارہ مہیا ہوتا ہے۔ نرخ ارزاں ہوتا ہے۔ کسب معاش کے ذریعے بڑھتے ہیں۔ معاش میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ اپنے وزیر کو عام حکم دے دیا تھا کہ جس پرتی زمین پر دس درہم خرچ کرنے سے ایک سال کے بعد گیارہ درہم ملنے کی امید ہو اس کے آباد کرنے کے لیے مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ [1]

تعلیمی حالت

اپنے اسلاف کے برعکس اسے علم وفن سے کوئی سروکار نہ تھا۔ بچپن ہی سے وہ پڑھنے لکھنے سے بھاگتا تھا۔ ہارون نے اپنی دوسری اولادوں کی طرح اس کی تعلیم وتربیت کا اہتمام بھی کیا تھا' لیکن اس کی طبیعت ہی رجوع نہ کرتی تھی۔ تعلیم سے اس کی نفرت کا ایک دلچسپ واقعہ تاریخوں میں مذکور ہے۔ بچپن میں اس کا ایک ہم مکتب مر گیا۔ ہارون نے اس کی موت پر معتصم سے اظہار افسوس کیا۔ اس نے کہا ہاں کتاب کی زحمت سے نجات پائی۔ تعلیم سے یہ نفرت دیکھ کر ہارون نے اس کی تعلیم کی جانب سے توجہ ہٹالی۔ [2] اور وہ معمولی نوشت وخواند سے زیادہ تعلیم نہ حاصل کر سکا۔

ایک افسوس ناک فتنہ

مامون کے عہد میں خلق قرآن کا فتنہ اٹھا تھا۔ اس کو اس مسئلہ سے اتنا شغف تھا کہ جو علما اس کے منکر تھے انہیں سخت مصیبتیں جھیلنی پڑیں۔ مامون جس قدر خلق قرآن کے عقیدہ میں سخت تھا' حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اسی قدر اس کے انکار میں متشدد تھے۔ آپ بھی آزمائش سے بچ نہ سکے' لیکن مامون مرتے دم تک آپ سے اس کا اقرار نہ کرا سکا اور مرتے وقت معتصم کو ان پر سختی کرنے کی وصیت کرتا گیا۔ یہ جاہل اور ناشناس ادب تھا۔ اس نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ پر بڑی سختیاں کیں اور یہ فتنہ مامون کے عہد سے زیادہ بڑھ گیا۔ معتصم کا غلو یہاں تک بڑھا کہ اس نے سارے ممالک محروسہ میں علما سے خلق قرآن کا اقرار کرانے کے فرامین جاری کر دیئے اور معلموں کو حکم دیا کہ بچوں کو اس عقیدہ کی تلقین

---

[1] مروج الذہب جلد ۲' ص ۱۰۴۔

[2] تاریخ خطیب جلد ۳' ص ۳۴۴۔

کریں۔ ❶ اس سے بڑا فتنہ پیدا ہوا' جس کی تفصیل اس کتاب کے کسی حصہ میں آئے گی۔

باورچی خانہ کا خرچ

اس کا دسترخوان بڑا وسیع تھا۔ باورچی خانہ کے مصارف ایک ہزار اشرفی روزانہ تھے۔ ❷

سادگی اور بے تکلفی

حکومت کے دبدبہ وشکوہ سے تو اس کو بڑی دلچسپی تھی' لیکن پرائیویٹ زندگی میں بہت سادہ' بے تکلف اور خلیق تھا۔ ❸

❶ تاریخ الخلفاء ص ۳۴۱۔ ❷ تاریخ الخلفاء ص ۳۴۳۔ ❸ ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۷۸۔

ابو جعفر ہارون الملقب بہ واثق باللہ

(۲۲۷ھ تا ۲۳۲ھ مطابق ۸۴۱ء تا ۸۴۴ء)

واثق باللہ معتصم کا لڑکا ایک رومی لونڈی قراطیس کے بطن سے تھا۔ معتصم کی وفات کے دن سامرا میں اس کی بیعت ہوئی۔ اس کے دوسرے دن صبح کو اسحاق بن ابراہیم نے بغداد میں افسران فوج اور عمائد بغداد سے بیعت لی اور ربیع الاول ۲۲۷ھ میں وہ اورنگ خلافت پر متمکن ہوا۔

واثق معتصم سے بھی زیادہ ترک نواز تھا۔ اس لیے اس کے خلیفہ ہونے کے بعد ترکوں کو اور زیادہ عروج حاصل ہوا۔ ان کو بڑے بڑے مناصب پر ممتاز کیا۔ اشناس ترکی کو جواہرات کے ہار پہنائے اور سر پر جواہرات کا تاج رکھ کر نائب السلطنت بنایا۔ واثق سب سے پہلا شخص ہے جس نے نیابت سلطانی کا عہدہ قائم کیا۔ [1] اس لیے اس کے زمانہ میں عربی اور ترکی کشمکش اور عربوں کی مخالفت اور زیادہ بڑھ گئی۔

بنی قیس کا فساد

چنانچہ واثق کی تخت نشینی کے ساتھ ہی قیسیہ نے دمشق میں فتنہ و فساد برپا کیا۔ واثق نے رجاء بن ایوب فزاری کو ان کے مقابلہ پر مامور کیا۔ اس نے پہلے زبانی پیام کے ذریعہ مطیع بنانے کی کوشش کی، لیکن جب وہ باز نہ آئے تو پھر تلوار بے نیام کی اور پندرہ سو شورش پسندوں کو قتل کر کے اس کا فتنہ دبایا۔

مبرقع کی گرفتاری

معتصم کے آخری زمانہ میں فلسطین میں ابوحرب مبرقع نے جو شورش برپا کی تھی، وہ اب تک قائم تھی۔ اس لیے قیسیوں کی شورش فرو کرنے کے بعد رجاء نے فلسطین کا رخ کیا۔ اس وقت مبرقع کا جرگہ جس میں زیادہ تر کاشتکار شامل تھے، بونے جوتنے کے لیے منتشر ہو چکا تھا اور مبرقع کے ساتھ صرف ہزار دو ہزار آدمی رہ گئے تھے۔ ان میں کوئی مرد میدان نہ تھا۔ اس لیے عین جنگ کی حالت میں رجاء نے مبرقع کو زندہ گرفتار کر کے سامرا حاضر کیا۔ [2]

اعراب حجاز کی بغاوت

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۴۶۔

[2] ابن اثیر جلد ۷، ص ۳۔

۲۳۰ھ میں بنوقیس کی شاخ بنوسلیم نے نواح مدینہ میں شورش بپا کی۔ حجاز کے بازاروں میں گھس جاتے تھے اور جس نرخ پر چاہتے تھے زبردستی سودا لے لیتے تھے۔ بنی کنانہ پر حملہ کر کے ان کے آدمی قتل کر ڈالے۔ والی مدینہ محمد بن صالح نے حماد بن جریر کو قیام امن پر مامور کیا۔ انہوں نے قریش اور انصار کی مدد سے بنی سلیم کا مقابلہ کیا' لیکن شکست کھا کر قتل ہوئے اور بہت سے ممتاز قریشی اور انصار کام آئے۔ ❶

اس کامیابی سے بنی سلیم کے حوصلے اور بڑھ گئے اور انہوں نے عزیزہ خفاجی سلمی کو اپنا خلیفہ بنایا اور اطراف و جوانب کے مواضعات اور مکہ اور مدینہ کی درمیانی منزل گاہوں پر تاخت و تاراج شروع کر دی۔ اس بدامنی کی وجہ سے حج رک گیا۔ ❷ اس وقت واثق نے ایک بڑی فوج بغا کبیر ترکی کی زیر قیادت روانہ کی۔ اس نے شعبان ۲۳۲ھ میں سوارقیہ کے قریب جہاں بنوسلیم کے قلعے تھے۔ ان کا مقابلہ کر کے پچاس آدمی قتل اور پچاس گرفتار کیے' باقی بھاگ نکلے۔ ان کو شکست دینے کے بعد بغا نے امن پسندوں کو امان دے دی اور ایک ہزار سے کچھ اوپر مفسدوں کو گرفتار کر کے مدینہ میں قید کر دیا۔ بنوسلیم سے فراغت کے بعد ذات عرق جا کر ان کے شریک بغاوت بنو ہلال کو بھی امان دے دی۔ البتہ تین سو سرکشوں کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ ❸

اس شورش میں بنی فزارہ فدک پر قابض ہو گئے تھے۔ اس لیے بنی ہلال کے بعد بغا ان کی طرف بڑھا۔ اس کے ہٹتے ہی مدینہ کے قیدیوں نے دیوار میں نقب لگا کر نکل جانا چاہا' مگر اہل مدینہ کو خبر ہو گئی اور انہوں نے روکنے کی کوشش کی تو قیدیوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ دونوں میں جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں اہل مدینہ نے ان کی بڑی تعداد قتل کر دی۔ ❹

احمد بن نصر کا خروج

۲۳۱ھ میں ایک بزرگ احمد بن نصر نے احتجاجاً حکومت پر خروج کیا۔ وہ مالک بن ہیثم خزاعی نقیب دولت عباسیہ کے پوتے اور صاحب علم و تقویٰ بزرگ تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان کا شعار تھا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سماع حدیث کیا تھا۔ یحییٰ بن معین جیسے محدث ان کے تلمیذ تھے۔ ❺

واثق خلق قرآن اور رویت باری ❻ کے مسئلہ میں اپنے باپ معتصم کا ہم عقیدہ تھا اور محدثین کا گروہ اس عقیدہ کے خلاف تھا۔ اس لیے احمد بن نصر بھی اس کے مخالف تھے۔ انہوں نے اس میں اتنا

❶ ابن اثیر جلد ۷' ص ۳۔ ❷ یعقوبی جلد ۲' ص ۱۸۶ اور ابن اثیر حوالہ مذکور۔
❸ طبری جلد ۱۱' ص ۱۳۳۷' ۱۳۳۸۔ ❹ ابن اثیر جلد ۷' ص ۷' یعقوبی جلد ۲' ص ۵۸۷۔
❺ کتاب المحنۃ ص ۱۱۶۔ ❻ اس کا حال اپنے موقع پر آئے گا۔

تشدد اختیار کیا کہ برسر عام واثق کو کافر اور سور کہتے تھے۔ جب لوگوں نے ان کو عتاب سلطانی کا خوف دلایا تو ان کے پیرو ابو ہارون السراج اور ابو طالب نے ابونصر کی دعوت شروع کر دی۔ جسے بہتوں نے قبول کر لیا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر احمد بن نصر کی بیعت لی۔ ابو ہارون نے اس دعوت کی اشاعت میں روپیہ بھی صرف کیا۔ اس لیے وہ جلد پھیل گئی اور ابن نصر کے ماننے والوں کا دائرہ خاصا وسیع ہو گیا۔ اس وقت ان لوگوں نے طے کیا کہ ایک مقررہ شب کو بغداد کے مشرقی اور مغربی دونوں حصوں میں بیک وقت حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔

احمد بن نصر کے اتباع میں ہر قسم کے لوگ تھے۔ ان میں سے بنی اشرس کے دو آدمیوں نے نبیذ کے نشہ میں موعودہ شب سے ایک شب پہلے ہی طبل پیٹنا شروع کر دیا' مگر چونکہ حملہ کے لیے شب مقرر ہو چکی تھی۔ اس لیے اس صدا کا کسی نے جواب نہ دیا۔ بغداد کے پولیس افسر محمد بن ابراہیم نے طبل کی آواز سنی تو سبب دریافت کیا' مگر کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ مزید تحقیقات سے ایک شخص عیسیٰ اعور کے ذریعہ اس سازش کا پتہ چل گیا' چنانچہ ابو طالب اور ابو ہارون فوراً گرفتار کر لیے گئے۔ بنو اشرس کی خانہ تلاشی میں دو سبز علم برآمد ہوئے' جو بنو عباس کی مخالفت کا نشان تھے۔ اس لیے احمد بن نصر کو بھی گرفتار کر کے ان کے گھر کی تلاشی لی گئی' مگر ان کے یہاں کوئی مشتبہ چیز برآمد نہ ہوئی اور وہ واثق کے پاس بھیج دیئے گئے۔

احمد بن نصر کے سامرا پہنچنے کے بعد واثق نے علما کی ایک عام مجلس منعقد کر کے احمد سے پوچھا کہ قرآن کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا' قرآن کلام اللہ ہے اور احمد پاک و صاف ہو کر قتل کے لیے آمادہ ہے۔ واثق نے پھر پوچھا' کیا قرآن مخلوق ہے؟ انہوں نے پھر وہی جواب دیا کہ قرآن کلام اللہ ہے۔ پھر سوال کیا کہ قیامت اور رویت باری کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا امیر المؤمنین! اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ "تم لوگ قیامت کے دن اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح بے بدلی کے صاف آسمان پر چودھویں کا چاند دیکھتے ہو۔" اس لیے میں اس حدیث کا پابند ہوں اور دوسری مرفوع حدیث سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہے کہ "ابن آدم کا قلب اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان میں ہے جس کو وہ بدلتا ہے۔" اور رسول اللہ ﷺ دعا فرماتے تھے کہ "اے دلوں کے پلٹنے والے میرا دل اپنے دین پر قائم رکھ۔" یہ سن کر اسحاق بن ابراہیم بولے دیکھو تم کیا کہہ رہے ہو۔ احمد نے کہا تم ہی نے مجھ سے کہلوایا ہے۔ اسحاق نے کہا میں نے کہا تھا؟ احمد نے جواب دیا تم ہی نے مجھے امیر المؤمنین کو نصیحت کرنے کا مشورہ دیا تھا اور میری نصیحت یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی مخالفت نہ کریں۔ اس گفتگو کے بعد واثق نے لوگوں سے پوچھا' ان

کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ یہ سب اہل دنیا تھے۔ حاکم وقت کا اشارہ پاتے ہی زبانیں دراز ہو گئیں۔ عبدالرحمٰن بن اسحاق نے جو کسی زمانہ میں بغداد کے قاضی رہ چکے تھے اور احمد بن نصر کے دوست تھے ان کو مباح الدم قرار دیا۔ ابوعبداللہ ارمنی نے کہا امیر المؤمنین اس کا خون مجھے پلایئے۔ قاضی ابن داؤد جو ابن نصر کے خون کا بار بھی اپنے سر نہیں لینا چاہتے تھے اور خلیفہ کی رضامندی کے بھی خواہاں تھے' یہ گول رائے دی کہ امیر المؤمنین یہ کافر ہے' اس سے توبہ کرائیے' غالباً اس کو کوئی دماغی مرض اور عقلی فتور لاحق ہو گیا ہے۔

ان فتووں کے بعد اسی مجلس میں واثق نے اپنے ہاتھ سے احمد بن نصر کا سر قلم کیا۔ [1]

قیدیوں کا تبادلہ

مسلمانوں اور رومیوں کی مسلسل جنگ کی وجہ سے طرفین کے ہزاروں قیدی ایک دوسرے کے ہاتھ میں گرفتار تھے۔ ۲۳۰ھ میں ان کا تبادلہ ہوا اور دونوں طرف کے ۴۳۶۲ قیدی چھوٹے۔ یہ طبری کا بیان ہے۔ دوسرے مؤرخین اتنا اور اضافہ کرتے ہیں کہ اس تبادلہ میں بھی واثق نے اپنے متعصبانہ عقیدہ کا اس طرح اظہار کیا کہ جو مسلمان قیدی خلق قرآن کا اقرار اور رویت باری کا انکار کرتا تھا وہ چھڑا لیا جاتا تھا اور جو نہیں کرتا تھا اس کو بدستور رومیوں کی قید میں رہنے دیا جاتا تھا۔

بنونمیر کی بغاوت

۲۳۲ھ میں یمامہ کے اعراب میں شورش رونما ہوئی اور بنونمیر نے فتنہ و فساد برپا کر دیا۔ واثق نے اس کو دبانے کے لیے بغا کو بھیجا۔ اس نے یمامہ کی ترائی میں ان کے کچھ آدمی قتل اور کچھ گرفتار کیے اور مراۃ میں فوجیں اتار کر بنونمیر کے پاس اطاعت کے لیے پیغام بھیجا۔ انہوں نے اسے رد کر دیا اور ان کے کچھ آدمی یمامہ کی پشت پر کوہستان سود کی طرف چلے گئے۔ بغا ان کی تلاش میں نکلا۔ مقام روضۃ الامان میں دونوں کا سامنا ہو گیا۔ بنونمیر نے بغا کے مقدمۃ الجیش اور میسرہ کو توڑ کر ان کے ایک سو سے زیادہ آدمی قتل کر دیئے اور سات آٹھ سو اونٹ اور بار برداری کے جانور زخمی کر کے ان کا سامان لوٹ لیا۔ اس لیے بغا کی قوت کمزور ہو گئی۔ بنونمیر نے اس کمزوری کا اندازہ کر کے دوسرے دن پھر حملہ کر دیا۔ قریب تھا کہ بغا کا پورا دستہ ختم ہو جائے کہ اتنے میں دو سو تازہ دم سوار جو دوسری مہم سے فارغ ہو کر لوٹ رہے تھے' دفعۃً بنونمیر کے عقب سے پہنچ گئے۔ انہیں دیکھ کر بنونمیر کا سوار دستہ بھاگ نکلا اور

[1] یہ واقعات طبری جلد ۱۱' ص ۱۳۴۳ تا ۱۳۴۸ میں تفصیل سے مذکور ہیں۔ ہم نے ان کا خلاصہ نقل کیا ہے۔

ان کی پیدل فوج کا بڑا حصہ بغا نے تہہ تیغ کر دیا۔ایک روایت میں اس واقعہ کی شکل دوسری طرح بھی بیان کی گئی ہے۔اس صورت واقعہ میں بھی بنو نمیر کے بہت سے آدمی مارے گئے اور ان کے رؤسا گرفتار ہوئے۔ [1]

آرمینیہ میں خلفشار

اسی زمانہ میں آرمینیہ اور اس کے قرب و جوار کے بہت سے عرب اور بطارقہ میں بغاوت کے آثار رونما ہوئے۔کوہستانی علاقہ اور باب والابواب کے سلاطین اور امرا علیحدہ اپنے آس پاس کے علاقوں پر مسلط ہو گئے اور یہاں عباسی حکومت کی قوت بالکل کمزور پڑ گئی۔اس لیے واثق نے خالد بن یزید بن مزید کو ایک بڑی فوج کے ساتھ روانہ کیا۔باغیوں کو اس کی آمد کی خبر ہوئی تو ان کے حوصلے پست ہو گئے اور ان میں سے اکثر نے ہدایا اور تحائف بھیج کر اطاعت کا اظہار کیا' لیکن خالد نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ جب تک ہدیہ دینے والا خود نہ آئے گا اس وقت تک اس کا ہدیہ قبول نہ کیا جائے گا۔اس جواب سے وہ لوگ اور زیادہ خوف زدہ ہوئے اور خالد ایک باغی اسحاق بن اسماعیل کی طرف بڑھا۔اسحاق میں اس کے مقابلہ کی ہمت نہ تھی۔اس لیے وہ اپنے کو حوالہ کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا تھا کہ خالد کا انتقال ہو گیا اور اس کی فوج منتشر ہو گئی اور آرمینیہ کی حالت پہلے سے بھی زیادہ ابتر ہو گئی۔واثق نے خالد کے لڑکے محمد کو اس کی جگہ مامور کیا۔اس نے احمد بن بسطام کو نصیبین روانہ کیا۔احمد نے باغیوں کی پوری سرزنش کی اور انہیں قتل و گرفتار کر کے ان کے گھروں میں آگ لگا دی اور خالد کی فوج کے وہ آدمی جو اس کی موت کے بعد منتشر ہو گئے تھے' محمد کے پاس چلے آئے۔اس نے صنار یہ اور اسحاق کو شکست دے کر نظام قائم کیا۔ [2]

خوارج کی بغاوت

۲۳۱ھ میں دیار ربیعہ کے خارجیوں نے سر اٹھایا۔غانم بن ابی مسلم نے ان کے سرغنہ محمد بن عبداللہ کو گرفتار کر کے سامرا بھیجا۔اسی زمانہ میں اصفہان اور فارس میں کردوں نے شورش مچائی۔وصیف ترکی نے اس کو دبایا اور پانچ سو کرد گرفتار کیے' جن میں زیادہ تر نوعمر غلام تھے۔

فتوحات

واثق کا عہد فتوحات سے بھی خالی نہیں ہے۔اس کے زمانہ میں سسلی میں بعض اہم فتوحات

---

[1] ابن اثیر جلد ۷' ص ۹۔ [2] یعقوبی جلد ۲' ص ۵۸۸۔

حاصل ہوئیں۔ ۲۲۸ھ میں فضل بن جعفر ہمدانی نے سسلی پر حملہ کیا اور مسینا کی بندرگاہ پر فوجیں اتار کر مختلف سمتوں میں پھیلا دیں اور خود نابل کی طرف بڑھا۔ یہاں کے باشندے امان حاصل کر کے اس کے ساتھ ہو گئے۔ مسلمانوں نے دو سال تک اس کو فتح کرنے کی کوشش کی' مگر کامیابی نہ ہوئی۔ آخر میں شہر کے چاروں طرف چکر لگا کر ایک مقام پر شہر میں داخلہ کا ایک راستہ معلوم کر لیا۔ اہل شہر دوسرے حصہ کی مدافعت میں مشغول تھے' اس لیے مسلمان پہاڑ کو عبور کر کے دفعۃً عقب سے شہر میں داخل ہو گئے۔ اس ناگہانی حملہ سے گھبرا کر اہل شہر نے میدان چھوڑ دیا اور شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ اسی سال شہر مسکان فتح ہوا۔

۲۲۹ھ میں ابوالعباس اغلب بن فضل شرہ تک بڑھتا چلا گیا۔ اہل شرہ نے روکنا چاہا' لیکن انہوں نے بڑی فاش شکست کھائی۔ دس ہزار رومی کام آئے۔ اس کے مقابلہ میں صرف تین مسلمان شہید ہوئے۔ پھر ۲۳۲ھ میں فضل بن جعفر نے مسینا کا محاصرہ کیا اور دوران محاصرہ میں اس کو اطلاع ملی کہ مسینا کے باشندوں نے صقلیہ کے پادری سے مدد مانگی ہے۔ اس نے مدد کا وعدہ کیا ہے اور اپنی آمد کی یہ علامت بتائی ہے کہ جب فلاں پہاڑ پر تین دن تک آگ روشن دیکھو تو سمجھ لو کہ چوتھے دن تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔ اس وقت تم تیار ہو جانا اور دونوں مل کر دفعۃً مسلمانوں پر حملہ کر دیں گے۔ یہ راز معلوم ہو جانے کے بعد فضل نے مقررہ وقت سے پہلے اس پہاڑ پر تین دن تک برابر آگ روشن کرا دی۔ رومی پادری کے وعدہ کے مطابق فوراً جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔ فضل نے ایک فوج کمین گاہ میں چھپا کر محاصرہ کرنے والوں کو ہدایت کر دی کہ جب مسینا کے باشندے شہر سے نکلیں تو تم کمین گاہ کی طرف پسپا ہو جانا۔ وہ تم پر حملہ آور ہوں گے اور جب وہ حملہ میں کمین گاہوں سے آگے نکل جائیں تو فوراً پلٹ کر حملہ کر دینا' چنانچہ اہل مسینا چوتھے دن جب بطریق کی امداد کی امید پر شہر سے نکلے تو سامنے مسلمان موجود تھے۔ دیکھتے ہی ان پر حملہ کر دیا۔ یہ فضل کی ہدایت کے مطابق کمین گاہ کی جانب پسپا ہو گئے۔ جب رومی کمین گاہوں سے آگے بڑھ گئے تو مسلمان دفعۃً پلٹ پڑے' پیچھے سے کمین گاہ والی فوج نے نکل کر حملہ کر دیا اور رومی دونوں طرف سے گھر کر صاف ہو گئے جو باقی بچے انہوں نے اپنی جان و مال کی امان لے کر شہر حوالے کر دیا۔ اسی سنہ میں انکبردہ کے شہر طارنت میں مسلمان آباد ہوئے۔ [1]

وزارت

معتصم کے آخری عہد میں قلمدان وزارت محمد بن عبدالملک بن زیات کے ہاتھ میں تھا۔ واثق

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۲۔

اس سے بہت برہم تھا۔ اس نے قسم کھائی تھی کہ خلیفہ ہونے کے بعد اس کو سخت سزا دے گا' لیکن محمد بن زیات کی غیر معمولی قابلیت نے واثق کو اس کی قدر شناسی پر مجبور کر دیا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ خلیفہ ہونے کے بعد واثق نے اپنی بیعت کے بارے میں کاتبوں کو ایک مراسلہ لکھنے کا حکم دیا۔ انہوں نے لکھ کر پیش کیا۔ ان میں سے کوئی تحریر واثق کو پسند نہ آئی اور یہ خدمت ابن زیات کے سپرد ہوئی۔ اس کی تحریر اس کو بہت پسند آئی۔ اس لیے وہ اس سے راضی ہو گیا اور قسم کا کفارہ دے کر ابن زیات کو منصب وزارت پر قائم رکھا اور دوسرے کاتبوں کو اس کے اسلوب تحریر کی تقلید کی ہدایت کی۔ [1] واثق کے زمانہ میں آخر تک یہی ایک وزیر رہا۔

وفات

ذی الحجہ ۲۳۲ھ میں واثق استسقا میں مبتلا ہوا۔ اطباء نے گرم تنور میں بٹھا کر بھاپ دلائی۔ اس سے کچھ افاقہ محسوس ہوا۔ دوسرے دن اس نے تنور کو زیادہ گرم کرا کے دیر تک بھاپ لی۔ اس کے اثر سے بخار آ گیا۔ یہی بخار موت کا بہانہ بن گیا۔ وفات کے وقت بہ اختلاف ۳۲ یا ۳۶ سال عمر تھی۔ مدت خلافت ۵ سال ۹ مہینے کچھ دن۔

حلیہ

واثق نہایت خوش رو اور خوش اندام تھا۔ رنگ سرخ و سپید تھا۔ بائیں آنکھ میں پھلی تھی۔

علمی استعداد

اوصاف میں وہ مامون کا مثنیٰ تھا۔ ابن طقطقی کا بیان ہے کہ واثق عباسیہ کے افاضل خلفا میں تھا۔ وہ فاضل' عقلمند' سمجھدار' فصیح البیان اور شاعر تھا۔ اس کی جملہ حرکات و سکنات مامون کے جیسے تھے۔ [2] سیوطی کا بیان ہے کہ واثق اپنے ادب اور فضل کی وجہ سے چھوٹا مامون کہلاتا تھا۔ اس کے اوصاف کی وجہ سے مامون اس کی بڑی عزت و محبت کرتا تھا اور اسے اپنی اولاد سے زیادہ مانتا تھا۔ موسیقی کا بڑا ماہر تھا اور اس فن میں وہ تمام عباسی خلفا میں ممتاز تھا۔ موسیقی میں اس نے سو راگ ایجاد کیے تھے۔ عود بہت اچھا بجاتا تھا۔ شاعری میں مامون سے زیادہ بامذاق تھا۔ مامون نے عربی اور غیر عربی علوم کو باہم خلط ملط کر دیا تھا' لیکن واثق نے عربی علوم کے حدود بالکل الگ رکھے۔ [3]

---

[1] ابن خلکان جلد ۲' ص ۶۔ [2] الفخری ص ۳۱۵۔ [3] تاریخ الخلفاء ص ۳۴۸'۳۴۹۔

علمی مجالس
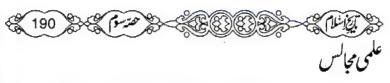
واثق آزاد خیال تھا اور مسائل میں تقلید کے بجائے آزادانہ فکر و تدبر کو زیادہ پسند کرتا تھا۔ اس بنا پر اسے اگلے پچھلے فلاسفہ اور مقننوں کی رائیں اور ان کے علوم سے واقفیت حاصل کرنے کا بڑا شوق تھا۔ [1] اس کے دربار میں مختلف علوم و فنون کے علما کی دلچسپ صحبتیں ہوتی تھیں۔ مسعودی نے اس قسم کی ایک صحبت کا جس میں اطباء اور فلاسفہ کا مجمع تھا' نہایت مفصل حال لکھا ہے۔ اس مجلس میں طبعیات' مابعد الطبعیات اور الٰہیات' خصوصاً طب کی نظری اور تجربی حیثیت پر بہت طویل مکالمہ ہوتا تھا۔ اس نے مشہور فلسفی و طبیب حنین بن اسحاق سے طب پر ایک کتاب لکھائی' جس کا نام کتاب المسائل الطبعیہ تھا۔ [2]

مسئلہ خلق قرآن

واثق کی اس فلسفیانہ طبیعت اور آزادروی کا یہ نتیجہ تھا کہ خلق قرآن اور رویت باری کے مسئلہ میں محدثین نے قید و بند اور قتل کی مصیبتیں جھیلیں۔ احمد بن نصر دار پر سرفراز ہوئے۔ یوسف بن یحییٰ فقیہ صاحب شافعی اور نعیم بن حماد وغیرہ نے قید کی مشقت اٹھائی اور اسی میں جان دی۔ [3] یہ تو علمائے حق تھے' جنہیں ہر باطل کے مقابلہ میں اس قسم کی ستم آرائیوں کا شکار ہونا پڑا ہے۔ واثق اس بارہ میں اتنا تنگ خیال اور متشدد تھا کہ عوام تک سے ان اہم مسائل کا اقرار کرایا جاتا تھا' چنانچہ ۲۳۰ھ میں جب مسلمانوں اور رومیوں میں قیدیوں کا تبادلہ ہوا تو قاضی ابن ابی داؤد کے اشارہ سے جن کا یہ تمام فتنہ اٹھایا ہوا تھا' وہ قیدی جو اس عقیدہ کا اقرار کرتے تھے' چھڑا لیے جاتے تھے اور جو انکار کرتے تھے' وہ رومیوں کی قید میں رہنے دیے جاتے تھے کہ وہ اس عقیدہ کے میں کافر تھے' لیکن سخت حیرت ہے کہ عقیدہ کی اس شدت اور سخت گیری کے باوجود واثق نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ پر کوئی سختی نہیں کی بلکہ ان کو خارج البلد کر کے رہا کر دیا۔ اور امام صاحب اس کی زندگی بھر اس کی نگاہ سے اوجھل رہے۔ [4] خطیب بغدادی کی ایک روایت سے جو سیوطی نے نقل کی ہے' معلوم ہوتا ہے کہ واثق نے اپنی موت سے پہلے اس عقیدہ سے رجوع کر لیا تھا۔ [5] ممکن ہے امام احمد کی رہائی اسی رجعت کا نتیجہ ہو' لیکن سرکاری طور پر اس عقیدہ کی مخالفت متوکل کے عہد میں ہوئی۔

ان دونوں مسئلوں کے علاوہ اور امور میں وہ بڑا حلیم الطبع تھا۔ حمدون بن اسماعیل کا بیان ہے کہ

---

[1] مروج الذہب جلد ۷' ص ۱۶۲۔ [2] تفصیل کے لیے دیکھو مسعودی جلد ۷' ص ۱۷۳ تا ۱۸۶۔
[3] کتاب المحنۃ ص ۱۱۹' ۱۲۰۔ [4] دیکھو کتاب المحنۃ ص ۱۱۹' ۱۲۰۔ [5] تاریخ الخلفاء ص ۳۴۷۔

خلفا میں کوئی خلیفہ واثق سے زیادہ حلیم' تکالیف پر صبر کرنے والا اور خلاف طبع باتوں کو برداشت کرنے والا نہ تھا۔ ❶

علویوں کے ساتھ حسن سلوک

اس کے تحمل اور نرمی کا یہ ثبوت ہے کہ اس کے زمانہ میں اہل بیت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور علویوں کو جو عباسیوں کے حریف مقابل تھے اور مدتوں سے ان کے مظالم سہتے چلے آتے تھے' آزادی ملی اور واثق نے ان کے رتبہ کے مطابق ان کا اعزاز و اکرام قائم کیا۔ واثق علویوں کا غیر معمولی احترام کرتا تھا اور ان کے ساتھ بہت زیادہ حسن سلوک سے پیش آتا تھا۔ ❷

رفاہِ عام کے کام

اس نے اپنے عہد میں بہت سے ایسے کام کیے جن سے عام رعایا کو بڑا فائدہ پہنچا اور اس کی موت کے بعد لوگ مدتوں اس کو یاد کر کے رویا کرتے۔ خلفائے ماسبق کے زمانہ میں جہازوں سے بحری ٹیکس وصول کیا جاتا تھا۔ اس سے حکومت کو بڑی خطیر آمدنی ہوتی تھی' لیکن واثق نے اس ٹیکس کو بند کر دیا تھا۔ ❸

حرمین کی خدمت

حرمین کی خدمت خلفا کے لیے سرمایہ سعادت تھی۔ واثق بھی اس سعادت سے محروم نہ رہا۔ وہ یہاں کے باشندوں کو اس فیاضی سے داد و دہش کرتا تھا کہ اس کے زمانہ میں مکہ اور مدینہ میں کوئی سائل باقی نہ رہا۔ جب اس کی موت کی خبر مدینہ پہنچی تو کہرام مچ گیا۔ مدینہ کی عورتیں ہر شب اس کی یاد میں بقیع میں جا کر روتی تھیں۔ ❹ انتظامی امور میں بھی اس نے اصلاحیں کیں۔ اس کے زمانہ میں امرا اور ارکین دولت کا جن میں زیادہ تر کاتب تھے' استبداد بہت بڑھ گیا تھا اور رعایا کی دولت سے ان کے خزانے معمور تھے۔ واثق نے ان تمام خائن اور مستبد کاتبوں پر بڑے بڑے جرمانے کیے' چنانچہ احمد بن اسرائیل سے ۸۰ ہزار دینار' ایتاخ ترکی کے کاتب سلیمان بن وہب سے ۴ لاکھ دینار' حسن بن وہب سے ۱۴ ہزار دینار' احمد بن خصیب اور اس کے کاتبوں سے ایک کروڑ دینار' ابراہیم بن رباح اور اس کے کاتبوں سے ایک لاکھ دینار' نجاح سے ۶۰ ہزار دینار' ابوالوزیر سے ایک لاکھ چالیس ہزار دینار وصول کیے۔ ❺ گو

❶ تاریخ الخلفاء ص ۳۴۹۔ ❷ ابوالفدا جلد ۲' ص ۳۶۔ ❸ ابن اثیر جلد ۷' ص ۱۱۔

❹ ابوالفدا جلد ۲' ص ۳۶ و ابن اثیر جلد ۷' ص ۱۱۔ ❺ طبری ج ۱۱ ص ۱۳۳۱۔

اس سے خیانت کا تو انسداد ہو گیا' لیکن ایک بری مثال قائم ہو گئی اور آئندہ کسی امیر اور رکن حکومت کی دولت و ثروت محفوظ نہ رہی اور اس کی ضبطی ایک رسم بن گئی۔

ترکوں سے غفلت

البتہ اس نے ترکوں کے غلبہ اور اقتدار کا جو روز بروز بڑھتا جاتا تھا' کوئی تدارک نہیں کیا' جو آئندہ چل کر خود خلفا کے لیے مصیبت بن گیا۔

جعفر بن معتصم الملقب بہ متوکل علی اللہ

(۲۳۲ھ تا ۲۴۶ھ مطابق ۸۴۷ء تا ۸۶۱ء)

واثق کی وفات کے بعد اس کا بھائی جعفر بن معتصم تخت نشین ہوا۔ یہ ایک خوارزمی لونڈی کے بطن سے تھا۔ واثق کسی کو ولی عہد نہیں بنا گیا تھا۔ اس لیے اس کی وفات کے بعد قاضی احمد بن داؤد' ایتاخ' عمر بن فرج' احمد بن ابی خالد اور محمد بن زیات وغیرہ امرا انتخاب خلیفہ کے لیے جمع ہوئے۔ اکثروں کی رائے تھی کہ واثق کے نوعمر لڑکے محمد کو خلیفہ بنایا جائے' لیکن قاضی احمد بن داؤد نے مخالفت کی اور کہا اس لڑکے کو خلیفہ بناتے ہوئے تم لوگوں کو اللہ کا خوف نہیں معلوم ہوتا۔ ان کے اختلاف پر بحث شروع ہوگئی اور شاہی خاندان کے مختلف افراد کے نام لیے گئے' لیکن کسی پر نگاہ نہیں ٹھہری۔ آخر میں جعفر بن معتصم کو لایا گیا۔ قاضی احمد بن ابی داؤد نے بڑھ کر اس کو شاہی لباس پہنایا اور پیشانی پر بوسہ دے کر سلام خلافت گزارا۔ اس پر سب کا اتفاق ہو گیا اور متوکل علی اللہ لقب اختیار کیا۔ بیعت خلافت کے بعد سات خلفا کی اولادوں نے سلام خلافت گزارا اور ذی الحجہ ۲۳۲ھ میں وہ تخت نشین ہوا۔ اس وقت اس کا ستائیسواں سال تھا۔ [1]

وزیر ابن زیات کا قتل

واثق کے زمانہ سے متوکل وزیر ابن زیات سے برہم تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ واثق کسی وجہ سے متوکل سے ناراض ہو گیا تھا اور اس کی نگرانی کے لیے دو آدمی متعین کر دیے تھے' جو اس کے حالات کی اطلاع دیتے رہتے تھے۔ واثق پر ابن زیات کا بڑا اثر تھا۔ اس لیے متوکل ایک دن اس کے پاس گیا کہ وہ واثق سے سفارش کر کے اس کی صفائی کرا دے۔ ابن زیات نے اس کے ساتھ نہایت نازیبا برتاؤ کیا۔ پہلے تو مخاطب ہی نہیں ہوا اور دیر تک اس کو کھڑا رکھا' پھر کام ختم کر کے بیٹھنے کی اجازت دی اور خشمگین لہجہ میں پوچھا' کیسے آئے ہو۔ متوکل نے کہا امیر المومنین کو مجھ سے راضی کرا دیجیے۔ ابن زیات نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا' ان کو دیکھو' پہلے بھائی کو ناراض کرتے ہیں' پھر مجھ سے سفارش چاہتے ہیں۔ جاؤ جب تم اپنی حالت سدھار لو گے تو وہ خود راضی ہو جائیں گے۔

اس برتاؤ سے متوکل بہت افسردہ خاطر ہوا اور غمگین وملول لوٹ آیا۔ ابن زیات نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ واثق کو اطلاع دی کہ متوکل چوٹی سنوارے مخنثوں کی شکل میں میرے پاس آئے تھے اور

[1] تاریخ خطیب ج ۷' ص ۱۶۵ و ابن اثیر ج ۷ ص ۱۲۔

چاہتے تھے کہ میں امیر المومنین سے ان کی صفائی کرا دوں۔ واثق نے کہا ان کے بال کٹوا کر ان کے منہ پر کھینچ مارو۔ ابن زیات نے اس حکم کو ٹالنے کے بجائے اس کی تعمیل کر دی' پھر واثق کے بعد اس نے اس کے بجائے اس کے لڑکے کو خلیفہ بنانے کی کوشش کی۔ ان اسباب کی بنا پر متوکل ابن زیات سے سخت برہم تھا' چنانچہ تخت خلافت پر بیٹھنے کے بعد اس کو قید کر دیا' پھر اس کو لوہے کے کانٹے دار تنور میں جسے ابن زیات نے لوگوں کو سزا دینے کے لیے بنوایا تھا' اس کو بند کر دیا۔ اسی تنور میں اس نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔ [1] اسی زمانہ میں ایتاخ ترکی پر عتاب نازل ہوا اور وہ قتل کیا گیا۔ اس کی تفصیل اپنے موقع پر آئے گی۔

ابن بعیث کی گرفتاری اور موت

آذربائیجان کا ایک رئیس محمد بن بعیث باغی ہو کر قلعہ بند ہو گیا تھا۔ متوکل کے زمانہ میں پکڑ کے سامرا میں قید کیا گیا اور ۲۳۴ھ میں باختلاف روایت قید سے بھاگ نکلا یا بغا شرابی کی سفارش پر چھوڑ دیا گیا۔ قید سے چھوٹنے کے بعد مرند کے قلعہ میں سامان رسد جمع کر کے پھر حکومت سے مقابلہ کی تیاری شروع کر دی۔ ربیعہ اور دوسرے عرب قبائل اس کے ساتھ ہو گئے۔ اس لیے یہاں کا حاکم محمد بن حاتم اس کو زیر نہ کر سکا اور متوکل نے اسے معزول کر کے حمدویہ بن علی بن فضل کو اس کی جگہ مقرر کیا۔ حمدویہ نے ابن بعیث کو مرند کے قلعہ میں گھیر لیا۔ متوکل برابر امداد پر امداد بھیجتا تھا' مگر قلعہ تسخیر نہ ہوتا تھا۔ آخر میں بغا شرابی کو دو ہزار سوار کے ساتھ روانہ کیا۔ امیر عیسیٰ بن شیخ نے محمد بن بعیث کے پاس اس کی اور اس کے ممتاز ساتھیوں کی جان بخشی کا پیام بھیج کر اسے الگ کر دیا۔ اس سے محمد بن بعیث کا جتھہ ٹوٹ گیا اور وہ بھاگ نکلا' لیکن راستہ میں مع لڑکوں اور بھائیوں کے گرفتار ہو گیا۔ بغا نے ان سب کو سامرا لا کر قید کر دیا۔ محمد بن بعیث ایک مہینہ کے بعد مر گیا اور اس کے لڑکے شاکریہ میں داخل کر دیئے گئے۔ [2]

ایک مدعی نبوت

۲۳۵ھ میں ایک شخص محمود بن فرج نیشاپوری نے سامرا میں نبوت کا دعویٰ کیا کہ وہ ذوالقرنین ہے اور ایک خود ساختہ کتاب پیش کی کہ وہ قرآن ہے جو جبرائیل کی وساطت سے اس پر نازل ہوا ہے' لیکن ابھی اس پر صرف ۲۷ آدمی ایمان لائے تھے کہ پکڑ کر متوکل کے دربار میں حاضر کیا گیا اور قتل کر دیا گیا اور اس کی امت قید کر دی گئی۔

---

[1] ابن اثیر جلد ۷' ص ۱۲ و ابن خلکان ص ۵۷۔ [2] ابن خلدون جلد ۳' ص ۲۷۴۔

آرمینیہ کے بطارقہ کی بغاوت
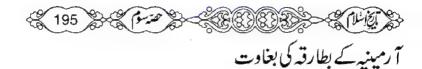
۲۳۷ھ میں بطارقہ کی ایک جماعت نے آرمینیہ کے اطراف میں بعض علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ امیر یوسف ان کے مقابلہ پر مامور ہوا۔ اس کے بلد پہنچنے کے بعد بعض بطارقہ نے اس کی اطاعت قبول کر لی اور ایک بطریق بقراط بن اشوط اس کے پاس حاضر ہو گیا۔ محمد بن یوسف نے اس کو پکڑ کر متوکل کے پاس بھجوا دیا۔ اس پر بطارقہ بگڑ گئے اور لڑ کر یوسف کو قتل کر دیا اور بلد میں عام شورش پیدا ہو گئی۔ اس لئے یوسف کے قتل کے بعد متوکل نے بغا کبیر کو بھیجا۔ اس کے آتے ہی شورش کم ہونے لگی' چنانچہ موسیٰ بن زرارہ جس نے بدلیس پر قبضہ کر لیا تھا' امان لے کر بغا کے پاس چلا آیا۔ بغا نے اسے پابجولاں متوکل کے پاس بھجوا دیا' پھر باق کا رخ کیا اور اشوط بن حمزہ کو پکڑ کے سر من رائے بھیجا۔ یہاں اس کا سر قلم کر دیا گیا۔ اس کے بعد بغا نے اسحاق بن اسماعیل کو جو تفلیس پر قابض ہو گیا تھا' بلا بھیجا۔ اس نے جواب دیا کہ میں بارگاہ خلافت کی اطاعت پر قائم ہوں' اگر روپیہ کی ضرورت ہو تو روپیہ بھیج دوں' اگر آدمیوں کی ضرورت ہو تو آدمیوں سے مدد کروں' لیکن میں خود نہیں آ سکتا۔ یہ جواب سن کر بغا نے بڑھ کر اس کو شکست دی اور گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ اس سے فارغ ہو کر صفاریہ کی طرف بڑھا۔ یہاں اسے شکست ہوئی۔ اس شکست کے غصہ میں جن جن لوگوں کو امان دے چکا تھا ان سب کو تعاقب کر کے گرفتار کر لیا' پھر بھی کچھ لوگ بچ کر نکل گئے اور روم' خرز اور صقالبہ کی مدد حاصل کر کے بہت بڑی تعداد میں مقابلہ کے لیے جمع ہو گئے۔ متوکل کو اس اجتماع کی خبر ہوئی تو اس نے خالد بن یزید شیبانی کو مامور کیا۔ اس کے آنے کے بعد سب خاموش ہو گئے اور خالد نے دوبارہ ان کی امان کی تجدید کر دی۔ [1]

یعقوب بن لیث الصفاری کا آغاز

اسی سنہ میں بست کے ایک باشندے صالح بن نصر نے سجستان پر قبضہ کر لیا۔ یعقوب بن لیث الصفار بانی حکومت صفاریہ جو پہلے سے دولت عباسیہ کا باغی تھا' اس کے ساتھ ہو گیا' لیکن طاہر بن عبداللہ بن طاہر والی خراسان نے سجستان واپس لے لیا' لیکن پھر ایک دوسرا شخص درہم بن حسین دوبارہ سجستان پر قابض ہو گیا۔ یعقوب بھی اس کے ساتھ تھا' لیکن درہم میں خود فوجی تنظیم کی صلاحیت نہ تھی۔ اس لیے اس کی باگ یعقوب بن صفار کے ہاتھ میں تھی۔ درہم کے ساتھیوں کو جب اس کی

[1] یعقوبی جلد ۲' ص ۵۹۹' ابن اثیر کا بیان اس سے مختلف ہے اور بہت طویل ہے۔

کمزوری اور صفار کی اہلیت اور قابلیت کا اندازہ ہوا تو انہوں نے درہم کی جگہ اس کو سردار بنالیا۔ درہم نے کوئی مزاحمت نہیں کی بلکہ ساتھ چھوڑ کر الگ ہو گیا اور صفار نے سجستان کا بہت اچھا انتظام کیا۔ فوجی قوت کو بڑی ترقی دی اور چند دنوں میں اس کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ اس نے سجستان میں مستقل حکومت قائم کر لی جو تاریخوں میں صفاری حکومت کے نام سے موسوم ہے' اس کا ذکر آئندہ آئے گا۔

مصریوں پر رومیوں کا ہجوم

۲۳۹ھ میں تین رومی سردار تین سو کشتیاں لے کر اسلامی ملکوں کی سمت نکلے۔ ان میں سے ایک نے ساحل دمیاط پر بیڑا لنگر انداز کیا۔ اتفاق سے اس زمانہ میں عید کی تقریب کے سلسلہ میں عنبسہ بن اسحاق ضبی والی مصر نے دمیاط کی فوجیں مصر بلا لی تھیں اور دمیاط بالکل خالی تھا۔ اس لیے رومیوں نے بغیر کسی مزاحمت کے آزادی کے ساتھ یہاں جس قدر ساز و سامان اور اسلحہ تھا' سب لوٹ لیا اور چھ سو مسلمان اور ذمی عورتوں کو گرفتار کر کے جامع مسجد جلا ڈالی اور لوٹا ہوا مال لے جانے کے لیے کشتیوں پر بار کیا تھا کہ ایک مسلمان امیر بسر بن اکشف جو اس وقت قید خانہ میں تھا' بیڑیاں توڑ کر نکل آیا' بہت سے آدمی اس کے ساتھ ہو گئے اور رومیوں پر حملہ کر کے ان کی اچھی خاصی جماعت تہہ تیغ کر دی۔ رومی بھاگ کر اشتوم تینس پہنچے اور اسلحہ لوٹ کر یہاں کا بڑا آہنی پھاٹک اکھاڑ لے گئے۔ [1]

اس واقعہ کے بعد متوکل نے دمیاط میں قلعہ بنوانے کا حکم دیا اور رمضان ۲۳۹ھ میں قلعہ کی تعمیر شروع ہو گئی۔ [2]

حمص کی بغاوت

۲۴۰ھ میں اہل حمص نے بغاوت کی اور عباسی حاکم ابوالمغیث موسیٰ بن ابراہیم کو مصر سے نکال دیا۔ متوکل نے محمد بن عبدربہ کو حمص کا حاکم مقرر کر کے ان کو اور عتاب ابن عتاب کو باغیوں کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ ان دونوں نے حمص پہنچ کر سکون پیدا کیا' لیکن چند دنوں کے بعد پھر باغی بگڑ گئے۔ محمد بن عبدربہ نے ان کو دوبارہ قابو میں کیا اور ان کے سربرآوردہ اشخاص کی ایک جماعت پکڑ کے پابجولاں متوکل کے پاس بھجوائی اور وہاں سے واپسی کے بعد محمد بن عبدربہ نے ان سب کو کوڑوں سے پٹوا کر مروا ڈالا اور ان کی لاشیں سولی پر لٹکائیں اور جس قدر فتنہ پرست تھے' سب کو ایک ایک کر کے فنا کر دیا۔ [3]

---

[1] ابن اثیر جلد ۷' ص ۲۲۔ [2] کتاب الولاۃ کندی ص ۲۰۲۔ [3] یعقوبی جلد ۲' ص ۵۹۹۔

مسلمان قیدیوں کی رہائی
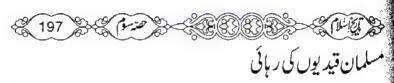
۲۴۱ھ میں ۹۱۰ مسلمان قیدی جو رومیوں کے ہاتھوں میں اسیر تھے چھڑا لیے گئے۔ روم کی ملکہ تدورہ کے پاس بارہ ہزار مسلمان قیدی تھے۔ ۲۴۱ھ میں اس نے ان کے سامنے عیسوی مذہب پیش کیا۔ جن مسلمانوں نے قبول کر لیا ان کو زندہ رکھا اور جنہوں نے انکار کیا انہیں قتل کر دیا' پھر بھی کافی تعداد باقی رہ گئی تھی۔ ان کے متعلق متوکل سے کہلا بھیجا کہ اگر وہ چاہے تو فدیہ دے کر انہیں چھڑا لے' چنانچہ متوکل نے شنیف خادم اور جعفر بن عبدالواحد قاضی القضاۃ بغداد کو روم بھیج کر انہیں چھڑا منگوایا۔ ان میں ۷۸۵ مرد اور ۱۲۵ عورتیں تھیں۔ [1]

صعید مصر پر بجاہ کی یورش

۲۴۱ھ میں بجاہ [2] نے مصر پر تاخت کی۔ طبری کا بیان ہے کہ یہ لوگ حبشیوں کی جنس سے تھے اور حبشہ اور سوڈان کے مغرب میں رہتے تھے۔ ان کے ملک میں سونے کی کانیں تھیں۔ ان میں اور مسلمانوں میں عرصہ سے یہ معاہدہ تھا کہ فریقین ایک دوسرے پر حملہ آور نہ ہوں گے اور بجاہ چار سو مثقال خام سونا سالانہ حکومت مصر کو دیا کریں گے۔ ایک عرصہ تک یہ لوگ اس معاہدہ کے پابند رہے' لیکن متوکل کے زمانہ میں کئی سال تک سونا نہیں بھیجا اور چند مسلمانوں کو جو سونے اور جواہرات کی کانوں میں کام کرتے تھے' قتل کر کے ان کے بچوں اور عورتوں کو قید کر لیا اور مسلمانوں کو کان کنی سے روک دیا۔ اس لیے وہ یہاں سے بھاگ گئے۔ اس سے حکومت کی آمدنی میں جو کان سے بطور خمس حاصل ہوتی تھی کمی آ گئی۔ متوکل پر مسلمانوں کا قتل بہت گراں گزرا۔ اس نے بجاہ پر فوج کشی کے بارہ میں مشورہ کیا۔ لوگوں نے اس کی دشواریاں بتائیں کہ وہ لوگ سخت وحشی ہیں۔ ان کے پاس اونٹ اور دوسرے مویشی کے گلے بکثرت ہیں۔ ان کے ملک تک پہنچنا بہت مشکل ہے اور فوج کا تو وہاں پہنچنا

---

[1] ابن اثیر جلد ۷ ص ۲۴۔ [2] بجاہ کا انگریزی تلفظ بیگا یا بوگا ہے' یہ سامی فرقوں کے اس مجموعہ کو کہتے ہیں جو شرقاً وغرباً دریائے نیل اور بحر احمر کے درمیان اور شمالاً وجنوباً مصر وحبشہ کے درمیان حبشہ کے آخری حدود تک آباد تھے' مسلمانوں سے پہلے یونانی کتبوں میں بھی ان کا نام پایا جاتا ہے' آغاز فتوحات اسلامیہ میں مسلمان انہیں مطلق وحشی و کافر سمجھتے تھے' اور انہیں کسی معاہدہ کے لائق نہ تصور کرتے تھے' لیکن انکے ملک میں سونے اور چاندی کی کانیں تھیں' اس لئے عربوں کو ان کی طرف توجہ کی ضرورت پیش آئی' چنانچہ دوسری صدی کے آغاز میں عبیداللہ بن حجاب نے ان سے معاہدہ کیا' پھر مامون کے عہد میں اس کی تجدید ہوئی۔ اور عرب قبائل ربیعہ اور جہینہ یہاں آ کر آباد ہو گئے' اور رفتہ رفتہ انہی قبائل میں مل گئے۔ (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ص ۶۸۷ ج اول)

ناممکن ہے۔ ان کی آبادی اور اسلامی حکومت کے درمیان ایک مہینہ کی مسافت ہے۔ راستہ تمام تر پہاڑوں بیابانوں اور بے آب و گیاہ میدانوں پر مشتمل ہے جہاں پانی اور سبزی کا نام تک نہیں اور نہ کوئی قلعہ وغیرہ ہے۔ اس لیے اگر کوئی مہم وہاں بھیجی جائے تو اس کی مدت قیام تک کا کل ساز و سامان ساتھ جانا چاہیے اگر مدت قیام مقررہ وقت سے بڑھ گئی تو پھر کوئی باقی نہیں بچ سکتا اور بجاہ والے ان کو بغیر لڑے بھڑے گرفتار کر لیں گے۔ یہ مشکلات سن کر متوکل نے فوج کشی کا ارادہ ترک کر دیا لیکن اہل بجاہ کی سرکشی اور جرأت بہت بڑھ گئی اور مسلمانوں پر ان کا دست تطاول دراز ہونے لگا۔ صعید مصر کے باشندے جو ان سے نسبتاً قریب تھے بہت خوفزدہ ہو گئے اس لیے متوکل کو مجبوراً فوج کشی کا عزم کرنا پڑا۔

بجاہ پر فوج کشی

چنانچہ اس نے محمد بن عبداللہ المعروف بہ قمی کو ان کی سرکوبی پر مامور کیا اور عنبسہ بن اسحاق ضبی سپہ سالار مصر کو لکھا کہ قمی کو جس قدر فوج اور ساز و سامان کی ضرورت ہو وہ مصر سے ان کے لیے مہیا کیا جائے۔ قمی نے بڑے اہتمام سے بجاہ پر فوج کشی کی۔ بحر قلزم کے ذریعہ روغن زیتون کھجور ستو اور جو وغیرہ سامان رسد کے سات جہاز بجاہ روانہ کئے اور خود کان کنوں اور بیس ہزار رضا کاروں کو لے کر خشکی کے راستہ سے کوہستان اور ریگستان کو طے کرتا ہوا بجاہ کے علاقہ میں پہنچا۔ یہاں کا فرمانروا علی بابا مسلمانوں کی دوگنی طاقت کے ساتھ مقابلہ میں آیا مگر جم کر مقابلہ نہیں کیا بلکہ چھیڑ چھاڑ کے سلسلہ کو طول دیتا گیا تاکہ جب مسلمانوں کا سامان خورد و نوش اور ان کے مویشیوں کا چارہ ختم ہو جائے تو بغیر جنگ کے ان کو مار لے۔ اس دوران میں سامان رسد کی ساتوں کشتیاں پہنچ گئیں اور صنجہ کے ساحل پر لنگر انداز ہوئیں۔ اسلامی فوج کے پاس سامان رسد کی فراوانی دیکھ کر علی بابا کھل کر میدان میں آ گیا۔ دوران جنگ میں قمی کو اندازہ ہوا کہ اہل بجاہ کے اونٹ ہر چیز سے بھڑک سکتے ہیں چنانچہ اس نے پوری فوج کی گھنٹیاں جمع کر کے گھوڑوں کی گردنوں میں پہنا کر دوبارہ حملہ کیا۔ گھنٹیوں کی آوازیں سن کر اہل بجاہ کے اونٹ بھڑک کر کوہستان و وادی جدھر راستہ ملا سواروں کو لے کر بھاگے اور ان کی فوجیں درہم برہم ہو گئیں۔ قمی نے ان کا تعاقب کر کے بہتوں کو قتل و قید کیا اور رات گئے واپس ہوئے۔ اس معرکہ میں بے شمار بجاہ مارے گئے۔ دوسرے دن مسلمانوں کی نظریں بچا کر مقابلہ کے لیے ایک محفوظ مقام پر جمع ہوئے۔ قمی کو پتہ چل گیا اور وہ راتوں رات دفعۃً ان کے پڑاؤ پر پہنچ گیا۔ علی بابا چونکہ پہلے سے مقابلہ کے لیے تیار نہ تھا اس لیے ساز و سامان چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ قمی نے اس پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد علی بابا کی ہمت چھوٹ گئی اور وہ قمی کی امان میں آ گیا اور چاروں سال کا واجب

الادا خمس چار سو مثقال سالانہ کے حساب سے ادا کر دیا اور اپنے لڑکے تعیس کو اپنا قائم مقام بنا کر قتی کے ساتھ آستان خلافت پر حاضر ہوا۔ متوکل نے اس کی اطاعت کیشی کے صلہ میں خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا اور اس کے اونٹوں پر زریں کجاوے اور دیبا کی جھولیں ڈلوائیں۔ خلعت پہن کر قتی کے ساتھ اپنے ملک واپس ہوا۔ [1]

تغیرات ارضی وسماوی کا طوفان

۲۴۱ھ میں حوادث ارضی وسماوی کا سلسلہ شروع ہوا اور تین سال تک برابر قائم رہا۔ اس کے اثر سے ممالک اسلامیہ کے اکثر حصے متاثر ہوئے اور بڑا جانی ومالی نقصان ہوا۔

سب سے اول ۲۴۱ھ میں مقام آب میں طوفانی بارش ہوئی اور رات بھر شہاب ثاقب ٹوٹتے رہے۔ اسی سال رے میں سخت زلزلہ آیا اور بے شمار مکانات زمین بوس ہو گئے۔ زلزلہ کا سلسلہ ۴۰ دن تک قائم رہا اور ترکستان سے برفانی ہوا کے طوفان اٹھے۔ ۲۴۲ھ میں ضلع قومس میں ایسا شدید زلزلہ آیا کہ تمام مکانات زمین برابر ہو گئے اور ۴۵ ہزار آدمی دب کر مر گئے۔ اس زلزلہ کے اثر سے شام' فارس' خراسان اور یمن کے علاقے بھی متاثر ہوئے۔ زلزلہ کے جھٹکوں کے ساتھ نہایت خوفناک آوازیں بھی پیدا ہوتی تھیں۔ ۲۴۵ھ میں مغرب میں زلزلہ آیا اور بہت سے قلعے' پل اور مکانات برباد ہو گئے۔ متوکل نے مصیبت زدوں میں تیس لاکھ درہم تقسیم کیے۔ اسی زمانہ میں فوجی چھاؤنیوں' مدائن اور انطاکیہ میں زلزلہ آیا۔ پندرہ سو گھر مسمار ہو گئے اور بے شمار آدمی دب کر مر گئے۔ انطاکیہ کی شہر پناہ کے نوے سے زیادہ برج گر پڑے۔ زلزلہ کا جھٹکا ایسا شدید تھا کہ انطاکیہ کا پہاڑ پھٹ کر دریا میں گر گیا۔ دریا میں طغیانی آ گئی اور پانی سے سیاہ تاریک بدبودار دھوئیں کے بادل اٹھے اور نہایت خوفناک آوازیں پیدا ہوئیں۔ سیس میں یہ آوازیں ایسی ہیبت ناک تھیں کہ اس کی وحشت سے بہت سے آدمی مر گئے۔ اسی زمانہ میں جزیرہ' ثغور' طرطوس' ادنہ اور شام میں زلزلے کے جھٹکے محسوس ہوئے۔ لاذقیہ میں یہ جھٹکے ایسے سخت تھے کہ یہاں کے باشندوں میں بہت کم لوگ باقی بچے۔ تین سال تک ان مصائب کا سلسلہ قائم رہا۔

صقلیہ کی فتوحات

متوکل کے زمانہ میں رومیوں سے بکثرت معرکے ہوئے اور صقلیہ میں بہت سی فتوحات حاصل ہوئیں۔ اسی زمانہ میں صقلیہ میں مسلمانوں کی نو آبادی قائم ہو چکی تھی۔ بلرم ان کا مرکز تھا اور اہل صقلیہ

[1] تفصیل کے لیے دیکھو طبری ج ۱۳' ص ۱۴۲۹ تا ۱۴۳۳۔

سے جنگ کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ ۲۳۴ھ میں زغوس کے باشندوں نے مسلمانوں سے صلح کر کے شہر مع جملہ سامان کے ان کے حوالہ کر دیا۔ مسلمانوں نے اس کے استحکامات توڑ دیئے اور جس قدر سامان یہاں سے منتقل کر سکے لے گئے۔ ۲۳۵ھ میں ایک رومی دستہ نے قصریانہ پر حملہ کر کے بہت سے مسلمانوں کو قتل کر ڈالا۔ [1]
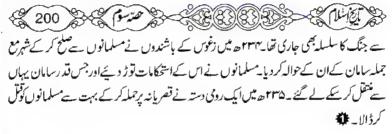
رجب ۲۳۶ھ میں صقلیہ کے مسلمان حاکم محمد بن عبداللہ بن اغلب کا انتقال ہو گیا۔ اس کے انتقال کے بعد صقلیہ کے مسلمانوں نے عباس بن فضل بن یعقوب کو اپنا امیر بنایا اور محمد بن اغلب والی افریقہ سے اس کی منظوری حاصل کر لی۔ صقلیہ کی امارت ملنے کے بعد عباس نے اپنے چچا رباح کو قلعہ ابی ثور روانہ کیا اور خود قصریانہ کی طرف بڑھا اور اس پر تاخت کر کے لوٹ آیا' البتہ رباح نے بہت سے رومیوں کو قتل کر کے مال غنیمت حاصل کیا۔ ۲۳۸ھ میں عباس ایک بڑی جمعیت کے ساتھ پھر نکلا اور قصریانہ' قطانہ' سرقوسہ' نوطس اور رغوس پر تاخت کرتا ہوا شیرہ پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ پانچ مہینے کے محاصرہ کے بعد یہاں کے باشندوں نے صلح کر لی۔ ۲۴۲ھ میں پھر بڑھا اور بہت سے قلعے فتح کیے۔ ۲۴۳ھ میں دوبارہ قصریانہ پر فوج کشی کی۔ یہاں کے باشندوں نے مقابلہ کیا' مگر شکست کھائی۔ انہیں شکست دینے کے بعد عباس آگے بڑھا اور سرقوسہ اور طبرمین وغیرہ پر تاخت کر کے قصر حدید کا محاصرہ کیا۔ اہل قلعہ نے پندرہ ہزار دینار دے کر صلح کرنی چاہی مگر عباس نے منظور نہ کی اور محاصرہ جاری رکھا۔ آخر میں اہل قلعہ نے اس شرط پر قلعہ حوالہ کر دیا کہ قلعہ کے اندر کے دو سو آدمیوں کو چھوڑ دیا جائے۔ اسے عباس نے قبول کر لیا اور دو سو آدمیوں کو چھوڑ کر باقی آدمیوں کو غلام بنا کر بیچ ڈالا اور قلعہ مسمار کر دیا۔ [2]

قصریانہ کی فتح

صقلیہ میں مسلمانوں کی آمد سے پہلے اس کا پایہ تخت سرقوسہ تھا' لیکن مسلمانوں کے حملہ کے بعد قصریانہ کے استحکام کی وجہ سے رومیوں نے اس کو دارالسلطنت بنا لیا تھا۔ امیر عباس کی ابتدا سے اس پر نظر تھی۔ اس نے اس کا اندازہ لگانے کے لیے ایک بحری مہم بھی روانہ کی تھی۔ اس نے ایک رومی بحری بیڑے کا جس میں چالیس جہاز تھے' مقابلہ کر کے دس جہازوں کو گرفتار کر لیا تھا۔ اس کے بعد تیسری مہم روانہ کی۔ اس نے قصریانہ پر تاخت کی اور وہاں کا ایک ممتاز آدمی گرفتار ہوا اور واپسی کے بعد عباس کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ رومی نے کہا مجھے قتل کر کے تم کو کیا فائدہ ہو گا' اگر مجھ کو چھوڑ دو تو میں قصریانہ پر قبضہ کرا دوں گا اور اس کی یہ تدبیر بتائی کہ قصریانہ کے باشندے اس

---

[1] ابن اثیر جلد ۷' ص ۳۔ [2] ابن اثیر جلد ۷' ص ۲۰۔

ٹھنڈے اور برف آلود موسم میں تمہارے حملہ سے بالکل مطمئن ہیں اور قصریانہ کی حفاظت کا کوئی خاص سامان نہیں ہے۔ اس لیے تم میرے ساتھ تھوڑی فوج بھیج دو۔ میں اس کو قصریانہ میں داخل کرا دوں گا۔ عباس اسی وقت دو ہزار منتخب بہادروں کا ایک دستہ لے کر رومی فوج کے ساتھ روانہ ہو گیا اور قصریانہ کے قریب پہنچ کر خود ایک مقام پر چھپ گیا اور اپنے چچا رباح کو آگے روانہ کر دیا۔ وہ رات کی تاریکی میں قصریانہ پہنچا۔ رومی نے اس کو ایک مقام پر لے جا کر بتایا کہ اس جگہ سے آسانی کے ساتھ قبضہ ہو سکتا ہے' چنانچہ مسلمان کمند ڈال کر اس پہاڑی پر جس کے دامن میں قصریانہ آباد تھا' چڑھ کر پار اتر گئے اور صبح کے قریب شہر پناہ کی دیوار کے قریب پہنچ گئے۔ اس وقت محافظ سو رہے تھے۔ مسلمان ایک چھوٹے راستہ سے جس کے ذریعہ شہر کے اندر پانی جاتا تھا' شہر میں داخل ہو گئے اور شہر پناہ کا پھاٹک کھول کر دفعۃً رومیوں پر حملہ کر دیا۔ اس دوران میں عباس بھی پہنچ گیا اور اپنے دستہ کے ساتھ شہر میں داخل ہوا۔ اس طرح شوال ۲۴۴ھ میں صقلیہ کے پایہ تخت قصریانہ پر قبضہ ہو گیا۔ اسی دن عباس نے قصریانہ میں مسجد کی بنیاد ڈالی اور اگلے جمعہ کو اس میں پہلا خطبہ پڑھا۔ اس فتح میں بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ بطارقہ اور شاہی خاندان کی بہت سی لڑکیاں گرفتار ہوئیں۔ اس واقعہ کی خبر قسطنطنیہ پہنچی تو شہنشاہ روم نے مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے تین سو جہازوں کا عظیم الشان بیڑا معہ ایک جرار لشکر کے ایک بطریق کی قیادت میں صقلیہ روانہ کیا۔ وہ سیدھا سرقوسہ پہنچا۔ عباس نے اسے بھی فاش شکست دی اور رومی بیڑے کے سو جہاز گرفتار کر لیے اور ان کے بے شمار آدمی مارے گئے۔

ان پیہم شکستوں نے ان رومیوں میں بھی جو مسلمانوں کے مطیع ہو گئے تھے' انتقام کا جوش پیدا کر دیا' چنانچہ سطر' ابلا' ابلاطنوا' قلعہ عبدالمومن' قلعہ بلوط اور قلعہ ابی ثور وغیرہ کے رومی باغی ہو گئے۔ اس لیے عباس ان کے مقابلہ کے لیے بڑھا۔ راستہ ہی میں رومی فوجوں کا سامنا ہو گیا۔ عباس انہیں شکست دیتا ہوا آگے بڑھا اور قلعہ عبدالمومن اور قلعہ ابلاطنوا کا محاصرہ کر لیا۔ اسی دوران میں خبر ملی کہ رومیوں کا ایک بہت بڑا لشکر آ رہا ہے۔ اس لیے ان قلعوں کو چھوڑ کر اس لشکر کے مقابلہ کے لیے بڑھا۔ جفلو دی میں دونوں کا سامنا ہوا۔ عباس نے اسے بھی شکست دی اور وہ کامیاب قصریانہ واپس ہوا۔ یہاں آنے کے بعد از سر نو قصریانہ کی مرمت کروائی۔ جنگی استحکامات درست کیے۔ فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔ اس سے فراغت کے بعد ۲۴۷ھ میں صقلیہ کے دوسرے مرکزی شہر سرقوسہ کی طرف متوجہ ہوا اور اس پر تاخت کرتا ہوا قرقنہ کی طرف بڑھا' لیکن راستہ میں پیام اجل آ پہنچا اور دس دن بیمار رہ کر تیسری جمادی الثانی ۲۴۷ھ میں سفر آخرت کر گیا اور اس مجاہد کا جسم خاکی اس غربت کدہ میں سپرد خاک کیا

گیا۔ رومی شکست کی شرمندگی میں اتنے غضب ناک ہو رہے تھے کہ انہوں نے قبر اکھیڑ کر لاش نکال کر جلا ڈالی۔ اس کے بعد بھی جاڑے گرمی دونوں موسموں میں جہاد کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ جن کی تفصیلات منتصر کے حالات میں آئیں گی۔ ❶

دوسری فتوحات

ان فتوحات کے علاوہ اور مقامات پر بھی رومیوں سے معرکے ہوئے' چنانچہ ۲۴۸ھ میں حسب معمول موسم گرما میں علی بن یحییٰ ارمنی نے رومی حدود پر فوج کشی کی۔ دونوں میں معمولی جنگ بھی ہوئی۔ اس کی واپسی کے بعد نواح سمیساط کے رومیوں نے سرحدی مقامات پر حملہ اور لوٹ مار کی اور دس ہزار آدمی پکڑ لیے گئے۔ قراشاش اور عمر بن الاقطع نے ان کا تعاقب کیا' مگر وہ نکل چکے تھے۔ ❷

چونکہ اس علاقہ کے رومی اکثر اسلامی حدود پر تاخت و تاراج کیا کرتے تھے' اس لیے متوکل نے اس کو روکنے کے لیے ۲۴۵ھ میں بغا کبیر کو مامور کیا۔ اس نے صملہ فتح کر کے ارض روم کو پوری طرح سے پامال کیا۔ ❸ لیکن اسی سال پھر رومیوں نے سمیساط پر دوبارہ حملہ کر کے اسلامی رعایا کی بڑی تعداد قتل و گرفتار کی' اسی سال علی بن یحییٰ ارمنی نے گرمائی فوجوں کے ساتھ کرکرہ پر حملہ کیا۔ ❹ یہاں کے باشندے اپنے بطریق سے باغی ہو رہے تھے۔ انہوں نے پکڑ کر متوکل کے موالی کے حوالہ کر دیا۔ شہنشاہ روم نے اس کے بدلہ میں ایک مسلمان رہا کر کے بطریق کو چھڑایا۔ ۲۴۶ھ میں عمرو بن عبداللہ الاقطع گرمائی فوجوں کو لے کر نکلا اور چار ہزار آدمی گرفتار کیے' پھر فضل بن قاران نے بیس جہازوں کے ساتھ بحری حملہ کر کے انطاکیہ کا قلعہ فتح کیا۔ ❺

دور تنزل کا آغاز

اگرچہ متوکل کے زمانہ میں فتوحات و محاربات اور حکومت کے شان و شکوہ کے اعتبار سے دولت عباسیہ میں کوئی کمی نہ آئی تھی اور اس کا ظاہری دبدبہ و وقار ویسا ہی قائم تھا' لیکن اندرونی خرابیوں نے ضعف و کمزوری کے تمام عناصر پیدا کر دیئے تھے۔ ان میں سب سے زیادہ مضر ترکوں کا غلبہ و اقتدار

❶ ابن اثیر جلد ۷' ص ۲۰' ۲۱۔ ❷ ابن خلدون جلد ۳' ص ۲۷۷' ۲۷۸۔

❸ ابن اثیر جلد ۷' ص ۲۷' ابن خلدون ج ۳' ص ۲۷۷' ۲۷۸۔

❹ ابن اثیر میں کرکرہ کے بجائے لولوہ ہے' لیکن لولوہ اس سے پہلے فتح ہو چکا تھا' کرکرہ شام کا مشہور سرحدی مقام تھا۔

❺ ابن خلدون ج ۳' ص ۲۷۸' ابن اثیر اور ابن خلدون کے بیان میں جزوی اختلافات ہیں' ابن خلدون صوائف کا حال پابندی کے ساتھ لکھتا ہے' اس لیے ہم نے اسی کے بیان پر اعتماد کیا ہے' جو کچھ غلطی نظر آئی' اس کی تصحیح کر دی ہے۔

تھا۔ وہ حکومت پر اتنے حاوی ہو گئے تھے کہ ان کے مقابلے میں خود خلیفہ کمزور پڑ گیا تھا۔ اس سے دونوں میں بدگمانی پھر کشاکش اور آخر میں اختلاف شروع ہو گیا۔ ترکوں کی خودسری دیکھ کر دوسرے عمال حکومت میں بھی بے عنوانی کا حوصلہ پیدا ہو گیا تھا۔ ان سے مواخذہ اور دار و گیر شروع ہو گئی۔ اس لیے باہمی اعتماد باقی نہ رہا۔ ان سب سے بڑھ کر ولی عہدی کے بارہ میں متوکل کی سیاسی غلطی نے جس کی تفصیل آئندہ آئے گی' رہا سہا بھرم اور کھو دیا۔

امیر ایتاخ ترکی کا قتل

ترک ایک وحشی جنگجو اور آئین و آداب سے ناواقف قوم تھی۔ واثق ہی کے زمانہ میں سے ان کی بے عنوانیاں شروع ہو گئی تھیں۔ متوکل کے دور میں ان کا غلبہ اتنا بڑھ گیا کہ وہ اس کے قابو سے باہر ہو گئے اور اس سے گستاخی اور امور مملکت میں مداخلت کرنے لگے۔ ایک مرتبہ متوکل کو قتل کر دینے کا ارادہ کیا' مگر امیر بغا کی وجہ سے اس کو پورا نہ کر سکے۔ [1] اس وقت متوکل نے ان کا زور توڑنے کی جانب توجہ کی اور سب سے پہلے ایتاخ ترکی اس کی زد میں آیا۔ یہ متوکلی عہد کا ممتاز ترکی افسر تھا۔ ابتدا میں امیر سلام الابرش کا باورچی تھا۔ معتصم نے اسے ہونہار دیکھ کر خرید لیا اور اس کا اعزاز بڑھانا شروع کیا۔ رفتہ رفتہ اس نے اتنی ترقی کی کہ فوج کی امارت' مغاربہ اور ترکوں کی حکومت' حجابت' مالیات اور خبر رسانی کے اہم ذمہ دار عہدے اس کے سپرد ہوئے۔ [2]

ایک شب کو وہ متوکل کی بزم نشاط میں شریک تھا۔ دونوں نے شراب پی۔ متوکل نے بدمستی میں اس سے چھیڑ کی۔ ایتاخ بھی مدہوش تھا۔ اس نے متوکل کو قتل کرنے کا ارادہ کیا' مگر پھر رک گیا۔ جب ہوش آیا تو اپنی جرأت و گستاخی پر متوکل سے معذرت کی اور کچھ دنوں تک اس کے پاس سے دور رہنے کے لیے حج کی اجازت مانگی۔ متوکل نے مصلحۃً دے دی' بلکہ نمائش کیلئے خلعت عطا کیا اور عراق سے حجاز تک کی حکومت کا پروانہ بھی دے دیا اور ذیقعدہ ۲۳۴ھ میں ایتاخ حج کے لیے روانہ ہو گیا۔ اس کے ہٹتے ہی متوکل نے حجابت کا عہدہ امیر وصیف کی جانب منتقل کر دیا۔ ایتاخ جب حج سے واپس ہوا تو متوکل نے امیر اسحاق بن ابراہیم کو لکھا کہ اس کو گرفتار کر لیا جائے۔ ترکوں کا مرکز سر من رائے تھا۔ یہاں اس کا گرفتار کرنا مشکل تھا۔ اس لیے ایتاخ جب قریب پہنچا تو اسحاق نے اس کو لکھا کہ امیر المؤمنین کا حکم ہے کہ پہلے آپ بغداد میں دربار منعقد کر کے بنی ہاشم اور عمائد سے ملئے اور

---

[1] مروج الذہب مسعودی جلد ۲' ص ۵۹ھ — [2] ابن اثیر جلد ۷' ص ۱۴۔

لوگوں میں انعامات تقسیم کیجئے۔ اس لیے ایتاخ سر من رائے جانے کے بجائے سیدھا بغداد آیا۔ امیر اسحاق امیر خزیمہ کے محل کے دروازہ پر اس کا استقبال کر کے اندر لے گیا' لیکن اس کے آدمی باہر ہی روک دیئے گئے اور محل کے چاروں طرف پہرہ بٹھا دیا گیا۔ محل کے اندر آنے کے بعد ایتاخ اور اس کے لڑکے مظفر و منصور اور اس کا کاتب گرفتار کر کے قید کر دیئے گئے۔ ایتاخ قید ہی میں مرا' لیکن اس کے لڑکوں کو مستنصر نے اپنے زمانہ میں چھوڑ دیا۔ [1] لیکن ایتاخ کے قتل سے ترکوں کے اقتدار پر کوئی اثر نہیں پڑا۔

عمرو بن فرج کی قید اور رہائی

دوسرا گستاخ ترکی امیر عمرو بن فرج تھا۔ یہ معتصم کے زمانہ میں بخشی تھا۔ تمام وظیفے اور وثیقے اسی کے دستخط سے برآمد ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ متوکل اپنے وظیفہ کے لیے اس کے پاس دستخط کرانے کے لیے گیا۔ اس نے کاغذ اس کے ہاتھ سے لے کر مسجد کے صحن میں پھینک دیا۔ اسی وقت سے متوکل اس سے آزردہ تھا۔ اس لیے تخت نشینی کے بعد اس کا کل مال و متاع ضبط کر کے قید کر دیا۔ اس کے لڑکے محمد اور غلام نصر پر بھی عتاب نازل ہوا اور گھر بھر کی کروڑوں روپے کی جاگیر اور اثاث البیت ضبط کر لیا گیا۔ کچھ دنوں قید میں رہنے کے بعد ایک کروڑ درہم دے کر رہائی حاصل کی اور اہواز کی جاگیر واگزار کرائی۔ [2]

خائنوں کی سزائیں

ترکوں کے غلبہ اور ان کی بے راہ روی کی وجہ سے حکومت کا پورا عملہ ہی بگڑ گیا تھا۔ بہت سے عہدہ داروں نے خیانت سے گھر بنانے شروع کر دیئے تھے۔ متوکل نے تین نصرانی عہدہ داروں محمد بن عبدالملک' ہیثم بن خالد اور سعدون بن علی کو خیانت کے جرم میں قید کیا۔ سعدون نے چالیس ہزار اشرفی دے کر رہائی حاصل کی۔ عبداللہ اور احمد کی جائیدادیں ضبط کی گئیں اور انہوں نے تیس تیس ہزار دے کر اپنے کو قید سے بچایا۔ [3] اس استحصال سے متوکل کو دولت کی چاٹ پڑ گئی اور اس کی نگاہ تمام ارباب ثروت کی دولت پر پڑنے لگی اور بہت سے ناکردہ گناہ لوگوں کی دولت ضبط ہوئی۔ ان میں سے ایک امیر ابوالوزیر بھی تھا۔ اس کے پاس بے شمار دولت تھی۔ متوکل نے سب ضبط کر لی اور ابراہیم بن جنید نصرانی سے ستر ہزار دینار وصول کر کے اس کو قید کر دیا۔ [4]

---

[1] ابن خلدون جلد ۳' ص ۲۷۴۔ [2] طبری نے یہ واقعات تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں دیکھو طبری جلد ۱۲' ص ۱۳۷۷۔

[3] طبری جلد ۱۲' ص ۱۳۷۸۔ [4] طبری جلد ۱۲' ص ۱۳۷۸۔

قاضی احمد بن ابی داؤد پر عتاب
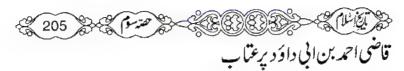
قاضی احمد بن ابی داؤد جنہوں نے مامون کے زمانہ میں خلق قرآن کی بدعت ایجاد کی تھی اور واثق کے عہد تک اس کی تبلیغ و اشاعت کرتے رہے تھے' ۲۳۷ھ میں معتوب ہوئے اور ان کی کل منقولہ و غیر منقولہ جائداد ضبط کر لی گئی۔ ان کا لڑکا ابوالولید اور پوتے قید کر دیئے گئے۔ ابوالولید کے پاس بڑی دولت تھی۔ اس نے ایک کروڑ ساٹھ لاکھ دے کر اپنے سارے گھر کو رہا کرا لیا اور اس کے بدلہ میں اپنے باپ اور بھائیوں سے ان کی جائداد کا بیع نامہ لکھوالیا۔ 1 احمد بن ابی داؤد پر عتاب کے بعد یحییٰ بن اکثم قضاۃ کے مسند پر بیٹھے لیکن ۲۴۰ھ میں یہ بھی ہٹا لیے گئے اور ان کا کل اثاثہ ضبط کر لیا گیا' جس کی مقدار ۷۵ ہزار دینار نقد اور چار ہزار جریب زمین تھی۔ 2 متوکل کی اس مثال سے خلافت عباسیہ میں استحصال بالجبر کی رسم قائم ہو گئی۔

ولایت عہد

متوکل کو اپنی بیعت کے وقت امرا میں اختلاف رائے کا تجربہ ہو چکا تھا۔ اس لیے اس نے اپنی زندگی ہی میں اپنے لڑکوں محمد' طلحہ اور ابراہیم کو علی الترتیب ولی عہد نامزد کر کے منتصر باللہ' معتز باللہ اور موید باللہ لقب دیا اور عباسی حکومت کو ان تینوں میں تقسیم کر کے ہر ایک کو ان کے رتبہ حکومت کا خود مختار بادشاہ بنا دیا۔ منتصر کو افریقہ' مغرب' قنسرین' دیار ربیعہ' دیار مضر' موصل' عانہ' خابور' کور دجلہ' سواد' حرمین' یمن' حضر موت' سندھ' مکران' قندابیل وغیرہ کا علاقہ ملا۔

خراسان' طبرستان' رے' آرمینیہ' آذربائیجان اور فارس کا ملک معتز کے حصہ میں آیا۔ ۲۴۰ھ میں خزانہ عامرہ اور ٹکسال بھی اس کے متعلق کر دیئے گئے اور اس کے نام کا سکہ چلنے لگا۔

موید کو حمص' دمشق' فلسطین اور شام کا علاقہ عطا کیا۔

یہ تینوں اپنے اپنے ملکوں کے خود مختار بادشاہ تھے اور ایک کو دوسرے کے حدود میں کسی قسم کی مداخلت کا اختیار نہ تھا۔ 3 لیکن ولایت عہد اور متوکل کی جانشینی میں پہلا نام منتصر کا تھا۔ متوکل کی یہ اتنی بڑی پولیٹکل غلطی تھی جس کا ثمرہ اس کو اس کی زندگی ہی میں مل گیا۔ اس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔

وزارت

متوکل کے عہد میں کئی وزارتیں بدلیں۔ اس کا سب سے پہلا وزیر ابن زیات تھا' جس پر تخت

---

1 ابن اثیر جلد ۷' ص ۱۵۔ 2 ابن اثیر جلد ۷' ص ۴۴۔

3 تفصیل کے لیے دیکھو طبری و ابن اثیر حالات ۲۳۵ھ۔

نشینی کے بعد ہی عتاب نازل ہوا۔ ابن زیات کے بعد اس کا کاتب ابوالوزیر وزارت کے فرائض ادا کرنے لگا' لیکن وزارت کا عہدہ اور لقب نہیں ملا۔ یہ بھی معتوب ہوا تو ابوجعفر محمد بن فضل کو منصب وزارت تفویض ہوا۔ یہ ایک ضعیف العمر شخص' مگر ظریف' علم مجلسی کا واقف کار اور موسیقی کا ماہر تھا۔ متوکل کے دل میں اس نے اتنا اثر پیدا کیا کہ وزارت تک پہنچ گیا' لیکن چند ہی دنوں بعد اس کی اتنی شکائتیں ہوئیں کہ معزول کر دیا گیا اور اس کی جگہ عبیداللہ بن یحییٰ ابن خاقان وزارت عظمیٰ پر فائز ہوا۔ اس میں کسی حد تک وزارت کے اوصاف تھے۔ خط نہایت پاکیزہ تھا۔ حساب' مال گزاری اور تحصیل وصول وغیرہ کے قوانین میں اچھی بصیرت رکھتا تھا۔ خوش اخلاق اور فیاض بھی تھا' لیکن دماغ میں کچھ فتور تھا۔ بڑا متدین اور روپیہ پیسہ سے بے نیاز تھا۔ ایک مرتبہ حاکم مصر نے اس کے پاس دو لاکھ دینار نقد اور ۳۰ صندوق مصری کپڑوں کے بھیجے۔ اس نے ایک رومال کے سوا کوئی چیز قبول نہ کی اور کل مال خزانہ میں داخل کر دیا' پھر اسی روپیہ سے حاکم مصر کے لیے مکان لیا۔ یہ متوکل کی زندگی بھر اس کا وزیر رہا۔ اس سے ہر طبقہ نہایت خوش اور مطمئن تھا۔ چنانچہ متوکل کے قتل کے زمانہ میں جب متوسلین شاہی پر مصائب نازل ہوئے تو فوج نے خود آ کر اس کے محل کی نگرانی کی اور کہا کہ آپ نے اپنے زمانہ وزارت میں ہمارے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا ہے۔ اس لیے اس فتنہ میں ہمارا کم سے کم یہ فرض ہے کہ ہم آپ کی حفاظت کریں تاکہ آپ کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچے۔ [1]

معتز کا عروج اور منتصر کا زوال

اوپر گزر چکا ہے کہ متوکل نے ولایت عہد کے سلسلہ میں منتصر کا نام سب سے مقدم رکھا تھا' لیکن اس کو معتز کی ماں سے بہت محبت تھی۔ اس لیے نامزدگی کے بعد اس نے معتز کا نام منتصر سے پہلے کرنا چاہا اور اس کو حکم دیا کہ وہ معتز کے حق میں اپنا نمبر بعد میں کر لے' لیکن منتصر اس پر آمادہ نہ ہوا۔ اس کے انکار پر متوکل نے دربار میں اس کا مرتبہ گھٹانا شروع کیا اور عام مجمعوں میں اس کو برملا ڈانٹنے دھمکانے اور برا بھلا کہنے لگا اور معتز کو اس کے مقابلہ میں بڑھانے کے لیے اپنی نیابت کا اعزاز بخشنے لگا اور رمضان ۲۴۰ھ کے پہلے جمعہ میں اس کو امامت کی نیابت عطا کی۔ اس تقریب میں اس کے ساتھ وہ تمام آداب و رسوم برتے گئے جو خلفا کے ساتھ برتے جاتے تھے' چنانچہ خطبہ کے بعد عمائد سلطنت میں عبیداللہ اور فتح بن خاقان دست بوس اور پابوس ہوئے۔ ختم نماز کے بعد معتز شاہی سواری پر عمائد سلطنت کے جلو میں متوکل کے پاس آیا۔ امراسب خلیفہ کی نگاہ کے پابند تھے۔ معتز کی جانب اس کا رجحان دیکھ کر سب متوکل کے حضور میں اس کی تعریف و توصیف کرنے لگے' جسے سن کر

[1] الفخری ص ۲۱۶۔

متوکل مسرور ہوتا تھا۔اس کے مقابلہ میں منتصر جعفریہ کے ایک گوشہ میں پڑا ہوا تھا۔ [1]

منتصر پر ناروا زیادتی اور ولی عہدی سے اخراج
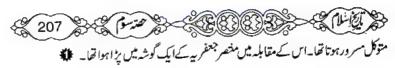
متوکل نے اسی پر بس نہیں کیا' بلکہ علانیہ منتصر کی تحقیر وتذلیل کرنے لگا۔ایک مرتبہ بھرے دربار میں اس کو گالیاں دیں اور فتح بن خاقان سے اس کے منہ پر طمانچے لگوائے اور حاضرین سے خطاب کر کے کہا' لوگو! گواہ رہنا میں نے ''مستعجل'' یعنی اپنی بادشاہی کے لیے جلدی کرنے والے کو ولی عہدی سے خارج کر دیا اور منتصر سے کہا میں نے تجھے منتصر کا لقب دیا ہے' لیکن لوگ تجھے تیرے حمق کی وجہ سے ''منتظر'' کہنے لگے تھے اور اب تو ''مستعجل'' ہو گیا ہے۔منتصر بولا امیر المؤمنین اگر آپ میری گردن اڑا دیتے تو وہ میرے لیے اس طرز عمل سے کہیں زیادہ آسان تھا۔ [2]

ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد متوکل اور فتح بن خاقان نے یہ بھی طے کر لیا تھا کہ منتصر اور اس کے ساتھ تمام ترکی امرا کو قتل کر دیا جائے' مگر یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا۔متوکل کے اس غیر دانشمندانہ طرز عمل کی وجہ سے منتصر اس کے خلاف ہو گیا۔

منتصر کے اختلاف کا ایک اور سبب

ابن خلدون نے متوکل اور منتصر کے اختلاف کا ایک سبب یہ بھی لکھا ہے کہ اہل بیت کے ساتھ طرز عمل کے بارہ میں منتصر اپنے اسلاف کے خلاف تھا اور اس بارہ میں وہ متوکل کی مخالفت کرتا تھا۔متوکل کی مجلسوں میں علی الاعلان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عیوب بیان کیے جاتے تھے۔منتصر اس کی مخالفت کرتا تھا اور عیب چینی کرنے والوں کو دھمکاتا تھا اور متوکل سے کہتا تھا کہ علی رضی اللہ عنہ ہمارے بزرگ اور بنی ہاشم کے شیخ ہیں' اگر آپ کو ان کو برا ہی کہنا ہے تو خود کہیے' لیکن ان بیہودوں سے نہ کہلائیے۔اس پر متوکل منتصر سے بگڑتا اور اسے برا بھلا کہتا' [3] لیکن یہ کوئی ایسا اختلاف نہیں تھا' جس سے دونوں ایک دوسرے کے دشمن ہو جاتے۔اس کے اصل اسباب وہی تھے جو اوپر مذکور ہوئے۔

متوکل کا قتل

ترکی امرا اور متوکل میں پہلے سے کشیدگی تھی اور امیر ایتاخ وغیرہ کے قتل اور ترکوں کے ساتھ متوکل کی برگشتگی کی وجہ سے تمام ترکی امرا اس کے خلاف ہو گئے تھے۔ولی عہد کی مخالفت کا سہارا پا کر وہ منتصر کے ساتھ ہو گئے۔منتصر باپ کی مخالفت میں دیوانہ ہو رہا تھا۔اس کے نتائج پر غور کیے بغیر ترکوں

---

[1] ابن اثیر جلد ۷' ص ۲۹۔ [2] طبری جلد ۱۲' ص ۱۴۵۷۔ [3] ابن خلدون ج ۳' ص ۲۷۹۔

کے ساتھ ہو گیا۔ انہوں نے سرے سے متوکل کا قصہ ہی تمام کر دینے کا ارادہ کیا اور وصیف ترکی نے ترک موالی بغا صغیر' اوتامش' باغر' بغلوؤ واجن اور کنداش وغیرہ کو اس کام کے لیے آمادہ کر لیا۔ یہ سب ۴ شوال ۲۴۷ھ کو رات گئے جب دربار برخواست ہو گیا اور صرف چند آدمی باقی رہ گئے تھے اور محل شاہی کے ایک دروازہ کے سوا تمام دروازے بند ہو چکے تھے' محل میں گھس کر متوکل پر ٹوٹ پڑے۔ فتح بن خاقان نے نمک حلالی کا پورا حق ادا کیا۔ جس وقت متوکل پر تلوار کے وار ہونے لگے تو اس کو بچانے کے لیے اپنے کو اس کے اوپر گرا دیا اور آقا و ملازم دونوں ایک ساتھ قتل ہو گئے۔ منتصر نے اس جرم کو چھپانے کے لیے مشہور کر دیا کہ فتح بن خاقان نے والد کو قتل کیا ہے۔ میں نے اسے انتقام میں قتل کر دیا' چونکہ قصر شاہی میں فتح بن خاقان کے علاوہ سب ترک ہی تھے اس لیے فوراً یہ راز افشا نہیں ہوا۔ [1]

بنو عباس کی تاریخ میں خلیفہ کے قتل کا یہ پہلا واقعہ تھا اور ترکوں کو حد سے زیادہ بڑھانے اور منتصر کے معاملہ میں غیر دانشمندانہ طرز عمل کا لازمی نتیجہ تھا۔ اس واقعہ نے خلفا کا احترام اور خلافت کی عظمت کھو دی اور عباسی خلافت میں اتراک گردی کا دور شروع ہوا۔ قتل کے وقت متوکل کی عمر تقریباً ۴۰ سال تھی۔ مدت خلافت ۱۴ سال دس مہینہ چند دن۔

حلیہ

حلیہ یہ تھا جسم دبلا' رنگ گندمی' آنکھیں خوبصورت' چہرہ کم گوشت۔

رعایا کے ساتھ تعلقات

متوکل کا طرز عمل رعایا کے ساتھ بہت منصفانہ تھا۔ اس لیے راعی اور رعایا کے تعلقات نہایت خوشگوار تھے۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اگلے خلفا رعایا پر اس لیے سختیاں کیا کرتے تھے کہ وہ اس سختی کے خوف سے ان کے مطیع رہیں اور میں نرمی کرتا ہوں تاکہ وہ مجھ سے محبت کریں۔ میرے پاس آئیں اور میری اطاعت کریں۔ [2] عدل و انصاف کے لحاظ سے بھی اس کا زمانہ ممتاز شمار کیا جاتا ہے۔ [3] البتہ عیسائیوں کے لباس' وضع قطع اور مذہبی مراسم وغیرہ پر خاص پابندیاں عائد کی گئیں' جو رومی حکومت کے ساتھ ان کے ساز باز کا نتیجہ تھا۔ [4]

ملک کی آسودہ حالی

---

[1] ابن خلدون جلد ۳' ص ۲۸۰' یعقوبی ج ۲' ص ۶۰۱' ۶۰۲۔ [2] تاریخ خطیب جلد ۷' ص ۱۶۶۔

[3] مروج الذہب جلد ۲' ص ۱۹۱۔ [4] ابن اثیر نے اس کی تفصیل لکھی ہے۔

رعایا کی فارغ البالی' ملک کی آسودہ حالی اور عیش و تنعم کے سامانوں کی فراوانی کے اعتبار سے متوکل کا دور عباسی حکومت کا عہد زریں تھا۔ اس کے زمانہ میں تمدنی نفاستیں اور نزاکتیں اس نقطہ پر پہنچ گئی تھیں' جس کے بعد زوال کی سرحد شروع ہو جاتی ہے۔ مسعودی کا بیان ہے کہ متوکل کا زمانہ اپنی بھلائیوں' خوبیوں' سرسبزی و شادابی' فارغ البالی اور رفاہیت عیش کے لحاظ سے عہد سرور تھا۔ سارے خواص و عوام اس سے خوش و رضامند تھے۔ اس کا زمانہ راستوں کے امن و امان' چیزوں کی ارزانی' حسن و شباب کی کیفیتوں اور عشق و محبت کے ولولوں کے لحاظ سے بہترین دور تھا۔ اخراجات کی جس قدر کثرت اس کے زمانہ میں تھی' اس قدر عباسیہ کے گزشتہ زمانہ میں نہ تھی۔ فوج' موالی' خدم و حشم کے اخراجات اور ان کے بڑے بڑے صلات و انعامات کے علاوہ متوکل نے ایک ارب درہم ہارونی قصر جعفری کی تعمیر میں خرچ کیے اور ان اخراجات کے بعد بھی ۴۰ لاکھ دینار اور ستر لاکھ درہم اپنے بعد چھوڑ گیا۔ [1]

ذاتی حالات

متوکل علمی حیثیت سے کوئی خاص پایہ نہ رکھتا تھا۔ تاہم احادیث نبوی ﷺ اور شعر و سخن کا بڑا شائق تھا۔ اس سے متعدد احادیث مروی ہیں۔ شعرا کو بڑے بڑے گراں قدر انعامات دیتا تھا۔ اپنی مدح خصوصیت کے ساتھ بہت پسند تھی۔

مذہب

متوکل کے پیش رو تمام خلفا مذاہب اربعہ میں سے کسی خاص مذہب کے پابند نہ تھے۔ متوکل پہلا شخص ہے جس نے شافعی مذہب اختیار کیا۔ اس کو امام شافعی سے بڑی عقیدت تھی۔ اکثر کہا کرتا تھا کہ کاش میں ان کے زمانہ میں ہوتا تو ان کو دیکھتا اور ان سے علم حاصل کرتا۔ [2]

احیائے سنت

وہ عقیدہ میں نہایت راسخ تھا۔ اس کا ایک بڑا کارنامہ سنت نبوی ﷺ کا احیا اور احادیث رسول ﷺ کی اشاعت ہے۔ عباسی حکومت کے اس دور میں عہد نبوی سے بعد' غیر قوموں کے اختلاط' عجمیوں کے غلبہ اور ان سب سے بڑھ کر خود خلفا کی غفلت کی وجہ سے سنت رسول ﷺ مردہ ہو رہی تھی۔ خواص کو چھوڑ کر عام مسلمانوں کی زندگی جادۂ سنت سے بالکل ہٹ گئی تھی۔ متوکل نہایت راسخ العقیدہ تھا اور امام شافعی رحمہ اللہ کے ساتھ عقیدت کی بنا پر اس کو سنت رسول ﷺ سے بڑی شیفتگی تھی' چنانچہ اس نے اپنے زمانہ میں اس کا دوبارہ احیا کیا اور لوگوں کو غیر مسنون طریقوں سے ہٹا کر

[1] مسعودی جلد ۷ ص ۲۷۵' ۲۷۶۔ [2] تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۳۵۹۔

سنت کی صراط مستقیم پر لگایا۔ ❶

احادیث نبوی ﷺ کی اشاعت کے لیے محدثین کو سامرا بلا کر انہیں بڑے بڑے انعامات دیئے۔ محدث ابوبکر بن ابی شیبہ نے جامع رصافہ میں درس قائم کیا' جس میں تین ہزار آدمی جمع ہوتے تھے اور ان کے بھائی جامع منصور میں بیٹھے۔ ان کے حلقہ میں بھی اتنا ہی مجمع ہوتا تھا۔ ❷

خلق قرآن کے مناظرہ کا انسداد

اس نے ان تمام عقائد و خیالات اور مباحث کو جو کتاب و سنت کے خلاف تھے' یک قلم بند کرا دیا۔ اس سلسلہ میں سب سے بڑی بدعت خلق قرآن اور رویت باری کے مسئلہ کی تھی' جو مامون کے عہد سے جاری تھی۔ جس کی وجہ سے علما اور محدثین آزمائش میں مبتلا ہوئے۔ متوکل نے ان دونوں یعنی خلق قرآن اور رویت باری کی بحثوں کو روک دیا۔ اس کے اس کارنامے کو مسلمانوں نے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور ہر زبان سے اس کے لیے دعا نکلنے لگی۔ بعض لوگوں نے اس کے اس کارنامہ کی وجہ سے اس کو خلفائے راشدین کا مماثل قرار دیا' چنانچہ قاضی ابراہیم بن محمد تمیمی کہتے تھے کہ تین خلفا نے کارنامہ دکھایا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارتداد کے فتنہ کا قلع قمع کیا' عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بنی امیہ کے مظالم کا تدارک کیا اور متوکل نے بدعت کو مٹا کر سنت کو زندہ کیا۔ ❸

علما کا احترام اور صلحا سے عقیدت

علما کا بڑا احترام کرتا تھا اور اہل اللہ سے عقیدت رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے احمد بن معدل اور دوسرے علما کو اپنے یہاں بلایا' وہ سب آئے۔ جب متوکل برآمد ہوا تو سب علما کھڑے ہو گئے' لیکن ابن معدل اپنی جگہ بیٹھے رہے۔ متوکل نے عبیداللہ سے پوچھا کہ کیا وہ مجھ کو خلیفہ تسلیم نہیں کرتے۔ عبیداللہ نے کہا خلیفہ کیوں نہیں مانتے اور معذرت میں کہا کہ ان کو دکھائی کم دیتا ہے۔ احمد بن معدل یہ معذرت سن کر بولے امیر المومنین میری نگاہ میں کوئی خلل نہیں ہے' میں نے آپ کو عذاب اور دوزخ سے بچایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص چاہتا ہے کہ لوگ اس کے لیے کھڑے ہوں' اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ یہ سن کر متوکل ان کے پاس بیٹھ گیا۔ ❹

اس کے زمانہ میں اول اول حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے مصر میں احوال و مقامات اولیا کے مسائل پر گفتگو کا آغاز کیا' چونکہ اس قسم کے مسائل سلف سے مروی نہ تھے' اس لیے عبداللہ بن عبدحکم

---

❶ تاریخ خطیب جلد ۷' ص ۷۰' ۱۷۱۔ ❷ تاریخ الخلفاء ص ۳۵۲۔

❸ کتاب المحنۃ ص ۱۲۳ و تاریخ خطیب جلد ۷' ص ۱۷۰۔ ❹ البدایہ والنہایہ جلد ۱۰' ص ۳۵۰۔

اور امام مالک کے اصحاب نے اس کی مخالفت کی اور ذوالنون مصری پر زندقہ کا الزام لگایا۔ امیر مصر نے ذوالنون کو بلا کر ان کے عقائد کے متعلق سوالات کیے۔ انہوں نے تشفی بخش جوابات دیے۔ امیر مذکور جوابات سن کر راضی ہو گیا اور متوکل کو اس کی اطلاع دی۔ اس نے ان کو بلا بھیجا اور ان کی باتیں سن کر ان کا گرویدہ ہو گیا۔ ان سے بڑی محبت اور ان کی عزت کرنے لگا۔ جب صلحا کا ذکر آ جاتا تو ذوالنون کا ذکر ضرور کرتا اور کہتا کہ ذوالنون کا تذکرہ کیوں نہیں کرتے۔ [1]

اہل بیت سے عداوت اور مشہد حسین رضی اللہ عنہ کا انہدام

لیکن ان تمام محاسن کے ساتھ اس میں ایک سب سے بڑی خرابی یہ تھی کہ اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد کے ساتھ مخاصمت بلکہ نفرت اور دشمنی تھی۔ وہ ان سے محبت رکھنے والوں تک کا دشمن ہو جاتا تھا۔ ایک دن اپنے لڑکوں معتز اور مؤید کے استاد یعقوب بن سکیت سے پوچھا کہ تم کو ان دونوں سے محبت ہے یا حسن وحسین سے؟ یعقوب نے جواب دیا کہ علی رضی اللہ عنہ کا غلام قنبر ان دونوں سے بہتر ہے۔ یہ جواب سن کر متوکل نے اسی وقت ان کو ترکوں سے روندوا کر مروا ڈالا اور ان کے لڑکے کو دیت ادا کی۔ [2]

اسی نفرت کی بنا پر اس نے ۲۳۶ھ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مشہد مبارک اور اس کے قرب و جوار کے مکانات منہدم کرا کے اس میں کھیتی کرائی اور زیارت سے لوگوں کو روک دیا۔ [3]

امام حسن عسکری

اسی زمانہ میں ایک شخص نے متوکل کو اطلاع دی کہ حضرت حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ [4] کے گھر میں آپ کے خلاف سازش ہوتی ہے اسلحہ اور اور شیعیان علی پوشیدہ ہیں۔ ترکوں کو متوکل نے ان کے گھر پر چھاپہ مارنے کا حکم دیا' چنانچہ ایک شب کو دفعۃً گھر پر چھاپہ مارا گیا' لیکن گھر میں سوائے حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ کے اور کوئی نہ تھا۔ فرش وفروش میں ریت اور سنگریزے تھے۔ حسن عسکری پشمینہ کا کرتہ پہنے' صوف کا رومال سر پر باندھے' اسی فرش خاکی پر آیات قرآنی کی تلاوت میں مصروف تھے۔ ترک اسی حالت میں ان کو پکڑ کر لے گئے اور متوکل کے سامنے پیش کیا۔ مسعودی کا بیان ہے کہ متوکل اس وقت مے پرستی میں مصروف تھا۔ حسن عسکری کو دیکھ کر ان کی تعظیم کی اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔ امام

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۵۲۔ [2] تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۳۵۴۔ [3] طبری جلد ۱۲ ص ۱۴۰۷۔

[4] حضرت حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ کا پورا نام ابوالحسن علی بن محمد ہے۔ بڑے عابد وزاہد اور متقی بزرگ تھے' شیعوں کے دسویں امام ہیں۔

عسکری کے ہاں کوئی قابل اعتراض چیز برآمد نہ ہوئی تھی جس کے متعلق وہ باز پرس کرتا۔ خاموشی کو توڑنے کے لیے ان کے سامنے جام پیش کیا۔ انہوں نے کہا یا امیر المؤمنین آج تک میرا گوشت اور خون شراب کے اثر سے محفوظ رہا ہے' اس لیے مجھے معاف رکھا جائے۔ متوکل نے آپ سے اشعار سنانے کی فرمائش کی۔ آپ نے چند عبرت انگیز اشعار سنائے۔ متوکل ان کو سن کر بہت رویا اور روتے روتے اس کی داڑھی تر ہوگئی۔ درباریوں پر بھی گریہ طاری ہوا اور متوکل نے سامنے سے شراب ہٹوادی اور امام موصوف سے پوچھا کہ آپ پر کچھ قرض ہے؟ انہوں نے کہا ہاں' چار ہزار دینار۔ متوکل نے اسی وقت چار ہزار دینار لا کر تعظیم و تکریم کے ساتھ رخصت کر دیا۔ [1]

بعض مشتبہ روایات

بعض شیعہ مؤرخین مسعودی اور ابن طقطقی وغیرہ نے لکھا ہے کہ متوکل شراب پیتا تھا۔ چار ہزار کنیزیں اس کے حرم میں تھیں۔ اس نے تفنن طبع کے لیے دربار میں مسخروں اور بھانڈوں کو جگہ دی اور اس قبیل کی بہت سی چیزیں رائج کیں' جس سے یہ مذاق پہلے امرا اور ارا کین سلطنت میں پھر رعایا میں بھی پیدا ہو گیا۔

اس میں شبہ نہیں کہ متوکل عیش و طرب کا دلدادہ تھا اور اس کے زمانہ میں اس کے اتنے سامان جمع ہوئے کہ اس کا دور عہد سرور کہا جاتا تھا' لیکن خطیب اور طبری وغیرہ دوسرے قدیم مؤرخین نے اس کی شراب نوشی کا تذکرہ نہیں کیا' البتہ وہ جائز حدود کے اندر عیش پرست ضرور تھا۔ اس نے اپنے زمانہ میں جو مذہبی خدمات انجام دیں اور جس طرح احیائے سنت کیا اس کے اعتبار سے اس کی شراب نوشی قیاس میں نہیں آتی۔ البتہ وہ نبیذ ضرور پیتا تھا۔ ممکن ہے شیعہ مؤرخین نے متوکل کی سادات دشمنی کی بنا پر شراب نوشی بھی اس کی جانب منسوب کردی ہو' لیکن شراب نوشی سے اس کی برأت کا بھی کوئی حقیقی ثبوت نہیں ہے۔

فیاضی میں اعتدال

مسعودی کا بیان ہے کہ بخل اور اسراف میں متوکل معتدل تھا۔ [2] لیکن تاریخی واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑا فیاض تھا۔ خصوصاً شعرا کے ساتھ اس کی داد و دہش عام تھی۔ طبری نے اس قسم کے بہت سے واقعات نقل کیے ہیں۔ سیوطی کا بیان ہے کہ متوکل فیاض اور مدح پسند تھا اور اس نے شعرا کو اتنا مال و زر دیا کہ اس سے پہلے کسی خلیفہ نے نہ دیا تھا۔ [3]

---

[1] مسعودی جلد ۷' ص ۲۰۷' ۲۰۹' یہ شیعی روایت ہے۔ [2] مسعودی جلد ۷' ص ۱۹۱۔

[3] تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۳۵۵۔

محمد بن جعفر الملقب بہ منتصر باللہ

(۲۴۷ھ تا ۲۴۸ھ مطابق ۸۶۱ء تا ۸۶۲ء)

متوکل کے قتل کے بعد ترکوں نے منتصر باللہ کو خلیفہ بنایا۔ وصیف اور دوسرے امرا نے اس کے ہاتھوں پر بیعت کی۔ دوسرے دن منتصر کے سوتیلے بھائیوں معتز اور موید سے بیعت لی گئی۔ امرا اور عمائد سلطنت میں صرف ترک متوکل کے خلاف تھے۔ ان کے علاوہ اور تمام اراکین سلطنت اس کے وفادار تھے۔ اس لیے متوکل کے قتل کا اصلی سبب ظاہر ہونے میں ان کی مخالفت کا خطرہ تھا' چنانچہ جعفریہ کے تمام عمائد سلطنت' افسران فوج اور خدم وحشم کو بھی یہی اطلاع دی گئی کہ امیر المومنین کو فتح بن خاقان نے قتل کیا ہے اور قصاص میں مارا گیا اور جعفریہ میں بھی بیعت ہوگئی اور شوال ۲۴۷ھ میں منتصر تخت خلافت پر بیٹھا۔ اس وقت اس کا پچیسواں سال تھا۔ منتصر کی تخت نشینی کے بعد نظام خلافت تمام تر ترکوں کے ہاتھ میں آ گیا اور خلفا کی قوت اور ان کا اقتدار بالکل ختم ہوگیا۔

تخت خلافت پر بیٹھنے کے بعد منتصر نے جعفریہ کو جسے متوکل نے بڑے ذوق وشوق سے بے شمار دولت صرف کر کے بنوایا تھا' ویران کر دیا اور یہاں کی کل آبادی کو اس کی پرانی جگہوں پر واپس کر دیا۔ [1]

ابوالعمود شاربی کا خروج

منتصر کی تخت نشینی کے بعد ہی ابوالعمود شاربی نے یمن' بوازیج اور موصل میں بغاوت بپا کی۔ قبیلہ ربیعہ اور کرد بھی اس کے ساتھ ہو گئے تھے۔ اس لیے اس کی طاقت بہت بڑھ گئی۔ منتصر نے سیما ترکی کو اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ اس نے متعدد مقابلوں کے بعد شاربی کو گرفتار کر کے منتصر کی خدمت میں حاضر کیا۔ منتصر نہایت حلیم تھا۔ اس نے اطاعت کا عہد لے کر چھوڑ دیا۔ [2]

فتوحات

منتصر کا زمانہ نہایت مختصر تھا' لیکن اس مختصر زمانہ میں صقلیہ میں بعض فتوحات حاصل ہوئیں۔ ۲۴۷ھ میں امیر صقلیہ عباس کی وفات کا حال اوپر گزر چکا ہے۔ اس کے بعد اس کا لڑکا عبداللہ بن عباس امیر ہوا۔ اس نے جبل بن مالک' ارمنین اور مشارعہ متعدد قلعے فتح کیے۔ پانچ مہینے کے بعد جمادی الاولی ۲۴۸ھ میں عبداللہ کی جگہ خفاجہ بن سفیان امیر مقرر ہوا۔ اس نے اپنے لڑکے محمود کو سرقوسہ

---

[1] یعقوبی ج ۲' ص ۳۰۶۔ [2] مروج الذہب ج ۷' ص ۳۰۹۔

روانہ کیا۔ اس نے سرقوسہ پر حملہ کر کے اسے خوب لوٹا۔ اہل سرقوسہ نے مقابلہ کیا' مگر ناکام رہے اور محمود صحیح وسالم واپس آیا۔ ❶ سرقوسہ سے واپسی کے بعد صقلیہ کے مختلف حصوں میں فتوحات حاصل ہوئیں۔ ان کا ذکر مستعین کے حالات میں آئے گا۔

دارالخلافہ سے وصیف ترکی کی علیحدگی

منتصر کا وزیر احمد بن خصیب نہایت تند مزاج اور بد طینت شخص تھا۔ ❷ اس میں اور ترکی وزیر وصیف میں نہ بنتی تھی۔ وصیف بڑے پایہ کا امیر تھا۔ اس لیے احمد بن خصیب نے دارالخلافہ میں اس کا رہنا مناسب نہ سمجھا اور منتصر سے کہا کہ وصیف کا قیام یہاں مناسب نہیں ہے۔ اسے جنگ کے بہانہ سے کہیں بھیج دیجیے۔ منتصر ابن خصیب کو بہت مانتا تھا' چنانچہ وصیف کو طلب کر کے اس سے کہا کہ قیصر روم سرحد پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کے مقابلہ کے لیے یا تم جاؤ یا میں خود نکلوں۔ وصیف نے جواب دیا یہ نمک خوار کا فرض ہے' چنانچہ منتصر نے ابن خصیب کو سامان فراہم کرنے کا حکم دیا۔ اس نے فوراً جملہ سامان فراہم کر کے وصیف کو روانہ کر دیا۔ ❸

ولایت عہد سے معتز اور موید کا اخراج

متوکل کے قتل کے بعد جن لوگوں نے منتصر کو خلیفہ بنایا تھا ان میں ایک ابن خصیب بھی تھا۔ منتصر کے بعد نامزد شدہ ولی عہد معتز تھا۔ اس لیے ابن خصیب کو خطرہ پیدا ہوا کہ اگر اس کی زندگی میں معتز کی خلافت کی نوبت آ گئی تو اس کی جماعت میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑے گا۔ اس لیے اس نے امیر وصیف اور بغا سے کہا کہ حوادث زمانہ کا کوئی اعتبار نہیں' اگر آج امیر المؤمنین کی آنکھ بند ہو جائے اور کل کو معتز خلیفہ ہو جائے تو ہم میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑے گا۔ اس لیے معتز اور موید کا نام ولی عہدی سے نکلوانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ تجویز ترکوں کے لیے بھی مفید تھی۔ اس لیے بغا نے بھی اس کی تائید کی اور منتصر پر زور ڈالنا شروع کیا کہ وہ معتز اور موید کو ولی عہدی سے خارج کر کے اپنے لڑکے عبدالوہاب کو ولی عہد بنائے۔ منتصر انہی کا بنایا ہوا خلیفہ اور ان کے مقابلہ میں بالکل بے بس تھا۔ اس لیے طوعاً و کرہاً اسے رضامند ہونا پڑا' چنانچہ دونوں بھائیوں کو طلب کیا۔ معتز معاملہ سمجھ گیا۔ اس نے موید سے کہا "اس طلبی کا مقصد ولی عہدی کے مسئلہ کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔" موید نے کہا "نہیں منتصر ایسا نہیں کر سکتا۔" کہ اسی دوران میں ولی عہدی سے اخراج کا حکم پہنچ گیا۔ موید نے بے چون و چرا قبول کر لیا'

---

❶ ابن اثیر ج ۷' ص ۲۳۔ ❷ الفخری ص ۲۱۷۔ ❸ طبری جلد ۱۲' ص ۱۴۸۰۔

لیکن معتز نے جواب دیا کہ "میں خود سے دستبردار نہیں ہوں گا' اگر تم لوگ قتل کرنا چاہتے ہو تو قتل کر دو" قاصدوں نے جا کر منتصر کو یہ جواب سنایا۔ اس کی سزا میں معتز کو ایک مکان میں بند کر دیا گیا۔ بھائی کے ساتھ یہ سلوک دیکھ کر موید کے خون میں حرارت آ گئی۔ اس نے قید کرنے والوں کو ڈانٹا کہ "کتو! تم خونریزی میں اب اتنے دلیر ہو گئے ہو کہ اپنے آقاؤں پر اس طرح حملہ کرنے میں بھی باک نہیں کرتے۔ تم لوگ ہٹ جاؤ' مجھے معتز سے بات کرنے دو۔" اس ڈانٹ پر وہ لوگ ہٹ گئے۔ موید نے معتز سے کہا کہ "تم اتنے نادان کیوں ہو گئے۔ ان لوگوں نے والد کے ساتھ جو کچھ کیا وہ تمہیں معلوم ہے پھر بھی تم دستبرداری سے انکار کرتے ہو' ابھی دستبرداری کا اعلان کر دو۔" معتز نے کہا کہ "ساری دنیا میں میری ولی عہدی کا شہرہ ہو چکا ہے۔ ایسی حالت میں دست برداری کیونکر ممکن ہے۔" موید نے کہا "اسی ولی عہدی کے مسئلہ نے والد کی جان لی اور اب تمہاری بھی لے گا۔" موید کے سمجھانے سے معتز آمادہ ہو گیا اور موید نے منتصر کے آدمیوں کو اطلاع دے دی۔ ان لوگوں نے جا کر منتصر کو خبر کی اور تحریری دستبرداری لکھانے کے لیے دوبارہ کاتب کاغذ لے کر آئے۔ معتز کو پھر تامل ہوا' لیکن موید نے کاغذ لے کر پہلے خود دستبرداری لکھی۔ اس کے بعد معتز سے بادل نخواستہ لکھوا کر حوالے کر دی۔ [1]

تحریر ملنے کے بعد منتصر نے دونوں بھائیوں کو بلا کر ان سے تصدیق چاہی کہ یہ تم ہی لوگوں کی تحریر ہے۔ معتز خاموش رہا' لیکن موید نے جواب دیا "ہاں امیر المومنین یہ میری تحریر ہے' میں نے اس کو برضا و رغبت لکھا ہے" اور معتز سے بھی یہی جواب دلوایا۔ منتصر نے ان سے کہا "تم لوگوں کو گمان ہوگا کہ میں نے یہ سب اسی لیے کیا ہے تاکہ اپنے لڑکے کو ولی عہد بناؤں۔ اللہ کی قسم! ایک لمحہ کے لیے بھی میرے دل میں یہ طمع پیدا نہیں ہوئی' لیکن ان موالی کے مقابلہ میں بے بس تھا۔ مجھے یہ خوف تھا کہ اگر میں تم کو معزول نہیں کرتا تو ان میں سے کوئی نہ کوئی تم کو ضرور قتل کر دے گا' اگر میں ان سے اس کا قصاص بھی لیتا تو بھی تمہارے ایک خون کے بدلہ میں ان کی پوری قوم کا خون بھی کافی نہ ہوتا۔ اس لیے تمہارا معزول کر دینا ہی مناسب معلوم ہوا۔" یہ سن کر دونوں بھائیوں نے جھک کر بڑے بھائی کے ہاتھ چومے اور منتصر نے دونوں کو گلے لگا کر واپس کیا۔ [2] اس واقعہ سے خلیفہ کی بے بسی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

باپ کے قتل کا غم

منتصر اپنی توہین کے انتقام میں باپ کے قتل میں شریک تو ہو گیا تھا' لیکن ضمیر کی ملامت اسے

[1] ابن اثیر جلد ۷ ص ۳۵۔ [2] طبری جلد ۱۲ ص ۱۴۸۸۔

چین نہ لینے دیتی تھی اور وہ اکثر اپنے اس فعل پر غور کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ متوکل اس سے کہہ رہا ہے کہ "محمد تم پر افسوس ہے' تم نے میری خلافت پر رشک کیا اور ظلم کر کے قتل کر دیا' لیکن اللہ کی قسم یاد رکھو میرے بعد تم اس سے زیادہ دنوں تک فائدہ نہ اٹھا سکو گے اور اس کے بعد سیدھے دوزخ میں جاؤ گے۔" منتصر گھبرا کر اٹھ بیٹھا اور سسکیاں لے کر رونے لگا۔ عبداللہ بن عمر بازیار نے آواز سن کر سبب پوچھا۔ اس نے خواب بیان کیا۔ عبداللہ نے تشفی دی کہ خواب سچے جھوٹے ہر طرح کے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو زندہ رکھے گا اس کا کچھ اثر نہ لیجئے اور نبیذ اور دوسرے تفریحی مشاغل سے دل بہلائیے' لیکن منتصر کے دل سے اس کی کھٹک نہ نکل سکی اور اسے ایک دن کے لیے بھی سچی خوشی نصیب نہ ہوئی۔ ❶

علالت ووفات

تخت نشینی کے چھ مہینے کے بعد بیمار پڑا۔ اس بیماری نے مرض الموت کی شکل اختیار کر لی۔ دوران علالت میں کہتا تھا کہ "میں نے خود جلد بازی سے کام لیا۔ اس لیے میرے معاملہ میں بھی جلد بازی سے کام لیا گیا۔" طبیبوں نے نشتر کی رائے دی۔ نشتر دیا گیا۔ یہ نشتر مسموم تھا' اس کا اثر سارے جسم میں سرایت کر گیا اور بیماری کے تین ہی دن کے بعد ربیع الثانی ۲۴۸ھ میں انتقال کر گیا۔

نشتر کی سمیت کے بارہ میں ایک روایت یہ ہے کہ ترکوں کے اشارہ سے مسموم کر دیا گیا تھا۔ دوسری یہ ہے کہ غلطی سے مسموم نشتر استعمال ہو گیا تھا' لیکن پہلی روایت زیادہ قرین قیاس ہے۔ اس لیے کہ منتصر باپ کے قتل کی ندامت میں ترکوں کے خلاف ہو گیا تھا' جس کا علم ان کو ہو گیا اور وہ اس کے دشمن بن گئے تھے۔ مسعودی کا بیان ہے کہ ایک دن منتصر قصر میں بیٹھا تھا کہ بغا صغیر ترکوں کے غول میں آتا ہوا دکھائی دیا۔ منتصر نے اسے دیکھ کر فضل بن مامون سے کہا کہ اگر میں والد کے بدلہ میں ان لوگوں کو قتل کر کے ان کی جماعت نہ منتشر کر دوں تو اللہ مجھے قتل کر دے۔ ترکوں کو اس کا علم ہو گیا۔ اس لیے وہ اس کی بھی جان کے دشمن ہو گئے۔ اسی درمیان میں منتصر کو حرارت آ گئی۔ اس نے پچھنا لگوایا۔ اس کے اثر سے بہت سا خون جسم سے خارج ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے ایک خاص قسم کا شربت پیا جو تمام جسم میں سرایت کر گیا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ فصد کا آلہ مسموم تھا۔ ❷ سیوطی کی شہادت اس سے زیادہ صاف ہے' وہ لکھتے ہیں کہ:

"منتصر خلیفہ ہونے کے بعد ترکوں کو برا بھلا کہتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ خلفا کے قاتل

❶ ابن اثیر جلد ۷' ص ۳۶۔ ❷ مسعودی جلد ۷' ص ۳۰۱۔

ہیں۔ترکوں نے بارہا اس سے بدلہ لینے کا ارادہ کیا' لیکن اس کی ہیبت' شجاعت اور فطانت کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکے اور جب وہ بیمار ہوا تو اس کے طبیب خاص ابن طیفور کو تیس ہزار اشرفی دے کر مسموم آلہ سے فصد دلوادی' جس کی سمیت کے اثر سے منتصر جانبر نہ ہوسکا۔''

اس روایت کے علاوہ اور روایتیں بھی نقل کی ہیں۔ [1]

منتصر سامرا میں مرا تھا۔احمد بن محمد بن معتصم نے نماز جنازہ پڑھا کر یہیں سپرد خاک کیا۔ وفات کے وقت کل ۲۵ سال ٦ مہینہ کی عمر تھی۔مدت خلافت ٦ مہینہ ۲ دن۔

حلیہ

منتصر فربہ اندام اور وجیہ تھا۔دیکھنے سے ہیبت معلوم ہوتی تھی۔رنگ گندمی اور آنکھیں بڑی تھیں۔

صفات

منتصر عدل وانصاف' نرمی ولینیت' ضبط وحلم اور دوسرے اوصاف میں متوکل کے مشابہ بلکہ اس سے بڑھا ہوا اور اس کی برائیوں سے بالکل پاک تھا۔مسعودی کا بیان ہے کہ وہ نہایت متحمل اور عاقل و فرزانہ تھا۔اسے نیکی اور بھلائی سے طبعی رغبت تھی۔اچھے کام بہت کرتا تھا' سخی تھا' ادیب تھا' پاک دامن تھا اور عدل وانصاف ومکارم اخلاق میں اپنے تمام پیش رووں پر فائق تھا۔ [2] سیوطی لکھتے ہیں کہ:

''منتصر حلیم الطبع اور کریم النفس تھا۔اس نے رعایا کے ساتھ اتنا عدل وانصاف کیا کہ اس کی شدید ہیبت کے باوجود رعایا اس کی گرویدہ ہوگئی۔اس کا مقولہ تھا کہ ''صاحب قدرت کا سب سے بدترین فعل انتقام ہے۔'' [3]

آل اطہار کے ساتھ حسن عقیدت

اپنے والد کے برعکس اس کو آل اطہار کے ساتھ بڑی عقیدت تھی' چنانچہ خلیفہ ہونے کے ساتھ ہی اس نے علویوں اور اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیادتیوں کا سلسلہ یک قلم روک دیا اور ان کے متعلق بحث ومباحثہ کی قطعی ممانعت کردی۔حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور جملہ آل ابی طالب کے مقابر کی زیارت کی عام اجازت دے دی۔فدک حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کی اولاد کو واپس کردیا۔علویوں کے

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳٦۵۔ [2] مروج الذہب جلد ۷' ص ۳۰۲۔ [3] تاریخ الخلفاء ص ۳٦۴۔

جس قدر اوقاف تھے‘ سب واگزار کر دیئے اور شیعیان علی سے تعرض کرنے کی ممانعت کر دی۔ ❶

آل ابی طالب کا وطن مدینہ تھا۔ یہاں کے حکام خلیفہ وقت کی مرضی کے مطابق ان کے ساتھ سلوک کرتے تھے اور عموماً ان سے بدسلوکی کرنے کے عادی چلے آتے تھے۔ منتصر نے جب مدینہ کے سابق حاکم صالح بن علی کو معزول کر کے علی بن حسن کو مدینہ بھیجا تو رخصت کرتے وقت کہا‘ علی میں تم کو اپنے گوشت وخون کی طرف بھیج رہا ہوں۔ دیکھوں ان کے ساتھ تمہارا کیسا برتاؤ رہتا ہے اور تم ان کے لیے کیسے ثابت ہوتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا انشاء اللہ میں امیر المؤمنین کے فرمان کی پوری تعمیل کروں گا۔ وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ اللہ کی قسم اہل باطل کبھی ذلت سے نہیں بچ سکتے۔ خواہ ان کی پیشانی سے مہتاب ہی کیوں نہ طلوع ہو اور اہل حق کبھی ذلیل نہیں ہو سکتے‘ خواہ تمام عالم ان کی ذلت پر کیوں نہ متفق ہو جائے۔ ❷

وزارت

منتصر کل چھ مہینے خلیفہ رہا۔ اس مدت میں صرف احمد بن خصیب کی وزارت رہی۔ اس میں کوئی وصف نہ تھا۔ وزارت کے فرائض کو بھی پوری طرح انجام نہ دے سکتا تھا۔ مزاج میں سختی اور درشتی غالب تھی۔

❶ مروج الذہب جلد ۷‘ ص ۳۰۳۔ ❷ ابن اثیر جلد ۷‘ ص ۳۷۔

احمد بن محمد بن معتصم الملقب بہ مستعین باللہ

(۲۴۸ھ تا ۲۵۱ھ مطابق ۸۶۲ تا ۸۶۵ء)

منتصر کے بعد معتصم کا پوتا احمد المستعین خلیفہ ہوا۔ یہ ایک صقلبی لونڈی مخارق کے بطن سے تھا۔ معتز اور موید دونوں ولی عہدی سے خارج ہو چکے تھے اور منتصر نے کسی کو ولی عہد نامزد نہیں کیا تھا۔ اس لیے اس کے بعد جانشینی کے مسئلہ میں بڑی کشمکش پیدا ہوئی۔ معتز اور موید موجود تھے' لیکن ان کی خلافت ترکوں کے مصالح کے خلاف تھی۔ ان کی خلافت کے معنی ترکوں کا زوال تھا اس لیے ان کو وہ کسی طرح پسند نہ کر سکتے تھے۔ ان کے آقائے ولی نعمت معتصم کی اولاد میں اس کا پوتا احمد المستعین موجود تھا' چنانچہ بغا کبیر' اتامش اور احمد بن خصیب نے ترکوں کے مشورہ سے اس کو خلیفہ بنایا اور ربیع الثانی ۲۴۸ھ میں وہ تخت نشین ہوا۔

بیعت کے دوسرے دن مستعین شاہی لباس پہن کر ترکوں کے جلوس میں دربار میں آیا۔ معتز کی موجودگی میں مستعین کا انتخاب بہتوں کو ناپسند تھا' چنانچہ ایک گروہ نے جس میں کچھ فوجی افسر' کچھ لونڈی زادے اور زیادہ تر عوام تھے' مخالفت میں مظاہرہ کیا اور معتز کے نام کا نعرہ لگاتے ہوئے ترکوں پر حملہ کر دیا۔ مبیضہ اور شاکریہ [1] میں بھی شورش پیدا ہوگئی اور یہ ہنگامہ اتنا بڑھا کہ مخالفوں نے اسلحہ خانہ کے ہتھیار لوٹ لیے۔ بغا نے بڑی مشکلوں سے اس ہنگامہ کو فرو کیا اور بغداد میں مستعین کی عام بیعت ہوگئی۔ [2]

حکام کا تقرر

مستعین نے تخت نشین ہونے کے بعد از سر نو حکام اور عہدہ داران سلطنت کے نظام میں تغیر و تبدل کیا۔ اتامش کو مصر و مغرب کی حکومت اور وزارت عظمیٰ کا منصب ملا۔ احمد ابن خصیب کو کتابت کا عہدہ تفویض ہوا اور شاہک خادم کو محل شاہی' حرم سلطانی' شاہی جاگیر اور ذاتی امور کا منتظم مقرر کیا گیا۔ اسی زمانہ میں دولت عباسیہ کا مشہور امیر طاہر بن عبداللہ والی خراسان اور امیر الامرا بغا کبیر مر گئے۔ مستعین نے طاہر کی جگہ اس کے لڑکے محمد کو خراسان کی ولایت پر سرفراز کیا اور محمد بن عبداللہ بن طاہر کو عراق کی حکومت ملی۔ حرمین کی ولایت اور پولیس کا محکمہ بھی اس کے متعلق ہوا اور بغا ترکی کے بجائے اس کے لڑکے موسیٰ کا تقرر ہوا اور خبر رسانی کا محکمہ بھی اس سے متعلق کیا گیا اور بغا شرابی کو

---

[1] مبیضہ اور شاکریہ خدم شاہی کی ایک قسم تھی۔

[2] دیکھو ابن اثیر و ابن خلدون اور یعقوبی حالات بیعت۔

حلوان' ماسبذان اور مہرجان وغیرہ کی حکومت ملی۔ [3]

معتز اور موید کی نظر بندی اور احمد بن خصیب کی جلا وطنی

ترکوں نے معتز اور موید کو ان کے حق سے محروم کیا تھا۔ اس لیے ہر واقعہ میں ان کو دونوں کی جانب سے بدگمانی پیدا ہوتی تھی' چنانچہ مستعین کے خلاف مظاہرے کے ہنگامے میں بھی ترکوں کو معتز اور موید کا ہاتھ نظر آیا اور انہوں نے ان کو قتل کر دینا چاہا' لیکن احمد بن خصیب نے ان کی طرف سے صفائی پیش کی۔ اس لیے قتل سے بچ گئے' لیکن ان کی کل منقولہ اور غیر منقولہ جائداد' اثاث البیت اور فرش وفروش وغیرہ برائے نام قیمت پر لے لیے اور بیع نامہ پر فقہا اور قضاۃ کے دستخط کرا کے گزارہ کے لیے بہت معمولی جاگیر جس میں دونوں شہزادے بمشکل زندگی بسر کر سکتے تھے' چھوڑ دی اور دونوں کو محل کے ایک حجرہ میں نظر بند کر دیا گیا۔ اسی زمانہ میں احمد بن خصیب جو ترکوں کے لیے اپنے اولیائے نعمت سے غداری میں نیک نام تھا' خود ترک موالی کے عتاب کا نشانہ بنا اور اس کا اور اس کی اولاد کا کل مال و متاع ضبط کر کے ان سب کو جزیرہ کریٹ میں جلاوطن کر دیا گیا۔ [1]

بغداد میں شورش

- اہل بغداد ترکوں کے غلبہ' ان کی خودسری اور متوکل کے قتل کی وجہ سے ان کے سخت خلاف ہو گئے تھے۔ [2] اتفاق سے اسی زمانہ میں دو نامور سپہ سالار عمر بن عبیداللہ اور علی بن یحییٰ ارمنی جو سرحد کے سب سے بڑے محافظ تھے' قریب قریب زمانہ میں قتل ہو گئے' جس سے سرحدیں مخدوش ہو گئیں۔ اس واقعہ سے اہل بغداد میں بڑا جوش وخروش پیدا ہو گیا اور وہ خود جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ خدام شاہی میں ابنا اور شاکریہ بھی جنہیں عرصہ سے تنخواہ نہیں ملی تھی' اہل بغداد کے ساتھ ہو گئے' لیکن عوام کی شرکت کی وجہ سے یہ مفید جوش فتنہ وفساد میں بدل گیا اور بغداد میں عام بدامنی پیدا ہو گئی۔ شورش پسند عوام نے قید خانے توڑ کر قیدی نکال لیے۔ بغداد کا پل توڑ کر اس میں آگ لگا دی اور عہدہ داران حکومت میں سے محمد بن عبداللہ کے کاتب بشر اور ابراہیم کا گھر لوٹ لیا' لیکن جن لوگوں نے جہاد کی تحریک اٹھائی تھی' وہ اپنے مقصد پر قائم رہے اور بہت سا روپیہ مجاہدین سرحد میں تقسیم کیا اور فارس' اہواز اور کوہستانی علاقہ کے بکثرت مجاہدین جمع ہو گئے۔ ابتدا میں حکومت نے ان لوگوں سے کوئی تعرض نہیں کیا تھا' لیکن اسی درمیان میں خاص مستقر خلافت سامرا میں بعض شورش پسندوں نے قید خانے توڑ ڈالے۔ اس لیے مستعین نے ترکوں کو ان کے مقابلہ پر مامور کیا' مگر سامرا والے بھی

---

[3] ابن اثیر ج ۷' ص ۳۷' ۳۸۔ [1] طبری جلد ۱۲' ص ۱۵۰۷' ۱۵۰۸۔ [2] طبری جلد ۱۲' ص ۱۵۱۰۔

باغیوں کے ساتھ ہو گئے تھے۔ دونوں نے مل کر ترکوں کو شکست دے دی۔ آخر میں مشہور ترکی سپہ سالار بغا اتامش اور وصیف نے باغیوں کو قتل کر کے شورش فرو کی۔ ❶

اتامش کا قتل

ترکوں کی خودسری کا ایک مفید نتیجہ یہ نکلا کہ حصول انتفاع اور اقتدار کے لیے خود ان میں باہم پھوٹ پڑ گئی اور اس کے نتیجہ میں امیر اتامش مارا گیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ مستعین نے خزانہ اپنی ماں شاہک خادم اور امیر اتامش کے قبضہ میں دے دیا تھا۔ یہ تینوں جس طرح چاہتے تھے' صرف کرتے تھے۔ ان کے تصرف سے جو بچتا تھا' وہ مستعین کے لڑکے عباس کے خرچ کے لیے اس کے اتالیق کے تصرف میں چلا جاتا۔ اس طرح خراج کی کل آمدنی انہی لوگوں میں صرف ہو جاتی تھی اور امیر بغا اور وصیف کو اس میں سے کچھ نہ ملتا تھا۔ ان دونوں کے علاوہ ترک اور فرغانیوں کو بھی تنگی اخراجات کی شکایت رہتی تھی۔ اس لیے بغا اور وصیف نے ترکوں اور فرغانیوں کو اتامش اور شاہک خادم کے خلاف بھڑکا دیا۔ ان لوگوں نے اتامش کو جوسق میں گھیر لیا۔ اس نے نکل کر بھاگ جانا چاہا' مگر کامیاب نہ ہوا اور حملہ آوروں نے اس کو اور اس کے کاتب شجاع بن قاسم کو قتل کر کے ان کا کل مال و متاع لوٹ لیا۔ اتامش کے قتل کے بعد مستعین نے ابو صالح عبداللہ بن محمد کو وزیر بنا لیا۔ ❷

ابوالحسین یحییٰ بن عمرو کا خروج اور قتل

۲۵۰ھ میں ابوالحسین یحییٰ بن عمرو بن یحییٰ بن حسین بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب مستعین کے خلاف اٹھے۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ یحییٰ اس زمانہ میں مالی پریشانیوں میں مبتلا تھا۔ قرض کی نوبت آ گئی تھی۔ اس کی ادائیگی کی فکر میں وہ طالبیوں کے متولی ❸ عمر بن فرج کے پاس اپنے وظیفہ کے اجرا کے بارے میں گفتگو کرنے کے لیے گئے۔ عمر نے ان سے بدکلامی کی اور انہیں قید کر دیا' پھر کچھ دنوں کے بعد اپنے گھر والوں کی ضمانت پر چھوڑ دیئے گئے۔ قید سے چھوٹ کر وہ بغداد پہنچے اور یہاں عرصہ تک پریشانی کے عالم میں مقیم رہے' پھر یہاں سے سامرا چلے گئے اور وصیف سے وظیفہ کے اجرا کی درخواست کی۔ اس نے یہ خشک جواب دیا کہ تمہارے جیسے لوگوں کے لیے کس صلہ

---

❶ ابن اثیر جلد ۷' ص ۳۸' ۳۹۔ ❷ ابن خلدون جلد ۳' ص ۲۸۴۔

❸ آل ابی طالب یعنی حضرت علی' عقیل اور جعفر رضی اللہ عنہم کی اولاد طالبین کے نام سے موسوم تھی۔ بغداد میں حکومت کی سرپرستی میں خود ان کا اپنا نظام تھا۔ ان میں سے بعضوں کو حکومت کی جانب سے وظیفے بھی ملتے تھے۔

میں وظیفہ مقرر کیا جائے۔ یہاں سے مایوس ہو کر انہوں نے خروج کی ٹھانی اور اس کے لیے اعراب کی بہت بڑی جماعت جمع کی۔ کوفہ کے کچھ شیعیان علی بھی آ کر مل گئے۔ یحییٰ ان سب کو ساتھ لے کر نکلے۔ نامہ نگار نے محمد بن عبداللہ بن طاہر والی عراق کو اس کی اطلاع دی۔ انہوں نے عبداللہ بن محمود سرخسی والی سواد کو ان کے مقابلہ کی تیاری کا حکم دیا۔ اس درمیان میں یحییٰ کوفہ پہنچ گئے اور دو ہزار دینار اور ستر ہزار درہم لوٹ لئے اور قید خانہ توڑ کر قیدی نکال لیے گئے۔ عبداللہ بن محمود نے بڑھ کر مقابلہ کیا۔ یحییٰ نے شکست دے کر ان کا کل مال و متاع لوٹ لیا اور آگے بڑھے۔ [1]

عبداللہ کو شکست دینے کے بعد زید بھی یحییٰ کے ساتھ ہو گئے اور ان کی قوت اور زیادہ بڑھ گئی۔ اس لیے وہ پھر کوفہ کی طرف پلٹے اور عبدالرحمٰن بن خطاب کا مقابلہ کر کے اس کو شکست دی۔ آخر میں حسین بن اسماعیل ان کے مقابلہ پر مامور ہوا۔ اس نے اور عبدالرحمٰن نے مل کر ان کو شکست دی اور ان کے اعوان و انصار کی بڑی تعداد قتل و گرفتار ہوئی۔ خود یحییٰ بھی مارے گئے اور ان کا سر محمد بن عبداللہ بن طاہر کے پاس خراسان بھیجا گیا۔ اس نے مستعین کے پاس بھجوا دیا۔

طبرستان میں دولت علویہ کا آغاز

اسی سنہ میں طبرستان میں حسن بن زید بن محمد بن اسماعیل بن زید بن حسن بن حسین بن علی بن ابی طالب بانی دولت علویہ طبرستان کا ظہور ہوا۔ [2] ان کا آغاز اس طرح ہوا کہ مستعین نے یحییٰ بن عمرو کے قتل کے صلہ میں محمد بن عبداللہ بن طاہر کو طبرستان میں چند جاگیریں عطا کیں۔ ان میں سے دو جاگیریں کلار اور شالوس دیلم کی سرحد پر تھیں۔ اسی کے پاس کی ایک اراضی سے یہاں کے باشندے فائدے اٹھاتے تھے۔ اپنے مویشی چراتے تھے۔ لکڑیاں توڑ کر کام میں لاتے تھے۔ محمد بن طاہر نے اپنی جاگیر کے انتظام اور اس کی نگرانی کے لیے جابر بن ہارون نصرانی کو بھیجا۔ محمد بن عبداللہ بن طاہر کی جانب سے اس کا بھائی سلیمان طبرستان کا حاکم تھا۔ اس پر محمد بن اوس بلخی کا بڑا اثر تھا۔ اس لیے اس نے اپنے لڑکوں کو طبرستان کے مختلف حصوں پر حکمران بنا دیا۔ یہ سب نوجوان اور امور جہانبانی سے ناواقف تھے۔ اس لیے رعایا کو ان سے بہت تکلیفیں پہنچیں اور اس نے ان کی زیادتیوں کی شکایت کی۔

اسی زمانہ میں محمد بن اوس دیلم آیا اور یہاں کے بہت سے آدمیوں کو قتل اور گرفتار کر لیا۔ دیالمہ

[1] طبری جلد ۲ ص ۱۲۔ [2] حسن بن زید علوی دولت علویہ طبرستان کے بانی تھے۔ یہ حکومت ۲۵۰ھ مطابق ۸۶۸ء میں طبرستان میں قائم ہوئی اور ۳۱۲ھ مطابق ۹۲۸ء میں اس کا خاتمہ ہوا۔ اس میں چار حکمران گزرے، حسن بن زید علوی، محمد بن زید علوی، حسن بن علی الملقب بہ اطروش اور حسن بن قاسم۔

اوراہل طبرستان میں دوستانہ تعلقات تھے۔اس لیے طبرستان والوں پراس کا بڑااثر پڑا۔اس واقعہ کے بعد محمد بن عبداللہ کے علاقہ کا منیجر جابر بن ہارون انتظام کے لیے آیا۔اس نے انتظام کے سلسلہ میں اس زمین پر جس سے یہاں کے عوام فائدہ اٹھاتے تھے' قبضہ کرلیا۔ان واقعات سے یہاں کے باشندے طاہری حکومت سے برگشتہ ہوگئے' چنانچہ یہاں کے دوممتاز آدمیوں محمد اور جعفر نے جن کا اس نواح میں بڑااثر تھا' جابر بن ہارون کے قبضہ کی مخالفت کی' چونکہ یہ معاملہ عوام کے فائدہ کا تھا' اس لیے وہ سب ان کے ساتھ ہوگئے اور جابر کے قبضہ میں مزاحم ہوئے۔اس میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔اس لیے وہ سلیمان بن عبداللہ کے پاس طبرستان بھاگ گیا۔اس کے فرار کے بعد محمد اور جعفر کو والی طبرستان کی برہمی کا خوف ہوا۔انہوں نے اپنے ہمسایہ دیلمیوں سے مدد مانگی۔دیلمی خود محمد بن اوس کی وجہ سے طاہریوں سے ناخوش تھے۔اس کے علاوہ ان میں باہم امداد واعانت کا معاہدہ بھی تھا۔اس لیے وہ ان کی مدد کے لیے تیار ہوگئے۔اس وقت علوی ملک بھر میں پھیلے ہوئے تھے اور جو گروہ حکومت کے خلاف اٹھنا چاہتا تھا عموماً وہ انہی کو سہارا بناتا تھا' چنانچہ محمد اور جعفر نے بھی طبرستان کے ایک علوی محمد بن ابراہیم کی طرف رجوع کیا اور ان سے بیعت کی درخواست کی۔انہوں نے اپنے بجائے حسن بن زید کا نام پیش کیا اور کہا وہ اس کام کے لیے سب سے زیادہ مناسب ہیں۔حسن اس وقت رے میں تھے۔ان کو محمد بن ابراہیم کے ذریعہ طبرستان آنے کی دعوت دی گئی۔اس دعوت پر یہ طبرستان آئے اور یہاں کے تمام باشندوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور یہاں سے طاہری عمال کو نکال دیا۔اس سلسلہ میں ان میں اور حکومت کی فوجوں میں مدتوں معرکے ہوتے رہے' لیکن آخر میں طبرستان اور جرجان پر حسن بن زید کا قبضہ ہوگیا اور وہ اپنی زندگی بھر ۲۷۰ھ تک اس پر قابض رہے۔۲۷۰ھ میں ان کا انتقال ہوگیا۔ان کے بعد ان کے بھائی محمد بن زید ان کے جانشین ہوئے۔ [1]

علویوں کا عام ظہور

حسن بن زید کی دعوت کے سلسلہ میں اس زمانہ میں یکے بعد دیگرے بہت سے علوی اٹھے۔ان میں اور حکومت میں بڑے بڑے معرکے ہوئے۔ان کے مختصر حالات یہ ہیں۔سب سے اول ۲۵۰ھ میں محمد بن جعفر بن حسن نے رے میں حسن بن زید کی دعوت شروع کی۔ان میں اور خراسانی فوج ''مسودہ'' [2] کے درمیان کئی معرکے ہوئے اور محمد بن جعفر گرفتار کرکے محمد بن عبداللہ بن طاہر کے پاس نیشاپور بھیجے گئے۔اس نے قید کردیا اور محمد نے قید ہی میں انتقال کیا۔ان کے بعد احمد بن

---

[1] ابن اثیر و مسعودی جلد ۷' ص ۳۰۳۔ [2] عباسی فوج جس کی فوج کی وردی سیاہ تھی۔

عیسیٰ بن علی بن حسن بن حسین بن علی بن ابی طالب نے رے میں رضا آل محمد کی دعوت شروع کی۔ ان میں اور محمد بن عبداللہ بن طاہر میں بڑی خونریز لڑائیاں ہوئیں' لیکن آخر میں احمد بن عیسیٰ کو بھی شکست ہوئی۔ ان کے بعد حسن بن اسماعیل بن محمد بن عبداللہ بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب المخاطب بہ کرکی قزوین میں اٹھے۔ ان کا اور موسیٰ بن بغا کا مقابلہ ہوا' پھر حسن دیلم چلے گئے اور حسن بن زید کی جماعت میں شامل ہو گئے۔ ۲۵۰ھ میں حسین بن محمد بن حمزہ بن عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب نے کوفہ میں خروج کیا۔ محمد بن عبداللہ نے ان کے مقابلہ کے لیے بغداد سے ابن خاقان کی زیر قیادت ایک زبردست فوج روانہ کی۔ اس فوج کی آمد سن کر حسین بن محمد کے ساتھیوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ کہیں روپوش ہو گئے۔ [1]

اردن میں شورش

مستعین کے دور میں حکومت کا نظام بگڑ گیا تھا اور اس کی قوت کمزور پڑ گئی تھی۔ اس لیے ترکوں کی سرکشی اور علویوں کے خروج کے علاوہ ملک کے ہر حصہ میں کچھ نہ کچھ شورشیں ہوئیں۔ خصوصاً یکے بعد دیگرے کئی عرب سرداروں نے علم بغاوت بلند کیا۔ سب سے اول اردن میں ایک لخمی امیر اٹھا' لیکن پھر حاکم اردن کے خوف سے بھاگ گیا۔ اس کے بعد اس کے عامل قطامی نے اردن کا خراج وصول کر لیا۔ اس کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ حاکم فلسطین کی فوجوں کو پیہم شکستیں دیں۔ مزاحم بن خاقان ترکی نے بڑی مشکل سے اس کی قوت توڑ کر اس کو نکالا۔

حمص کی بغاوت

اردن کے بعد حمص کے باشندوں نے جن میں زیادہ تر عرب تھے' یہاں کے حاکم اکیدر بن عبدالملک کے خلاف برپا کی۔ اکیدر نے ان کا مقابلہ کیا' لیکن شکست کھائی۔ اہل حمص نے اس کی فوج کے بہت سے سپاہیوں کو قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا۔ اکیدر کے مغلوب ہو جانے کے بعد مستعین نے عبدالرحمٰن بن حبیب ازدی کو حمص کا والی بنا کر بھیجا' لیکن حمص پہنچنے سے پہلے ہی اس کا پیام اجل آ پہنچا اور اس کی جگہ فضل بن قارن طبری کا تقرر ہوا۔ اہل حمص نے اس کے سامنے سر اطاعت خم کر دیا' لیکن تھوڑے دنوں کے بعد اسے خبر ملی کہ وہ اس کی مخالفت پر بھی آمادہ ہیں۔ اس لیے چند فتنہ پرستوں کو پکڑ کے ان کے سر قلم کر دیئے۔ اس سے اس وقت تو مخالفت دب گئی' لیکن ۲۵۹ھ میں اس زور و شور سے

[1] مروج الذہب مسعودی جلد ۷ ص ۳۴۴ تا ۳۴۶۔

بغاوت رونما ہوئی کہ فضل بن قارن کو قصر خالد بن یزید میں قلعہ بند ہونا پڑا۔ اہل حمص نے یہاں بھی نہ چھوڑا اور قصر سے نکال کر بے دردی کے ساتھ ذبح کر کے لاش سولی پر لٹکا دی۔ نوشری بن طاجیل والی دمشق کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے ایک جرار لشکر باغیوں کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ انہوں نے اس کو بھی شکست دی۔ مستعین کو یہ خبریں پہنچیں تو اس نے موسیٰ بن بغا کو موالی کی فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ ایک باغی سرغنہ وابر العقار بنی کلب کو لے کر مقابلہ میں آیا' لیکن موسیٰ بن بغا نے اس کو پسپا کر دیا اور حمص میں داخل ہو کر تین دن تک خوب لٹوایا اور باغیوں کے گھروں میں آگ لگوا دی اور حمص کی شورش فرو ہوئی۔

یوسف القصیص کی بغاوت

اسی سنہ میں معرہ بن یوسف بن ابراہیم المعروف بہ قصیص تنوخی قبیلہ تنوخ کو جمع کر کے قنسرین میں قلعہ بند ہو گیا۔ مستعین کے غلام محمد المولد نے اس کے ایک ساتھی غطیف بن نعمہ کو پکڑ کے قتل کر دیا۔ اس کے قتل کے بعد قصیص جبل اسود کی طرف بھاگ گیا۔ وہاں پہنچ کر پھر بنو کلب کو جمع کیا۔ محمد المولد نے جبل اسود جا کر اس کا مقابلہ کیا' لیکن بڑی فاش شکست کھائی اور اس کی فوج کا بڑا حصہ تباہ ہو گیا اور قصیص پھر قنسرین لوٹ آیا۔ مولد کی شکست کے بعد اس کی جگہ ابوالساج اشروسنی کا تقرر ہوا۔ اس نے جنگ کے بجائے قصیص کو امان دے کر مطیع بنا لیا اور لاذقیہ وغیرہ کا عامل بنا دیا۔

فارس کی بغاوت

فارس کی فوج کو عرصہ سے تنخواہ نہیں ملی تھی۔ اس لیے اس نے یہاں کے والی حسین بن خالد پر یورش کر کے نقدی لوٹ کر اپنی تنخواہیں لے لیں۔ فارس کا علاقہ محمد بن عبداللہ بن طاہر والی خراسان کے ماتحت تھا۔ اسے خبر ہوئی تو اس نے عبداللہ بن اسحاق کو بھیجا۔ اس کے آنے پر فوج مطیع ہو گئی' لیکن عبداللہ نے اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ اس کے سرغنہ علی بن حسین کو خوارج کے مقابلہ کے لیے فارس اور کرمان کی سرحد پر بھیج دیا۔ یہ عبداللہ کی بدسلوکی کا شاکی تھا' لیکن اسے ظاہر نہیں کیا اور خاموشی کے ساتھ چلا گیا۔ اصطخر پہنچ کر فوج سے خط و کتابت کر کے پھر عبداللہ کے مقابلہ میں آ گیا اور اس کا گھر لوٹ کر اس کو نکال دیا۔ وہ بغداد لوٹ گیا۔ اس کے بعد محمد بن عبداللہ بن نصر مقابلہ کے لیے بھیجا گیا۔ اس نے علی بن حسین کو نرمی سے مطیع بنانا چاہا' مگر وہ آمادہ نہ ہوا۔ [1]

بغا اور باغر میں اختلاف

[1] یہ تمام واقعات یعقوبی سے ماخوذ ہیں۔ دیکھو کتاب مذکور جلد ۲' ص ۶۰۵ تا ۶۰۹۔

۲۵۱ھ میں مشہور ترکی جنرل باغر کو خود اس کے ہم قول بغا اور وصیف نے قتل کر دیا۔ گو یہ دونوں ترک تھے' لیکن حصول جاہ واقتدار کے لیے ان میں رشک ورقابت ہوگئی۔ اتامش کا قتل بھی اسی کشمکش کا نتیجہ تھا۔ مستعین کے عہد میں بغا اور وصیف کا اقتدار بڑھا۔ باغر کی خدمات بھی ان سے کم نہ تھیں' لیکن اسے بغا اور وصیف کے برابر رسوخ حاصل نہ تھا۔ اس لیے ان دونوں کا عروج باغر کی نظر میں بہت کھٹکتا تھا' لیکن اس کو ان کے خلاف کوئی موقع نہیں ملتا تھا۔ ایک واقعہ نے اس کا سامان پیدا کر دیا۔ سواد کوفہ میں باغر کی جاگیر تھی۔ اس کی نگرانی کے لیے اس کا وکیل یہاں رہتا تھا۔ اس کو یہاں کے ایک باشندہ ابن مارویہ نے پکڑ لیا۔ اس کی سزا میں ابن مارویہ قید کر دیا گیا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ چھوٹ کر اپنے ایک دوست دلیل بن یعقوب نصرانی کے پاس پہنچا۔ دلیل بغا کا کاتب اور اس کا نفس ناطقہ تھا اور باغر بغا کے ماتحت تھا۔ اس لیے اس نے اس کو ابن مارویہ پر زیادتی کرنے سے روکا۔ اس پر باغر بگڑ گیا اور دلیل نصرانی کو قتل کرنے پر آمادہ ہوگیا۔ باغر کی بہادری سے بغا بھی خائف رہتا تھا۔ اس نے یہ کہہ کر اس کو ٹھنڈا کیا کہ اگر تم میرے لڑکے فارس کو بھی قتل کرنا چاہتے تو میں تم کو نہ روکتا' لیکن میرے اور بارگاہ خلافت کے جملہ کاموں کا مدار دلیل کے اوپر ہے۔ اس لیے اتنا توقف کرو کہ میں اس کی جگہ کوئی دوسرا آدمی تلاش کرلوں۔ باغر کو ٹھنڈا کرنے کے بعد دلیل کو اس واقعہ کی اطلاع دے کر اسے اپنے یہاں آنے سے منع کر دیا اور باغر کو دکھانے کے لیے دلیل کی جگہ ایک دوسرے شخص محمد بن یحییٰ کو کاتب بنا دیا۔ اس سے باغر کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا' لیکن اس کا دل دلیل کی جانب صاف نہ ہوا اور وہ اپنا ارادہ پورا کرنے اور اپنا رسوخ بڑھانے کے لیے مستعین کے پاس زیادہ رہنے لگا۔ مستعین کو اس کی قربت پسند نہ تھی۔ اس لیے اس کو اپنے پاس سے ہٹانے کے لیے وصیف سے پوچھ کر مقتول امیر ایتاخ کے متعلق جو خدمتیں تھیں' ان کو باغر کی طرف منتقل کر دیا۔ دلیل کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے بغا سے جا کر کہا آپ یہاں بیٹھے ہیں اور وہاں آپ کو ہٹانے کی فکریں ہو رہی ہیں۔ یاد رکھیے کہ معزولی کے بعد آپ قتل سے نہیں بچ سکتے۔

باغر کا قتل

بغا یہ حالات سن کر قصر خلافت پہنچا اور وصیف سے کہا کہ تم چاہتے ہو کہ مجھے میرے مرتبہ سے گرا کر باغر کو میری جگہ لاؤ۔ تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ باغر میرا غلام اور میرا ساتھی ہے۔ وصیف نے لاعلمی ظاہر کی۔ وصیف بغا کو ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا' چنانچہ دونوں نے طے کیا کہ باغر کو کسی طرح دربار سے ہٹا دیا جائے۔ باغر اور اس کی جماعت نے اس کو محسوس کر لیا۔ متوکل کے قتل سے ان کا

حوصلہ بڑھ چکا تھا۔ اس لیے انہوں نے طے کیا کہ مستعین' بغا اور وصیف تینوں کا قصہ تمام کر کے معتصم یا واثق کی اولاد کو خلیفہ بنایا جائے۔ مستعین کو اس کی خبر ہو گئی۔ اس لیے بغا اور وصیف کو بلا کر ان سے کہا کہ مجھے خود خلافت کی خواہش نہ تھی۔ تمہیں دونوں نے مجھے خلیفہ بنایا اور اب قتل کرنا چاہتے ہو۔ ان دونوں نے قسم کھا کر لاعلمی ظاہر کی۔ اس وقت مستعین نے ان سے پورا واقعہ بیان کیا۔ اسے سن کر بغا' وصیف اور احمد بن صالح نے طے کیا کہ باغر کو پکڑ کر قید کر دیا جائے' چنانچہ اسے حیلہ سے بلا کر قید کر دیا گیا۔ ترکوں کو خبر ہوئی تو وہ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور شاہی اصطبل لوٹ کر قصر سلطانی کو گھیر لیا۔ بغا اور وصیف نے یہ شورش دیکھی تو اسی دن شام کو باغر کا کام تمام کرا دیا۔ [1]

سامرا سے مستعین کا فرار

حملہ آور باغر کے قتل میں مستعین کو بھی شریک سمجھتے تھے۔ اس لیے وہ قصر خلافت کو گھیرے رہے۔ یہ صورت دیکھ کر مستعین' بغا' وصیف اور دوسرے عمائد سلطنت کو لے کر خفیہ سامرا سے بغداد چلا گیا۔ حملہ آوروں کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے ناکامی کے غصہ میں دلیل اور اس کے ہمسایوں کا گھر لوٹ لیا اور بغداد کا راستہ بند کر دیا۔ ایک ملاح کو جو ایک کشتی کرایہ پر بغداد لیے جا رہا تھا' سولی دے دی۔ اس سے باقی ملاح خوفزدہ ہو گئے اور علانیہ بغداد جانا بند ہو گیا۔ مستعین کے بغداد چلے جانے کے بعد افسران فوج' کتاب' عمال حکومت' بنی ہاشم اور بغا اور وصیف کے سب ساتھی کسی نہ کسی طرح بغداد پہنچ گئے۔ [2]

ترکوں کی معذرت اور مستعین کا واپسی سے انکار

مستعین کے سامرا چھوڑنے کے بعد ترک' فراغنہ اور موالی کو اپنی گستاخی پر ندامت ہوئی اور انہوں نے عفو تقصیر کے لیے اس کے پاس ایک وفد بھیجا۔ اس نے مستعین سے ترکوں کی گستاخی اور ان کی غلطیوں کی معافی چاہی اور آئندہ اپنی وفاداری کا یقین دلا کر بڑی عاجزی اور منت سے سامرا واپس چلنے کی درخواست کی' لیکن مستعین نے اسے قبول نہ کیا اور وفد ناکام سامرا واپس گیا۔

معتز کی بیعت

معتز اور مؤید دونوں ابھی تک قصر سلطانی میں قید تھے۔ مستعین کی واپسی سے مایوسی کے بعد

---

[1] طبری جلد ۱۲' ص ۱۵۳۵ تا ۱۵۳۸۔ [2] ابن اثیر جلد ۷' ص ۱۲۴۔

ترکوں نے طے کیا کہ معتز کو خلیفہ بنا کر مستعین کا مقابلہ کیا جائے' چنانچہ ۱۲ محرم ۲۵۱ھ میں معتز کو قید سے نکال کر اس کی بیعت کی۔ معتز نے بیعت خلافت کے بعد ہی اپنے بھائی موید کو خلعت فاخرہ سے سرفراز کر کے ولی عہد نامزد کیا اور ترکوں نے اس کی بیعت کا تمام ممالک محروسہ میں تحریری اعلان کرا دیا۔ ❶

مستعین اور معتز کی لڑائیاں

معتز کی بیعت کے بعد اس میں اور مستعین میں بڑی خونریز معرکہ آرائیاں ہوئیں۔ طبری اور ابن اثیر وغیرہ نے اس کی بڑی لمبی تفصیل لکھی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔

مستعین بغداد میں تھا' اہل بغداد اس کے ساتھ تھے۔ اس لیے جب تک ان سے معتز کی خلافت نہ منوائی جاتی' اس وقت تک وہ قائم نہیں رہ سکتی تھی' چنانچہ معتز کی بیعت کے بعد اس کا بھائی امیر ابو احمد اہل بغداد کے مقابلہ کے لیے بغداد پہنچا۔ یہاں کے امیر الامرا محمد بن عبداللہ بن طاہر نے مدافعت کے انتظامات کیے اور دونوں میں مہینوں خونریز لڑائیوں کا سلسلہ رہا۔ اس ہنگامہ سے بغداد میں بڑی بدامنی اور شورش پھیل گئی اور اہل بغداد سخت مصیبت میں مبتلا ہو گئے اور ان کی قوت کمزور پڑ گئی۔ یہ صورت دیکھ کر امیر محمد بن عبداللہ بھی معتز کی طرف مائل ہو گیا اور اس کے پاس پیام کہلا بھیجا کہ اگر وہ اس کی خطا معاف کر کے صلح کرے تو وہ اس کی بیعت کرنے کے لیے تیار ہے۔ اہل بغداد کو اس کی خبر ہو گئی۔ مستعین محمد ہی کے محل میں تھا' اس لیے بغدادیوں کو خطرہ پیدا ہوا کہ وہ اسے معتز کے حوالہ نہ کر دے۔ اس لیے انہوں نے محل پر ہجوم کر دیا۔ ان کا جوش و خروش دیکھ کر محمد نے محل کے اوپر سے انہیں مستعین کو دکھایا۔ اسے دیکھ کر ان کو اطمینان ہوا۔ اس کے بعد محمد بن عبداللہ نے مستعین کو اپنے محل سے رصافہ میں منتقل کر دیا۔ ❷

امیر محمد بن عبداللہ کو اس کا اندازہ ہو گیا تھا کہ مستعین کو معتز کے مقابلہ میں کامیابی نہیں ہو سکتی اور اس کوشش میں کشت و خون کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا۔ اس لیے اس نے اور امیر ابو احمد نے مل کر باہمی مشورہ سے اس کو معزول کر دیا۔ خطیب کا بیان ہے کہ محمد بن عبداللہ نے خود مستعین کو سمجھا بجھا کر دست برداری پر راضی کر لیا تھا' چونکہ وہ طبعاً کمزور تھا اور کوئی مددگار بھی نہ رہ گیا تھا اس لیے دست برداری پر آمادہ ہو گیا۔ محمد بن عبداللہ نے معتز سے یہ وعدہ لے لیا تھا کہ مستعین کے اہل و عیال اور مال و متاع کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔ معزولی کے بعد وہ مکہ میں قیام کرے گا اور اگر معتز اس وعدہ پر قائم نہ رہے گا تو اس کی بیعت توڑ دی جائے گی۔ اس معاہدہ کے بعد وہ محرم ۲۵۲ھ میں دست بردار ہو گیا۔ ❸

---

❶ مروج الذهب مسعودی جلد ۷' ص ۳۶۴' ۳۶۵۔
❷ مروج الذهب جلد ۷' ص ۳۶۶ تا ۳۶۷۔
❸ خطیب ج ۲ ص ۱۲۳۔

نظر بندی

معتز نے جان و مال کی حفاظت کا وعدہ تو پورا کیا' لیکن مکہ کے قیام کے بجائے پہلے بغداد ہی میں حسن بن وہب کے یہاں رکھا' پھر کچھ دنوں کے بعد احمد بن طولون کی نگرانی میں واسط بھیج دیا گیا اور مستعین زندگی کے آخری لمحوں تک وہیں مقیم رہا۔

مستعین کی تخت نشینی سے لے کر اس کی دست برداری تک کل مدت خلافت ۳ سال ہے' اگر اس کی خلافت کا زمانہ معتز کی پہلی بیعت تک شمار کیا جائے تو یہ مدت بقدر ایک سال کے گھٹ جائے گی' کیونکہ معتز کی پہلی بیعت مستعین کے سامرا چھوڑنے کے بعد محرم ۲۵۱ھ میں ہوئی تھی اور دوسری متفقہ بیعت اس کی دست برداری کے بعد محرم ۲۵۲ھ میں ہوئی۔

وزارت

مستعین کا پہلا وزیر احمد بن خصیب تھا۔ اس کے حالات منتصر کے حالات میں گزر چکے ہیں۔ احمد بن خصیب نے مستعین کے زمانہ میں کل دو مہینے وزارت کی۔ اس کے بعد اس کی جگہ ابی صالح محمد بن یزداد کا تقرر ہوا۔ یہ بڑا فاضل اور ادیب تھا۔ اس کے جوابات اور اس کی توقیعات مشہور تھیں' لیکن خودسر اور خائن امرا کی وجہ سے وہ زیادہ دنوں تک اس عہدہ پر نہ رہ سکا۔ ابوصالح متدین آدمی تھا۔ اس نے دوسرے شعبوں کی طرح مالیات کی نگرانی اور اس کی تنظیم بھی شروع کی۔ اس کی یہ نگرانی خائن اور خودسر امرا پر گراں گزری۔ انہوں نے اس کو قتل کی دھمکی دی۔ ان کی روش دیکھ کر ابوصالح وزارت چھوڑ کر الگ ہو گیا۔ اس کے بعد محمد بن فضل جراجری اور شجاع بن القسم کتابت کے فرائض انجام دیتے تھے' لیکن ان میں سے کوئی وزارت کے لقب سے ملقب نہ ہوا۔ [1]

صفات

علمی اعتبار سے مستعین فاضل ادیب اور فصیح و بلیغ تھا۔ [2] لیکن امور جہانبانی میں بالکل کورا تھا۔ ابن طقطقی کا بیان ہے کہ مستعین عقل' رائے اور تدبیر سب میں نہایت کمزور تھا اور اس کا پورا زمانہ دور فتن اور عہد اضطراب تھا۔ اس میں جود و کرم کے علاوہ اور کوئی اچھی خصلت نہ تھی۔ [3] اس کا زمانہ بہت مختصر تھا اور وہ بھی پورا شور و فتن میں گزرا۔ اس کے دور سے خلفا برائے نام رہ گئے تھے۔ حکومت کی ساری قوت ترکوں کے ہاتھوں میں آ گئی تھی۔ وہ جسے چاہتے خلیفہ رہنے دیتے' جسے چاہتے معزول کر دیتے۔

---

[1] الفخری ص ۲۲۰۔ [2] تاریخ الخلفاء ص ۳۶۷۔ [3] الفخری ص ۲۱۹۔

ابو عبداللہ محمد بن جعفر الملقب بہ معتز باللہ

(۲۵۱ھ تا ۲۵۵ھ مطابق ۸۶۵ء تا ۸۶۹ء)

معتز باللہ کی پہلی بیعت کا حال اوپر مستعین کی معزولی کے حالات میں گزر چکا ہے۔ دوسری عام بیعت مستعین کی دست برداری کے بعد محرم ۲۵۲ھ میں ہوئی اور چند ملکوں کے سوا جن کا ذکر آئندہ آئے گا' باقی تمام ممالک محروسہ نے اسے خلیفہ مان لیا۔

لیکن اس کی جو حیثیت تھی وہ اوپر کے واقعات سے ظاہر ہے۔ ابن طقطقی نے اس کی تخت نشینی کے سلسلہ میں ایک لطیفہ نقل کیا ہے' جو لطیفہ سے زیادہ ایک عبرت آموز واقعہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی تخت نشینی کے وقت بعض امرائے دولت نے منجموں کو بلا کر ان سے پوچھا کہ وہ زائچہ دیکھ کر بتائیں کہ امیر المؤمنین کی زندگی اور خلافت کی مدت کتنی ہے؟ حاضرین میں سے کسی حقیقت شناس ظریف نے کہا میں اس کو ان سے زیادہ صحیح بتا سکتا ہوں۔ لوگوں نے کہا تم ہی بتاؤ۔ اس نے کہا جب تک ترک چاہیں۔ اسے سن کر سب بے اختیار ہنس پڑے۔ [1]

بغا اور وصیف سے ناراضی اور صفائی

اگرچہ معتز کو ترکوں ہی کی حمایت و امداد سے خلافت ملی تھی' لیکن پہلے ترکوں ہی نے جن میں وصیف اور بغا زیادہ پیش پیش تھے' منتصر کو مجبور کر کے معتز کو ولی عہدی سے خارج کرایا تھا' پھر منتصر کے بعد انہی نے معتز کو محروم کر کے مستعین کو خلیفہ بنایا تھا۔ اس لیے معتز کا دل ان کی طرف سے صاف نہ تھا اور وہ اسے خوب سمجھتا تھا کہ ترکوں نے اس کی خیر خواہی نہیں بلکہ اپنی اغراض کے لیے اس کو خلیفہ بنایا ہے اور اگر وہ ان کے اقتدار میں ذرا ہارج ہوا تو اس کا انجام بھی اس کے پیشروؤں جیسا ہوگا۔ اس لیے اس نے تخت نشینی کے بعد بغا' وصیف اور اس کی پوری جماعت کا نام دفتر سے خارج کر کے ایک فوجی افسر محمد بن ابی عون کو ان کا قصہ پاک کرنے پر متعین کیا اور اس کے صلہ میں اسے یمامہ' بحرین اور بصرہ کی حکومت عطا کی۔ بغا اور وصیف کے آدمیوں کو اس کا علم ہو گیا۔ انہوں نے ان دونوں کو اس کی خبر کر دی۔ وہ دونوں بگڑ گئے اور امیر محمد بن عبداللہ کے پاس جا کر اعلان کر دیا کہ ہمیں دھوکہ دیا جاتا ہے' لیکن ہم کو کوئی قتل نہیں کر سکتا۔ جس میں ہمت ہو وہ سامنے آئے اور یہ اعلان کر کے معتز سے لڑنے کی

---

[1] الفخری ص ۲۲۱۔

تیاریاں شروع کر دیں' لیکن پھر کسی مصلحت سے وصیف نے اپنی بہن سعاد کے وسیلہ سے جو معتز کی کھلائی تھی' سفارش کرا کے معتز کو راضی کر لیا اور موید کے بھائی ابو احمد نے سفارش کر کے بغا سے بھی صفائی کرادی اور معتز نے دونوں کو خلعت دے کر ان کے عہدوں پر بحال کر دیا اور بغا کے لڑکے کو خبر رسانی کے شعبہ پر مامور کیا۔ ❶

موید کی قید اور موت

ترکوں کی جانب سے اطمینان حاصل ہوا تھا کہ معلوم ہوا کہ موید نے موالی سے ساز باز کر کے ان کو اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ اس لیے معتز نے موید اور اس کے بھائی ابو احمد کو قید کر کے ان سے ولی عہدی سے دستبرداری کا اقرار کرایا اور موید قید ہی میں نامعلوم سبب سے مر گیا' چونکہ موت مشتبہ تھی' اس لیے معتز نے اپنی صفائی کے لیے فقہا کے روبرو اس کی لاش نکلوائی' لیکن جسم پر ظاہری کوئی نشان ایسا نہ تھا جس کے صدمہ سے موت کا شبہ کیا جا سکے' مگر قیاس یہی ہے کہ موت غیر طبعی تھی۔ ❷

مستعین کا قتل

اوپر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مستعین کی دستبرداری کے وقت امیر محمد ابن عبداللہ نے معتز سے اس کی جان و مال کی حفاظت کا وعدہ لے لیا تھا' لیکن خلیفہ ہونے کے بعد اس نے وعدہ کو طاق نسیان کے حوالہ کر دیا اور شوال ۲۵۲ھ میں مستعین کو مروا ڈالا۔ ❸

مصر اور شام کے والیوں کی بیعت

جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا ہے' سمساط' فلسطین' دمشق' مصر اور اصفہان کے والیوں ابن مجاہد' عیسیٰ بن شیخ' یزید بن عبداللہ اور عمران بن مہران نے معتز کی بیعت نہیں کی تھی۔ اس لیے اس نے نوشری بن تاجیل ترکی کو والی دمشق اور عیسیٰ بن شیخ والی فلسطین کے مقابلہ پر مامور کیا۔ اردن میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ اس مقابلہ میں نوشری کا لڑکا کام آیا' لیکن عیسیٰ نے شکست کھائی اور فلسطین ہوتا ہوا مصر چلا گیا۔

عیسیٰ کی شکست کے بعد معتز نے ایک ترک امیر کو مصر روانہ کیا۔ یہاں کے والی یزید بن عبداللہ نے پہلے اسے عریش میں روکا' لیکن پھر معتز کی بیعت کر لی۔ اسے دیکھ کر عیسیٰ بن شیخ نے جو مصر میں موجود تھا' بیعت کر لی۔ حمص پر غطیف کلبی قابض ہو گیا تھا۔ اسے محمد بن مولد نے مطیع بنایا' لیکن پھر

❶ ابن اثیر جلد ۷' ص ۵۵۔ ❷ مسعودی ج ۷' ص ۳۹۳' ۳۹۴۔
❸ تفصیل کے لیے دیکھو طبری جلد ۱۲' ص ۱۶۷۰' ۱۶۷۱۔

بدعہدی کر کے اس کو قتل کر دیا۔ اس لیے غطیف کا قبیلہ برہم ہو گیا اور محمد پر حملہ کر کے اسے فلسطین واپس کر دیا۔ اس کی پسپائی کے بعد امیر نوشری جو فلسطین کی حفاظت کیلئے رکا ہوا تھا' عراق واپس چلا گیا۔ اس کی واپسی کے بعد فلسطین کا سابق والی عیسیٰ بن شیخ فلسطین پر قبضہ کے خیال سے مصر سے فلسطین پہنچا' لیکن پھر رک گیا اور وہ اور امیر محمد بن مولد دونوں عراق چلے گئے۔ ❶

اوپر گزر چکا ہے کہ عیسیٰ بن شیخ کے مقابلہ میں امیر نوشری کا بیٹا کام آیا تھا' اس لیے عیسیٰ بن شیخ کے عراق آنے کے بعد ترکوں نے اس کے انتقام میں عیسیٰ کو قتل کر دینا چاہا' مگر وہ چھپ کر فلسطین نکل گیا اور قبیلہ ربیعہ کو ساتھ لے کر رملہ کے قریب ایک قلعہ تیار کیا۔ ❷ چند دنوں میں اس کی طاقت اتنی بڑھ گئی کہ اس نے فلسطین اور دمشق کے علاقہ پر قبضہ کر لیا اور خراج بھیجنا بند کر دیا۔ ❸

بغدادی فوج کی بغاوت

بغداد کے سیاسی انقلاب کی وجہ سے شاہی خزانہ کی حالت اتنی بگڑ گئی تھی کہ فوج کی تنخواہوں اور وظیفہ یابوں کے وظائف کی تقسیم میں دشواری پیش آتی تھی اور دو دو تین تین مہینے کی تنخواہیں چڑھ جاتی تھیں۔ اس لیے بغدادی فوج نے معتز کے متولی حکومت امیر محمد بن عبداللہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور خطیب کو خطبہ میں معتز کا نام لینے سے روک دیا۔ ہنگامہ میں عوام نے پولیس کی چوکی لوٹ لی۔ باغی فوج پل توڑنے کے لیے بڑھی۔ امیر محمد کی فوج نے روکنے کی کوشش کی' مگر کامیاب نہ ہوئی۔ یہ صورت دیکھ کر امیر محمد نے پل کے پاس کی دو دکانوں میں آگ لگوا دی اور باغیوں کا رستہ رک گیا۔ اس درمیان میں اتفاق سے فوج کے دو آدمی مل گئے اور امیر محمد کو باغیوں کے سرغنہ کا پتہ دیا۔ اس نے اسی وقت دو آدمیوں کو بھیج کر ایک سرغنہ ابن حنبل کو قتل کرا دیا۔ دوسرا ابوالقاسم چھپ گیا' لیکن آخر میں وہ بھی پکڑ کے قید کر دیا گیا۔ ان دونوں کے بعد باغی منتشر ہو گئے۔ ❹

ترک اور مغاربہ کا اختلاف

اس زمانہ میں ترکوں کے علاوہ ایک دوسری قوت مغاربہ کی ابھر رہی تھی اور حکومت میں ان کو بھی دخل ہو گیا تھا۔ اس لیے ان میں اور ترکوں میں حصول اقتدار کی کشمکش رہا کرتی تھی۔ رجب ۲۵۲ھ میں ترکوں کی زیادتی پر انہیں جوسق سلطانی سے نکال دیا۔ اس مخالفت میں شاکریہ اور عوام نے

❶ یعقوبی جلد ۲' ص ۶۱۱۔ ❷ یعقوبی جلد ۲' ص ۶۱۵۔
❸ ابن اثیر جلد ۷' ص ۵۷۔ ❹ ابن اثیر جلد ۷' ص ۵۷۔

مغربیوں کا ساتھ دیا۔ اس لیے ترک مقابلہ نہ کر سکے اور ایک شخص نے درمیان میں پڑ کر دونوں میں صلح کرا دی۔ اس وقت ترک مصلحتہً خاموش ہو گئے تھے' لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد موقع پا کر انہوں نے مغربیوں کے سردار محمد بن راشد اور نصر بن سعد کو جنہوں نے ان کو جوسق سے نکالا تھا قتل کر دیا۔ [1]

مساور خارجی کی شورش

خوارج ادھر عرصہ سے خاموش تھے۔ ۲۵۲ھ میں ان کا ایک سردار مساور حدیثہ ضلع موصل کے پولیس افسر حسین بن بکیر سے بگڑ گیا اور کرد اور اعراب کو جمع کر کے موصل کے والی عتبہ بن محمد پر حملہ آور ہو گیا' لیکن کامیابی نہ ہوئی اور وہ لوٹ گیا۔ راستہ میں عباسی عمال بندار اور مظفر بن مشبک نے روکنا چاہا۔ مساور نے انہیں شکست دی اور ان کی جماعت کا بڑا حصہ تہ تیغ کر دیا۔ مظفر شکست کھا کر بغداد بھاگ گیا۔ اس کے فرار کے بعد خارجی جلولا میں جمع ہوئے۔ یہاں کے باشندوں نے مقابلہ کیا۔ فریقین کے بہت سے آدمی کام آئے۔ اسی دوران میں امیر خطرمش فوجیں لے کر پہنچ گیا۔ مساور نے اسے بھی شکست دی اور موصل کے بڑے حصہ پر چھا گیا۔ خطرمش کی شکست کے بعد ایوب بن احمد تغلبی موصل کی حکومت پر مامور ہوا۔ اس نے اپنے لڑکے حسن کو مساور کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ مساور ہٹ گیا۔ حسن نے تعاقب کیا۔ آگے چل کر ایک مقام پر دونوں کا مقابلہ ہو گیا۔ حسن کو بڑی فاش شکست ہوئی اور وہ اربل کی طرف نکل گیا۔ اس کامیابی سے مساور کا زور اور بڑھ گیا۔ [2]

علوی

طبرستان پر زیدیوں کے قبضہ کی وجہ سے علویوں کو بڑی تقویت حاصل ہو گئی تھی اور ان کا حوصلہ بہت بڑھ گیا تھا' چنانچہ مستعین کے زمانہ سے لے کر معتز کے عہد تک وہ بڑے زور وقوت کے ساتھ اٹھے۔ طبری اور ابن اثیر وغیرہ نے بڑی تفصیل کے ساتھ ان کے حالات لکھے ہیں۔ ان کا مختصر حال یہ ہے:

سب سے اول مستعین اور معتز کے زمانہ میں اسماعیل بن یوسف بن ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب نے مکہ میں خروج کیا۔ یہاں کا عباسی عامل جعفر مکہ چھوڑ کر بشاشات چلا گیا۔ اسماعیل نے اس کا گھر اور عباسی حکام کے مکانات لوٹ لیے۔ مکہ کی فوج اور اہل مکہ کو بے دریغ قتل کیا۔ خانہ کعبہ کے تمام نقرئی سامانوں اور دوسری قیمتی اشیا پر قبضہ کر لیا اور اہل مکہ سے دو لاکھ دینار وصول کر کے مدینہ پہنچے۔ یہاں کے والی میں بھی مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے اس نے بھی مدینہ

[1] ابن اثیر جلد ۷' ص ۵۶' ۵۷۔ [2] ابن اثیر جلد ۷' ص ۵۳۔

چھوڑ دیا۔ مدینہ پر قبضہ کے بعد اسماعیل مکہ لوٹ گئے اور اس کا اتنا سخت محاصرہ کر لیا کہ شہر میں قحط پڑ گیا۔ پانی تک سونے کے بھاؤ بکنے لگا اور مکہ والے بھوک پیاس سے مرنے لگے۔

مکہ کے بعد جدہ پہنچے اور اس کی ناکہ بندی کر کے اہل جدہ کا کھانا پانی بھی بند کر دیا اور تاجروں کا مال لوٹ کر عرفہ واپس ہوئے۔ یہ حالات سن کر معتز نے محمد بن احمد اور عیسیٰ بن محمد کو ان کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ عرفہ میں دونوں کا سامنا ہوا۔ اسماعیل نے سولہ سو حاجیوں کو قتل کر کے تمام حجاج کا مال لوٹ لیا۔ ان کے خوف سے حجاج عرفہ میں قیام کیے بغیر مکہ لوٹ گئے۔ ❶

ایک اور علوی ابو احمد محمد بن جعفر کوفہ میں اٹھے' لیکن مزاحم بن خاقان نے انہیں شکست دے کر قابو میں کر لیا اور معتز نے معاف کر کے ان کو کوفہ کا حاکم بنا دیا' لیکن اس عفو پر بھی وہ باز نہ آئے اور اہل کوفہ کے مال اور ان کی جائدادوں پر قبضہ کر لیا۔ اس لیے پھر گرفتار کر کے بغداد بھیج دیئے گئے۔ ❷

اسی زمانہ میں دو اور علوی احمد بن عیسیٰ اور حسن بن احمد بھی حکومت کی مخالفت میں دیلم کے غیر مسلم فرمانروا ابن جستان سے مل گئے اور رے پر حملہ کر کے بہت سے مسلمانوں کو قتل اور گرفتار کر لیا۔ یہاں کے حاکم عبداللہ بن عزیز نے مقابلہ کی طاقت نہ پا کر راہ فرار اختیار کی اور رے والوں نے بیس لاکھ درہم دے کر جان بچائی۔ ابن جستان اس رقم پر قبضہ کر کے الگ ہو گیا۔ اس کی علیحدگی سے احمد بن عیسیٰ کی قوت بالکل کمزور ہو گئی اور عبداللہ بن عزیز نے لوٹ کر ان کو گرفتار کر لیا۔ ❸

ان کے علاوہ متعدد طالبی اٹھے' ان کے خروج سے اتنی بدامنی پھیلی اور اہل حجاز پر اتنے مصائب نازل ہوئے کہ خود ان کے اہل خاندان گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ شیعی مؤرخ مسعودی لکھتا ہے کہ خاندان ابوطالب کے ۷۶ آدمی جن میں حضرت علی' عقیل اور جعفر رضی اللہ عنہم تینوں بھائیوں کی اولادیں شامل تھیں' حجاز کے مصائب سے گھبرا کر مصر چلے گئے۔ یہاں کے والی عیسیٰ بن شیخ نے ان کو معتز کے پاس سامرا پہنچا دیا۔ اس نے ان کو ٹھہرایا اور ان کی کفالت کا بار اپنے ذمے لیا۔ ❹

سجستان میں صفاریوں کی نئی طاقت کا ظہور

اسی زمانہ میں دولت عباسیہ پر موالی کے غلبہ و اقتدار کے خلاف ایک نئی قوت صفاریوں کی اٹھی۔ یہ معلوم ہے کہ دولت عباسیہ کے آغاز ہی سے اس پر موالی یعنی اہل عجم کا غلبہ تھا۔ ❺ پھر مامون

---

❶ طبری جلد ۱۲' ص ۱۶۸۲' ۱۶۸۳۔ ❷ طبری جلد ۱۲' ص ۱۶۸۶۔

❸ طبری جلد ۱۲' ص ۱۶۸۶۔ ❹ مروج الذہب مسعودی جلد ۷' ص ۳۹۵۔

❺ اہل عجم سے ہماری مراد مشرق کی تمام غیر عرب قومیں ہیں۔

اور معتصم کے زمانہ سے عرب بالکل خارج ہو گئے تھے اور حکومت میں ان کا کوئی حصہ نہ رہ گیا تھا۔ تاہم جب تک خلفا صاحب اقتدار تھے اس وقت تک ترک و ایرانی ان کے تابع فرمان رہے اور ان سے حکومت کے مفاد کو کوئی نقصان نہیں پہنچا اور وہ حکومت کے لیے ہمیشہ سینہ سپر رہے' لیکن تیسری صدی میں جب ان کا اقتدار اتنا بڑھا کہ خلفا ان کے مقابلہ میں بے بس ہو گئے' اس وقت وہ قابو سے باہر ہو گئے اور ان کی خود غرضی سے نہ صرف حکومت بلکہ اسلامی مفاد کو بھی نقصان پہنچنے لگا۔

اس صورت حال کے خلاف صفاری اٹھے۔ دولت عباسیہ میں کوئی دم باقی نہ تھا۔ ترک خود غرضی میں مبتلا تھے۔ اس لیے صفاریوں [1] کی قوت برابر بڑھتی رہی اور انہوں نے سیستان اور اس کے بعد

[1] یہ حکومت ۲۵۳ھ میں قائم ہوئی۔ اس میں پانچ فرمانروا ہوئے۔ یعقوب' لیث' عمرو بن لیث' طاہر بن محمد بن عمرو' لیث بن علی بن لیث' معدل بن علی بن لیث' ۲۹۸ھ میں سامانیہ ماوراء النہر کے ہاتھوں اس کا خاتمہ ہوا۔ صفاریوں کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ وہ عجمی تھے' لیکن قیاس کے علاوہ اس کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ مؤرخین نے یعقوب بن لیث الصفار کی اوپر کی پشتوں کا نسب نامہ نہیں لکھا ہے ورنہ ان کے نسب میں ابہام باقی نہ رہتا۔ کسی مؤرخ نے ان کو عجمی النسل نہیں لکھا ہے۔ ان کے نسب کی تصریح سے سب خاموش ہیں۔ محض اس قیاس پر ان کو عجمی سمجھا جاتا ہے کہ اس خاندان کا بانی یعقوب بن لیث الصفار بجستان کا باشندہ تھا اور سرزمین عجم میں صفاری حکومت قائم ہوئی اور صفاریوں کی زبان فارسی تھی۔ فارسی شاعری کی تاریخ اور تذکروں میں یہ واقعہ ملتا ہے کہ ایک دن یعقوب کا چھوٹا بچہ اخروٹوں سے کھیل رہا تھا۔ ایک اخروٹ لڑھکتے لڑھکتے ایک گڑھے میں چلا گیا۔ بچہ کی زبان سے بے ساختہ نکلا ''غلطاں غلطاں ہمیں رود تالب گو۔'' یعقوب موجود تھا' بچہ کی زبان سے اس کو یہ کلام بہت پسند آیا' لیکن چونکہ اس بحر میں اشعار نہیں پائے جاتے تھے' اس لیے شعرا کو بلا کر اس نے پوچھا کہ یہ کون سی بحر ہے؟ انہوں نے کہا ہزج ہے' پھر تین مصرعے اور لگا کر پوری رباعی کر دی اور دوبیتی نام رکھا' پھر دوبیتی کے بجائے رباعی کہنے لگے۔ [2]

لیکن ان واقعات میں سے کوئی واقعہ بھی صفاریوں کے عجمی ہونے کا ثبوت نہیں ہے۔ اس زمانہ میں سارے عجم میں عرب پھیلے ہوئے تھے۔ عجم کا توطن نسلاً عربی ہونے کا ثبوت نہیں۔ خلفائے عباسیہ کی حکومت بھی عجم میں قائم ہوئی اور ان کا سارا کلچر مذہب کے علاوہ تمام تر عجمی ہو گیا تھا' لیکن تھے وہ عربی النسل۔ اگر فارسی تذکروں کی روایت صحیح بھی مان لی جائے تو اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ صفاریوں کی زبان فارسی تھی' لیکن یہ بھی ان کے عجمی ہونے کا ثبوت نہیں۔ ظاہر ہے کہ جب کسی مقام پر کسی بیرونی متوطن کی کئی پشتیں گزر جائیں گی تو اس کی زبان بھی وہیں کی ہو جائے گی۔ حکومت کے اثر سے ہزاروں عجمیوں کی زبان عربی ہو گئی تھی' لیکن تھے بہر حال وہ عجمی۔ ان قیاسات کے مقابلہ میں یعقوب بن لیث کی زندگی کے بیشتر واقعات اس کے عرب ہونے کے شاہد ہیں۔ اس کی اسپرٹ شروع سے آخر تک خالص عربی تھی جو ایک عجمی میں ممکن نہیں ہے۔

[2] تذکرہ دولت شاہ سمرقندی۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ایران کے بڑے حصہ پر قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لی۔

(گزشتہ سے پیوستہ) ان کے عربی النسل ہونے کا سب سے کھلا ہوا ثبوت خود ان کے ناموں کی عربیت ہے اس خاندان میں پانچ فرمانروا ہوئے ان میں سے تین کے نام خالص عربی ہیں' عمرو بن لیث' لیث بن علی اور معدل بن علی' یعقوب کے باپ کا نام بھی لیث تھا' یہ نام خالص عربی ہیں' انفرادی طور پر ایک دو عربی نام تو عجمیوں کے بھی ہو سکتے ہیں' لیکن چار پشتوں اور چھ ناموں میں چار عربی نام غیر عرب میں مشکل سے مل سکتے ہیں۔ اسلامی نام تو عرب اور غیر عرب مسلمانوں میں مشترک ہوتے ہیں لیکن خالص عربی نام عموماً عربوں کے ہی ہوتے ہیں' دوسرا بڑا ثبوت صفاریوں کا مذہبی جذبہ' دین کی نصرت وحمایت اور موالیوں (اہل عجم) سے ان کی نفرت ہے۔ انہوں نے ابتدا ہی سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنا شعار بنایا۔ [1]

اوران کی بنیاد ہی موالی کی مخالفت اور دین کی نصرت وحمایت کے لئے پڑی خلیفہ معتمد علی اللہ کے ساتھ ان کی جنگ کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب موالی کی مخالفت اور ان کے ہاتھوں دین کی بے حرمتی تھی۔ مورخ مسعودی لکھتا ہے۔

وانہ خرج منکرا علی المعتمدو من معہ من الموالی واضاعتھم الدین [2]

اس سلسلہ میں اس کے یہ دو شعر بھی قابل لحاظ ہیں۔

خراسان احویھا واعمال فارس وما انا من ملک العراق بایس

خراسان اور فارس کے علاقے میرے قبضہ میں آ گئے' اور میں ملک عراق پر قبضہ سے بھی مایوس نہیں۔

اذا ما امور الدین ضاعت واھملت ورثت فصارت کالرسوم الدوارس

جبکہ دینی امور اس طرح ضائع وبے کار ہو گئے اور مٹ گئے کہ اب وہ مٹی ہوئی نشانی رہ گئے ہیں۔

دین کی نصرت وحمایت کے لئے جان کی بازی لگا دینا اور حکومت کے مقابلہ میں آ جانا ایک عرب ہی کر سکتا ہے محض اسلام کی حمایت میں ایک عجمی کا اپنی قوم کی مخالفت کرنا قیاس میں نہیں آتا' یعقوب بن لیث نے معتمد سے جنگ کرنے سے پیشتر یہ مطالبہ کیا تھا کہ اس کو خراسان' فارس' طبرستان' جرجان' رے' آذربائیجان اور قزوین کی ولایت اور بغداد اور سرمن رائی کی شحنگی عطا کی جائے۔ معتمد نے اس منظور کر لیا' اس منظوری سے سب سے زیادہ اضطراب موالی میں پیدا ہوا۔ اضطربت الموالی بسرمن رای اور جب یعقوب نے اس پر بھی بس نہ کیا اور بغداد پر فوج کشی کر دی تو موالی کو یہ شبہ ہوا کہ معتمد کے متولی حکومت موفق کی خط وکتابت سے اس کو یہ حوصلہ ہوا ہے' اور جب خود معتمد یعقوب کے مقابلہ کیلئے نکلا اس وقت سب سے زیادہ مسرت موالی کو ہوئی فطابت النفس الموالی اور اس جنگ میں معتمد کی جانب سے سب سے زیادہ پیش پیش اور انتقامی جذبہ سے لبریز ایک عجمی افسر خشنج تھا۔ [3] یہ واقعات اس کا ثبوت ہیں کہ حکومت کے مقابلہ میں یعقوب کے اٹھنے کا سبب موالی کی مخالفت تھی' جس کا ان کو پورا اندازہ تھا' جیسا کہ مذکورہ بالا واقعہ سے ظاہر ہے' جب اس نے فارس پر فوج کشی کی تو یہاں کے والی علی بن حسین کے متعلق احمد بن حکم سے پوچھا کہ علی بن حسین مسلمان بھی ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں مسلمان ہے' یعقوب نے کہا کیا کوئی مسلمان کافر کردوں کو مسلمانوں کے ملک پر اس لئے بھیج سکتا ہے کہ وہ انہیں قتل کریں' ان کی عورتوں کو قیدی بنائیں' ان کے مال پر قبضہ کریں' احمد بن لیث کردی نے کرمان میں سات سو آدمی قتل کئے اور دو سو شریف گھرانوں کی عورتوں کو بے عزت کیا۔ [4]

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۷۶۔
[2] مروج الذہب جلد ۷ ص ۴۵۔
[3] ابن خلکان جلد ۲ ص ۳۱۶' ۳۱۷۔
[4] ابن اثیر جلد ۷ ص ۳۱۴۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اس حکومت کا بانی یعقوب بن لیث اور اس کا بھائی عمرو سجستان کے باشندے اور ٹھٹھیرے کا پیشہ کرتے تھے' یعقوب زاہدانہ زندگی بسر کرتا تھا' گو یہ معمولی طبقہ سے تعلق رکھتا تھا مگر آدمی بڑا بہادر' حوصلہ منداور عالی دماغ تھا' اس زمانہ میں سجستان میں خارجیوں کا بڑا زور تھا' ان کے مقابلہ میں ایک

(گزشتہ سے پیوستہ) یہ واقعہ بھی یعقوب کی عربی اسپرٹ کا ثبوت ہے' معلوم نہیں اس میں احمد بن لیث کردی کی کس فوج کشی کی طرف اشارہ ہے' لیکن یہ چیز قابل غور ہے کہ اس نے احمد بن لیث کردی کو کافر سے تعبیر کیا' جو محض اس کی عربیت کا نتیجہ ہے' ورنہ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے' احمد بن لیث کردی مسلمان تھا اور کسی مسلمان عجمی کو کوئی عجمی کافر نہیں کہہ سکتا۔ رخج کی حکومت بڑی وسیع اور طاقتور تھی' اس کا فرمانروا الوہیت کا مدعی اور اسلام اور مسلمانوں کا دشمن تھا' اپنے یہاں پہاڑ پر ایک گھر بنا رکھا تھا' جس کا نام مکہ رکھا تھا' یعقوب نے اسے شکست دے کر قتل کر دیا اور رخج کے تمام باشندے اس کے ہاتھوں پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ [1] اس کے مخالفین بھی اس کے دینی جذبہ کے معترف تھے' چنانچہ جب اس نے شیراز پر فوج کشی کا ارادہ کیا تو یہاں کے عمائد نے اس کو اس عزم سے باز رکھنے کیلئے اس کے پاس جو خط لکھا اس میں اس کی دین داری ہی کو سفارشی بنایا تھا' اس کے الفاظ یہ ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ نے تم کو تطوع' دین داری اور خوارج سے جنگ اور ان کے استیصال کی جو توفیق عطا فرمائی ہے' اس کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمانوں کی خونریزی میں احتیاط برتو''۔ [2]

یہ اور اس قبیل کے اور واقعات یعقوب کی دینداری کا ثبوت ہیں۔

تیسرا ثبوت علویوں سے اس کی مخالفت ہے جو کسی عجمی کی جانب سے تصور میں نہیں آسکتی' طبرستان کے علویوں سے اس کے بڑے بڑے معرکے ہوئے اور حسن بن زید علوی کو اس نے بڑی فاش شکست دی [3] دولت عباسیہ کے عجمی حکام تو علویوں کے مقابلہ پر مجبور تھے' لیکن کبھی کسی آزاد عجمی نے اس کی جرأت نہ کی' اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ یعقوب نے گو خارجیوں سے بڑے پرزور مقابلے کئے' لیکن ابتدا میں وہ خود بھی اس جماعت سے تعلق رکھتا تھا' یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ وہ عقیدۃً خارجی تھا' لیکن خارجیوں کی جماعت میں وہ ضرور شامل تھا' چنانچہ ابن خلکان نے تو اس کے نام کے ساتھ خارجی لکھا ہے۔ [4] اور کسی عجمی کا خارجی ہونا مشکل سے خیال میں آ سکتا ہے چوتھا خود صفاری حکومت کے قیام کی نوعیت ہے' عباسیوں کے زمانہ میں ان سے آزاد ہو کر جتنی حکومتیں قائم ہوئیں ان کی دو ہی قسمیں ہیں' ایک وہ جو ابتدا میں عباسی حکومت کے ماتحت امارتیں تھیں پھر جتنا عباسیوں پر زوال آتا گیا' یہ امارتیں آزاد ہوتی گئیں' عجم کی تمام حکومتیں اس طرح وجود میں آئیں لیکن اس کے خلاف ابتدا سے ان میں آزادی کی کوئی مثال نہیں ملتی' دوسری جو ابتدا ہی سے حریفانہ قائم ہوئیں لیکن اس قسم کی حکومتیں صرف علویوں کی تھیں اور صفاری حکومت ان دونوں سے مختلف ہے' صفاریوں کو نہ ابتدا میں دولت عباسیہ سے علاقہ رہا اور نہ ایک عرصہ تک انہوں نے عباسیوں کی مخالفت کی' بلکہ یعقوب ہمیشہ اپنے کو خلیفہ کا مطیع ظاہر کرتا رہا' گو بعد میں چل کر جب عباسی عمال اس کے مقاصد میں حائل ہوئے تو یعقوب کو حکومت کا مقابلہ کرنا پڑا' لیکن ابتدا میں عرصہ تک وہ خلیفہ کا مطیع رہا۔

[1] ابن اثیر جلد ۷' ص ۱۰۷۔
[2] ابن اثیر جلد ۷' ص ۳۱۴۔
[3] مروج الذہب مسعودی جلد ۷' ص ۵۱۔
[4] ابن خلکان جلد اول ص ۳۱۲۔

عرب زاہد صالح بن نصر کنانی نے بڑا نام پیدا کیا تھا' یعقوب اور اس کا بھائی دونوں حصول مقصد کیلئے اس کے ساتھ ہوگئے' اور یعقوب نے اپنی کارگزاری اور قابلیت سے صالح کے مزاج میں بڑا رسوخ حاصل کرلیا تھا' چند دنوں کے بعد صالح کا انتقال ہوگیا۔

ایک روایت یہ ہے کہ یعقوب کی صلاحیتوں کو دیکھ کر صالح اپنی زندگی ہی میں اس کو اپنا جانشین بنا گیا تھا' اس لئے اس کے بعد یعقوب نے اس کی جگہ لی' دوسری روایت یہ ہے کہ صالح کے بعد درہم بن حسین اس کا جانشین ہوا' لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد عبداللہ بن طاہر والی خراسان نے اسے پکڑ کے بغداد بھیج دیا' اس کے بعد یعقوب نے جگہ لی۔

یعقوب بڑا عالی دماغ تھا اور اس میں بڑی انتظامی قابلیت تھی' چنانچہ صالح کے بعد اس نے اپنے حسن انتظام اور حسن عمل سے اپنی جماعت میں بڑا اثر پیدا کرلیا' اور چند دنوں میں اس کی مدد سے اس نے بجستان سے خارجیوں کو ختم کر کے یہاں اپنی حکومت قائم کرلی' اس کا اصل مقصد اہل عجم کی قوت اور ان کے غلبہ واقتدار کو توڑنا تھا' اس لئے بجستان پر قبضہ کے بعد وہ اپنے کو خلیفہ کا مطیع ظاہر کرتا رہا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دعوت شروع کردی اور سب سے پہلے خراسان کی طرف جو طاہریوں کے ماتحت تھا' قدم بڑھایا' اور ہرات کا رخ کیا' یہاں کے طاہری حاکم محمد بن ادریس نے مقابلہ کیا' یعقوب نے اسے شکست دے کر ہرات اور بوشنج پر قبضہ کرلیا اور اس کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ خود امیر خراسان اور آس پاس کے دوسرے امرا اس سے ڈرنے لگے۔ [1]

کرمان پر قبضہ

ہرات پر قبضہ کے تھوڑے دنوں بعد یعقوب نے ۲۵۵ھ میں کرمان پر بھی قبضہ کرلیا' کرمان طاہری حکومت کے ماتحت تھا' ہرات اور بوشنج پر یعقوب کے قبضہ کے بعد فارس کے حاکم علی بن حسین بن شبل نے معتز سے درخواست کی کہ طاہریہ کی قوت کمزور پڑ چکی ہے وہ خراسان کے علاقہ کو بھی نہیں سنبھال سکتے' بجستان پر یعقوب قابض ہوچکا ہے' اس لئے کرمان میرے متعلق کردیا جائے۔ علی بن حسین گو بظاہر بارگاہِ خلافت کا مطیع تھا' لیکن وہ بھی فارس پر غاصبانہ قابض ہوا تھا' یعقوب کے اظہار اطاعت پر بھی معتز کو اعتماد نہ تھا' اس لئے ان دونوں کے آپس میں ٹکرانے کیلئے اس نے ایک طرف علی بن حسین کی درخواست قبول کرلی دوسری طرف یعقوب کو علیحدہ کرمان کی حکومت کا پروانہ دے دیا۔

---

[1] ابن اثیر ج ۷' ص ۲۷' وابن خلکان ج اول' ص ۲۵۲۔

چنانچہ علی بن حسین نے اپنی جانب سے طوق بن مغلس کو کرمان بھیجا' یعقوب خود روانہ ہوگیا' اور کرمان سے باہر تھوڑی مسافت پر ٹھہر گیا اور چند دنوں کے بعد طوق کو دھوکے میں مبتلا کرنے کیلئے لوٹ گیا' طوق کو اس کی واپسی کی خبر ہوئی تو وہ مطمئن ہو کر عیش و طرب میں مشغول ہوگیا' یعقوب برابر اس کی خبر لیتا رہا' اسے غافل پا کر فوراً کرمان واپس گیا' طوق کی فوج بھی یعقوب کی آمد سے غافل تھی اس لئے وہ مقابلہ نہ کر سکی اور طوق کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہوگئی' اور یعقوب نے اس کو گرفتار کر کے کرمان پر قبضہ کر لیا۔

فارس پر قبضہ

یعقوب تمام عباسی عمال کے خلاف اٹھا تھا اور علی بن حسین والی فارس سے اس کو خاص طور سے پرخاش تھی اور کرمان کے بعد فارس ہی کا نمبر تھا' اس لئے علی بن حسین کو یقین تھا کہ یعقوب کرمان کے بعد اس کی جانب رخ کرے گا' چنانچہ اس نے پہلے ہی شیراز کے باہر ایک درہ کے دہانے پر جس کے ایک جانب پہاڑ اور دوسری جانب نہر تھی اور درمیان میں صرف ایک آدمی کے گزرنے کا راستہ تھا' اپنی فوج لا کر ٹھہرا دی تاکہ یعقوب کسی سمت سے اس پر حملہ آور نہ ہو سکے۔

علی بن حسین کا خیال صحیح نکلا' یعقوب کرمان سے سیدھا شیراز پہنچا اور درہ سے ایک میل کے فاصلہ پر مقیم ہوا' اور علی بن حسین کی فرودگاہ کے نقشہ اور اس کی حالت پر غور کر کے فوج نہر میں اتار دی اور دلیری کے ساتھ اس کو عبور کر کے پار پہنچ گیا' اس کی یہ دلیرانہ جرأت دیکھ کر علی اور اس کی فوج کی ہمت چھوٹ گئی اور وہ شیراز کی طرف بھاگی' لیکن راستہ نہایت تنگ تھا' دوسری طرف یعقوب کی فوج تھی' اس لئے بھاگنے میں بڑی کشمکش ہوئی' اور کشمکش میں علی گھوڑے سے گر پڑا' اور یعقوب کی فوج نے اس کو بڑھ کر گرفتار کر لیا اور اس کی فوج کا کل سامان یعقوب کے قبضہ میں آگیا' اور اس نے بڑھ کر شیراز پر قبضہ کر لیا' بعض روایتوں میں اس واقعہ کی یہ صورت بھی ہے کہ علی بن حسین نے شکست کھائی اور زخمی ہو کر گرفتار ہوا' پایہ تخت شیراز پر قبضہ کے بعد پورا فارس زیر نگیں ہوگیا علی بن حسین نے رعایا کو لوٹ لوٹ کر دولت جمع کی تھی' یعقوب نے اسے تکلیفیں دے کر یہ ساری دولت نکلوائی' فارس پر قبضہ کے بعد یعقوب نے خلیفہ کے پاس تحریری اطاعت نامہ اور بہت سے قیمتی ہدیے بھیجے' اس کے بعد یعقوب بحستان لوٹ گیا' اور معتز نے فارس میں پھر اپنے عمال مقرر کر دیئے۔

احمد بن طولون

۲۵۴ھ میں مصر میں دولت طولونیہ کی بنیاد پڑی‘ اس کا بانی احمد بن طولون ❶ ان غلاموں کی ایک روشن مثال ہے جنہیں خلفائے عباسیہ کی پرورش اور تعلیم و تربیت نے غلامی سے تخت فرمانروائی تک پہنچایا‘ احمد کا باپ طولون ایک ترکی غلام تھا۔ ۲۰۰ھ میں بخارا کے ایک عامل نوح بن اسد سامانی نے اسے مامون کی خدمت میں ہدیۃً بھیجا تھا۔ ۲۲۰ھ میں سامرا میں اس کے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اس نے احمد رکھا‘ ایک روایت یہ بھی ہے کہ احمد طولون کا صلبی لڑکا نہ تھا‘ بلکہ اس نے اس کو متبنیٰ کیا تھا۔ ❷

احمد کی تعلیم و تربیت نہایت اعلیٰ پیمانے پر ہوئی تھی‘ علم حدیث سے اس کو بڑا شغف تھا‘ طرطوس کے محدثین سے سماع حدیث کے لئے کئی مرتبہ وہاں کا سفر کیا۔ وہ فطرۃً صالح و سعید بھی تھا۔ صلحا و اخیار کی صحبت بہت مرغوب تھی‘ ان کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوا‘ اور اپنے فضائل و کمالات کی وجہ سے بڑی شہرت و ناموری حاصل کی‘ ترکوں کی جماعت میں اس سے زیادہ معزز و ممتاز دوسرا امیر نہ تھا‘ اس کو بارگاہِ خلافت میں اتنا اعتماد اور رسوخ حاصل تھا کہ پوشیدہ امور بھی اس سے نہ چھپائے جاتے تھے۔ ❸

اس میں دینی اور دنیاوی تمام اوصاف جمع تھے‘ ابن خلکان کا بیان ہے کہ احمد میں عدل پروری‘ فیاضی‘ شجاعت و بہادری‘ حسن سیرت‘ فراست تمام اوصاف جمع تھے وہ جملہ فرائض بذات خود انجام دیتا تھا‘ رعایا کے حالات معلوم کرتا تھا‘ شہروں کو بساتا تھا‘ اہل علم کو بہت دوست رکھتا تھا‘ اس کا دستر خوان عوام و خواص ہر شخص کیلئے وسیع تھا ایک ہزار دینار روزانہ خیرات کرتا تھا۔ ❹

جب احمد سن رشد کو پہنچا تو عباسی وزیر عبیداللہ بن یحییٰ سے درخواست کر کے اپنا تبادلہ طرطوس کرا لیا‘ چند دنوں کے بعد اپنی ماں سے ملنے کے لئے سر من رای واپس ہوا‘ قافلہ میں ایک شاہی خادم مستعین کی چند فرمائشیں جنہیں اس نے روم سے بنوا کر منگوایا تھا‘ دارالخلافہ لئے جا رہا تھا‘ اتفاق سے راستہ میں اعراب نے قافلہ والوں کا سامان لوٹ لیا‘ احمد بن طولون تنہا ان پر ٹوٹ پڑا اور لوٹا ہوا کل مال ان سے چھین لیا‘ اس میں مستعین کی فرمائشیں بھی تھیں‘ اس کے اس کارنامہ کا تمام قافلہ خصوصاً شاہی خادم پر بڑا گہرا اثر پڑا اس نے سر من رای پہنچ کر فرمائشیں مستعین کے حضور پیش کیں‘ مستعین نے اسے بہت پسند کیا

---

❶ احمد بن طولون ترکی غلام زادہ تھا‘ ۲۵۴ھ مطابق ۸۶۸ء میں اس حکومت کی بنیاد پڑی‘ اور ۲۹۲ھ مطابق ۹۰۴ء میں اس کا خاتمہ ہوا‘ اور اس کا رقبہ حکومت پھر بدستور دولت عباسیہ کا ماتحت علاقہ ہو گیا‘ اس حکومت کی عمر کل ۳۹ سال تھی‘ لیکن اس قلیل مدت میں اس نے مصر میں بڑے کارنامے کئے اور اپنی حکومت کے بڑے پائیدار نقش چھوڑے اس کی یادگار جامع طولونیہ آج تک قائم ہے‘ اس میں کل ۵ فرمانروا ہوئے‘ احمد بن طولون‘ خمارویہ بن احمد‘ جیش بن خمارویہ‘ ہارون بن خمارویہ اور شیبان بن احمد بن طولون۔

❷ ابن خلکان جلد ا‘ ص ۵۵۔ ❸ خطط مقریزی جلد ۲‘ ص ۱۰۴۔ ❹ ابن خلکان ج ا‘ ص ۵۵۔

خادم نے ڈاکہ زنی اور احمد کی بہادری کی پوری تفصیل سنائی۔ مستعین سن کر بہت خوش ہوا' اور احمد کو ایک ہزار دینار عطا کئے اور حکم کیا کہ جب وہ آئے تو میرے سامنے پیش کیا جائے' اس تقریب سے مستعین سے اس کا تعارف ہوا چند دنوں میں احمد نے اپنی صلاحیت اور کارگذاری سے مستعین کو اتنا متاثر کیا کہ اس پر انعام واکرام کی بارش ہونے لگی' اور احمد کے عروج کا آغاز ہوا' اور اہم خدمات اس کے سپرد ہونے لگیں' معزولی کے بعد جب مستعین واسط بھیجا گیا تو ترکوں نے اس کی نگرانی اور رفاقت کیلئے ابن طولون کو ساتھ کر دیا۔ اس نے مستعین کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا' اس کو کسی قسم کی شکایت نہ پیدا ہونے دی سیر و شکار کی بھی اجازت دے دی اور اپنی نگرانی کے زمانے میں اس نے مستعین کے ساتھ اس کے رتبہ کے خلاف کوئی بات نہیں کی' معتز کی ماں قبیحہ نے ایک مرتبہ ابن طولون کو لکھا کہ اگر وہ مستعین کو قتل کر دے تو اس کے صلہ میں واسط کی حکومت عطا کی جائے گی' لیکن اس نے انکار کر دیا اور ترکوں کو لکھا کہ جس خلیفہ کی اطاعت و بیعت کا طوق میری گردن میں ایک مرتبہ پڑ چکا ہے' اس کو میں قتل نہیں کر سکتا' ان حالات کی وجہ سے اس نے مستعین کے پاس رہنا مناسب نہ سمجھا اور اپنی جگہ احمد بن محمد کو مقرر کر دیا۔ (1)

مصر میں دولت طولونیہ کا قیام

مستعین کے قتل کے بعد جب معتز کے ہاتھ میں زمام حکومت آئی تو احمد بن طولون مصر کا حاکم مقرر ہوا' اس کی تفصیلات میں البتہ کسی قدر اختلاف ہے۔ کندی کا بیان ہے کہ ابن طولون سے پہلے مصر کا والی ازجور ترکی تھا اور پولیس کا محکمہ بولغیا کے متعلق تھا' ۲۵۴ھ میں جب ازجور حج کو چلا گیا تو معتز نے ابن طولون کو مصر میں امامت کے منصب پر مامور کیا۔ (2)

لیکن کندی کے علاوہ ابن اثیر' ابن خلدون اور مقریزی وغیرہ کا بیان ہے کہ معتز کے عہد میں باکباک یا بابکیال (3) ترکی کو مصر کی حکومت ملی' مگر وہ دارالخلافہ چھوڑنا نہیں چاہتا تھا' اس لئے ابن طولون کو نائب بنا کر بھیج دیا' فوج بھی اس کے ساتھ کر دی اور رمضان ۲۵۴ھ میں ابن طولون مصر میں داخل ہوا' اس وقت یہاں کے حاکم خراج ابن مدبر کا مصر میں سکہ جما ہوا تھا' ابن طولون نے مصر پہنچ کر اس کا رنگ اکھاڑ دیا' مہتدی کے زمانہ میں اسکندریہ کی حکومت بھی اس کے متعلق ہوگئی' اس سے اس کی قوت و عظمت اور دبدبہ اور شکوہ میں بہت اضافہ ہوگیا۔ (4) اس کے مزید حالات آئندہ آئیں گے۔

---

(1) مقریزی ج ۲' ص ۱۰۴' ۱۰۵۔ (2) کتاب الولاۃ کندی' ص ۲۱۱' ۲۱۲۔

(3) بعض مؤرخین باک باک اور بعض بابکیال لکھتے ہیں۔ (4) ابن اثیر جلد ۷' ص ۶۱ و مقریزی جلد ۲' ۱۰۵۔

وصیف کا قتل
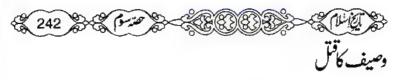
جیسا کہ اوپر بھی ذکر ہو چکا ہے' دولت عباسیہ کے سیاسی انقلاب کی وجہ سے اس کی مالی حالت بہت ابتر ہو گئی تھی' خزانہ بالکل خالی تھا' ملازمین کو کئی کئی مہینوں کی تنخواہیں نہ مل سکی تھیں' چنانچہ ۲۵۲ھ میں فوج کی چار مہینے کی تنخواہ چڑھ چکی تھی' ترکوں' فرغانیوں اور اشروسنیوں نے روپیہ کا مطالبہ کیا' لیکن خزانہ خالی تھا' بغا' وصیف اور سیما ترکی نے اس سے اس بارے میں گفتگو کی' وصیف نے کہا ہمارے پاس کچھ نہیں ہے' اس جواب پر فوج بگڑ گئی' لیکن بغا نے وقتی طور پر یہ کہہ کر سنبھال لیا کہ اس بارہ میں امیرالمؤمنین سے گفتگو کروں گا اور وہ معتز سے استصواب کیلئے سامرا چلا گیا' وصیف کے جواب سے فوج بگڑی ہوئی تھی' بغا کے سامرا جانے کے بعد اس نے وصیف کو قتل کر دیا اور وصیف کے قتل کے بعد اس کا عہدہ بغا کی طرف منتقل کر دیا گیا۔ [1]

معتز اور بغا میں کشیدگی اور بغا کا قتل

بغا اور معتز کے تعلقات پہلے سے کشیدہ تھے' وصیف کے قتل سے یہ کشیدگی اور بڑھ گئی اور بغا کی جانب سے اس کو اپنے متعلق خطرہ پیدا ہو گیا اس لئے اس نے بغا کی قوت توڑنے اور اس کے مقابلہ میں تقویت حاصل کرنے کیلئے اس کے حریف ترکی امیر باکباک کو بڑھانا شروع کر دیا۔ [2]

یہ چیز بغا کو کھٹکی' لیکن بغا اس وقت مستقر خلافت سرمن رای میں تھا جہاں وہ معتز کی مخالفت نہیں کر سکتا تھا' اس لئے معتز کو بغداد لے جانے کیلئے زور ڈالا' مگر وہ آمادہ نہ ہوا۔

اتفاق سے اسی دوران میں بغا اپنی لڑکی کی شادی میں مشغول ہو گیا اور معتز موقع پا کر باکباک کے پاس کرخ سامرا چلا گیا' پھر یہاں سے جوسق میں منتقل ہو کر بغا کی گرفت سے آزاد ہو گیا' اس کو اس کی خبر ہوئی تو بہت پیچ و تاب کھایا' اور معتز پر حملہ کرنے کے منصوبے کرنے لگا' مگر اس میں بھی ناکامی ہوئی' اس لئے وہ خفیہ بغداد نکل گیا' رات کے وقت وہاں پہنچا' پل کے پہرہ داروں کو شبہ ہوا انہوں نے گرفتار کر لیا' بغا نے انہیں بہت لالچ دیا مگر انہوں نے قبول نہ کیا اور معتز کو اطلاع کر دی اس نے اسے قتل کرا دیا۔ [3]

---

[1] یعقوبی جلد ۲ ص ۶۱۴ وطبری جلد ۱۲ ص ۱۶۸۷ تا ۱۶۸۸۔
[2] ابن خلدون جلد ۴ ص ۲۹۳۔
[3] ابن اثیر جلد ۷ ص ۶۰' ۶۱۔

وزارت

معتز کا پہلا وزیر ابوالفضل جعفر بن محمود اسکانی تھا' یہ علم وادب سے بیگانہ تھا' لیکن جود وکرم سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کر رکھا تھا' ترکوں کی ایک جماعت اس کے موافق تھی اور ایک مخالف' ایک فساد کے سلسلے میں معزول کیا گیا' دوسرا وزیر ابوعیسیٰ بن فرغان شاہ تھا' اس میں بھی کوئی خاص وصف نہ تھا' لیکن فیاضی اور سیر چشمی اس میں بھی تھی۔

تیسرا وزیر ابوجعفر احمد بن اسرائیل انباری تھا۔ یہ بڑا ذہین اور بڑا ماہر کاتب تھا' اس کی قوت حافظہ اتنی زبردست تھی کہ دولت عباسیہ کے مداخل ومخارج کا پورا حساب اپنے دماغ میں محفوظ رکھتا تھا' ایک مرتبہ دفتر سے حساب کا ایک کاغذ ضائع ہوگیا' اس نے اپنی یادداشت سے اسے مکمل کر دیا' اتفاق سے پھر گمشدہ کاغذ مل گیا تو اس میں اور اس کی زبانی یادداشت میں سرمو فرق نہ نکلا' ترکوں کو اس سے مخالفت ہوگئی' انہوں نے اس کو پکڑ کر مارا' اور اس کا مال ضبط کر لیا' معتز اور اس کی ماں نے صالح بن وصیف ترکی سے اس کی بہت سفارش کی' مگر ترکوں نے نہ سنی اور اس کو قید کر دیا اور مہتدی کے زمانہ میں قید میں ہی مار ڈالا گیا۔ [1] احمد بن اسرائیل کے بعد پھر دوبارہ جعفر بن محمود اسکانی وزیر ہوا اور آخر تک رہا۔

ترکوں کی بغاوت اور معتز کی معزولی

۲۵۵ھ میں تنخواہ کیلئے پھر فوج میں شورش پیدا ہوئی' ابن وصیف نے معتز سے کہا کہ خزانہ کا کل روپیہ وزراء اور کتاب لے گئے اور خزانہ بالکل خالی ہے' وزیر احمد بن اسرائیل نے اس کا نہایت سخت جواب دیا' اس پر دونوں میں جنگ ہوگئی' صالح نے احمد بن اسرائیل اور اس کے ساتھ حسن بن مخلد اور نوح بن ابراہیم کو جن کا تعلق شعبہ مال سے تھا' گرفتار کر کے قید کر دیا' معتز نے احمد بن اسرائیل کی رہائی کیلئے سفارش کی۔ لیکن صالح نے شنوائی نہ کی۔ [2]

ترکوں نے جب دیکھا کہ پوری تنخواہ نہیں مل سکتی تو انہوں نے کہا کہ اگر اس وقت ان کو پچاس ہزار دینار بھی دے دیئے جائیں تو وہ اس پر قناعت کر لیں گے' لیکن معتز کے پاس ایک حبہ نہ تھا' اس لئے وہ اتنا مطالبہ بھی پورا نہ کر سکا' فوج بغا کے قتل سے پہلے سے برہم تھی اس لئے تنخواہ سے مایوس ہو کر

[1] الفخری ص ۲۲۱' ۲۲۲۔ [2] ابن خلدون جلد ۴ ص ۲۹۶' ۲۹۷۔

قصر سلطانی پر حملہ کر دیا اور معتز کو محل سے باہر بلا بھیجا' اس نے کہلا دیا کہ اس وقت میں نے دوا پی ہے اس لئے باہر نہیں آ سکتا' اگر کوئی ضروری کام ہو تو تم میں سے کوئی آدمی خود اندر چلا آئے' یہ سن کر سب کے سب محل میں گھس گئے اور معتز کو پکڑ کر اس کو پیٹتے ہوئے باہر گھسیٹ لائے اور اتنا مارا کہ اس کی قمیص کے پرزے اڑ گئے اور تپتی ہوئی زمین پر ننگے پاؤں کھڑا کر دیا' وہ تپش سے ایک پاؤں اٹھاتا تھا ایک رکھتا تھا اور وحشی ترک برابر طمانچے مارتے جاتے تھے' خلیفہ وقت کو اس طرح ذلیل و رسوا کرنے کے بعد قاضی ابو الشوارب اور گواہوں کے روبرو اسے معزول کر کے ایک سنگ دل ترک کے حوالہ کر دیا' اس نے سزا کا سلسلہ جاری رکھا اور کھانا پینا بند کر دیا۔ [1]

معتز کی ماں قبیحہ بڑی دولت مند تھی' اس کے پاس بے شمار دولت تھی اگر وہ چاہتی تو روپیہ دے کر معتز کی جان بچا سکتی تھی لیکن وہ دولت کی بڑی حریص تھی' اس لئے معتز کی گرفتاری کے وقت وہ روپوش ہو گئی' اس کے انجام کی تفصیل آئندہ آئے گی۔

دست برداری

معتز کو معزول کرنے کے بعد باغی ترک محمد بن واثق کو جسے معتز نے بغداد میں نظر بند کر رکھا تھا' نکال کر سامرا لائے' اس کے آنے کے بعد معتز جان و مال کی امان لے کر رجب ۲۵۵ھ میں باقاعدہ دست بردار ہو گیا اور ترکوں نے محمد بن واثق کو خلیفہ بنایا' معتز کی مدت خلافت ۴ سال ۸ مہینے چند دن تھی۔

صفات معتز

معتز نہایت فصیح و بلیغ اور زبان آور خطیب تھا' ابن اثیر نے اس کی ایک تقریر نقل کی ہے' جو فصاحت و بلاغت اور زور بیان کا اچھا نمونہ ہے' مزاج میں امارت اور نفاست کی شان زیادہ تھی' پہلے خلفا کے ساز میں چاندی کا تھوڑا سا کام ہوتا تھا' لیکن معتز کی سواری کا ساز خالص طلائی ہوتا تھا۔ [2] بیعت خلافت کی تاریخ سے لے کر دست برداری تک ایک دن بھی اسے ترکوں کی ذات سے چین و سکون میسر نہ ہوا' جب تک بغا زندہ رہا' معتز کا خواب و خور حرام تھا' بغا کے خوف سے نہ وہ میٹھی نیند سوتا تھا اور نہ شبانہ روز میں کسی وقت ہتھیار اتارتا تھا اور کہتا تھا کہ جب تک میرا یا بغا کا سر نہ چلا جائے اس وقت تک اسی حالت میں رہوں گا' اس پر بغا کا خوف اتنا غالب تھا کہ کہتا تھا کہ
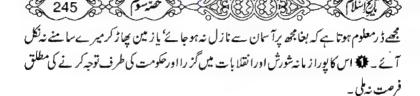
---

[1] ابو الفداء جلد ۲ ص ۴۶۔ [2] تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۳۶۷۔

مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ بغا مجھ پر آسمان سے نازل نہ ہو جائے' یا زمین پھاڑ کر میرے سامنے نہ نکل آئے۔ [1] اس کا پورا زمانہ شورش اور انقلابات میں گزرا اور حکومت کی طرف توجہ کرنے کی مطلق فرصت نہ ملی۔

حلیہ

صورۃً نہایت حسین وجمیل تھا۔

[1] مسعودی جلد ۷ ص ۳۹۷۔

ابو عبداللہ محمد بن واثق المقلب بہ مہتدی باللہ

(۲۵۵ھ تا ۲۵۶ھ مطابق ۸۶۹ء تا ۸۷۰ء)

معتز کو معزول کرنے کے بعد ترکوں نے واثق کے لڑکے مہتدی کے سامنے تاج وتخت پیش کیا اس نے کہا جب تک وہ معتز سے مل کر اس سے گفتگو نہ کر لے گا' اس وقت تک وہ خلافت نہ قبول کرے گا اس لئے ترکوں نے معتز کو لا کر حاضر کیا' اس وقت اس کے بدن پر ایک میلا کرتا اور سر پر ایک رومال تھا' اس حال میں دیکھ کر مہتدی دوڑ کر اس کے گلے سے لپٹ گیا اور پوچھا بھائی کیا حال ہے؟ معتز نے جواب دیا کہ اب مجھ میں یہ بار اٹھانے کی طاقت اور اہلیت نہیں ہے۔ مہتدی نے اس کے اور ترکوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کی لیکن معتز نے انکار کر دیا اور کہا کہ نہ مجھ کو اس کی ضرورت ہے اور نہ ترک اس پر آمادہ ہوں گے۔ مہتدی نے کہا پھر مجھے اپنی بیعت فسخ کرنے کی اجازت دیجئے۔ معتز نے اجازت دے دی' اجازت لینے کے بعد مہتدی نے خلافت قبول کر لی اور رجب ۲۵۵ھ میں تخت نشین ہوا اور معتز پھر قید خانہ میں واپس کر دیا گیا۔ [1]

ترکوں کو معتز سے اتنی شدید عداوت تھی کہ تین دن کے بعد اس کو ایک تہہ خانہ میں چنوا دیا اور وہ غریب اسی میں گھٹ کر مر گیا۔

بغداد میں مخالفت

سامرا میں بیعت کے بعد مہتدی نے بغداد کے پولیس افسر سلیمان بن عبداللہ کے پاس اہل بغداد سے اپنی بیعت لئے جانے کا حکم بھیجا' اس نے سب سے پہلے شاہی خاندان کے ایک رکن امیر ابو احمد کو جن کی طرف سے مخالفت کا خطرہ ہو سکتا تھا بلا کر اپنے پاس روک لیا۔

سامرا میں اتنا بڑا انقلاب ہو گیا تھا' لیکن اہل بغداد کو اب تک اس کی خبر نہ تھی' مگر اس سے پہلے کی شورش و ہنگاموں سے وہ واقف تھے' اس لئے ابو احمد کی طلبی پر انہیں شبہ ہوا' اور انہوں نے سلیمان کے مکان پر ہجوم کر دیا' اس نے یہ کہہ کر انہیں اطمینان دلایا کہ سامرا کی کوئی خبر یہاں نہیں آئی ہے جس سے معتز کے حالات معلوم ہو سکیں' اس لئے بغدادی لوٹ گئے' اس کے دوسرے دن جمعہ کو پھر جمع ہوئے' لیکن خطبہ میں معتز کا نام سن کر پھر لوٹ گئے' مگر ان کے دل میں شبہ تھا' اس لئے تیسرے دن پھر سلیمان کے گھر پر حملہ کر دیا اور اس سے ابو احمد کے دکھانے کا مطالبہ کیا اس نے دکھا دیا اور اس کی

[1] مروج الذہب جلد ۷ ص ۳۹۹۔

حفاظت کا پورا اطمینان دلا کر واپس کر دیا۔

بغدادی فوج بھی روپیہ کی خواہاں تھی اس لئے امیر یار جوخ مہتدی کی جانب سے بیس ہزار اشرفیاں لے کر اسے دینے کے لئے آیا' اہل بغداد کو اس کی خبر ملی تو وہ اس پر حملہ کرنے کیلئے نکلے لیکن یار جوخ بروان چلا گیا اور دار الحکومت سے مزید روپیہ منگوا کر بغدادیوں میں بھی تقسیم کیا' اس سے یہ لوگ ٹھنڈے پڑ گئے اور شعبان ۲۵۵ھ میں بغداد میں بھی مہتدی کی بیعت ہوگئی اس ہنگامہ میں سلیمان کے گھر کی مدافعت میں کچھ لوگ مارے گئے' کچھ دجلہ میں ڈوبے اور کچھ زخمی ہوئے' مگر زیادہ کشت و خون کی نوبت نہ آئی اور ایک اٹھتا ہوا فتنہ روپیہ کے زور سے دب گیا۔ [1]

قبیحہ کی جلا وطنی

اوپر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ معتز کی گرفتاری کے بعد اس کی ماں قبیحہ اپنی دولت کو بچانے کیلئے روپوش ہوگئی تھی' اس کی دولت و ثروت کا عام شہرہ تھا' اس لئے معتز کے قتل کے بعد اس کی تلاش شروع ہوئی' لیکن پتہ نہ چل سکا' مگر زیادہ دنوں تک وہ چھپی نہ رہ سکتی تھی' اگر وہ تلاش کر کے نکالی جاتی تو اس کے ساتھ اور برا سلوک کیا جاتا' اس لئے وہ خود نکل آئی اور کل دولت صالح بن وصیف کے حوالہ کر دی' ابن اثیر کا بیان ہے کہ پہلے پانچ لاکھ دینار سرخ بھیجے اس کے بعد اصل خزانہ کا جس میں اٹھارہ لاکھ اشرفیاں تھیں پتہ چلا' نقد کے علاوہ بیش قیمت جواہرات تھے' ان میں ایک زمرد اتنا بڑا تھا کہ اس زمانہ میں اس قد کا دوسرا زمرد نہ تھا' ایک صندوقچہ میں بڑے بڑے موتی تھے' اس کے علاوہ یاقوت اور دوسرے مختلف جواہرات تھے۔ جس وقت صالح کے پاس یہ دولت پہنچی تو اس نے کہا ''اس بڑھیا کے پاس اتنی دولت موجود تھی اور صرف پچاس ہزار دینار کیلئے اس نے اپنے لڑکے کی جان لی'' اور کل دولت پر قبضہ کر کے اس کو جلا وطن کر دیا۔ [2]

مہتدی کے مبارک ارادے

مہتدی بڑا عاقل' مدبر' عاقبت اندیش' عدل پرور اور عابد و زاہد خلیفہ تھا' اس نے چاہا کہ ترکوں کے اقتدار اور گزشتہ انقلابات کی وجہ سے حکومت کے نظام میں جو ابتری پیدا ہوگئی تھی' اسے دور کر کے دوبارہ اس کی شان و شوکت قائم کر دے' لیکن حکومت میں خود غرض امرا کا مجمع تھا' انہیں ذاتی مفاد کے سوا حکومت کی فلاح و بہبود سے کوئی ہمدردی نہ تھی۔ اس لئے اس کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں اور اس کو سلطنت اور جان دونوں سے ہاتھ دھونا پڑا۔

---

[1] طبری جلد ۱۲ص ۱۴۷۱٬۱۴۷۵۔ [2] ابن اثیر جلد ۷ ص ۶۵۔
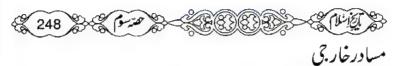
مسادر خارجی

معتز کے حالات میں مسادر خارجی کی کامیابی اور اس کی بڑھتی ہوئی قوت کا حال گذر چکا ہے۔ معتز کے دور کے انقلابات کی وجہ سے حکومت کو اس کی جانب توجہ کرنے کا موقع نہ مل سکا تھا' اس لئے اس کی قوت اور بڑھ گئی اور ۲۵۵ھ میں وہ موصل کی طرف بڑھا' یہاں کے عامل عبداللہ بن سلیمان میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی' اور اہل موصل بھی عبداللہ کے خلاف تھے' اس لئے وہ روپوش ہو گیا اور مسادر بغیر جنگ و جدال کے موصل میں داخل ہو گیا' نہ اہل موصل نے کوئی مزاحمت کی نہ اس نے کسی کو چھیڑا' البتہ عبداللہ بن سلیمان کا گھر لوٹ کر جلا دیا گیا' موصل پر قبضہ کرنے کے بعد وہ حدیثہ چلا گیا' اسی زمانہ میں مسادر اور اس کی جماعت کے ایک ممتاز آدمی عبیدہ کے درمیان ایک مذہبی مسئلہ میں اختلاف ہو گیا اور اتنا بڑھا کہ عبیدہ اپنی جماعت الگ بنا کر مسادر کے مقابلہ میں آ گیا لیکن مارا گیا' موصل پر قبضہ کے بعد مسادر نے عراق کی آمدنی دارالخلافہ جانے سے روک دی تھی' اور حکومت کو فوج کی تنخواہ دینے میں دشواری پیش آ رہی تھی' اس لئے ترکوں کو مسادر کی طرف متوجہ ہونا پڑا' چنانچہ موسیٰ بن بغا' بابکیال اور دوسرے فوجی افسر اس کے مقابلہ کے لئے نکلے' لیکن پھر لوٹ گئے۔ [1]

صاحب الزنج کا خروج

مہتدی کے زمانہ میں سب سے بڑی اور انقلاب انگیز شورش زنگیوں نے کی جس سے سارے عراق میں ایک قیامت برپا ہو گئی' ایک شخص علی بن عبدالرحیم حبشی غلاموں کو لے کر اٹھ کھڑا ہوا اور مسلمانوں پر اتنے مظالم ڈھائے کہ ساری دنیائے اسلام چیخ اٹھی' یہ قبیلہ بنی عبدقیس کا معمولی آدمی تھا' اور ابتدا میں منتصر کے درباریوں کی مصاحبت کیا کرتا تھا' دولت عباسیہ کی کمزوری اور اندرونی انقلابات کو دیکھ کر اسے قسمت آزمائی کا حوصلہ پیدا ہوا' اس زمانہ میں سب سے چلتا ہوا جادو علوی دعوت کا تھا۔ بحرین شیعیان علی کا مرکز تھا' اس لئے علی بن عبدالرحیم بحرین پہنچا اور اپنے کو علوی مشہور کر کے علی بن محمد بن احمد بن عیسیٰ بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کے لباس میں ظاہر کیا' [2] لطف یہ ہے کہ دعویٰ تو علویت کا تھا اور عقائد خارجیوں کے تھے۔ [3] کبھی عباسیت کا بھی مدعی بن جاتا تھا' اس زمانہ میں غلام زیادہ تر حبشی ہوا کرتے تھے اور ان کی تعداد ہزاروں بلکہ لاکھوں تھی' علی نے انہیں اپنے ساتھ ملانے کیلئے اعلان کر دیا کہ جو غلام اپنے آقا کو چھوڑ کر اس کے پاس چلا آئے گا وہ

---

[1] ابن اثیر جلد ۷ ص ۶۷ سے ۴۷' ابن اثیر نے عبیدہ اور مسادر کی جنگ ۲۵۷ھ میں لکھی ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے۔

[2] ابوالفداء جلد ۲ ص ۴۶ ۲۔ [3] مسعودی جلد ۸ ص ۳۱۔

آزاد ہے' اس تدبیر سے ہزاروں حبشی غلام اس کے ساتھ ہو گئے' ان کی نسبت سے وہ ''صاحب الزنج'' کہلانے لگا۔

اس کی قوت دیکھ کر بہت سے شورش پسند عوام بھی اس کے ساتھ ہو گئے اور وہ عباسی حکومت کے مقابلہ میں اُٹھ کھڑا ہوا' اور عراق بھر میں تاخت وتاراج شروع کر دی' خصوصاً بحرین' بصرہ' ابلہ اور کربلا میں حبشیوں نے آفت بپا کر دی' بصرہ پر ان کا عارضی قبضہ بھی ہو گیا تھا' صاحب الزنج جس طرف رخ کر دیتا تھا کسی کو اس کے مقابلے میں ٹکنے کی ہمت نہ ہوتی تھی' چنانچہ وہ ہمیشہ حکومت کی فوجوں کے مقابلے میں کامیاب ہوا' شاذ و نادر ہی کبھی شکست کھائی' اس کے مقابلہ کے لیے فوجوں پر فوجیں جاتی تھی مگر ناکام رہتی تھیں' اس لئے کامل ۱۴' ۱۵ سال تک صاحب الزنج آفت بپا کئے رہا' معتمد کے عہد ۲۷۰ھ میں بڑی دشواریوں کے بعد قتل کیا گیا اور اس کی شورش کا خاتمہ ہوا' اس کی تفصیل معتمد کے عہد کے حالات میں آئے گی۔

طبرستان سے موسیٰ کی واپسی

معتز کے آخری زمانہ میں امیر بغا کا لڑکا موسیٰ رے میں تھا اور معتز کے حکم سے امیر مفلح' حسن بن زید علوی کے مقابلہ میں مشغول تھا' جب دارالخلافہ کے انقلاب میں آثار رونما ہوئے تو معتز کی ماں نے موسیٰ کو بلا بھیجا' لیکن اس کی واپسی سے پہلے ہی معتز کی معزولی اور مہتدی کی خلافت کے تمام مراحل ختم ہو گئے تھے اور موسیٰ کی فوج کو یہ اطلاع مل چکی تھی کہ امیر صالح ابن وصیف نے کاتبوں سے بہت بڑی رقم وصول کی ہے' اس لئے انہیں حسد پیدا ہوا اور انہوں نے موسیٰ کو جلد سامرا پہنچنے پر مجبور کیا' چنانچہ وہ طبرستان سے سامرا روانہ ہو گیا' صالح کو اس کی خبر ہوئی تو اسے اپنی جان کا خطرہ پیدا ہوا۔

اس نے مہتدی کو یقین دلایا' کہ موسیٰ کی واپسی میں بڑے خطرات ہیں' اس لئے مہتدی نے موسیٰ کو راستہ ہی سے اس کے مستقر پر واپس جانے کا حکم دیا' لیکن موالی کے اصرار کے وجہ سے وہ نہ رکا' مہتدی نے دوبارہ ہاشمیوں کو بھیجا' انہوں نے جا کر موسیٰ کو سمجھایا کہ دارالخلافہ میں مزید فوج کا خرچ اٹھانے کی طاقت نہیں ہے۔ اس کے علاوہ تمہارے طبرستان چھوڑنے سے وہاں علویوں کے قبضہ کا اندیشہ ہے' اس لئے لوٹ جاؤ' اس کے سمجھانے پر موالی اس پر ٹوٹ پڑے' ان کی ضد دیکھ کر موسیٰ نے سفر جاری رکھا اور مہتدی کو معذرت لکھ بھیجی کہ موالی کسی طرح واپسی پر رضامند نہیں ہیں' اگر میں اپنے مستقر پر واپس جانے کا ارادہ کروں تو وہ مجھے قتل کر ڈالیں گے۔ خود آپ کے آدمی ان کی حالت اپنی آنکھوں سے دیکھ گئے ہیں۔ [1]

[1] ابن اثیر جلد ۷ ص ۶۷۔

جوسق سامرا میں موسیٰ کا داخلہ اور مہتدی کا اخراج

محرم ۲۵۶ھ میں موسیٰ مع فوج کے سامرا میں داخل ہوا' یہ دن دادرسی کا تھا' مہتدی جوسق میں رعایا کی شکایتیں سن رہا تھا' یہیں اس کو موسیٰ کی آمد کی اطلاع ملی' اس نے اس کو محل ہی میں بلا لیا' موسیٰ مع خدم و حشم کے جوسق میں داخل ہوا' اور واپسی کے مسئلہ پر دونوں میں گفتگو ہوتی رہی' موالی کو یہ شبہ ہوا کہ مہتدی عمداً گفتگو کو اس لئے طول دے رہا ہے کہ اس درمیان میں وصیف فوج لے کر آ جائے' اور ہم لوگ مجبور ہو جائیں' اس لئے انہوں نے مہتدی کو جوسق سے امیر یاجور کے گھر میں منتقل کر دیا اور جوسق کا سامان لوٹ لیا گیا' موالی کی شورش دیکھ کر مہتدی نے موسیٰ سے کہا کہ تم لوگوں کی یہ جسارت؟ خدا کا خوف کرو' اس نے اطمینان دلایا کہ آپ مطمئن رہئے ہم جو کچھ کر رہے ہیں سب آپ کی بھلائی کیلئے کر رہے ہیں' ہماری جانب سے آپ کی ذات کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور اس سے وعدہ لیا کہ وہ صالح کو ان لوگوں پر دست درازی کا موقع نہ دے گا اور ان کے ساتھ ظاہر و باطن یکساں رکھے گا' اس عہد و پیمان کے بعد سب نے تجدید بیعت کی اور مہتدی نے ملک کا نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لے کر معتز کے خون بے گناہی کا انتقام لینے کیلئے صالح کو طلب کر لیا' وہ موالی کے خوف سے روپوش ہو گیا تھا۔ [1]

ایک مشکوک خط اور مہتدی کے عزل کا مشورہ

اس واقعہ کے کچھ ہی دنوں بعد امیر سیما شرابی نے ایک خط مہتدی کے حضور میں پیش کیا اور کہا اسے ایک عورت دے کر غائب ہو گئی اور پھر اس کا پتہ نہ چلا' اس کی شان خط اور مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ صالح کا خط ہے۔ مضمون یہ تھا کہ "اتنا مال مجھے ملا' اور میں اپنی جان کے خوف سے اور فتنہ کو دبانے کے لیے روپوش ہو گیا ہوں"۔ خط دیکھنے کے بعد مہتدی نے ترک موالی اور صالح میں مصالحت کرانے کی کوشش کی' اس پر ان کو شک ہوا کہ مہتدی صالح کی حمایت کرنا چاہتا ہے اور اسے اس کا پتہ معلوم ہے' اس سے ان کو مہتدی سے بدگمانی پیدا ہو گئی اور دوسرے دن ترکوں نے جوسق میں جمع ہو کر مہتدی کو تخت سے اُتارنے کا فیصلہ کیا' امیر بابکیال نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ اگر تم لوگوں نے اس قسم کا کوئی ارادہ کیا تو میں تمہارا ساتھ چھوڑ کر خراسان چلا جاؤں گا۔ [2]

مہتدی کی دلیرانہ تقریر

---

[1] تفصیل کیلئے دیکھئے طبری جلد ۱۲ ص ۱۷۸۸' ۱۷۸۹۔

[2] ابن خلدون جلد ۳ ص ۲۹۸۔

مہتدی کو اس فیصلہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے صاف کپڑے پہنے' خوشبو لگائی اور تلوار گلے میں ڈال کر نکلا' اور ترکوں کو مخاطب کر کے یہ پر جوش تقریر کی "مجھے مستعین اور معتز نہ سمجھنا' میں موت کیلئے تیار ہو کر آیا ہوں' جب تک میری تلوار کا قبضہ میرے ہاتھ میں ہے' اس وقت تک وہ تمہارے سروں پر چمکتی رہے گی' یاد رکھو اگر میرا ایک بال بھی گرا تو اس کے بدلے میں تمہارا پورا گروہ برباد کر دیا جائے گا۔ کیا مذہب' حیا اور خوف دنیا میں باقی نہیں رہ گیا' خلفا اور اللہ کے ساتھ تمہاری یہ مخالفت' تمہارا یہ اقدام اور تمہاری یہ جسارت کب تک قائم رہے گی' خلیفہ خواہ تمہارا خیر خواہ ہو یا بدخواہ' تمہاری جسارت دونوں کے ساتھ یکساں رہتی ہے' اگر تمہیں یہ خیال ہے کہ تمہاری ذات سے مجھ کو کوئی دنیاوی فائدہ پہنچتا ہے تو مجھے بتاؤ کہ تمہاری دنیا سے مجھے کیا ملا' با بکیال! تمہیں معلوم ہوگا کہ تمہارے متوسلین میرے بھائیوں اور میری اولاد سے زیادہ دولت مند اور فارغ البال ہیں' اگر تم اس کا ثبوت چاہتے ہو تو جاؤ تم ان کے گھروں کا جائزہ لو' دیکھو تم کو وہاں فرش وفروش' لونڈی غلام' خدم وحشم' جاگیر اور آمدنی میں سے کوئی چیز بھی تمہارے برابر نظر آتی ہے؟ اس کے باوجود بھی تم سمجھتے ہو کہ میں صالح کو جانتا ہوں اور نہیں بتاتا' صالح میں کوئی خصوصیت نہیں ہے' وہ بھی تم لوگوں کی طرح میرا ادنیٰ غلام ہے۔ جب اس کے متعلق تمہاری رائے خراب ہے تو میں اس کے ساتھ کس طرح رہ سکتا ہوں' لیکن میں صلح کی رائے ضرور دوں گا' کیونکہ صلح تمہاری قوم کیلئے زیادہ مفید ہے' لیکن اگر اس کے بعد بھی تمہیں اپنے مطالبہ پر اصرار ہے تو تم اپنی رائے میں آزاد ہو خوشی سے اس کو تلاش کرو' اور اپنی تشفی کیلئے اس کے ساتھ جو سلوک کرنا چاہو کرو' البتہ اس کا میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے صالح کا کوئی علم نہیں ہے" ترکوں نے قسم لینی چاہی' مہتدی نے کہا مجھے قسم کھانے سے انکار نہیں ہے' لیکن کل جمعہ میں بنو ہاشم' قضاۃ' حکام اور عہدیداران کے سامنے قسم کھاؤں گا۔ اس کے بعد اس نے با بکیال اور محمد بن بغا سے کہا کہ صالح نے کاتبوں اور معتز کی ماں کی جو دولت بھی لی ہے' وہ تمہاری موجودگی میں لی ہے اور اگر اس نے لی ہے تو تم بھی اس سے بری نہیں ہو' اس گفتگو کے بعد ترک لوٹ گئے' لیکن با بکیال اور محمد بن بغا کے دل میں بھی مہتدی کے ساتھ کدورت پیدا ہو گئی اور ان سب نے مل کر اس کو معزول کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ [1]

مہتدی کے عزل کا فیصلہ' عوام کا جوش اور اصطلاحات کا فیصلہ

لیکن اس کو عمل میں لانے کیلئے مختلف مشکلات تھیں' سب سے بڑھ کر روپے کی قلت حائل تھی' اس لئے چند دنوں تک وہ لوگ خاموش رہے' اتفاق سے اسی دوران میں فارس کے خراج کی کئی لاکھ کی

[1] طبری جلد ۱۲ ص ۱۷۹۳' ۱۷۹۵۔

رقم آ گئی' اس لئے ترکوں کو اپنا ارادہ پورا کرنے کا موقع مل گیا' عام رعایا کو اس کی خبر ہوئی تو ان میں بڑا جوش پیدا ہو گیا' اور انہوں نے مہتدی کی حمایت و امداد کیلئے اشتہارات تقسیم کئے۔ دور اور کرخ کے موالی مہتدی کی معزولی کے مسئلہ میں ترکی امرا کے مخالف تھے۔ انہوں نے اس کے بھائی عبداللہ کو بلا کر اپنی اطاعت کا یقین دلایا اور کہا کہ ہم امیر المؤمنین کے لئے اپنا خون بہا دیں گے' لیکن ہماری بھی یہ شکایت ہے کہ فوجی مصارف کی جاگیریں اور زیادات و رسوم کی تمام آمدنیاں فوجی افسروں کے تصرف میں ہیں اور ہماری تنخواہیں تک دیر میں ملتی ہیں اور اس کو لکھ کر عبداللہ کے ذریعے مہتدی کے پاس بھیج دیا گیا۔

مطالبات کی منظوری

مہتدی نے اپنے دست قلم سے یہ جواب لکھا کہ "مجھ کو تمہاری تحریر ملی۔ تمہاری اطاعت شعاری سے مجھ کو مسرت ہوئی' اللہ تم کو اس کی جزا دے' تم نے اپنی جو شکایتیں پیش کی ہیں' ان سے مجھ کو پوری ہمدردی ہے' اللہ کی قسم میں یہاں تک آمادہ ہوں کہ مجھ کو اور میری اولاد کو کھانے کیلئے صرف قوت لایموت اور پہننے کے لئے بقدر ستر پوشی کپڑا مل جایا کرے' لیکن تم لوگ مطمئن رہو' میرے پاس جتنا ان آتا ہے' وہ تم لوگوں کو معلوم ہے' جاگیروں کے معاملہ میں غور کروں گا اور ان کو تمہارے مصرف میں لانے کی کوشش کروں گا۔"

یہ تحریر پڑھ کر ان کو اطمینان ہو گیا اور انہوں نے اس کے جواب میں حسب ذیل عرض داشت بھیجی کہ "جملہ امور مملکت امیر المؤمنین کے سامنے پیش کئے جایا کریں اور اس میں کوئی شخص مزاحم نہ ہو اور فوج کے رسوم مستعین کے زمانہ کے مطابق کر دیئے جائیں اور وہ امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضری کا ارادہ رکھتے ہیں' جو شخص اس بارے میں امیر المؤمنین سے مزاحمت کرے گا' اس کا سر قلم کر دیا جائے گا اور اگر امیر المؤمنین کے سر سے ایک بال بھی گرا تو بابکیال' موسیٰ بن بغا اور باجور سارے امرا قتل کر دیئے جائیں گے"

مہتدی کا بھائی عبداللہ یہ تحریر لے کر ایسے وقت پہنچا جب مہتدی عدالت کر رہا تھا' اور تمام ارکان دولت موجود تھے' جن میں موسیٰ بن بغا بھی موجود تھا' ان کے سامنے عبداللہ نے تحریر پڑھ کر سنائی' مہتدی نے یہ تمام مطالبات منظور کر لئے اور اس کی تحریری منظوری لکھ کر عبداللہ کے حوالہ کر دی' اس نے بابکیال' موسیٰ بن بغا اور محمد بن بغا سے کہا کہ "تم لوگ فوج سے معذرت کیلئے اپنے نمائندے میرے ساتھ کر دو" اس وقت فوج ان سب سے برہم اور مہتدی کی حمایت میں تھی' اس لئے انہیں چار و نا چار اپنے نمائندے

ساتھ کرنے پڑے' عبداللہ نے مہتدی کی منظوری کا پروانہ لے جا کر فوج کے حوالے کر دیا اور اس سے کہا کہ فوجی افسروں کے قاصد تم سے معذرت کے لئے میرے ساتھ آئے ہیں ان کی جانب سے تم کو جو شکایت ہو اس کی یہ لوگ معذرت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم لوگ ہمارے ہم قوم اور ہمارے بھائی ہو۔

اس کے بعد فوج نے چند مطالبے اور پیش کئے جن میں زیادہ اہم یہ تھے کہ فوجی جاگیریں فوجی افسروں کے ہاتھوں سے نکال کر فوجی مصارف میں صرف کی جائیں' فوج کا شعبہ مہتدی کے بھائی یا کسی اور ایسے شخص کے ماتحت کر دیا جائے جو موالی میں سے نہ ہو' صالح بن وصیف اور موسیٰ بن بغا کی دولت کا محاسبہ کیا جائے اور فوجی رسوم مستعین کے عہد کے مطابق کر دیئے جائیں۔ مہتدی کے پاس درخواست بھیجنے کے ساتھ ہی ترکی افسروں کو بھی اس کی اطلاع دے دی اور انہیں فہمائش کر دی کہ اگر انہوں نے ان مطالبات کی منظوری میں کوئی رکاوٹ پیدا کی تو اس کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا اور اگر امیر المؤمنین کو کانٹا بھی چبھا تو تمام افسروں کے سر قلم کر دیئے جائیں گے اور جب تک صالح برآمد نہ کیا جائے گا اور اس کے اور موسیٰ بن بغا کے مال کی تلاشی نہ لی جائے گی' اس وقت تک ان کو اطمینان نہ ہوگا۔

مہتدی نے ان مطالبات کی بھی منظوری لکھ کر اپنے بھائی کے ہاتھ بھجوا دی۔ موقع کی نزاکت کی وجہ سے موسیٰ بن بغا کو بھی تائید کرنی پڑی۔ اس نے وعدہ کیا کہ صالح برآمد کیا جائے گا اور اس کی جانب سے ان لوگوں کے خلاف منشا کسی بات کا ظہور نہ ہوگا۔ ان دونوں تحریروں کے پڑھنے کے بعد فوج نے آخری جواب دوسرے دن دینے کا وعدہ کیا۔ [1]

فوج میں اختلاف

ان کے وعدے کے مطابق دوسرے دن مہتدی کا بھائی ابو القاسم عبداللہ جواب لینے کے لیے گیا' لیکن کوئی متفقہ جواب نہ ملا۔ ہر شخص اپنی جیسی کہتا تھا۔ یہ صورت دیکھ کر عبداللہ لوٹ گیا۔ اس کے دوسرے دن مہتدی نے پھر عبداللہ اور موسیٰ بن بغا کو بھیجا۔ انہوں نے جا کر دوبارہ مطالبات کی منظوری کی توثیق کی' لیکن اب فوج کا رنگ بدل گیا تھا۔ کہاں وہ ترکی افسروں خصوصاً صالح کے خلاف ہو رہے تھے' کہاں خود انہوں نے یہ مطالبہ کیا کہ موسیٰ کو بغا کبیر کی جگہ مقرر کیا جائے اور صالح کو اس کے باپ کی جگہ دی جائے اور فوج کا شعبہ جن لوگوں کے ہاتھوں میں ہے بدستور رہنے دیا جائے' ان کی تنخواہیں دی جائیں۔ البتہ وصیف کے برآمد کرنے کا مطالبہ قائم رہا' لیکن ان مطالبات پر بھی سب متفق نہ تھے اور آپس میں اختلاف تھا' غرض کوئی بات طے نہ ہو سکی اور سب نے اپنا اپنا راستہ لیا۔ [2]

---

[1] ابن اثیر جلد ۷' ص ۴۳' ۴۷۔ [2] طبری جلد ۱۲ ص ۱۸۰۵' ۱۸۰۶۔

اگرچہ تاریخوں میں اس تبدیلی کے اسباب کی تصریح نہیں ہے، لیکن مختلف حالات کو پیش نظر رکھنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس وقفہ میں ترکی افسروں کو ترکی فوج کے ہموار کرنے کا موقع مل گیا۔ گو فوج ان کے خلاف ہوگئی تھی، لیکن بہر حال ان کی ہم قوم تھی۔ مہتدی بھی ترکی افسروں کو ناراض کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس بنا پر افسروں کے لیے فوج کو نشیب و فراز سمجھا کر ہموار کر لینا دشوار نہ تھا۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے نئے مطالبات میں ترکی افسروں کی حمایت کی تھی۔ بہر حال اس ہنگامے کے بعد صالح کی تلاش برابر جاری رہی۔ ایک شخص کو پتہ چل گیا اور وہ گرفتار کر کے جوسق میں لایا گیا۔ امیر مفلح نے اس کا سر قلم کر دیا۔

مہتدی کی اصلاحی مساعی اور اس کا انجام

۲۵۶ھ میں مہتدی بھی ترکوں کے استبداد کا شکار ہوا اور تخت سے اتار کر بے دردی کے ساتھ قتل کیا گیا۔ اس کا قتل خالص اس کی اصلاحی مساعی کا نتیجہ تھا۔

دولت عباسیہ کے سیاسی زوال کے ساتھ اس کی اخلاقی اور دینی حالت بھی روز بروز گرتی جاتی تھی۔ اس حکومت کی بنیاد عجمیوں کے ہاتھوں پڑی تھی۔ اس لیے ابتدا ہی سے اس میں عجمی عقائد و خیالات کی آمیزش شروع ہوگئی تھی اور مسلمانوں میں طرح طرح کے عقائد اور فرقے پیدا ہو گئے تھے' لیکن عجمی یعنی ایرانیوں کی قوم ایک تاریخی اور متمدن قوم تھی۔ اپنا مذہب و اخلاق رکھتی تھی۔ اس لیے اخلاقی حدود و قوانین کی پابند تھی اور چونکہ شاہ پرستی ان کے خمیر میں داخل تھی اس لیے اپنے عہد عروج میں بھی اس نے خلفا کے ظاہری احترام میں فرق نہ آنے دیا۔ عباسی حکومت میں برامکہ کو جو عروج حاصل تھا اس سے ہر تاریخ دان واقف ہے، لیکن اس عروج و اقتدار کے زمانہ میں بھی خلفا کے ساتھ اس کا طرز عمل خادمانہ تھا اور ہارون نے جب اس خاندان کو مٹایا تو کسی عجمی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ ان کے زمانہ میں کم از کم تمدنی حیثیت سے عباسی حکومت کو بڑے فوائد حاصل ہوئے۔

ایرانیوں کے بعد ترکوں کا عروج ہوا۔ ایرانیوں کے برعکس نہ ان کا کوئی مذہب تھا اور نہ نظام اخلاق۔ تہذیب و تمدن سے وہ ناآشنا تھے۔ وہ صرف تلوار کے دھنی تھے۔ ذاتی منفعت ان کا مذہب' سفاکی اور خونریزی ان کا اخلاق اور وحشت و بربریت ان کا تمدن تھا۔ اس لیے فوجی قوت کے علاوہ دولت عباسیہ کو ان سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا اور وہ بھی ان کے ابتدائی دور میں۔ بعد میں یہی قوت عباسی خلفا کے لیے وبال جان بن گئی۔ ترک کسی ضابطہ نظام اور قانون کے پابند نہ تھے۔ وہ صرف اپنی زبان اور اپنی خواہش کو قانون سمجھتے تھے جس کی خلاف ورزی کی پاداش میں خلیفہ کو بھی تخت سے دست بردار

ہونا پڑتا تھا۔واثق کے بعد ان کی حیثیت ''کنگ میکر'' کی ہوگئی تھی۔کوئی خیر خواہ دولت ان ۔ کے خلاف مزاج کوئی قدم نہ اٹھا سکتا تھا' ورنہ اسے اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑتا۔خلفا محض تخت کی زینت تھے۔اصل فرمانروائی ترکوں کے ہاتھوں میں تھی۔ان کی اس مطلق العنانی کی وجہ سے دولت عباسیہ میں ضعف سلطنت کے علاوہ ظلم وستم' حق تلفی وناانصافی طرح طرح کے مفاسد پیدا ہوگئے تھے۔

مہتدی بڑا مدبر' بیدار مغز' عاقبت اندیش اور اس کے ساتھ دیندار خلیفہ تھا۔ترکوں کا استبداد اور ان کی خودسری وبے دینی اس کی نگاہوں میں تھی۔وہ دیکھ رہا تھا کہ ترکوں نے عباسی حکومت کی سیاسی اہمیت کا بالکل خاتمہ کر دیا ہے' اگر یہی لیل ونہار رہے تو وہ چند دن کی مہمان ہے۔اس سیاسی ضعف کے ساتھ امتداد زمانہ اور غیر قوموں کی آمیزش اور ترکوں کی وحشت سے اس کی مذہبی اور اخلاقی روح بھی روز بروز مردہ ہوتی جاتی ہے۔اس لیے مہتدی چاہتا تھا کہ وہ ان تمام مفاسد کو دور کر کے عظمت وشان میں ہارونی عہد اور عدل پروری اور دینی روح میں عمر بن عبدالعزیزؒ کی یاد تازہ کر دے' چنانچہ سب سے پہلے اس نے مذہبی اور اخلاقی اصلاح کی طرف توجہ کی اور ''قبۃ المظالم'' کے نام سے ایک عمارت بنوائی۔اس میں وہ روزانہ رعایا کی دادرسی کے لیے بیٹھتا تھا۔عوام وخواص سب بلا امتیاز آتے تھے اور مہتدی ان سب کی دادرسی کرتا تھا۔شراب نوشی اور زنان بازاری کو حکماً روک دیا تھا۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اشاعت کراتا تھا۔نماز پنج گانہ کے لیے جامع مسجد جاتا تھا۔خود ہی امامت کرتا اور نماز کے بعد خطبہ دیتا تھا۔ [1] عمال کے جور وتعدی کا پورا انسداد کیا۔خطیب کا بیان ہے کہ عمال حکومت کے ظلم وتعدی کو سختی کے ساتھ روک دیا تھا۔اس سلسلہ میں بہت سے رؤسا کو سزائیں دیں' دفاتر کی نگرانی اور جانچ خود کرتا۔ہفتہ میں دو دن اتوار اور پنجشنبہ حساب اور دفتر کی جانچ کے لیے مخصوص تھے۔کاتبوں سے اپنے حساب کراتا تھا اور سب کی جانچ کرتا تھا۔ [2]

عوام کی مخالفت

لیکن جو لوگ مدتوں سے آزادانہ زندگی کے خوگر چلے آتے تھے ان پر یہ احتساب سخت گراں گزرا۔مسعودی لکھتا ہے کہ جب مہتدی نے لوگوں کو سیدھے راستہ پر چلانا چاہا تو عوام اور خواص سب پر یہ گراں گزرا اور وہ اس کے عہد خلافت سے تھک کر اس سے گھبرانے لگے اور انہوں نے اس کے خلاف حیلہ جوئیاں شروع کر دیں اور اسے قتل کر کے چھوڑا۔ [3]

اگر ترکوں کے بجائے عرب ہوتے تو وہ آسانی کے ساتھ ان مذہبی اصلاحات کو قبول کر سکتے

---

[1] مروج الذہب جلد ۸' ص ۲۔ [2] تاریخ خطیب جلد ۳' ص ۳۵۰۔ [3] مروج الذہب جلد ۸' ص ۳۔

تھے، بلکہ دوسروں سے ان کو بزور منواتے، لیکن عباسیوں کی عجم نواز پالیسی نے اس زندہ قوم کو عملی حیثیت سے بالکل مردہ کر دیا تھا اور جو قوم آڑے وقت میں ان کے کام آنے والی تھی اس کو گوشہ گمنامی میں ڈال دیا تھا اور جو جماعت برسر اقتدار تھی، وہ کسی مذہبی و اخلاقی ضابطہ کی پابند نہ تھی۔ بیشتر ترکوں، اشروسینیوں اور فرغانیوں کا کوئی مذہب نہ تھا۔ نومسلم ترک محض نام کے مسلمان تھے۔ ترکی امرا کسی ایسی اصلاح کو گوارا نہیں کر سکتے تھے، جن سے ان کے اقتدار کو صدمہ پہنچتا ہو، گو انہوں نے علانیہ اس کی مخالفت نہیں کی، لیکن اندرونی طور پر سب کے سب خلاف تھے، جس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔

مہتدی نے جب دیکھا کہ ان کی موجودگی میں اصلاحات کا کامیاب ہونا مشکل ہے تو اس نے ان کا جتھہ توڑنے کا عزم کر لیا۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں بعض ایسے واقعات پیش آ گئے جس سے اس کو اس کا موقع مل گیا، چنانچہ اس نے پہلے محمد بن بغا اور اس کے بھائی میسون اور امیر مفلح کو گرفتار کر کے قید کیا، پھر محمد بن بغا کو قتل کرا دیا۔ اس کا بھائی موسیٰ مساور خارجی کے مقابلہ میں تھا۔ اس کی بغاوت کو روکنے کے لیے اس نے لکھ بھیجا کہ فوراً فوج کی کمان امیر بایکیال کے حوالہ کر دے اور بایکیال کو تحریر بھیجی کہ وہ فوج کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے کر مفلح اور موسیٰ کو قتل کر دے۔ [1]

مسعودی کا بیان ہے کہ موسیٰ اور امیر بایکیال دونوں کو خفیہ ایک دوسرے کے قتل کا حکم دیا۔ [2] ترک مہتدی سے کھٹک چکے تھے۔ اس لیے جس وقت بایکیال کو اس کا حکم ملا وہ اس کو لے کر محمد بن موسیٰ کے پاس پہنچا اور کہا کہ اس عہدہ سے مجھے کوئی خوشی نہیں ہوئی۔ یہ تدبیر ہماری پوری قوم کے خلاف اختیار کی گئی ہے۔ ایسی حالت میں تمہارا کیا مشورہ ہے؟ اس نے کہا میری رائے میں تم سیدھے سامرا جاؤ اور پہلے مہتدی کو اپنی اطاعت کا یقین دلاؤ کہ میرے اور مفلح کے معاملہ میں اس کے حکم کی تعمیل کرو گے۔ اس کے بعد اس کے قتل کی تدبیر کی جائے۔ اس مشورہ کے مطابق بایکیال سامرا پہنچا۔ امیر یارکوج، سارتگین اور سیما طویل بھی اس کے ساتھ تھے۔ مہتدی ترکوں سے پوری طرح واقف ہو چکا تھا۔ اس لیے بایکیال کے فریب میں نہ آیا اور اسے گرفتار کرا لیا۔ اس کی گرفتاری پر ترک بگڑ گئے اور انہوں نے مہتدی سے جواب طلب کیا کہ ہمارا قائد کس الزام میں گرفتار کیا گیا اور محمد بن بغا کو کس جرم میں قتل کیا گیا۔

ترکوں کی برہمی دیکھ کر مہتدی نے صالح بن علی بن یعقوب بن منصور سے مشورہ کیا۔ اس نے کہا کہ خراسانی ابومسلم کو جتنا مانتے تھے اور اس کو ان میں جو عظمت و شان حاصل تھی، اتنا ترک بایکیال کو نہیں مانتے۔ خراسانی ابومسلم کی پرستش کرتے تھے، لیکن جب اس کا سر قلم کیا گیا تو سب کی زبان پر مہر لگ گئی

---

[1] ابن اثیر جلد ۷، ص ۷۵۔ [2] مروج الذہب جلد ۸، ص ۹۸۔

اور امیر المومنین اپنے اسلاف سے کہیں زیادہ شجاع ہیں۔ اس لیے اگر بابکیال کو قتل کر دیا جائے تو سب ترک خاموش ہو جائیں گے۔

مہتدی نے یہ مشورہ قبول کر لیا اور بابکیال کو قتل کرا دیا' لیکن اس نے اس فیصلہ میں عجلت سے کام لیا۔ وحشی ترک ایرانیوں سے مختلف تھے۔ اس لیے وہ بھڑ کر مہتدی کے مقابلہ میں آ گئے۔ گو اس نے پہلے سے چند ہزار سپاہ کا انتظام کر لیا تھا' لیکن اس میں بھی اس نے یہ غلطی کی تھی کہ جو ترک بابکیال کے جتھے کے نہ تھے' ان کو غلط اعتماد پر اپنے ساتھ رکھا تھا' جنہوں نے قومی عصبیت میں عین موقع پر ساتھ چھوڑ دیا۔ مہتدی نے اپنی مختصر جماعت کے ساتھ بڑی شجاعت سے مقابلہ کیا' لیکن اس مختصر جماعت کا آزمودہ کار ترکوں کے مقابلہ میں کامیاب ہونا مشکل تھا۔ آخر میں اس کی فوج کی ہمت چھوٹ گئی اور اس نے میدان چھوڑ دیا۔ مہتدی ہر چند آواز دیتا رہا کہ مسلمانو! اپنے امیر المومنین کی مدافعت کرو' لیکن کسی نے نہ سنا اور مہتدی کو مجبور ہو کر پولیس افسر کے گھر میں پناہ لینی پڑی' لیکن ترک اسے وہاں سے بھی نکال لائے اور جوسق میں احمد بن خاقان کے پاس قید کر کے خلافت سے دستبرداری پر زور ڈالنا شروع کیا' لیکن اس نے جان دے دی مگر دستبرداری پر آمادہ نہ ہوا۔ [1]

مسعودی کا بیان ہے کہ مہتدی کو گرفتار کرنے کے بعد ترکوں نے اس سے سوال کیا کہ تم لوگوں کو ایسے اخلاق اور ایسے راستہ پر چلانا چاہتے ہو جس سے وہ ناواقف ہیں۔ مہتدی نے کہا میں ان کو رسول اللہ ﷺ' اہل بیت نبوی ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے طریقے پر چلانا چاہتا ہوں۔ اس کا یہ جواب ملا کہ رسول اللہ ﷺ کا سابقہ ایسے لوگوں سے تھا جو دنیا سے کنارہ کش اور آخرت کی طرف مائل تھے اور تمہارے ساتھی ترک' خزر' فرغانی' مغربی وغیرہ عجم کی ایسی قومیں ہیں جو اخروی فرائض سے ناواقف ہیں اور ان کا مقصود اور ان کی غرض و غائت دنیاوی منفعت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ ایسی حالت میں تم ان کو کیونکر اس رستہ پر چلا سکتے ہو۔ اس سلسلہ میں دونوں میں بحث و گفتگو ہوئی اور قریب تھا کہ معاملات سدھر جائیں کہ ایک بدباطن سلیمان بن وہب نے کہا کہ تم غلطی کر رہے ہو' گو وہ (مہتدی) اس وقت تم سے زبانی اقرار کیے لیتا ہے' لیکن اس کی نیت اس سے بالکل مختلف ہے۔ اس اقرار کے بعد تم سب کا شیرازہ بکھیر دے گا۔ اس آواز نے بجلی کا کام کیا اور ترک دیوانہ وار خنجر لے کر مہتدی پر جھپٹ پڑے۔ بابکیال کے چچازاد بھائی نے جو شراب کے نشہ میں چور تھا' وار کر کے گردن کی رگ کاٹ دی۔ خون کا فوارہ پھوٹ نکلا۔ وحشی ترک نے زخم سے منہ لگا کر خون پیا اور پی کر بولا' آج جس طرح میں نے شراب سیر ہو کر پی تھی' ویسے ہی خون سے خوب آسودہ ہوا [2] یہ واقعہ

---

[1] ابن اثیر جلد ۷' ص ۷۵-۷۶۔ [2] مسعودی جلد ۸' ص ۹ تا ۱۱۔

رجب ۲۵۶ھ کا ہے۔ اس کے سوا قتل کی نوعیت کے متعلق اور روائتیں بھی ہیں۔

غرض مہتدی نے جس مبارک اصلاح کا بیڑا اٹھایا تھا اسی کی راہ میں شہادت حاصل کی۔ اس کی ناکامی کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ اس کارخیر میں اسے کوئی مددگار نہ ملا۔ اگر وہ اپنی اصلاح میں کامیاب ہو جاتا تو یہ اس کا نہایت عظیم الشان کارنامہ ہوتا۔ قتل کے وقت کل ۳۸ سال کی عمر تھی' مدت خلافت ساڑھے گیارہ مہینے۔

حلیہ

مہتدی پستہ قامت' فربہ اندام اور گندم گوں تھا۔ داڑھی بہت لمبی تھی۔

علما کی قدر دانی

مہتدی کی علمی استعداد معمولی تھی' لیکن علما اور اہل کمال کا بڑا قدر دان تھا۔ خصوصاً جس کام کا اس نے بیڑا اٹھایا تھا' اس کے لیے علما کی امداد کی بڑی ضرورت تھی۔ اس لیے اس نے دربار میں علما کا گروہ جمع کیا' فقہا کے رتبے بڑھائے اور ان کے ساتھ ہر قسم کی مراعات کیں۔ [1]

قیام عدل

مہتدی کی سیرت کا نمایاں رخ اس کا عدل و انصاف' زہد و تقویٰ اور اوامر و نواہی کا قیام ہے۔ اوپر گزر چکا ہے کہ قیام عدل کے لیے اس نے ایک خاص عمارت بنوائی تھی جس کا نام ''قبۃ المظالم'' تھا اور اس میں وہ روزانہ بیٹھ کر عوام و خواص کی دادرسی کرتا تھا۔ کرسی عدالت پر بیٹھنے کے بعد اپنے اور بیگانے سب اس کی نظر میں ایک ہو جاتے تھے۔ اگر اس کا لڑکا بھی ماخوذ ہوتا تو اس کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہ کرتا تھا۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے اس کے لڑکے پر دعویٰ کیا۔ مہتدی نے اس کو عدالت میں طلب کیا اور مدعی کے پہلو میں کھڑا کر کے دعویٰ کے متعلق پوچھا۔ لڑکے نے اقرار کر لیا۔ مہتدی نے اسی وقت اس کا حق واپس دلایا۔ یہ انصاف دیکھ کر ایک شخص عبداللہ بن ابراہیم اسکانی نے کہا' امیر المؤمنین کی ذات گرامی ان اشعار کی مصداق ہے:

حکمتموہ فقضی بینکم ابلج مثل القمر الزاھر
لا یقبل الرشوۃ فی حکمہ ولا یبالی غبن الخاسر

مہتدی نے کہا میں قرآن پاک کی اس آیت ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ

[1] مسعودی ج ۸' ص ۱۹۔

الْقِيَامَةِ﴾[۲۱/الانبیاء:۴۷] کو پڑھ کر اس مقام پر بیٹھا ہوں اور یہ کہہ کر بے اختیار رو دیا۔ 1

صالح بن علی کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن مہتدی کی عدالت کا منظر دیکھا۔ دادخواہ نہایت آسانی کے ساتھ اس کے پاس پہنچتے تھے۔ ملک کے مختلف حصوں سے اس کے پاس جو استغاثے آتے تھے ان کی دادرسی کے احکام جاری کرتا تھا۔ یہ منظر مجھے بہت پسند آیا۔ 2

عمال کے مظالم کی جس شدت سے اس نے روک تھام کی تھی اُس کے حالات اوپر گزر چکے ہیں۔ فخری کا بیان ہے کہ اس نے اپنے تمام متعلقین کو ظلم و تعدی سے روک دیا تھا۔ 3

زہد و ورع

خلفائے عباسیہ کی عیش پرستیاں تاریخ کی رنگین اور دل آویز داستانیں ہیں جس کی ناتمام تصویر الف لیلیٰ میں نظر آتی ہے۔ مہتدی نے تخت خلافت پر قدم رکھتے ہی اس بساط عیش کو الٹ کر بوریائے فقر بچھا دیا اور وہ ایوان عیش جو اپنی دل آویزیوں کے اعتبار سے نگارخانہ چین پر چشمک زن تھا' عزلت نشین راہب کی خانقاہ کے قالب میں آ گیا۔ اس کی زندگی سادگی اور زہد کا نمونہ تھی۔ اپنے خاندان والوں سے کہا کرتا تھا کہ مجھے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے راستہ پر چلنے دو کہ میں بنو امیہ کی طرح بنو عباس میں بھی عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی مثال پیدا کر دوں۔ اس اسوۂ حسنہ کو اس نے عملاً کر دکھایا۔ کھانے پینے' لباس' ساز و سامان اور فرش و فروش سب میں اس نے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کی۔ سارے نقرئی و طلائی ظروف گلوا کر اس کے سکے ڈھلوا دیئے۔ ایوان عیش کے تمام مرقعے مٹا دیئے' مینڈھوں اور مرغوں کا غول جو خلفائے عباسیہ کی تفریح طبع کے لیے جمع کیے گئے تھے' ذبح کروا دیئے۔ جانور خانہ میں جس قدر درندے پرورش پاتے تھے سب مروا ڈالے۔ دیبا اور اس قبیل کے جملہ فرش فروش جن کا استعمال شرعاً ممنوع تھا' اٹھوا دیئے۔ خلفائے عباسیہ کے دسترخوان کا خرچ دس ہزار درہم روزانہ تھا' مہتدی نے گھٹا کر سو درہم کر دیا اور اس سے بھی وہ بہت کم فائدہ اٹھاتا تھا' کیونکہ ہمیشہ روزے رکھتا تھا اور افطار کا سامان جو ہوتا تھا وہ اس بیان سے ظاہر ہوگا۔ 4

ابوالعباس بن ہاشم ہاشمی کا بیان ہے کہ میں رمضان کی ایک شام کو امیرالمؤمنین مہتدی کے پاس تھا۔ افطار کے قریب اٹھنے کا ارادہ کیا۔ اس نے بٹھا لیا۔ اتنے میں مغرب کا وقت آ گیا۔ ہم سب نے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز کے بعد کھانا آیا تو اس میں دو روٹیاں' ایک برتن میں نمک' ایک میں سرکہ اور ایک

---

1 تاریخ خطیب جلد۳' ص۳۴۹۔
2 مروج الذہب جلد۸' ص۲۱۔
3 الفخری ص۲۲۳۔
4 مروج الذہب مسعودی جلد۸' ص۱۹۔

میں روغن زیتون تھا۔ مہتدی نے مجھے کھانے پر بلایا۔ میں بیٹھ گیا اور اس خیال سے کہ یہ محض افطار ہے اصل کھانا بعد میں آئے گا' بہت کم کھایا۔ مہتدی نے کہا کیوں' کھاتے کیوں نہیں؟ کیا روزہ نہیں تھا؟ میں نے کہا روزہ تو تھا۔ پھر پوچھا کیا کل روزہ رکھنے کا ارادہ نہیں ہے؟ میں نے کہا رمضان کا مہینہ ہے' روزہ کیوں نہ رکھوں گا۔ کہا بھرپور کھانا کھالو' کیونکہ جو سامان تمہارے سامنے موجود ہے' یہاں اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ ابو ہاشم کہتے ہیں کہ یہ سن کر مجھے حیرت ہوئی۔ میں نے کہا امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر طرح کی نعمتیں عطا کی ہیں' رزق کا دائرہ وسیع کیا ہے' پھر اس کے علاوہ کچھ کیوں نہیں ہے؟ اس نے جواب دیا جو کچھ تم نے کہا وہ سچ ہے اور اس پر اللہ کا شکر ہے' مگر میں نے سوچا کہ بنی امیہ میں تو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوں اور بنی ہاشم میں ان کی مثال ناپید رہے۔ اس پر مجھے غیرت آئی اور میں نے یہ زندگی اختیار کی۔ [1]

لباس نہایت سادہ ہوتا تھا۔ خلفائے عباسیہ کی نفاست پسندی اور خوش لباسی پر ایک لباس ایک دن بھی پہننا بار تھا' لیکن مہتدی ایک کپڑا مدتوں پہنے رہتا تھا۔ [2] عبادت کے اوقات میں نہایت سادہ لباس استعمال کرتا تھا اور اس کے لیے صوف کا جبہ' چادر اور کلاہ مخصوص تھی۔ انہی کو پہن کر وہ نماز پڑھتا تھا۔ [3] اس کے قتل کے بعد اس کا ایک بکس لوگوں کے ہاتھ آیا۔ وہ سمجھے کہ اس میں کچھ نقدی اور قیمتی جواہرات ہوں گے' لیکن جب کھولا گیا تو صرف صوف کا ایک جبہ اور ایک معمولی بنڈی نکلی۔ اس کے خادم سے پوچھا گیا تو معلوم ہوا کہ مہتدی رات گئے اسے پہن کر صبح تک رکوع وسجود میں مشغول رہتا تھا۔ رات کے ابتدائی حصہ میں تھوڑا سا سو کر اٹھ بیٹھتا تھا اور بقیہ رات عبادت کرتا تھا۔ [4]

صلحا واخیار کے سبق آموز مواعظ کا ورد رکھتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک نہایت پر موعظت خطبہ محمد بن علی ربعی سے پوچھ کر قلمبند کر لیا تھا اور روزانہ رات کو ایک تنہا مکان میں رو رو کر دہراتا تھا۔ مسعودی نے یہ پورا خطبہ نقل کیا ہے۔ [5]

---

[1] تاریخ خطیب جلد ۳' ص ۳۵۰۔
[2] یعقوبی جلد ۲' ص ۶۱۷۔
[3] تاریخ خطیب جلد ۳' ص ۳۵۰۔
[4] مروج الذہب جلد ۸' ص ۲۰۔
[5] مروج الذہب ج ۸' ص ۲۹۔

ابو العباس احمد بن متوکل الملقب بہ معتمد علی اللہ

(۲۵۶ھ تا ۲۷۹ھ مطابق ۸۶۹ء تا ۸۹۲ء)

معتمد علی اللہ بن متوکل ایک کوفی لونڈی فتیان کے بطن سے تھا۔ مہتدی کی معزولی کے وقت قید میں تھا۔ اس کے قتل کے بعد ترکوں نے معتمد کو قید سے نکال کر خلیفہ بنایا۔ عباسی افواج کے سپہ سالار موسیٰ بن بغا نے بھی بیعت کر لی۔ اس کی بیعت کے بعد کسی کی مخالفت کا خطرہ باقی نہ رہا اور رجب ۲۵۶ھ میں معتمد تخت خلافت پر متمکن ہوا اور عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان کو منصب وزارت تفویض کیا۔ اس وقت معتمد کی عمر ۲۵ سال تھی۔

مدت کے لحاظ سے معتمد کامل ۲۳ سال تک تخت خلافت پر رہا' لیکن اس طویل مدت میں ایک دن کے لیے بھی اس کو حقیقی حکومت نصیب نہ ہوئی اور نہ اندرونی شورشوں اور ہنگاموں سے سکون میسر ہوا۔ ایک اہم تغیر یہ البتہ ہوا کہ اب تک ترک حکومت پر حاوی تھے اور معتمد کے زمانہ میں اس کے بھائی موفق باللہ کے ہاتھوں میں حکومت آ گئی۔ معتمد محض نام کا خلیفہ تھا۔ چھوٹے بڑے کسی معاملہ میں بھی معتمد کا کوئی حکم نہ چلتا تھا۔ خراج وغیرہ بھی موفق ہی کے پاس آتا تھا۔ معتمد اس کے استبداد سے بہت نالاں تھا۔ آخر میں عاجز آ کر اس نے ابن طولون کے دامن میں پناہ لینا چاہی تھی' مگر اس میں بھی ناکامی ہوئی۔ اس کی تفصیلات اپنے موقع پر آئیں گی۔ [1]

ملک کی حالت

معتمد کے زمانہ میں ملک کی حالت اور بھی ابتر ہو گئی۔ اس کے گوشہ گوشہ میں شورش اور ہنگامہ اور چپہ چپہ میں طوائف الملوکی تھی۔ سجستان' کرمان اور فارس پر صفاریہ قابض تھے۔ خراسان بھی انہوں نے طاہریہ سے چھین لیا تھا۔ طبرستان اور جرجان وغیرہ میں علویوں کی حکومت تھی۔ مصر و شام میں طولونیہ کا اقتدار بڑھ رہا تھا۔ ماوراء النہر میں سامانیہ جن کا ذکر آئندہ آئے گا اپنی حکومت کی داغ بیل ڈال رہے تھے۔ افریقہ پر اغالبہ کا تسلط تھا۔ بصرہ' ابلہ اور کور دجلہ وغیرہ میں صاحب الزنج آفت بپا کیے ہوئے تھے۔ غرض مغرب سے لے کر مشرق تک کوئی چپہ طوائف الملوکی سے خالی نہ تھا۔ [2]

ان میں سے علوی دولت عباسیہ کے حریف اور مدمقابل اور دوسرے برائے نام ماتحت تھے۔ وہ مقامات بھی جو خالص دولت عباسیہ کے قبضہ میں تھے حوادث و فتن سے محفوظ نہ تھے۔ ان میں آئے دن شورش رہتی تھی۔ اس لیے معتمد کے عہد میں دولت عباسیہ نہایت کمزور پڑ گئی۔ موفق نے

[1] ابن اثیر جلد ۶' ص ۱۳۱۔ [2] ابن خلدون جلد ۳' ص ۳۳۹۔

تابمقدوران شورشوں کے دبانے کی کوشش کی اور بعضوں میں اسے کامیابی ہوئی' لیکن بوسیدہ عمارت عارضی ستونوں پر نہیں قائم رہ سکتی' اس لیے اس کا اثر دیرپا نہ ثابت ہوا۔ ان شورشوں کی تفصیل بے کار اور لاحاصل ہے۔ اس لیے ان کے حالات صرف اسی حد تک لکھے جائیں گے جس سے اس عہد کی سیاسی کیفیت اور دولت عباسیہ کی گرتی ہوئی حالت کا اندازہ ہو جائے۔
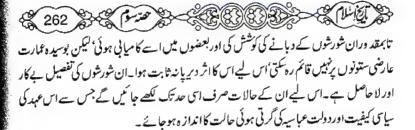
عیسیٰ بن شیخ والی شام کی بغاوت

عیسیٰ بن شیخ والی شام کی بغاوت کا حال اوپر معتز کے زمانہ میں گزر چکا ہے۔ مہتدی کو اپنے زمانہ میں اس کی طرف توجہ کرنے کی فرصت نہ ملی تھی۔ اس لیے عیسیٰ بن شیخ اب تک معاندانہ روش پر قائم تھا اور دارالخلافہ خراج بھیجنا بند کر دیا تھا' بلکہ ایک مرتبہ مصر کے خراج کی رقم جو شام سے ہو کر بغداد جا رہی تھی' چھین لی تھی' چنانچہ اس نے معتمد کی بھی بیعت نہیں کی۔ معتمد نے سختی کے بجائے نرمی سے اسے رام کرنے کی کوشش کی اور شام کے ساتھ آرمینیہ کی حکومت بھی اس کے متعلق کر دی۔ اس تدبیر سے وہ مطیع ہو گیا اور معتمد کی بیعت کر لی۔ [1] اس کی بیعت کے بعد معتمد نے اماجور ترکی کو دمشق کا والی مقرر کیا۔ عیسیٰ نے اپنے لڑکے منصور کو اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ اماجور نے اسے شکست دے کر قتل کر دیا۔ لڑکے کے قتل سے عیسیٰ کا حوصلہ پست ہو گیا اور وہ شام چھوڑ کر آرمینیہ چلا گیا۔ [2]

صاحب الزنج کی قیامت خیز شورش

صاحب الزنج کی شورش کے ابتدائی حالات اوپر گزر چکے ہیں۔ معتمد کے زمانہ میں اس کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ چند برسوں کے اندر اس نے بصرہ' ابلہ' عبادان' اہواز' واسط' رامہرمز وغیرہ عراق کے بڑے حصہ پر قبضہ کر لیا اور کل چودہ پندرہ سال تک مسلسل حکومت کی۔ فوجوں سے بڑا پرزور مقابلہ کرتا رہا اور مسلمانوں پر ایسے سفاکانہ اور وحشیانہ مظالم ڈھائے کہ دنیائے اسلام میں اضطراب پیدا ہو گیا۔

سیوطی کا بیان ہے کہ بصرہ پر قبضہ کر کے اس کو بالکل تباہ و برباد کر ڈالا۔ اس کے کل باشندوں کو قتل کر دیا اور آس پاس کی تمام بستیاں پھونک دیں۔ ۲۵۶ھ سے ۲۷۰ھ تک زنگیوں اور عباسی فوجوں میں بڑے خونریز معرکے ہوئے۔ زنگیوں نے اس قدر قتل عام کیا کہ مردوں کا دفن کرنا مشکل ہو گیا اور لاشوں کے تعفن سے سخت وبا پھیل گئی اور بیشمار آدمی لقمہ اجل ہو گئے۔ ۲۷۰ھ میں زنگیوں کا ایک سرغنہ بھبوذ مارا گیا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ وہ دنیا میں رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور اسے غیب کی باتوں کا علم ہے۔ [3]

---

[1] مقریزی جلد ۲' ص ۱۰۶۔　[2] ابن اثیر جلد ۷' ص ۸۷' ابوالفداء جلد ۲' ص ۴۸۔

[3] تاریخ الخلفاء ص ۳۷۳' ۳۷۴۔

اس کا دوسرا مقرب ساتھی مہلبی تھا۔ اس نے محلّہ مقبرہ بنی یشکر میں ایک ممبر نصب کیا تھا۔ جمعہ کے دن صاحب الزنج کے نام کا خطبہ پڑھتا تھا۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر رحمت بھیجا کرتا تھا' لیکن حضرت عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کا نام نہ لیتا تھا۔ سیوطی کے بیان کے مطابق وہ حضرت عثمان' علی' معاویہ' طلحہ' زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کو نعوذ باللہ گالیاں دیتا تھا۔ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر رحمت بھیجنے کے بعد وہ جبابرۂ بنو عباس' حضرت ابوموسیٰ اشعری' عمرو بن العاص' معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم پر لعنت بھیجتا تھا۔ اس نے اہل بصرہ پر بڑے بڑے سخت مظالم ڈھائے۔ ان سے تنگ آ کر وہ ایک دن جان پر کھیل کر اس کے مقابلہ کے لیے نکل آئے۔ مہلبی نے بڑی بیدردی سے ان کا قتل عام کیا۔ کچھ لوگ ڈوب کر مرے اور کچھ بچ کر نکل گئے۔ اس قتل عام سے اہل بصرہ کے دلوں پر مہلبی کی اتنی دہشت چھا گئی کہ وہ گھروں اور کنوؤں میں روپوش ہو گئے۔ ان کے پاس کھانے پینے کا کوئی سامان نہ رہ گیا تھا' لیکن دن کو مہلبی کے خوف سے باہر نہ نکل سکتے تھے۔ رات کو نکلتے تھے اور چوہا' بلی' کتا جو بھی مل جاتا پکڑ کر کھا جاتے۔ آخر میں نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ زندہ انسان مردہ انسانوں کا گوشت کھانے لگے۔ لوگ ایک دوسرے کی موت کے منتظر رہتے تھے' بلکہ جس کسی کا کسی پر قابو چل جاتا' اسے قتل کر کے کھا جاتا۔ مسعودی نے اس سلسلہ میں بعض نہایت دردانگیز واقعات نقل کیے ہیں۔ جان کے ساتھ عزت وآبرو بھی محفوظ نہ تھی۔ سادات بنی ہاشم اور عرب کی عورتیں پکڑ کر دو دو تین تین درہم میں نیلام کی جاتی تھیں اور زنگی عورتیں ان سے لونڈیوں کی طرح خدمت لیتی تھیں۔ چودہ پندرہ سال تک مسلسل یہ مظالم قائم رہے۔ مقتولین کی صحیح تعداد کا اندازہ کوئی مؤرخ نہ کر سکا۔ ان کا بیان ہے کہ اس شورش میں اتنے آدمی مارے گئے کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا سرسری اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ صاحب الزنج کے اور آدمیوں کو چھوڑ کر صرف مہلبی نے پندرہ لاکھ آدمی قتل کیے۔ تنہا بصرہ میں ایک دن میں پانچ لاکھ آدمی مقتول ہوئے۔ بالآخر بڑی خونریز لڑائیوں کے بعد موفق نے ۲۷۰ھ میں صاحب الزنج کا خاتمہ کر کے خلق اللہ کو اس کے مظالم سے نجات دلائی۔ اس کے قتل سے ساری دنیائے اسلام کو مسرت ہوئی۔ جس وقت اس کا سر نیزہ پر آویزاں کر کے بغداد لایا گیا تو یہاں مسرت وشادمانی کی لہر دوڑ گئی۔ بغدادیوں نے مکانات آراستہ کر کے چراغاں کیا اور ہر شخص کے دل سے موفق کے لیے دعا نکلنے لگی۔ [1]

صفاریہ

[1] طبری اور ابن اثیر وغیرہ نے ان واقعات کو بہت مفصل لکھا ہے۔ ہم نے طوالت کے خیال سے مسعودی اور سیوطی کا مختصر بیان نقل کیا ہے۔ دیکھو مسعودی جلد ۸' ص ۵۶ تا ۶۱' و تاریخ الخلفاء ص ۳۷۳ تا ۳۷۴۔

فارس پر یعقوب صفار کے قبضہ اور بجستان کی واپسی تک کے حالات اوپر معتز باللہ کے دور میں گزر چکے ہیں۔ یعقوب کی واپسی کے بعد معتز نے فارس کا علاقہ حارث بن سیما کے متعلق کر دیا تھا۔ ۲۵۶ھ میں ایک شخص محمد بن واصل عراقی اور احمد بن لیث کردی نے حارث کو قتل کر کے غاصبانہ قبضہ کر لیا تھا۔ [1] ابن خلدون کا بیان ہے کہ ۲۵۷ھ میں معتمد نے اپنے دور میں حسن بن فیاض کو وہاں کا حاکم بنایا۔ [2]

اس درمیان میں یعقوب زیادہ تر نواح بجستان کے غیر مسلم فرمانرواؤں سے لڑتا رہا۔ ۲۵۷ھ میں پھر اس نے فارس کا رخ کیا۔ معتمد نے اسے بلخ' طخارستان اور سندھ کی حکومت دے دی۔ اس لیے فارس چھوڑ کر کابل پہنچا اور یہاں کے فرمانروا رتبیل کو قتل کر کے کابل پر قبضہ کر لیا اور یہاں کے بیش قیمت نوادر جن میں چند بت بھی تھے' معتمد کی خدمت میں ہدیہ بھیجے۔ کابل کے بعد بست اور کروخ پر قبضہ کر کے بوشنج میں علی بن حسین بن طاہر کو گرفتار کیا۔ [3] کابل کا علاقہ گو بنی امیہ ہی کے ابتدائی زمانہ میں' بلکہ خلافت راشدہ ہی کے دور سے اسلامی حکومت کا باجگزار بن گیا تھا' لیکن وہ ایران و عراق وغیرہ کی طرح اسلامی ملک نہ تھا۔ صفاریوں نے اس کو اسلامی قلمرو میں شامل کر کے اسلامی ملک بنا دیا۔

طاہریہ کا خاتمہ

اس کے بعد یعقوب نے طاہری حکومت کا خاتمہ کیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس کا ایک حریف عبداللہ السجزی اس کے مقابلہ میں اپنے کو بے بس پا کر طاہری حکومت میں حصہ لگانے کے لیے نیشاپور پہنچا اور محمد بن طاہر کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں کے علما نے درمیان میں پڑ کر دونوں میں صلح کرا دی اور محمد بن طاہر نے اس کو طبسین اور قہستان کا حاکم بنا دیا۔ یعقوب صفار کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے محمد بن طاہر کو لکھا کہ عبداللہ کو اس کے حوالے کر دے۔ محمد نے انکار کیا۔ اس کے انکار پر یعقوب خود نیشاپور پہنچا۔ اس وقت طاہریہ میں کوئی دم باقی نہ رہ گیا تھا۔ اس لیے یعقوب نے محمد بن طاہر اور اس کے پورے خاندان کو گرفتار کر کے طاہری حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

طاہریہ بنو عباس کے ساختہ پرداختہ اور ان کے معتمد علیہ تھے۔ اس لیے ان کو ختم کرنے کے بعد یعقوب نے معتمد کو معذرت میں لکھا کہ محمد بن طاہر اپنے فرائض کی انجام دہی سے قاصر تھا۔ اس کی کوتاہی کی وجہ سے علویوں نے طبرستان پر قبضہ کر لیا۔ اس لیے خود خراسانیوں نے مجھے فوج کشی کی دعوت دی تھی' لیکن معتمد نے اس عذر کو قبول نہ کیا۔ اس کا نہایت سخت جواب دیا اور اس کی روش سے

---

[1] ابن اثیر جلد ۷' ص ۷۹۔ [2] ابن خلدون جلد ۳' ص ۳۷۴۔ [3] ابن اثیر جلد ۷' ص ۸۲۔

بیزاری ظاہر کی اور ہدایت کی کہ وہ آئندہ صرف ان مقاموں کی حکومت پر قناعت کرے جن کی اس کو باقاعدہ اجازت دی گئی ہے' لیکن یعقوب نے اس حکم کی کوئی پرواہ نہ کی۔

حسن بن زید علوی کی شکست اور عبداللہ السجزی کا قتل

آل طاہر کی گرفتاری کے بعد عبداللہ السجزی نیشاپور سے حسن بن زید علوی کے پاس طبرستان بھاگ گیا تھا۔ اس لیے صفار ۲۶۰ھ میں طبرستان پہنچا اور حسن بن زید کو شکست دے کر ساریہ اور آمل پر قبضہ کر لیا۔ حسن دیلم بھاگ گئے۔ صفار نے کچھ دور تک تعاقب کیا' لیکن پھر راستہ کی دشواریوں سے پریشان ہو کر لوٹ آیا۔ علوی دولت عباسیہ کے حریف تھے۔ اس لیے صفار نے معتمد کو اپنی اصل کارگزاری کی اطلاع دی۔ حسن بن زید کی شکست کے بعد عبداللہ السجزی رے چلا گیا تھا۔ اس لیے یعقوب صفار نے یہاں کے عامل کو لکھا کہ یا عبداللہ کو ہمارے حوالہ کر دو یا جنگ کے لیے آمادہ ہو جاؤ۔ وہ آل طاہر اور علویوں کا حشر دیکھ چکا تھا۔ اس لیے خاموشی سے عبداللہ کو حوالہ کر دیا اور صفار اسے قتل کر کے بجستان واپس ہوا۔ [1]

فارس پر موسیٰ کا تقرر اور استعفیٰ

اوپر گزر چکا ہے کہ محمد بن واصل عراقی نے دولت عباسیہ کے عامل حارث ابن سیما کو قتل کر کے فارس پر قبضہ کر لیا تھا' گو وہ زبان سے اپنے کو خلیفہ کا اطاعت گزار ظاہر کرتا تھا' لیکن درپردہ اس کے خلاف تھا۔ اس لیے حارث کے قتل کے بعد معتمد نے فارس کا علاقہ موسیٰ بن بغا کے متعلق کر دیا۔ اس نے اپنی جانب سے عبدالرحمٰن بن مفلح کو اہواز اور فارس کا حاکم بنایا اور طاشتمر ترکی کو بطور مددگار اس کے ساتھ کر دیا۔ ابن واصل نے مقابلہ کیا۔ طاشتمر جنگ میں مارا گیا اور عبدالرحمٰن گرفتار ہوا۔ معتمد نے ابن واصل کے پاس عبدالرحمٰن کی رہائی کے لیے کہلا بھیجا' لیکن اس نے قتل کر کے مشہور کر دیا کہ عبدالرحمٰن مر گیا اور موسیٰ بن بغا کی طرف بڑھا۔ اس طوائف الملوکی کی وجہ سے فارس کا انتظام سنبھالنا موسیٰ کے لیے دشوار ہو گیا' اس لیے اس نے اس عہدہ سے استعفیٰ دے دیا۔

فارس پر یعقوب کا قبضہ

یعقوب صفار فارس ہی کی فکر میں تھا کہ دولت عباسیہ سے ابن واصل کی مخالفت پر اس کو موقع

[1] ابن خلدون جلد ۳' ص ۳۰۹' ۳۱۰۔

مل گیا' چنانچہ وہ سیدھا فارس پہنچا۔ ابن واصل نے اسے دھوکا دینا چاہا اور ایک طرف اس کے پاس اطاعت کا پیام بھیجا۔ دوسری طرف ایک غیر معروف راستہ سے مقابلہ کے لیے نکل کھڑا ہوا' لیکن راستہ کی خرابی کی وجہ سے اس کی پیدل سپاہ اور بار برداری کے جانوروں کو بڑا نقصان پہنچا۔ یعقوب کو برابر اس کی نقل و حرکت کی اطلاع مل رہی تھی۔ اس لیے وہ کوچ کر کے دفعۃً اس کے سر پر پہنچ گیا۔ ابن واصل کی فوج بہت خستہ ہو رہی تھی' اس لیے یعقوب نے آسانی کے ساتھ اس کو شکست دے کر فارس پر قبضہ کر لیا۔ [1]

صفار اور معتمد کی جنگ اور صفار کی شکست

اوپر لکھا جا چکا ہے کہ صفار کو ابتدا میں عباسی حکومت سے کوئی پرخاش نہ تھی اور وہ اس کے عجمی عمال کے خلاف اٹھا تھا اور اپنے کو برابر خلفا کا مطیع ظاہر کرتا رہا اور انہی کا نام لے کر لڑتا تھا' لیکن عمال سے جنگ کے سلسلہ میں چونکہ وہ خلیفہ کے احکام کی پابندی نہیں کرتا تھا اس لیے بالآخر براہ راست عباسی حکومت سے اس کے تصادم کی نوبت آ گئی' اور معتمد نے خود اس سے جنگ کا عزم کر لیا اور عبیداللہ ابن عبداللہ بن طاہر کے ذریعہ سے خراسان و جرجان و طبرستان تمام مشرقی علاقوں میں اعلان کرا دیا کہ اس نے صفار کو نہ کہیں کا حاکم بنایا ہے اور نہ اس کے اعمال کا ذمہ دار ہے۔ صفار نے جو کچھ کیا ہے' اپنی خودسری سے کیا ہے اور اس فرمان کی نقلیں مختلف مقامات پر بھجوا دی گئیں اور خراسان کے مختلف حصے یہاں کے ممتاز اور صاحب اقتدار اشخاص کے متعلق کر دیئے گئے۔

ان واقعات کی اطلاع صفار کو ملی تو اس نے معتمد کی خدمت میں ایک عرض داشت بھیجی' جس میں حسب ذیل مطالبات تھے:

اس کو طاہر بن حسین کے رقبہ حکومت کا والی بنایا جائے۔ طبرستان' جرجان' رے' آذربائیجان' کرمان' سجستان' سندھ' تمام مشرقی ممالک کی ولایت عطا کی جائے اور بغداد و سرمن رای کا محکمہ پولیس اس کے متعلق کیا جائے اور جن لوگوں نے معتمد کا پہلا فرمان سنا ہے' انہیں جمع کر کے اس کی منسوخی کا فرمان سنایا جائے۔ یہ درخواست بھیجنے کے بعد اس نے بغداد کا قصد کیا۔ معتمد صفار سے سخت برہم اور اس سے جنگ کے لیے آمادہ تھا' لیکن اختیارات تمام تر موفق کے ہاتھوں میں تھے۔ معتمد مجبور محض تھا۔ موفق نے یعقوب کو بغداد کے قصد سے روکنے کے لیے اس کے تمام مطالبات منظور کر لیے اور پر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ صفاریوں کا ایک بڑا مقصد ترکوں کا زور توڑنا تھا' اس لیے یعقوب کے مطالبات کی منظوری سے موالی میں بڑی بے چینی پیدا ہو گئی اور وہ یعقوب سے مقابلہ کیلئے آمادہ ہو گئے۔ [2]

---

[1] ابن اثیر جلد ۷' ص ۹۰' ۹۱۔ [2] ابن خلکان جلد ۲' ص ۳۱۶۔

لیکن ان مطالبات کی منظوری کے بعد بھی یعقوب نے بغداد کا قصد ملتوی نہ کیا اور اپنا سفر جاری رکھا۔ اس سے ترک موفق سے بدگمان ہو گئے۔ خود معتمد کو یہ خیال ہو گیا کہ موفق ہی کے طرز عمل سے یعقوب کو بغداد آنے کا حوصلہ پیدا ہوا۔ وہ پہلے سے یعقوب سے برہم تھا۔ اس کے بغداد آنے کی خبر سن کر جوش غضب سے لبریز اور خود اس کے مقابلہ کے لیے تیار ہو گیا۔ اس سے موالی کو اطمینان ہوا اور معتمد بڑے اہتمام سے یعقوب کے مقابلہ میں نکلا۔ [1]

اپنے بھائی موفق کو آگے روانہ کیا اور خود اس کے عقب میں چلا۔ یعقوب بغداد کے قریب پہنچ چکا تھا۔ آگے بڑھ کر دونوں کا سامنا ہوا۔ ترکوں میں بڑا جوش تھا۔ امیر ختلج ترکی نے فوجوں کو ابھارنے کے لیے بڑی پرجوش تقریر کی۔ ترک اسے اپنی قومی جنگ سمجھتے تھے۔ یعقوب کی شجاعت بھی مسلم تھی۔ اس لیے فریقین میں بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ دونوں طرف کے بہت سے ممتاز آدمی مارے گئے۔ یعقوب بھی زخمی ہوا' لیکن خود خلیفہ بہ نفس نفیس میدان جنگ میں موجود تھا۔ اس سے ترکوں کا حوصلہ بڑھا ہوا تھا۔ اس کے مقابلہ میں خلیفہ کی موجودگی کی وجہ سے یعقوب کی فوج کا ایک حصہ لڑنا پسند نہ کرتا تھا۔ اس لیے اس کو شکست ہوئی' لیکن خود وہ ایک جماعت کے ساتھ آخر تک اپنی جگہ قائم رہا' مگر جب اس کی فوج میدان چھوڑ کر بھاگ نکلی تو وہ بھی خوزستان ہوتا ہوا جندیسا پور کی طرف نکل گیا۔ موفق نے کچھ دور تک تعاقب کیا' لیکن راستہ میں بیمار پڑ گیا۔ اس لیے لوٹ آیا اور فارس کو اس کے قبضہ سے چھڑانے کی کوشش کی' مگر کامیاب نہ ہوا۔ [2]

خراسان پر احمد بن عبداللہ خجستانی کا قبضہ

اسی سال خراسان کا بڑا حصہ یعقوب کے ہاتھوں سے نکل گیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ خجستان کا ایک باشندہ احمد بن عبداللہ' طاہریہ کے متوسلین میں تھا۔ اس کے خاتمہ کے بعد اس نے یعقوب کے بھائی علی کے مزاج میں رسوخ پیدا کر کے اس کی سفارش سے خراسان کی حکومت کا پروانہ حاصل کر لیا اور قومس پر غاصبانہ قبضہ کر کے طاہریہ کی دعوت شروع کر دی اور چند دنوں میں نیشاپور اور ہرات وغیرہ خراسان کے بڑے حصہ پر قبضہ کر کے یہاں سے صفاریوں کا اثر بالکل زائل کر دیا۔ [3]

صفار کی موت

یعقوب کی شجاعت اور اپنے مصالح کی بنا پر معتمد اس کو مستقل مخالف بنانا نہیں چاہتا تھا' اس لیے

---

[1] ابن خلکان جلد ۲' ص ۳۱۷۔ [2] ابن اثیر جلد ۷' ص ۹۶۔

[3] ابن اثیر وغیرہ نے ان واقعات کو بہت تفصیل سے لکھا ہے۔

اس کو خوش کرنے کے لیے ۲۶۵ھ میں اس نے اس کو فارس کی حکومت کا فرمان بھیجا۔ صفار اس وقت مرض الموت میں مبتلا تھا۔ جس وقت شاہی قاصد پہنچا' صفار بستر سے اٹھ بیٹھا اور تلوار' خشک روٹی اور پیاز منگوا کر اس سے کہا کہ میری طرف سے معتمد سے کہنا کہ "اگر اس بیماری میں میں مر گیا تو ہم دونوں کو ایک دوسرے سے نجات مل جائے گی اور اگر زندہ بچ گیا تو یہ تلوار میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کرے گی اور یا میں اس سے اپنا انتقام لے کر چھوڑوں گا یا وہ میری قوت توڑ کر مجھ کو نان خشک اور پیاز کھانے کی نوبت تک پہنچا دے گا۔" لیکن اس بیماری سے وہ جانبر نہ ہو سکا اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد ۲۶۵ھ میں مر گیا۔

صفار اپنی شجاعت و شہامت' تدبر و سیاست اور انتظامی قابلیت کے لحاظ سے بینظیر تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ جس شخص کو میں چالیس دن ساتھ رہنے کے بعد نہ پہچان سکوں اس کو دوسرا شخص چالیس سال میں نہیں پہچان سکتا۔ حسن بن زید علوی اس کی شجاعت و استقلال کی وجہ سے اس کو "سندان" کہتے تھے۔ اس کی تدبیر و سیاست کے بہت سے واقعات مؤرخین نے نقل کیے ہیں۔ [1]

عمرو بن لیث الصفار

یعقوب کے بعد اس کا بھائی عمرو اس کا جانشین ہوا۔ اس نے خلافت بغداد سے اپنے تعلقات ہموار کر لیے اور موفق نے اس کو خراسان' اصفہان' سجستان اور تجستان کی ولایت اور بغداد و سر من رائے کی شحنگی کے عہدہ پر ممتاز کیا۔ [2]

خراسان کی ولایت کا پروانہ ملنے کے بعد عمرو بن لیث نے خراسان کو احمد بن عبداللہ کے ہاتھوں سے چھڑانے کی کوشش کی اور ہرات واپس لے لیا' لیکن نیشاپور واپس لینے میں ناکام رہا۔

پانچ چھ سال تک عمرو بن لیث اور معتمد کے تعلقات خوشگوار رہے اور وہ اطمینان سے متعلقہ ملکوں پر حکومت کرتا رہا۔ ۲۷۱ھ میں اس پر معتمد کا عتاب نازل ہوا' اور اس نے خراسان کی حکومت اس سے لے کر طاہری خاندان کی یادگار محمد بن طاہر کو دے دی۔ اس نے رافع بن ہرثمہ کو اپنا نائب مقرر کیا۔ اس لیے خلافت بغداد اور صفاریہ میں پھر مخالفت شروع ہو گئی اور معتمد نے احمد بن عبدالعزیز کو عمرو کے مقابلہ کا حکم دیا۔ اس نے اسے شکست دے کر اس کے تین ہزار آدمی گرفتار کر لیے۔ [3]

اس واقعہ نے دونوں کے تعلقات اور خراب کر دیئے اور ۲۷۴ھ میں موفق خود اس کے مقابلہ کے لیے فارس گیا۔ عمرو بھی اس کے مقابلہ کے لیے نکلا' لیکن اس کے بعض آدمیوں نے موفق سے مل جانا چاہا' اس لئے وہ مقابلہ کا ارادہ ترک کر کے کرمان اور سجستان ہوتا ہوا نکل گیا۔ موفق دور تک اس کی

[1] ابن خلکان جلد ۲' ص ۳۲۰۔ [2] ابن خلدون جلد ۳' ص ۳۱۸۔ [3] ابن اثیر جلد ۷' ص ۱۳۸ تا ۱۳۹۔

تلاش میں گیا' لیکن پا نہ سکا۔ ۲۷۶ھ میں پھر معتمد اس سے راضی ہو گیا اور اس کو بغداد کی شحنگی کا عہدہ عطا کیا اور ڈھالوں پر اس کا نام لکھوایا۔ [1]

احمد بن طولون

احمد بن طولون کی ولایت مصر تک کے حالات معتز کے دور میں گزر چکے ہیں۔ معتمد کے زمانہ میں اس کو بڑا عروج حاصل ہوا اور اس کا آفتاب اقبال نصف النہار تک پہنچ گیا۔ کندی کا بیان ہے کہ عیسیٰ بن شیخ والی شام کی بغاوت فرو ہونے کے بعد شام کی ولایت بھی ابن طولون کے متعلق کر دی گئی۔ اس سے اس کی اہمیت اور بڑھ گئی' لیکن مصر کا شعبہ خراج ابن مدبر کے ہاتھوں میں رہا۔ ایک مرتبہ معتمد نے مصر کا خراج جلد بھیجنے کے متعلق ابن طولون کو تاکید کی۔ اس نے جواب دیا کہ خراج کا شعبہ دوسرے شخص کے ہاتھوں میں ہے اس لیے میں اس حکم کی تعمیل سے قاصر ہوں۔ اس جواب پر معتمد نے مصر کا شعبہ خراج اور اس کے ساتھ شامی سرحدوں کی حفاظت بھی اس سے متعلق کر دی اور وہ مصر' اسکندریہ اور شام کی وسیع ولایت کا حاکم ہو گیا۔ [2]

مقریزی کا بیان ہے کہ ابن مدبر بڑا بد دماغ اور بدطینت شخص تھا۔ اپنے اثر کو قائم رکھنے کے لیے اس نے ہدایا و تحائف کے ذریعہ ابن طولون کو ملانے کی کوشش کی' لیکن ابن طولون اس سے بھی زیادہ عالی دماغ تھا۔ اس نے واپس کر دیا۔ اس سے ابن مدبر' ابن طولون سے بدگمان ہو گیا اور شقیر خادم اور مصر کے عباسی نامہ نگار کو ملا کر بغداد میں اس کے خلاف سازش شروع کر دی۔ ابن مدبر کی شان و شوکت غوری غلاموں سے قائم تھی۔ ابن طولون نے انہیں حسن تدبیر سے اپنے یہاں بلا لیا۔ ان کے ہٹتے ہی ابن مدبر کی ساری ہیبت جاتی رہی۔ اس وقت اس نے ابن طولون کو مصر سے ہٹانے کی خفیہ کوشش شروع کر دی۔ ابن طولون کو اس کا علم ہو گیا' لیکن اس نے ابن مدبر پر اس کو ظاہر نہ ہونے دیا۔ یہ معتز کی خلافت کا آخری زمانہ تھا۔ اس کے بعد مہتدی خلیفہ ہوا۔ اس نے مصر کے ساتھ اسکندریہ بھی اس کے متعلق کر دیا۔ ابن طولون نے یہاں کے عامل اسحاق بن دینار کو اپنے ماتحت کی حیثیت سے اس کے عہدہ پر برقرار رکھا۔ اسکندریہ کی ولایت کے بعد ابن طولون کا وقار اور زیادہ بڑھ گیا۔ ابن مدبر کو اس کا یہ اعزاز بہت شاق گزرا' لیکن سوائے خاموشی کے کچھ نہ کر سکتا تھا' چنانچہ آخر میں اس کو ابن طولون کے سامنے جھکنا پڑا۔ [3]

ابن طولون کے کارنامے اور اس کا عروج

---

[1] ابن اثیر جلد ۷ ص ۱۴۵۔ [2] کتاب الولاۃ کندی ص ۲۱۴ تا ۲۱۷۔ [3] مقریزی جلد ۲ ص ۱۰۵ و ۱۰۶۔

مصر اور اسکندریہ کی ولایت کے بعد ابن طولون نے حکومت کے ہر شعبہ کو بڑی ترقی دی اور اس کثرت سے غلام، عام سپاہی اور آلات و اسلحہ جمع کیے کہ دارالامارت کی وسعت ان کے لیے ناکافی ثابت ہوئی۔ اس لیے اس نے نیا خوبصورت شہر بسایا جس کا ایک سرا فسطاط سے ملتا تھا۔ اس میں ہر قوم، ہر مذہب، ہر فرقہ اور ہر طبقہ کے محلے الگ الگ اور عطار، بزاز، بقال اور جملہ اہل حرفہ اور پیشہ وروں کے بازار جدا جدا تھے۔ شہر میں متعدد وسیع سڑکیں اور ستھری گلیاں تھیں۔ جا بجا خوبصورت مسجدیں اور حمام تھے۔ رفاہ عام کے لیے ایک عمدہ شفاخانہ تھا۔ ایک عظیم الشان جامع مسجد تھی۔ ابن طولون کا محل خصوصیت کے ساتھ نہایت وسیع اور خوبصورت تھا۔ شہر سے متعلق ایک وسیع نزہت گاہ تھی۔ مقریزی نے اس شہر اور قصور کی آرائش و زیبائش کے حالات نہایت تفصیل سے لکھے ہیں۔ [1]

ابن طولون کے خلاف سازش اور اس میں ناکامی

ان تعمیری ترقیوں کے ساتھ ابن طولون نے حکومت کے ہر شعبہ کو ترقی دے کر دولت طولونیہ کو اس عہد کی مہذب ترین حکومتوں کے پہلو بہ پہلو کر دیا۔ اس کے ان کارناموں پر دوسرے امرا کو حسد پیدا ہوا، چنانچہ اس کا ایک عزیز قریب ماجور ترکی اس کا مخالف ہو گیا اور ابن مدبر، ماجور اور شقیر خادم تینوں نے مل کر پوشیدہ طور پر خط و کتابت کر کے خلیفہ کو اس سے بدظن کرنے کی کوشش کی۔ جاسوسوں نے ابن طولون کو اس سازش کی اطلاع دی۔ ابن طولون بالکل خاموش رہا اور ان لوگوں کے تمام شکایت نامے بغداد سے منگوا لیے۔ اس میں لکھا تھا کہ ابن طولون مصر میں استقلال کا دعویٰ کرنا چاہتا ہے۔ اس وقت اس کو معتمد کی جانب سے خراج کے اختیارات بھی مل گئے تھے۔ اس لیے اس نے ابن مدبر کو پکڑ کے قید کر دیا اور اب وہ مصر، اسکندریہ اور شامی سرحدوں کا حاکم مطلق ہو گیا۔

ابن طولون سے موفق کی مخالفت اور ناکامی

ابن طولون کا یہ عروج دولت عباسیہ کے مختار کل موفق کی نظروں میں بھی کھٹکتا تھا۔ اس لیے اس نے اسے گرانے کی تدبیریں شروع کر دیں اور موسیٰ بن بغا کو اس کام کے لیے کھڑا کیا اور ۲۶۳ھ میں اس کے ذریعہ ابن طولون کو مصر سے ہٹا کر اس کی جگہ ماجور والی دمشق کو جو ابن طولون کے مخالفین میں تھا، بھیجنے کا حکم دیا، لیکن ماجور کو ابن طولون کے مقابلہ میں جانے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس لیے موسیٰ خود مصر کی

[1] مقریزی نے یہ حالات بہت شرح و بسط کے ساتھ لکھے ہیں۔ ہم نے محض خاص خاص واقعات اور وہ بھی جستہ جستہ نقل کیے ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھئے مقریزی جلد ۲، ص ۱۰۵ تا ۱۰۷۔

طرف بڑھا۔ ابن طولون نے اس کے مقابلہ کے لیے جزیرہ میں قلعہ بنوایا اور جنگی کشتیاں سمندر میں گشت کرائیں۔ اس درمیان میں موسیٰ ابن بغا پہنچ گیا اور رقہ میں مقیم ہوا اور دس مہینہ تک یہاں ٹھہرا رہا' مگر ابن طولون کے مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی۔ اس طویل بیکاری سے اس کی فوج گھبرا گئی اور موسیٰ کو جنگ کرنے یا واپسی پر مجبور کرنا شروع کر دیا۔ اس کشمکش میں موسیٰ کا پیام اجل آ گیا اور ۲۶۴ھ میں وہ چل بسا۔

شام پر قبضہ

اسی زمانہ میں ماجور والی دمشق مر گیا۔ ان دونوں کی موت سے ابن طولون کو دمشق کو مصر کی حکومت سے ملحق کر لینے کا موقع مل گیا' چنانچہ اس نے ماجور کے لڑکے علی کو لکھا کہ میں دمشق آتا ہوں' تم میری میزبانی کے لیے تیار رہو۔ علی نے اس کا نہایت مناسب جواب دیا اور ابن طولون ۲۶۴ھ میں اپنے لڑکے عباس کو اپنا نائب اور احمد بن محمد واسطی کو اس کا وزیر بنا کر دمشق روانہ ہو گیا۔ ماجور کے نائب محمد بن رافع اور لڑکے علی دونوں نے اس کی بڑی مدارات کی اور خود رملہ اور دمشق ان کے حوالہ کر دیا۔ ابن طولون نے رملہ میں محمد بن رافع کو قائم رکھا اور دمشق میں احمد و غیاش کو اپنا قائم مقام بنا کر حمص بھیجا۔ یہاں کے عامل نے بھی کوئی مزاحمت نہیں کی۔ البتہ انطاکیہ کے حاکم سیما طویل نے اس کی سیادت سے انکار کیا۔ ابن طولون نے ۲۶۵ھ میں اس کو قتل کر کے اس کا کل مال ضبط کر لیا' پھر طرطوس والوں نے بھی مقابلہ کیا۔ ابن طولون یہاں طخشش بن بلبرد کو اپنا قائم مقام بنا کر لوٹ گیا۔

عباس کی بغاوت

شامی سرحد پر رومی اکثر تاخت کیا کرتے تھے' اس لیے ابن طولون چاہتا تھا کہ شام میں چند دن ٹھہر کے یہاں کی سرحد کی طرف سے اطمینان کر لے' لیکن اسی درمیان میں لوگوں نے اس کے لڑکے عباس کو اس سے باغی کرا دیا۔ احمد بن محمد واسطی نے ابن طولون کو اس کی خبر دی۔ اس لیے ابن طولون شام میں قیام نہ کر سکا اور مصر روانہ ہو گیا۔ دوسری سمت سے عباس احمد بن محمد واسطی کو مخبری کے جرم میں قید کر کے اسکندریہ ہوتا ہوا فسطاط پہنچا۔ رمضان ۲۶۵ھ میں ابن طولون بھی فسطاط پہنچ گیا اور عباس کو اس کی خطا معاف کر کے بلا بھیجا۔ وہ اپنی حرکت پر خود نادم تھا اس لیے آنے پر آمادہ ہو گیا' مگر جن لوگوں نے اس کو بغاوت پر ابھارا تھا انہوں نے اپنے انجام کے خوف سے اس کو بھڑکا کر پھر روک دیا اور عباس فسطاط سے اغالبہ کے پاس افریقہ چلا گیا۔ راستہ میں لبدہ کے باشندوں نے اس کا خیر مقدم کیا' لیکن عباس نے ان کی شکر گزاری کے بجائے لبدہ کو لٹوا دیا۔ اس کی ناپسندیدہ حرکت پر اباضیہ اور اغالبہ نے اس کو شکست دے کر بھگا دیا اور عباس باحال تباہ برقہ لوٹ گیا۔

عباس کی گرفتاری اور سزا
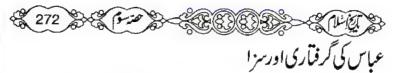
عباس کے برقہ جانے کے بعد احمد بن طولون خود اس کی تنبیہ کے لیے بڑھا۔ اس دوران میں احمد بن محمد واسطی نے ابن طولون کو اطلاع کی کہ عباس نے اپنی روش بدل دی ہے۔ اب آپ کو اس کے مقابلہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے ابن طولون خود رک گیا اور صرف طبار کو تھوڑی فوج کے ساتھ بھیج دیا۔ اس نے برقہ میں عباس کو شکست دے کر گرفتار کر لیا اور شوال ۲۶۸ھ میں وہ ابن طولون کے روبرو پیش کیا گیا۔ اس نے اس کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیے۔

ابن طولون کے غلام لولو اور اہل طرطوس کی بغاوت

عباس کی بغاوت فرو ہونے کے بعد ابن طولون نے اپنے غلام لولو کو ایک فوج کے ساتھ شام بھیجا۔ موفق نے اسے ملا لیا اور وہ ابن طولون کا ساتھ چھوڑ کر موفق کے پاس چلا گیا۔ ابن طولون کو اس کی خبر ہوئی تو وہ خود اس کے تعاقب میں نکلا اور دمشق پہنچ کر اس نے حاکم طرطوس کے نائب خلف کو لکھا کہ وہ مازیار خادم کو پکڑ کے بھیج دے' لیکن اہل طرطوس نے مازیار کو خلف سے چھین لیا اور اس کو نکال کے مازیار کو اس کی جگہ عامل بنا دیا۔ ابن طولون کو اس کی اطلاع ہوئی تو اہل طرطوس کی تنبیہ کے لیے بڑھا' مگر اس درمیان میں اس کو معتمد کا ضروری خط مل گیا۔ اس لیے یہ ارادہ ترک کر دیا۔ [1]

معتمد کا موفق کے خلاف ابن طولون کے دامن میں پناہ لینا

معتمد نام کے لیے ۲۳ سال تک تخت حکومت پر رہا' لیکن واقعہ کے لحاظ سے ایک دن کے لیے بھی اس کو حکومت نصیب نہ ہوئی۔ ممالک محروسہ کا کل نظم و نسق اسی کے ہاتھ میں تھا۔ جملہ احکام وہی جاری کرتا تھا۔ معتمد چھوٹے سے چھوٹے معاملہ میں بھی دخل دینے کا مجاز نہ تھا۔ دولت عباسیہ کے ماتحت والیوں کے بارہ میں موفق کی پالیسی معتمد سے بالکل مختلف تھی۔ صفار سے معتمد کو دلی نفرت تھی' لیکن موفق نے اس کے علی الرغم صفار کے مطالبات منظور کر لیے تھے۔ معتمد' ابن طولون کو مانتا تھا' لیکن موفق ہمیشہ اسے گرانے کی فکر میں رہتا تھا۔ اس اختلاف کی بنا پر معتمد کسی امیر کے دامن میں پناہ لینے پر آمادہ ہو گیا۔ امرا میں اس وقت ابن طولون کے علاوہ کوئی اس درجہ کا نہ تھا' جو موفق کے مقابلہ میں معتمد کی حمایت کر سکتا۔ ابن طولون پر اس کے احسانات بھی تھے۔ اس لیے معتمد نے اس کو لکھ بھیجا کہ میں تمہارے پاس آتا ہوں۔ اس وقت ابن طولون طرطوس کا ارادہ کر رہا تھا۔ معتمد کا خط ملنے کے بعد اس

[1] یہ تمام واقعات کتاب الولاۃ کندی ص ۲۱۷ تا ۲۲۵ سے ماخوذ ہیں۔

نے یہ ارادہ ملتوی کر دیا۔

معتمد علانیہ اپنا ارادہ پورا نہیں کر سکتا تھا' اس لیے شکار کے بہانہ سے مصر روانہ ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد موفق کو جب اس کی خبر ہوئی تو وہ بہت گھبرایا اور فوراً اسحاق بن کنداج کو انعام و اکرام کا لالچ دلا کر لکھا کہ جس طرح ممکن ہو معتمد کو راستہ سے واپس کر دو اور ابن طولون سے نہ ملنے دو' چنانچہ جب معتمد حدیثیہ پہنچا تو اسحاق نے عزت و تکریم کے ساتھ اس کے سامنے ہدایا پیش کیے اور اس کے ساتھیوں کو حیلہ سے گرفتار کر لیا اور معتمد کو سمجھا بجھا کر سامرا واپس کر دیا۔ موفق نے اس کے صلہ میں اسحاق کو مصر کی حکومت عطا کی۔

ابن طولون کا موفق کے خلاف اعلان جہاد اور وفات

ابن طولون اور موفق میں پرانا اختلاف تھا۔ اس واقعہ سے ابن طولون اس کے بالکل خلاف ہو گیا اور دمشق جا کر یہاں کے فقہاء و قضاۃ اور اشراف کو جمع کر کے اہل مصر کے نام خط لکھا کہ ''موفق نے معتمد کی بیعت توڑ دی ہے اور اس کے ساتھ ایسا برا سلوک کیا ہے کہ اس کا ذکر بھی نہیں کیا جا سکتا' معتمد نے اس کے سلوک سے تنگ آ کر رو دیا ہے۔''

مصر میں اس خط کی پوری تشہیر کی گئی۔ اسے سن کر اہل مصر موفق کے خلاف ہو گئے اور ایک گروہ دمشق پہنچا۔ دمشق کے سرحدی علاقے کے آدمی بھی جمع ہو گئے۔ ابن طولون نے ان سب سے اعلان جہاد پر دستخط لیے۔ اس کے بعد مازیار خادم کو جس نے طرطوس میں ابن طولون کے خلاف علم بغاوت بلند کر رکھا تھا' ملانے کی کوشش کی' لیکن وہ مخالفت پر قائم رہا۔ اس لیے ابن طولون کو اس کے مقابلہ کے لیے طرطوس جانا پڑا۔ مازیار نے اس کو روکنے کے لیے نہر بردان کا بند کھول دیا' جس سے ابن طولون کی پوری فوج پانی میں پھنس گئی اور ابن طولون کو مصیصہ لوٹ آنا پڑا۔ یہاں آ کر بیمار پڑ گیا اور چند دن علیل رہ کر ذی قعدہ ۲۷۰ھ میں انتقال کر گیا۔

خمارویہ بن احمد بن طولون

ابن طولون کے بعد اس کا لڑکا ابوالجیش خمارویہ باپ کا جانشین ہوا۔ اس کو موفق کی شام پر فوج کشی کا خطرہ تھا۔ اس لیے احمد واسطی اور سعد الایسر کو فوجیں دے کر شام روانہ کیا اور ساحل کی حفاظت کے انتظامات بھی کیے' لیکن احمد واسطی کو خمارویہ کی جانب سے خوف باقی تھا۔ اس لیے اس نے موفق کو خط لکھ بھیجا کہ خمارویہ کی قوت بہت کمزور ہے۔ اس وقت وہ آسانی کے ساتھ شام پر قبضہ کر سکتا ہے۔ [1]

[1] کتاب الولاۃ کندی ۲۲۶ تا ۲۳۵ ملخصاً۔

دوسری طرف ابن طولون کی موت سے اسحاق بن کنداجیق والی موصل و جزیرہ اور ابن ابی الساج کو شام کی طمع دامنگیر ہوئی۔ انہوں نے بھی موفق کو خمارویہ کے خلاف ورغلایا اور اس سے مقابلہ کے لیے مدد مانگی۔ اس نے فوراً دونوں کو پیش قدمی کا حکم دیا اور خود بھی ان کی مدد کے لیے پہنچا اور دونوں کے ساتھ رقہ آیا۔ قنسرین اور عواصم کے باشندوں نے دونوں مقام بغیر مزاحمت کے حوالہ کر دیئے۔ دمشق میں البتہ مقابلہ ہوا' لیکن موفق شکست دے کر شہر میں داخل ہو گیا۔ خمارویہ اس وقت مصر میں تھا۔ اس کو یہ خبریں ملیں تو وہ صفر ۲۷۱ھ میں شام پہنچا۔ فلسطین میں لب نہر دونوں کا مقابلہ ہوا۔ اس نے بھی نہایت فاش شکست کھائی اور فسطاط لوٹ گیا۔ اس کی واپسی کے بعد سعد الایسر خمارویہ کی محفوظ فوج لے کر پہنچ گیا اور موفق کو شکست دے کر دمشق واپس لے لیا اور یہاں خمارویہ کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ [1]

اس کے بعد خمارویہ ذیقعدہ ۲۷۲ھ میں شام آیا اور ایک جرم میں سعد کو قتل کر کے محرم ۲۷۳ھ میں دمشق داخل ہوا اور اسحاق بن کنداجیق کو باجروان میں شکست دے کر سرمن رائے تک اس کا تعاقب کرتا چلا گیا' لیکن پھر فوجی افسروں نے دونوں میں صلح کرا دی اور اسحاق نے اپنے حدود حکومت میں خمارویہ کے نام کا خطبہ جاری کر دیا۔ اس کے بعد خمارویہ اور موفق میں بھی صلح ہو گئی اور موفق نے تیس سال کے لیے خمارویہ اور اس کی اولاد کے نام مصر و شام کی حکومت کا قبالہ لکھ دیا اور خمارویہ نے اس کے نام کا خطبہ جاری کر دیا۔ [2]

دولت سامانیہ ماوراءالنہر

اسی زمانہ میں ماوراءالنہر میں سامانی حکومت قائم ہوئی۔ اس کا بانی اسد بن سامان بہرام چوبین کی نسل سے تھا۔ اسد کے چار لڑکے تھے۔ نوح' احمد' یحییٰ اور الیاس۔ مامون کی ولایت خراسان کے زمانہ میں یہ چاروں بھائی خراسان میں تھے اور چاروں جوہر قابل تھے۔ مامون ہونہار لوگوں کا قدردان تھا' اس لیے ان بھائیوں کو بھی اس نے آگے بڑھایا اور امین کو شکست دینے کے بعد جب وہ خراسان سے عراق واپس آیا تو اس کے خراسانی نائب غسان بن ثابت نے احمد کو فرغانہ' یحییٰ کو اشروسنہ اور شاس' الیاس کو ہراۃ اور نوح کو سمرقند کا حاکم بنایا۔ غسان کے بعد آل طاہر نے بھی ان کی قدردانی قائم رکھی۔ اس طرح اسد بن سامان کی اولاد میں نسلاً بعد نسلٍ اعزاز چلا۔ احمد کے سات لڑکے تھے۔ نصر' اسماعیل' یعقوب' یحییٰ' اسد' اسحاق' حمید۔ احمد کے انتقال کے بعد ۲۶۱ھ میں اس کا لڑکا نصر باپ کے قائم

---

[1] ابن اثیر جلد ۷' ص ۱۳۷ تا ۱۳۸۔

[2] تفصیل کے لیے دیکھو کتاب الولاۃ کندی ص ۲۳۳ تا ۲۳۸ و مقریزی جلد ۲' ص ۱۱۶۔

مقام ہوا اور اس کو ماوراء النہر کی حکومت ملی۔ اس طرح یہاں سامانی حکومت کی بنیاد پڑی۔ [1]

قرامطہ کا ظہور

۲۷۸ھ میں فرقہ قرامطہ کا ظہور ہوا۔ یہ فرقہ باطنیہ کی ایک شاخ ہے اور باطنیت ایران کے مجوسی مذہب سے نکلی تھی۔ اس مذہب میں دو طاقتیں کارفرما مانی جاتی ہیں۔ نور اور ظلمت' نور سے خیر کا اور ظلمت سے شر کا ظہور ہوتا ہے۔ یہی دونوں طاقتیں یزدان اور اہرمن کے نام سے موسوم ہیں۔ اس کے عقائد میں بہت سے فلسفیانہ خیالات کی آمیزش ہے۔ عبدالقادر بغدادی نے کتاب الفرق بین الفرق میں اس کی تفصیل بیان کی ہے۔ [2]

مسلمانوں نے ایران کی حکومت تو فتح کر لی تھی' لیکن ان کے دل و دماغ کو تسخیر نہ کر سکے تھے۔ اس لیے نومسلم عوام کے دماغ سے ان کے پرانے عقائد و خیالات دور نہ ہو سکے' لیکن وہ علانیہ ان کو ظاہر نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے مختلف شکلوں اور تحریکوں کی صورت میں ان کا ظہور ہوتا رہا۔ اس کا آغاز مامون ہی کے زمانہ سے ہو گیا تھا۔ بابک خرمی کی تحریک بھی جس کا حال اوپر گزر چکا ہے اسی کی ایک شکل تھی۔ ان کے علاوہ اور بہت سے مذاہب ظاہر ہوئے۔

کسی ایسی تحریک کا جو علانیہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہو' اسلامی حکومت میں فروغ پانا مشکل تھا۔ اس لیے ذہین اور طباع اہل عجم نے اس پر باطنیت کی نقاب ڈال کر اپنے عقائد و خیالات کی اشاعت اور اس کی روشنی میں کلام اللہ اور حدیث نبوی ﷺ کی تاویل شروع کی۔ قرمطی تحریک بھی باطنیت ہی کی ایک شاخ ہے' لیکن اس میں کچھ اور عقائد بھی شامل ہو گئے تھے۔ یہ تاریخ اسلام کا نہایت افسوسناک واقعہ ہے کہ اس قسم کی اکثر گمراہ کن تحریکیں اہل بیت نبوی ﷺ کی دعوت کے نام پر جو دین اصلی کے حامل اور محافظ تھے۔ شروع ہوتی تھیں اور اسی لیے اہل عجم نے ان سے رشتہ جوڑا تھا' چنانچہ قرمطی تحریک بھی انہی کے نام سے شروع ہوئی۔ اس کا پہلا داعی حمدان قرمط [3] سواد کوفہ کے ایک مقام نہرین میں زاہدانہ لباس میں ظاہر ہوا۔ وہ شبانہ یوم نماز میں مشغول رہتا تھا اور اپنے ہاتھ سے

---

[1] ۲۶۱ھ مطابق ۸۷۴ء میں سامانی حکومت کی بنیاد پڑی اور ۳۹۵ھ مطابق ۱۰۰۰ء میں اس کا خاتمہ ہوا۔ اس مدت میں اس میں گیارہ فرمانروا ہوئے' نصر بن احمد' احمد بن اسمٰعیل' نصر بن احمد ثانی' نوح بن نصر' عبدالملک بن نوح' منصور بن نوح' نوح بن منصور' عبدالملک بن نوح ثانی' اسمٰعیل بن نوح۔

[2] کتاب الفرق بین الفرق ص ۲۶۹۔

[3] عبدالقادر بغدادی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حمدان اور قرمط دونوں ایک ہی شخص ہیں۔ لیکن دوسرے بیانوں سے پتہ چلتا ہے کہ حمدان' قرمط کا پیرو تھا۔

کما کر کھاتا تھا۔ جو لوگ اس کے پاس آتے' ان سے مذہبی باتیں کرتا' زہد کی تعلیم دیتا اور رات دن میں پچاس وقتوں کی نماز کی تلقین کرتا۔ اس کے ذریعہ جب وہ روشناس ہو گیا تو امام منتظر کی دعوت شروع کی۔ ایک جماعت اس کی دعوت میں شامل ہو گئی' لیکن اس نے اپنی زندگی میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ ایک شخص کے کھجوروں کے باغ کی رکھوالی کی نوکری کر لی تھی اور عبادت و ریاضت اور ظاہری زہد و تقویٰ میں زندگی بسر کرتا تھا۔ اس کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں بڑا اثر پیدا کر لیا۔ ❶ اسی زمانہ میں قرمط بیمار پڑ گیا۔ کرمینہ ❷ نامی ایک شخص نے اس کی تیمارداری کی۔ جب وہ اچھا ہو گیا تو اپنے تیماردار کا نام اختیار کر لیا اور پہلے کرمینہ اور پھر قرمط کہلانے لگا اور علاقہ سواد کے کم عقل دہقانوں میں اپنے مذہب کی تبلیغ شروع کی۔ بہت سے سادہ لوح دہقانی اس کے دام میں آ گئے۔ ❸

اس نے ایک آسمانی کتاب کا بھی دعویٰ کیا جس کی ایک تعلیم یہ تھی کہ قریہ نصرانہ کا ایک باشندہ فرج بن عثمان داعی مسیح ہے' مسیح ہے' کلمہ ہے' مہدی ہے' احمد بن محمد بن حنفیہ ہے' جبرائیل ہے اور مسیح نے انسانی پیکر میں آ کر اس سے کہا کہ تم داعی ہو' حجۃ ہو' ناقہ ہو' دابہ ہو' یحییٰ بن زکریا ہو' روح القدس ہو اور چار رکعت نماز کی تعلیم دی۔ دو طلوع آفتاب سے قبل اور دو غروب سے پہلے۔ ہر نماز کے لیے اذان ضروری قرار دی' جس میں آنحضرت ﷺ کی رسالت کی شہادت کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام' نوح علیہ السلام' ابراہیم علیہ السلام' موسیٰ علیہ السلام' عیسیٰ علیہ السلام اور احمد بن محمد بن حنفیہ کی رسالت کی شہادت بھی تھی۔ نماز میں کلام اللہ کی آیات کے بجائے ''استفتاح'' ❹ کی تلاوت کی جو اس کے گمان میں احمد بن محمد بن حنفیہ کے اوپر نازل ہوئی تھی' تعلیم دی اور کعبہ کے بجائے بیت المقدس کو قبلہ قرار دیا۔ جمعہ اور اتوار دو دن کام کی ممانعت کی۔ مہرجان اور نوروز کے دن سال میں دو روزے مقرر کیے۔ نبیذ کو حرام اور شراب کو حلال قرار دیا۔ جنابت میں غسل کے بجائے وضو اور غیر محارب پر جزیہ مقرر کیا۔ ❺

جب قرمطی تحریک دہقانوں میں پھیلنے لگی تو قرمط نے مختلف مقاموں پر اس کی تبلیغ کے لیے بارہ نقیب مقرر کیے۔ جو شخص اس دعوت میں شریک ہوتا تھا اس سے امام کے نام پر ایک دینار وصول کرتا

❶ ابن اثیر جلد ۷' ص ۱۴۸۔

❷ کرمینہ کی ایک وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس شخص کی آنکھیں سرخ تھیں اور نبطی زبان میں سرخ کو کرمینہ کہتے ہیں۔ اس لیے یہ شخص کرمینہ کہلانے لگا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ قدم بہت چھوٹے چھوٹے اٹھاتا تھا' یا اس کا خط بہت باریک تھا۔ ان دونوں کو عربی میں قرمط کہتے ہیں۔ اس لیے یہ شخص قرمط کہلانے لگا۔

❸ ابوالفداء ج ۲ ص ۵۵۔ ❹ ابن اثیر اور ابوالفداء نے اس کی آیات نقل کی ہیں۔

❺ ابن اثیر جلد ۷' ص ۱۴۸' ۱۴۹۔

تھا۔اس کے پیرو زیادہ تر کاشتکار تھے۔اس لیےاس کی اشاعت سے زراعت پر بڑا اثر پڑا۔سواد کوفہ میں امیر ہیثم کا علاقہ تھا۔اس کی آمدنی گھٹ گئی۔اس نے تحقیقات کی تو قرمط کا حال معلوم ہوا۔اس نے اس کو پکڑ کر بند کر دیا۔اس کی ایک لونڈی کو رحم آ گیا۔اس نے ہیثم سے چھپا کر اسے نکال دیا۔ہیثم نے جب دروازہ کھولا تو قرمط کا کہیں پتہ نہ تھا۔عوام میں مشہور ہو گیا کہ قرمط اپنی کرامت سے غائب ہو گیا ہے۔قرمط نے بھی چھوٹنے کے بعد عوام میں مشہور کر دیا کہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔اس سے عوام میں بڑی گمراہی پھیل گئی' لیکن اب اس کا معاملہ کھل چکا تھا اور عراق کے قیام میں اس کے لیے خطرہ تھا۔اس لیے شام چلا گیا۔ [1] باقی حالات آئندہ آئیں گے۔

بیرونی مہمات

خلافت عباسیہ کے اندرونی انقلابات کی وجہ سے بیرونی مہمات کا جو سلسلہ رک گیا تھا معتمد کے زمانہ میں پھر شروع ہوا۔۲۵۹ھ میں رومیوں نے کردستان اور ایشیائے کوچک کے سرحدی شہر سمیساط اور لمطیہ پر حملہ کیا' لیکن یہاں کے باشندوں نے ان کو پسپا کر دیا۔اس کے بعد ۲۶۳ھ میں شام کی سرحد طرطوس کے ایک اہم قلعہ کرکرہ پر حملہ آور ہوئے۔ان کی شورش دیکھ کر ابن طولون والی مصر نے معتمد سے طرطوس کی ولایت کی درخواست کی۔یہ رومیوں کے مقابلہ کے لیے نہایت موزوں شخص تھا' لیکن موفق اس کے خلاف تھا۔اس لیے اس نے اس کی درخواست قبول نہ کی اور محمد بن ہرون کو طرطوس بھیجا۔اسے خارجیوں نے پکڑ کے مار ڈالا۔اس کے بعد اماجور ترکی کو بھیجا گیا۔یہ بالکل نااہل تھا۔اہل کرکرہ کی امداد و اعانت کرنے کے بجائے الٹا ان کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آیا اور ان کا راشن بند کر دیا۔انہوں نے طرطوس کے باشندوں سے مدد مانگی۔انہوں نے ان کے لیے پندرہ ہزار جمع کیے۔اماجور نے اس پر بھی قبضہ کر لیا۔اس لیے اہل کرکرہ رومیوں کا مقابلہ نہ کر سکے اور انہوں نے قلعہ ان کے حوالے کر دیا۔یہ بڑا اہم قلعہ تھا۔اس پر قبضہ کے بعد رومیوں کے لیے شام کا راستہ کھل گیا۔معتمد کو یہ حالات معلوم ہوئے تو اس نے ابن طولون کی درخواست منظور کر لی۔اس نے فوراً طرطوس پہنچ کر اس کی حفاظت کا پورا انتظام کیا۔

اس کے بعد مسلمانوں نے بھی جارحانہ حملے شروع کر دیئے اور ۲۶۴ھ میں عبداللہ بن رشید نے ارض روم پر حملہ کیا اور سالم و غانم واپس آ رہا تھا کہ راستہ میں سکوقیہ' قرہ کوکب اور خرشنہ کے بطریق نے گھیر لیا۔مسلمانوں نے بڑی شجاعت سے مقابلہ کیا' لیکن اکثر مارے گئے۔عبداللہ گرفتار ہوا اور

[1] ابن اثیر جلد ۷' ص ۱۴۸۔

باقی ماندہ مسلمان کسی طرح اسلامی حدود میں واپس آ گئے۔

۲۶۵ھ میں چند بطریقوں نے ادنہ پر حملہ کر کے بہت سے مسلمانوں کو قتل و گرفتار کیا اور یہاں کے والی کو پکڑ کر لے گئے۔ اسی سنہ میں قیصر روم نے عبداللہ بن رشید کو رہا کر دیا اور چند مصاحف ابن طولون کے پاس ہدیہ بھیجے۔

۲۶۶ھ میں سسلی کے مسلمانوں اور رومیوں میں بحری معرکہ ہوا۔ اس میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور وہ سسلی لوٹ گئے اور رومیوں نے دیار ربیعہ پر تاخت کی' لیکن یہاں کے باشندوں نے انہیں واپس کر دیا۔ اسی سنہ میں ابن طولون کے سرحدی حاکم نے رومی حدود میں فوج کشی کر کے بہت سے رومیوں کو قتل کیا۔

۲۷۰ھ میں رومی ایک لاکھ فوج کے ساتھ طرطوس پر حملہ آور ہوئے۔ ابن طولون کے غلام مازیار نے بڑی شجاعت سے ان کو روکا۔ دونوں میں نہایت خونریز جنگ ہوئی۔ رومیوں نے بڑی فاش شکست کھائی۔ ایک لاکھ میں سے ستر ہزار رومی مارے گئے۔ ان کا رئیس البطارقہ مقتول ہوا اور بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا' جس میں سات طلائی و نقرئی صلیبیں تھیں۔ سب سے بڑی صلیب جواہرات سے مرصع تھی۔ چار سونے کی اور دو چاندی کی کرسیاں اور بہت سے ظروف تھے اور دوسری چیزیں تھیں۔ [1]

موفق کی وفات اور ولی عہدی کا مسئلہ

۲۷۸ھ میں معتمد کے بھائی اور ولی عہد موفق کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد معتمد کے لڑکے جعفر مفوض الی اللہ کا نام تھا۔ موفق کی وفات کے بعد فوج نے اس کی جگہ اس کے لڑکے ابوالعباس معتضد بن موفق کو نامزد کیا' لیکن اس کا نام مفوض الی اللہ کے بعد رکھا۔ ۲۷۹ھ میں معتمد نے خود مفوض کا نام خارج کر کے معتضد کو ولی عہد بنایا۔

وزارت

معتمد کے دور کے انقلابات کی وجہ سے اس کے زمانہ میں بہت سی وزارتیں بدلیں۔ اس کا پہلا وزیر عبداللہ بن یحییٰ تھا۔ اس کے حالات متوکل کے زمانہ میں گزر چکے ہیں۔ اس کی وفات کے بعد حسن بن مخلد کو منصب وزارت تفویض ہوا۔ وزارت سے پہلے وہ موفق کا کاتب تھا۔ یہ اپنے عہد کے

[1] ابن خلدون جلد ۳' ص ۳۲۷' ۳۲۸۔ ناموں کی تصحیح ابن اثیر سے کی گئی ہے۔

مشہور کاتبوں میں تھا۔ دفتری کاغذات اور رجسٹروں کے علاوہ اپنی ایک علیحدہ یادداشت رکھتا' جس میں سلطنت کے تمام مداخل تاریخ وار درج تھے جو حسن بن مخلد کو زبانی یاد تھے۔ اس کی یادداشت کا ایک دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ موفق ایک لباس پہنے ہوئے تھا' جو اسے پسند تھا۔ ابن مخلد سے اس نے پوچھا کہ توشہ خانہ میں اس کپڑے کی تعداد کتنی ہوگی؟ اس نے اسی وقت اپنی نوٹ بک دیکھ کر بتایا کہ سات ہزار۔

حسن کی معزولی کے بعد سلیمان بن وہب کو قلمدان وزارت سپرد ہوا۔ اس کا آبائی مذہب عیسوی تھا۔ اس کا مورث اعلیٰ قبال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا کاتب تھا۔ بنی امیہ کے زمانہ میں یہ عہدہ نسلاً بعد نسلٍ قبال کے خاندان میں رہا۔ عباسی دور میں وہب کے لڑکوں نے بڑا عروج حاصل کیا۔ یہ سب کے سب ہونہار اور صاحب کمال تھے۔ سلیمان فضل وکمال' عقل ودانش اور دفتری امور کی مہارت میں دنیا کے ممتاز ترین کاتبوں میں تھا۔ اس کی ترقی بھی مامون کی جوہر شناس نگاہ کی ممنون کرم ہے۔ شروع میں وہ مامونی وزیر محمد بن یزداد کے ساتھ رہتا تھا۔ وزیر مذکور جب گھر جانے لگتا تو اتفاقی ضرورتوں کے لیے اپنے زیر تعلیم نوجوانوں میں سے کسی نہ کسی کو قصر سلطانی میں چھوڑ جاتا تھا۔ ایک شب کو سلیمان کی باری تھی۔ اتفاق سے مامون کو ایک ضرورت پیش آ گئی۔ اس نے سلیمان کو بلا کر حکم دیا کہ فلاں مضمون کا ایک مسودہ لکھ لاؤ۔ اصلاح کے لیے بین السطور چھوڑ دینا۔ سلیمان نے مسودہ کیے بغیر مبیضہ لکھ کر پیش کر دیا۔ مامون کو تعجب ہوا اور اسے پڑھ کر اور بھی حیرت ہوئی۔ کہا! میاں صاحبزادے ماشاء اللہ تم نے خوب لکھا اور دو سطروں کے متعلق ہدایت دی کہ ان کو مقدم و موخر کر دو۔ سلیمان نے مبیضہ لے لیا اور اسی میں سطروں کو مٹا کر اس خوبی سے ترمیم کر دی کہ مامون یہ نہ سمجھ سکا کہ یہ وہی مبیضہ ہے یا دوسرا۔ اس پر اسے اور بھی حیرت ہوئی اور اس نے کہا تمہاری کس کس چیز کی تعریف کی جائے؟ مٹانے کی خوبی کی' زود فہمی کی' حسن خط کی' کام کی تیزی کی' اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے۔ اس قدردانی پر سلیمان نے دست بوسی کی۔

یہ واقعہ سلیمان کی ترقی کا زینہ بن گیا۔ اس کے بعد مامون کو جب کوئی ضرورت پیش آتی تھی تو سلیمان کی طلبی ہوتی۔ اس وقت اس کی عمر کل چودہ سال کی تھی۔ گویا چودہ ہی سال کی عمر میں اسے مامونی کتابت کا منصب مل گیا۔ اس کے بعد امیر ایتاخ واشناس کا کاتب رہا اور ترقی کرتے کرتے مہتدی کے زمانہ میں وزارت عظمیٰ تک پہنچا۔ معتمد نے بھی اسے وزیر بنایا۔ [1]

چوتھا وزیر اسماعیل بن بلبل تھا۔ یہ بڑا کریم النفس' فیاض' سیر چشم اور تجمل پسند تھا۔ اس نے بڑی

[1] الفخری ص ۲۲۳' ۲۲۴' و ابن خلکان جلد اول ص ۲۱۶۔

شان و شکوہ کی وزارت کی۔ سیف و قلم دونوں کا مالک تھا۔ فوج کی وزارت بھی اسی سے متعلق تھی۔ فضل بن سہل کے بعد یہ دوسرا وزیر ہے جسے یہ امتیاز حاصل ہوا' لیکن آخر میں اس پر عتاب سلطانی نازل ہوا اور معتمد نے اسے قید کر کے اس کا کل اثاثہ ضبط کر لیا اور قید ہی میں قتل کر دیا گیا۔

پانچواں وزیر احمد بن صالح بن شیرزاد قطربلی تھا۔ یہ بڑا منشی' ادیب' انشاء پرداز' فصیح اور بلیغ تھا۔ نظم و نثر دونوں میں یکساں کمال رکھتا تھا۔ ایک منشیہ خاتون کی خطاطی اور انشاء کی تعریف میں لکھتا ہے اس کا خط اس کے حسن دلکش کا' اس کی سیاہی اس کے سواد زلف کا' اس کا کاغذ اس کے بیاض رخسار کا' اس کا قلم اس کی نازک انگلیوں کا' اس کی تقریر اس کے افسون نگاہ کا' اس کا چاقو اس کی نگاہ ناز کا' اس کا قط اس کے دل عاشق کا نمونہ ہے۔'' اس نے صرف ایک مہینہ وزارت کی تھی کہ وقت آخر آ گیا۔

چھٹا وزیر عبید اللہ بن سلیمان بن وہب اپنے عہد کا بڑا نامور وزیر' ممتاز کاتب اور اپنے فن کا ماہر اور صاحب کمال تھا۔ عقل و دانش میں بھی یگانہ تھا۔ یہ معتمد کے آخر عہد تک وزیر رہا اور معتمد کی وفات کے کئی سال بعد ۲۸۸ھ میں وفات پائی۔ [1]

وفات

رجب ۲۷۹ھ میں بغیر کسی بیماری کے معتمد کا دفعۃً انتقال ہو گیا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ اس کو زہر دیا گیا' لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ ایک شب کو اس نے نبیذ زیادہ پی لی۔ اس کے بعد کھانا کھایا۔ اس سے سوئے ہضم ہو گیا اور صبح ہونے کے قبل ہی مر گیا' چونکہ موت ناگہانی تھی' اس لیے معتضد نے قضاۃ اور اعیان سلطنت کو بلا کر لاش دکھائی۔ ان کے ملاحظہ کے بعد سامرا لے جا کر دفن کیا گیا۔ وفات کے وقت پچاس سال چھ مہینے کی عمر تھی۔ مدت خلافت ساڑھے ۲۳ سال۔ [2]

معتمد کی خلافت کا زمانہ گو مدت کے اعتبار سے بہت طویل ہے' لیکن وہ محض نام کا خلیفہ تھا۔ صرف خطبہ اور سکہ اس کے نام کا تھا۔ باقی جملہ امور سلطنت' احکام کا اجرا' فوجوں کی قیادت' صلح و جنگ' سرحدوں کی حفاظت' وزارت کی ترتیب' جملہ امور اس کے بھائی موفق کے ہاتھوں میں تھے۔ معتمد اس بے بسی کا غم غلط کرنے کے لیے عیش پرستی میں مشغول رہتا تھا۔ [3]

اسے نبیذ اور شعر و موسیقی سے کام تھا۔ اس کی بزم عیش میں ہر وقت ادب و شعر' رقص و سرود اور اسی قبیل کے مشاغل کا چرچا رہتا تھا۔ مسعودی نے ان مجالس طرب کے بہت دلچسپ حالات لکھے ہیں۔ [4]

---

[1] وزرا کے تمام حالات الفخری ص ۲۲۸' ۲۳۱ سے ماخوذ ہیں۔

[2] ابن اثیر جلد ۷' ص ۱۵۱۔ [3] الفخری ص ۲۲۷۔ [4] مسعودی جلد ۸' ص ۱۰۲ وما بعد۔

موفق پر یہ بڑا الزام ہے کہ اس نے معتمد کو بالکل بے بس کر رکھا تھا' لیکن اس سے عباسی حکومت کو بڑا فائدہ پہنچا۔ معتمد میں کوئی عملی صلاحیت نہ تھی۔ اس کے مقابلہ میں موفق جملہ اوصاف جہانبانی کا حامل تھا۔ فضل و کمال' تدبر و سیاست' اخلاق' عدل و انصاف وغیرہ تمام محاسن موجود تھے۔ رعایا کی دادرسی کے لیے قضاۃ کے ساتھ بیٹھتا تھا اور مقدمات کی سماعت کرتا تھا اور منصفانہ فیصلے دیتا تھا۔ [1] شجاع و بہادر تھا۔ خود فوجوں کی قیادت کرتا تھا۔ صاحب الزنج کی انقلاب انگیز شورش میں اس نے بڑے کارہائے نمایاں کیے اور اپنے زمانہ میں اس نے ترکوں کو ان کی حد سے آگے نہ بڑھنے دیا۔

[1] ابن اثیر جلد ۷ ص ۱۴۷۔

ابو العباس احمد بن موفق الملقب بہ معتضد باللہ

(۲۷۹ھ تا ۲۸۹ھ مطابق ۸۹۲ء تا ۹۰۲ء)

اوپر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ معتمد اپنے بعد اپنے بھتیجے معتضد باللہ کو ولی عہد نامزد کر گیا تھا' چنانچہ اس کی وفات کے بعد ربیع الاول ۲۷۹ھ میں معتضد تخت نشین ہوا اور اپنے غلام بدر کو بغداد کی شحنگی اور عبیداللہ بن سلیمان کو منصب وزارت پر سرفراز کیا۔ اس وقت معتضد کی عمر چھتیس سینتیس سال سے زیادہ نہ تھی' لیکن عقل و دانش' تدبیر و سیاست اور جاہ و جلال میں وہ اپنے پیشروؤں پر فوقیت رکھتا تھا۔ اس لیے وہ ترکوں کا کھلونا نہیں بنا بلکہ تمام سرکش امرا کو زیر اور مخالف قوتوں کا قلع قمع کر کے عباسی حکومت میں از سر نو جان ڈالی اور اس کو مختلف حیثیتوں سے ترقی دی۔

رافع بن ہرثمہ کی بغاوت اور قتل

دولت عباسیہ کی تباہی کا سب سے بڑا سبب سرکش اور خود سر امرا تھے۔ معتضد نے ان کی قوت توڑنے کے لیے انہی کو ایک دوسرے کے خلاف استعمال کرنا شروع کیا۔ اس سلسلہ میں سب سے اول رافع بن ہرثمہ کا خاتمہ ہوا۔ محمد بن طاہر نے اسے ۲۷۱ھ میں خراسان میں اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ یہاں شاہی جاگیر کے علاقے بھی تھے۔ رافع نے انہیں بھی اپنے قبضہ میں لے لیا۔ معتضد نے لکھا کہ ان کو وہ چھوڑ دے' لیکن رافع بن ہرثمہ نے نہ سنا۔ اس لیے معتضد نے اسے معزول کر کے اس کی جگہ عمرو بن لیث صفاری کو' جو عرصہ سے خراسان کی فکر میں تھا' خراسان کا حاکم بنا دیا اور رافع بن ہرثمہ کو خراسان سے نکالنے کی خدمت احمد بن عبدالعزیز کے سپرد کی۔ اس نے شکست دے کر اس کو نکال دیا۔ چند دنوں کے بعد احمد بن عبدالعزیز کا انتقال ہو گیا اور رافع بن ہرثمہ پھر رے پہنچ گیا۔ اس مرتبہ احمد بن عبدالعزیز کے بھائی نے نکالنے کی کوشش کی' مگر وہ کامیاب نہ ہوا۔ اس دوران میں خود عمرو بن لیث خراسان پہنچ گیا۔ خراسان کی سرحد پر متعدد طاقتیں تھیں جو سب ایک دوسرے کے خلاف تھیں' چنانچہ رافع بن ہرثمہ علویہ طبرستان اور عمرو بن لیث میں پرانا اختلاف چلا آتا تھا۔ رافع نے عمرو بن لیث سے مقابلہ کے لیے محمد بن زید علوی والی طبرستان سے صلح کر لی اور محمد بن زید نے اس کی مدد کا وعدہ کیا۔ عمرو کو معلوم ہوا تو اس نے محمد بن زید کو لکھا کہ رافع نے محض اپنی غرض کے لیے صلح کی ہے۔ کام نکل جانے کے بعد وہ دھوکہ دے جائے گا۔ محمد بن زید کو چونکہ اس کا تجربہ ہو چکا تھا' اس لیے انہوں نے رافع کی مدد سے ہاتھ روک لیا اور اس کو تنہا عمرو کا مقابلہ کرنا پڑا اس لئے رافع کو شکست ہوئی اور وہ

نیشاپور چھوڑ کر ابیورد چلا گیا' لیکن عمرو نے درمیان میں راستہ روک دیا تھا۔ اس لیے رافع پھر لوٹ کر نیشاپور آ گیا۔ عمرو نے محاصرہ کر لیا۔ چند دنوں کے بعد رافع خوارزم بھاگ گیا۔ خوارزم شاہ نے اپنے ایک آدمی ابوسعید فرغانی کو استقبال کے لیے بھیجا۔ اس نے عمرو بن لیث سے سرخروئی حاصل کرنے کے لیے دھوکہ دے کر رافع کو قتل کر دیا اور اس کا سر عمرو کے پاس بھجوا دیا۔ [1]

خوارج کا استیصال

موصل اور جزیرہ کے علاقہ میں معتمد کے زمانہ سے خوارج کی شورش بپا تھی۔ ان کا ایک سردار ہارون خارجی موصل کے نواح پر قابض ہو گیا تھا۔ معتضد کے زمانہ میں اس علاقہ کے موروثی والی محمد بن اسحاق بن کنداج نے ایک ترک شیبانی غلام ہارون بن سیما کو موصل کا حاکم بنا کر بھیجا۔ اہل موصل اور خوارج مزاحم ہوئے۔ ہارون ابن سیما قبیلہ شیبان کا غلام تھا۔ اس لیے یہ قبیلہ اس کی مدد کے لیے آمادہ ہو گیا' لیکن ہارون خارجی کو اپنی جماعت کے علاوہ اہل موصل کی بھی امداد و حمایت حاصل تھی۔ اس لیے اس نے بنی شیبان کو بڑی فاش شکست دی اور ان کا تعاقب کر کے ان کی آبادیوں کو خوب لوٹا۔ بنی شیبان نے جب دیکھا کہ فرار سے بھی ان کی بچت نہیں ہوتی تو پلٹ پڑے۔ خوارج لوٹ میں مصروف تھے' اس لیے بنی شیبان نے انہیں پسپا کر دیا۔

لیکن چونکہ اہل موصل بھی ہارون بن سیما کے خلاف تھے اور وہاں اس کا قیام ناممکن تھا اس لیے اس نے محمد بن سیما کو لکھ بھیجا کہ اگر آپ خود مدد کے لیے نہیں آتے تو شہر ہاتھوں سے نکل جائے گا۔ اس تحریر پر وہ ایک بڑی فوج کے ساتھ موصل روانہ ہو گیا۔ اہل موصل میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی اور اس کی حکومت پر بھی وہ راضی نہ تھے' اس لیے ان کا ایک وفد اس غرض سے بغداد روانہ ہو گیا کہ موصل کا علاقہ ابن کنداج کے علاوہ کسی اور شخص کے ماتحت کر دیا جائے۔

معتضد اس کے پہنچنے سے پیشتر ہی محمد بن یحییٰ کو موصل کی ولایت پر مامور کر چکا تھا' چنانچہ وہ وفد مذکور کو حدیثہ میں ملا۔ اس لیے اہل موصل اس کے ساتھ ہی لوٹ گئے۔ محمد بن یحییٰ کا تقرر ابن کنداج پر بہت گراں گزرا۔ اس نے یہ تدبیر کی کہ خمارویہ بن احمد بن طولون کو' جس کے ماتحت ایک زمانہ میں موصل کا علاقہ رہ چکا تھا' ہدایا و تحائف دے کر آمادہ کیا کہ وہ دوبارہ معتضد سے موصل کی ولایت کے لیے درخواست کرے' لیکن معتضد نے اس کی درخواست یہ کہہ کر مسترد کر دی کہ اہل موصل اسے پسند نہیں کرتے' پھر چند دنوں کے بعد انتظامی سلسلہ میں محمد بن یحییٰ کو ہٹا کر علی بن داؤد کو اس کی جگہ بھیجا۔ [2]

---

[1] ابن اثیر ج ۷' ص ۱۵۱' ۱۵۲۔ [2] ابن اثیر ج ۷' ص ۱۵۰۔

خوارج اور اعراب کردستان پر اتنے چھا گئے تھے کہ ان کا تدارک والیوں کے بس سے باہر ہو گیا تھا۔ ۲۸۰ھ میں خود ان میں باہم خانہ جنگی شروع ہو گئی اور ایک اور خارجی محمد بن عبادہ ہارون کا حریف پیدا ہو گیا۔ یہ ابتدا میں نہایت معمولی آدمی تھا۔ موصل کی شورش کے زمانہ میں اس نے اپنا جتھہ الگ بنا لیا۔ اعراب کی ایک جماعت اس کے ساتھ ہو گئی۔ اس سے اس کو اتنی قوت حاصل ہو گئی کہ وہ موصل کے غلہ کا عشر اور زکوۃ وصول کرنے لگا۔ معلثایا کا خراج وصول کر لیا اور سنجار میں ایک قلعہ تعمیر کیا۔ اس کی بڑھتی ہوئی قوت ہارون کے لیے سخت مضر تھی۔ اس نے سنجار کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ محمد بن عبادہ اس وقت قبراثا میں تھا۔ اس لیے ہارون نے اس کے لڑکے ابو ہلال کو قتل کر کے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور محمد بن عبادہ کی تلاش میں قبراثا پہنچا۔ اور اس کو شکست دے کر اس کے کل ساز و سامان پر قبضہ کر لیا۔ محمد بن عبادہ شکست کھا کر آمد چلا گیا۔ اس کا جتھہ منتشر ہو چکا تھا۔ اس لیے آمد کے حاکم احمد بن عیسیٰ نے اسے گرفتار کر کے معتضد کے پاس بھجوا دیا۔

اب تک جتنے حکام موصل بھیجے گئے تھے' وہ سب خوارج اور اعراب کے مقابلہ میں ناکام رہے تھے۔ اس لیے ۲۸۰ھ میں خود معتضد ان کے استیصال کے لیے نکلا اور ان کے اعراب کو شکست دیتا اور قتل کرتا ہوا بنی شیبان کے مقابلہ کے لیے موصل پہنچا۔ ان میں معتضد کے مقابلہ کی ہمت نہ تھی۔ اس لیے اطاعت قبول کر لی اور آئندہ کے اطمینان کے لیے ضمانت میں یرغمال دیئے۔

اس کے ایک ہی سال بعد معتضد کو اطلاع ملی کہ ایک عرب سردار حمدان بن حمدون تغلبی' ہارون خارجی کے ساتھ ہو گیا ہے۔ اس لیے پھر اس نے موصل پر فوج کشی کی۔ اس مرتبہ اعراب اور کرد مل کر اس کے مقابلہ میں آئے۔ معتضد نے عام سپاہیوں کے دوش بدوش ان کا مقابلہ کیا اور تنہا ان کی صفوں میں گھس کر بے دریغ قتل کیا اور انہیں بڑی شکست فاش دی۔

حمدان بن حمدون تغلبی ماردین کے قلعہ میں تھا۔ اس مہم سے فراغت کے بعد معتضد ماردین پہنچا۔ بڑے بڑے سرداروں کو اس کے مقابلہ میں آنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ اس لیے حمدان اپنے لڑکے کو قلعہ میں چھوڑ کر خود نکل گیا۔ معتضد نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور اس کے پھاٹک پر چڑھ کر حمدان کے لڑکے کو حکم دیا کہ پھاٹک کھول دے اس پر اتنی ہیبت طاری ہوئی کہ بے چون و چرا اس کی تعمیل کر دی۔ معتضد نے قلعہ کا کل سامان نکلوا کر قلعہ مسمار کرا دیا اور حمدان کی تلاش میں آدمی بھیج کر خود بغداد لوٹ گیا۔ راستہ میں شداد نامی ایک کرد دس ہزار کی جمعیت کے ساتھ قلعہ بند تھا' معتضد نے اسے بھی زیر کر کے قلعہ مسمار کرا دیا۔

حمدان ابھی قابو میں نہ آیا تھا اور ایک اور شخص اسحاق بن ایوب بھی سرکش ہو گیا تھا۔اس لیے معتضد ۲۸۲ھ میں پھر موصل گیا اور دونوں کو بلا بھیجا۔اسحاق تو حاضر ہو گیا' لیکن حمدان قلعہ بند ہو گیا۔معتضد نے امیر وصیف موشکیر ترکی اور نصر قشوری کو اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔حمدان باسورین میں اور اس کا دوسرا لڑکا حسین موصل کے قریب ہی ایک قلعہ میں تھا۔اس نے خود اطاعت قبول کر کے قلعہ حوالہ کر دیا اور حمدان کو امیر وصیف نے باسورین جا کر شکست دی۔وہ دجلہ عبور کر کے دیار ربیعہ کی طرف نکل گیا' لیکن امیر وصیف کی فوجوں نے اسے کہیں نہ ٹکنے دیا۔بالآخر تنگ آ کر وہ موصل لوٹ آیا اور اسحاق بن یوسف کے دامن میں پناہ لی۔اس نے اس کو معتضد کے پاس حاضر کر دیا۔حمدان کی شکست اور اطاعت کے بعد اعراب اور کردوں کا حوصلہ پست ہو گیا اور انہوں نے اطاعت قبول کر لی۔

حمدان کو زیر کرنے کے بعد معتضد نصر قشوری کو موصل کے انتظام کے لیے چھوڑ کر خود بغداد لوٹ گیا۔اس کی واپسی کے بعد پھر خارجیوں نے سر اٹھایا اور نصر کے آدمیوں پر حملہ کر دیا۔اس میں ہارون خارجی کا ایک ممتاز ساتھی جعفر مارا گیا۔اس لیے پھر خوارج میں عام شورش پیدا ہو گئی۔نصر نے ہارون کو دھمکایا۔اس نے اس کا نہایت سخت جواب دیا۔نصر نے اس کا جواب معتضد کے پاس بھجوا دیا۔اسے پڑھ کر معتضد نے خوارج کی قرار واقعی سرکوبی کا تہیہ کر لیا اور حسن بن علی کو موصل کی ولایت پر مامور کر کے اس نواح کے تمام حکام کو حکم دیا کہ وہ خوارج کے استیصال میں حسن کی پوری مدد کریں۔حسن نے بڑے اہتمام سے مقابلہ کیا۔خوارج بھی اپنی پوری قوت کے ساتھ مقابلہ میں آئے۔دونوں میں خونریز جنگ ہوئی۔خارجیوں نے سترہ حملے کیے۔حسن نے ان سب کو بڑی شجاعت و پامردی سے روکا اور ان کی ہمت و استقلال سے خارجیوں کو بڑی فاش شکست ہوئی۔ان کی بڑی تعداد قتل ہوئی۔بقیۃ السیف بھاگ نکلے۔آخر میں انہوں نے بھی مجبور ہو کر اطاعت قبول کر لی اور ہارون سرگرداں پھرتا رہا۔اس شکست نے گو خارجیوں کا شیرازہ بکھیر دیا تھا' لیکن ان کا سرغنہ ہارون باقی تھا۔اس لیے ۲۸۳ھ میں پھر معتضد نے موصل کا سفر کیا اور حسین بن حمدان تغلبی کو ہارون کی گرفتاری پر مامور کیا اور وصیف بن موشکیر کو اس کی مدد پر متعین کیا۔ہارون دجلہ کی ترائی میں روپوش تھا۔حسین بن حمدان نے اس کی کمین گاہ پر چھاپہ مارا۔وہ یہاں سے نکل کر بھاگا۔حسین نے تعاقب کیا اور چند دنوں کے بعد اسے لڑ کر گرفتار کر لیا اور معتضد کی خدمت میں لے جا کر پیش کیا۔معتضد اسے بغداد ساتھ لے گیا اور حسین کی کارگزاری کے صلہ میں اس کے باپ حمدان کو رہا کر دیا اور خلعت سے نوازا اور باغیوں کی عبرت کے لیے ہارون کی تشہیر کر کے اسے سولی پر آویزاں کیا۔ہارون کے قتل کے

بعد موصل میں کامل امن وسکون ہو گیا۔ [1]

قرامطہ

قرمطی تحریک کے ابتدائی حالات معتمد کے عہد میں گزر چکے ہیں اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس کا بانی قرمط عراق چھوڑ کر شام چلا گیا' مگر یہ تحریک برابر اندر ہی اندر اپنا کام کرتی رہی اور مخفی طور سے لوگ اس میں شامل ہوتے رہے۔ بحرین اور اس کے نواح میں اس کی زیادہ اشاعت ہوئی۔ ۲۸۱ھ میں ایک قرمطی داعی یحییٰ بن مہدی نے قطیف میں دعویٰ کیا کہ وہ مہدی موعود کا داعی ہے جن کا عنقریب ظہور ہونے والا ہے اور مہدی کی جانب سے ایک صداقت نامہ پیش کیا۔ قطیف اور بحرین کے شیعیان علی نے اس کی دعوت قبول کی اور اس کی امداد واعانت کا پورا وعدہ کیا۔ ان میں سب سے اہم شخصیت ابو سعید جنابی کی تھی۔ بحرین میں کام کرنے کے بعد یحییٰ یہاں سے چلا گیا اور چند دنوں کے بعد دعوت قبول کرنے والوں کے نام مہدی موعود کی جانب سے شکریہ کا خط لایا' جس میں مہدی کے نام پر خمس دینے کا حکم تھا۔ سب نے اس حکم کی تعمیل کی۔ اس کے بعد یحییٰ نے قبیلہ قیس میں تبلیغ شروع کی اور ان کے نام بھی اسی قسم کے خطوط پیش کیے۔

بحرین کے والی کو ان واقعات کا علم ہوا تو اس نے یحییٰ کو پکڑ کر سزا دی۔ اس کا معاون ابو سعید جنابی بھاگ گیا۔ یحییٰ چھوٹنے کے بعد پھر سرگرمی کے ساتھ اپنے کام میں لگ گیا اور بنی کلاب' بنی عقیل اور حریش میں دورہ کر کے ان کی بڑی تعداد قرمطی تحریک میں داخل کر لی اور ان کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ ۲۸۷ھ میں انہوں نے ہجر کے نواح میں تاخت وتاراج شروع کر دی اور ابو سعید جنابی نے بصرہ پر حملہ کا ارادہ کیا۔ یہاں کے والی احمد الواثقی میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے اس نے معتضد کو اس کی اطلاع دی۔ اس نے بصرہ کی حفاظت کے لیے شہر پناہ کی تعمیر کا حکم دیا اور بحری راستہ سے امدادی فوج بھیجی اور عباس بن عمرو غنوی والی فارس کو یمامہ اور بحرین کا حاکم بنا کر قرامطہ کے مقابلہ کا حکم دیا۔ اس نے بصرہ پہنچ کر ابو سعید کا مقابلہ کیا لیکن شکست کھا کر گرفتار ہو گیا اور اس کی فوج کا کل سامان اور بہت سے قرمطی ابو سعید کے قبضہ میں آئے۔ ابو سعید نے عباس کے علاوہ باقی اور تمام قیدیوں کو آگ میں جلوا دیا اور ہجر پر قبضہ کر لیا۔

یہ خبر بصرہ پہنچی تو یہاں سے فوراً شکست خوردہ فوجوں کے لیے خورد ونوش کا سامان روانہ کیا گیا' لیکن راستہ میں بنی اسد نے حملہ کر کے چھین لیا اور ابو سعید کی تلوار سے جو لوگ زندہ بچے تھے' انہیں بھی

---

[1] یہ تمام حالات ملخصاً ابن اثیر سے ماخوذ ہیں۔ جلد ۷' ص ۱۵۴ تا ۱۵۷۔

قتل کر دیا۔اس سے بصرہ میں بڑی بے چینی پیدا ہوگئی۔احمد الواثقی نے انہیں کسی طرح روکا۔اس درمیان میں ابوسعید نے عباس کو رہا کر دیا اور اس سے کہا کہ تم نے جو حالات دیکھے ہیں انہیں جا کر معتضد سے بیان کر دینا۔یہ ابلہ ہوتا ہوا بغداد پہنچا۔معتضد نے اس کی دلدہی کے لیے خلعت عطا کیا۔ 1

اس کامیابی کے بعد قرامطہ کا حوصلہ بڑھ گیا اور انہوں نے نواح کوفہ میں بڑی شورش بپا کی۔ان کی شورش دیکھ کر ایک طالبی غلام بدران کے مقابلہ کے لیے اٹھ کھڑا ہوا اور ان کے بہت سے رؤسا کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔معتضد نے علیحدہ علیحدہ فوجوں پر فوجیں بھیجنا شروع کر دیں۔انہوں نے قرامطہ کو بے دریغ قتل کیا۔ہزاروں قرمطی مارے گئے۔ان کی یہ تباہی دیکھ کر ان کے ایک داعی ذکرویہ بن مہرویہ نے اسد اور طے کے قبائل کو بھڑکانے کی کوشش کی' مگر ناکام رہا۔البتہ بنی قلیص اس کے دام میں آ گئے اور ذکرویہ نے معتضد کے ایک غلام شبل کو قتل کر کے رصافہ کی مسجد جلا ڈالی اور شام کی سرحد تک بستیوں کو ویران کرتا چلا گیا۔طولونی عہدہ دار طغج بن خف نے روکا' لیکن ذکرویہ نے اسے بھی شکست دی۔ 2

اسماعیل سامانی اور عمرو بن لیث کی جنگ اور عمرو کی گرفتاری

اوپر گزر چکا ہے کہ عمرو بن لیث صفاری نے باغی امیر رافع بن ہرثمہ کا سر معتضد کے حضور پیش کیا تھا۔اس کے صلہ میں وہ معتضد سے ماوراء النہر کی حکومت کا طالب ہوا۔یہ علاقہ مدتوں سے سامانی خاندان کی موروثی حکومت میں چلا آتا تھا اور اس کے فرمانروا دوسرے خودسر موروثی والیوں کے مقابلہ میں زیادہ مطیع و منقاد تھے۔اس کے برعکس عمرو پر اس کو پورا اعتماد نہ تھا۔اس لیے اس نے عمرو کو اسماعیل سے لڑا کر عمرو کی قوت توڑنے کے لیے اس کی درخواست قبول کر لی اور اس کو ماوراء النہر کی حکومت کا پروانہ لکھ دیا۔عمرو نے اپنے ایک معتمد علیہ امیر محمد بن بشیر کو ماوراء النہر پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا۔آمد میں لب جیحون اس کا اور اسماعیل کا مقابلہ ہوا۔محمد بن بشیر مارا گیا اور اس کی فوج شکست کھا کر نیشاپور چلی گئی۔اس شکست کے بعد عمرو نے خود فوج کشی کی۔اسماعیل نے اس کو لکھ بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک بڑی وسیع حکومت عطا فرمائی ہے اور میرے پاس صرف ماوراء النہر کا ایک سرحدی گوشہ ہے۔اس لیے تمہارے پاس جو کچھ ہے' اس پر قناعت کرو اور یہ گوشہ میرے لیے چھوڑ دو۔عمرو نے کوئی توجہ نہ کی۔اس لیے اسماعیل کو اس کے مقابلہ میں آنا پڑا اور وہ جیحون کے پار خیمہ زن ہوا۔عمرو نے بلخ میں مورچہ قائم کیا۔اسماعیل نے ہر طرف سے اس کو گھیر لیا اور عمرو پہلے ہی معرکہ میں معمولی جنگ کے بعد

1 ابن اثیر جلد ۷ ص ۱۶۲ تا ۱۶۴۔ 2 ابن اثیر ج ۷ ص ۱۶۸۔

بھاگ نکلا۔ راستہ میں اس کا گھوڑا دلدل میں پھنس گیا۔ اسماعیل کے آدمیوں نے اسے گرفتار کر لیا اور اسماعیل کے پاس لے گئے۔ اس نے اس کو اختیار دیا کہ اس کا دل چاہے اس کے پاس ماوراء النہر میں رہے اور دل چاہے معتضد کے پاس بغداد چلا جائے۔ عمرو نے بغداد جانا پسند کیا' چنانچہ اسماعیل نے اس کو بغداد بھجوا دیا۔ معتضد نے اسے قید کر دیا اور اسماعیل کو اس کے تمام مقبوضات کا حاکم بنا دیا۔ [1]

اسماعیل اور محمد بن زید کی جنگ اور محمد بن زید کا قتل

خراسان پر ہمیشہ سے طبرستان کے علویوں کی نظر تھی اور اس کے لیے ان میں اور صفاریوں میں جنگ بھی ہو چکی تھی۔ عمرو بن لیث کی گرفتاری کے بعد ان کی یہ دیرینہ آرزو پھر ابھر آئی۔ چنانچہ محمد بن زید علوی نے فوج کشی کر دی۔ اسماعیل کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے لکھ بھیجا کہ میں نے جرجان تمہارے لیے چھوڑ دیا ہے۔ اس لیے اب تم خراسان کا قصد نہ کرو' لیکن محمد بن زید نے اس کی پرواہ نہ کی اور اسماعیل کو ناچار مقابلہ کرنا پڑا۔ اس نے محمد بن ہارون کو ان کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ باب جرجان میں نہایت خونریز جنگ ہوئی۔ محمد بن زید نے بڑی شکست فاش کھائی۔ وہ سخت زخمی ہوئے اور ان کا لڑکا زید گرفتار ہوا۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد محمد بن زید زخموں کے صدمہ سے انتقال کر گئے۔ اسماعیل نے زید بن حسن کو نہایت عزت واحترام اور آرائش وآسائش کے ساتھ رکھا۔ محمد بن زید بڑے فاضل ادیب وشاعر تھے۔

وصیف خادم کی گرفتاری

امیر محمد بن ابی الساج ایک خودسر اور خودغرض لیکن حوصلہ مند اور بہادر امیر تھا۔ اس لیے خلفا اس کی دل جوئی کیا کرتے تھے' چنانچہ معتمد کے زمانہ میں اس کو آذربائیجان کا حاکم بنا دیا گیا تھا۔ معتضد کے زمانہ میں اس کا رویہ مخالفانہ ہو چلا تھا۔ اس نے اس کو زور وقوت سے دبانے کے بجائے آرمینیہ کی حکومت اور خلعت دے کر رام کرنے کی کوشش کی۔ ابن ابی الساج نے بھی اظہار شکرگزاری میں قیمتی ہدایا پیش کیے اور ضمانت کے یرغمال دیئے۔ ۲۸۷ھ میں اس کا خادم وصیف اس کا ساتھ چھوڑ کر ملطیہ چلا آیا اور معتضد کی خدمت میں سرحد کی ولایت کی درخواست بھیجی۔ اس کے قاصدوں پر شبہ ہوا۔ تحقیقات سے پتہ چلا کہ خود ابن ابی الساج نے وصیف کو آمادہ کیا ہے کہ وہ سرحد کی ولایت کی درخواست کرے۔ اس کے مل جانے کے بعد دونوں مل کر دیار مضر پر قبضہ کر لیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل طرطوس بھی اس سازش میں شریک ہیں۔ معتضد کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ خود وصیف کی تادیب

---

[1] ابن اثیر ج ۷' ص ۱۶۵' وابن خلدون ج ۳' ص ۳۵۱۔

کے لیے نکلا۔ جاسوسوں نے اس کو اطلاع دی کہ وصیف عین زربہ کا قصد کر رہا ہے۔ معتضد نے فوراً ایک دستہ اس کی تلاش میں آگے روانہ کر دیا۔ اس کا اور وصیف کا سامنا ہو گیا اور وہ گرفتار کر کے معتضد کے سامنے پیش کیا گیا۔ معتضد نے اس کی فوج کو امان دے دی۔ اس سازش میں اہل طرطوس بھی شریک تھے۔ اس لیے معتضد نے ان کے عمائد کو گرفتار کر لیا اور طرطوس کے بحری بیڑے کو جو پچاس جہازوں پر مشتمل تھا' نذر آتش کر دیا۔ یہ بیڑا بڑا قیمتی اور مدتوں کی محنت کا سرمایہ تھا۔ اس کی بربادی سے بڑا نقصان پہنچا اور رومیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی بحری قوت کمزور پڑ گئی۔ [1]

طولونیہ مصر اور معتضد کے تعلقات

مصر کے طولونی خاندان اور خلافت بغداد کے اختلاف کا خاتمہ معتمد ہی کے زمانہ میں ہو چکا تھا۔ معتضد کے زمانہ میں دونوں کے روابط میں اور زیادہ ترقی ہوئی۔ خمارویہ بن طولون نے معتضد کی تخت نشینی کی تبریک میں بیش قیمت ہدایا پیش کیے تھے۔ معتضد نے اس کے صلہ میں مصر کے خراج کی باقی ماندہ رقم میں سے کل دولاکھ دینار سالانہ کے حساب سے لے کر مزید تین لاکھ سالانہ پر فرات سے برقہ تک کی حکومت کا سی سالہ قبالہ خمارویہ اور اس کے لڑکے کے نام لکھ دیا اور ۲۸۰ھ میں بارہ پارچے کا خلعت' تلوار' تاج اور مالائے مروارید عطا کیا۔ ۲۸۲ھ میں خمارویہ کی لڑکی ''قطرۃ الندیٰ'' قطرہ شبنم سے شادی کر کے طولونی خاندان کی عزت افزائی کی۔

۲۸۲ھ میں خمارویہ کو اس کے غلاموں نے قتل کر دیا اور اس کا لڑکا جیش تخت نشین ہوا' لیکن چھ ہی مہینے کے بعد اس کے اور اس کے فوجی افسروں کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا۔ انہوں نے اس کو معزول کر کے اس کے بھائی ہارون کو تخت نشین کیا۔ [2]

رومیوں سے معرکہ آرائیاں

معتضد زیادہ تر اندرونی اصلاح و تنظیم میں مشغول رہا۔ اس لیے بیرونی مہمات اس کے زمانہ میں بہت کم پیش آئیں۔ ۲۸۵ھ میں موفق کے غلام راغب نے طرطوس سے بحری حملہ کیا اور رومیوں کے تیس جہاز گرفتار کر کے جلا دیے اور تین ہزار رومی قتل ہوئے۔ ۲۸۷ھ میں رومی طرطوس پر چڑھ آئے۔ یہاں کے حاکم ابو ثابت نے انہیں پسپا کر دیا اور دور تک تعاقب کرتا چلا گیا' لیکن بے احتیاطی کی وجہ سے خود ان کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گیا۔ ۲۸۸ھ میں حسن بن علی کورہ نے کئی رومی قلعے فتح اور

---

[1] یہ حالات ابن اثیر کے مختلف سنین سے ماخوذ ہیں۔

[2] کتاب الولاۃ کندی ص ۲۴۰ تا ۲۴۲' و مقریزی جلد ۲' ص ۱۱۷۔

بہت سے رومی گرفتار کیے۔اس کے انتقام میں رومیوں نے کیسوم پر بری اور بحری دوسمتوں سے حملہ کر کے پندرہ ہزار مسلمان گرفتار کر لیے۔ ❶
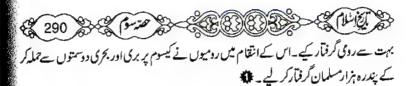
دولت عباسیہ کی ماتحت ریاستوں نے البتہ بعض فتوحات حاصل کیں۔۲۸۰ھ میں اسماعیل سامانی نے ترکستان کی ایک حکومت پر قبضہ کر کے اس کے فرمانروا کو گرفتار کیا۔ ❷

وزارت

معتضد کا پہلا وزیر عبیداللہ بن سلیمان تھا۔اس کے حالات معتمد کے عہد میں گزر چکے ہیں۔عبیداللہ کے بعد اس کا لڑکا قسم باپ کا جانشین ہوا۔یہ بڑا فاضل' مدبر اور عظمت وشان کا وزیر تھا۔معتضد کے آخر زمانہ تک اپنے عہدہ پر رہا۔ ❸

وفات

ربیع الاول ۲۸۹ھ میں معتضد مرض الموت میں مبتلا ہوا۔فوجی افسروں نے اس کے لڑکے اور ولی عہد مکتفی باللہ کی بیعت کی تجدید کی۔خاندان شاہی میں موفق کے لڑکے عبدالواحد کی جانب سے مخالفت کا خطرہ تھا۔اس لیے اس سے بیعت لے کر اس کو نگرانی میں لے لیا گیا۔آخر ربیع الاول میں معتضد نے وفات پائی۔چار لڑکے اور گیارہ لڑکیاں چھوڑیں۔مدت خلافت ۷ برس ۹ مہینے۔

حکومت پر تبصرہ

معتضد بڑے جاہ وجلال کا خلیفہ تھا۔مدتوں کے بعد اس دل ودماغ اور حوصلہ وہمت کا خلیفہ عباسی تخت پر بیٹھا تھا۔تدبیر وسیاست کے ساتھ وہ اخلاق سے بھی آراستہ تھا۔اپنی ہشت سالہ مدت حکومت میں اس نے عباسی حکومت کے مردہ قالب میں جان ڈال دی اور ہر حیثیت سے اس کے عہد عروج کی یاد تازہ کر دی۔مسعودی کا بیان ہے کہ معتضد کے تخت خلافت پر قدم رکھتے ہی فتنہ وفساد میں سکون پیدا ہو گیا۔ملک کی حالت درست ہو گئی۔لڑائیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔چیزوں کا نرخ ارزاں ہو گیا۔شورش وہیجان میں سکون ہو گیا۔مخالفین نے صلح کر لی۔وہ مظفر ومنصور تھا۔تمام امور اس کے قابو میں آ گئے۔مشرقی ومغربی علاقے اس کے زیر نگیں ہو گئے۔مخالفین مغلوب ہو گئے اور ہارون شاری پر اس نے فتح پائی۔ ❹

---

❶ ابن خلدون ج ۳' ص ۳۵۴۔ ❷ ابن اثیر جلد ۷' ص ۱۵۴۔

❸ الفخری ص ۲۳۲۔ ❹ مروج الذہب ج ۷' ص ۱۱۳' ۱۱۴۔

ابن طقطقی لکھتا ہے کہ معتضد عاقل' فہیم' فاضل اور خصائل حمیدہ سے آراستہ تھا۔ اس کی تخت نشینی کے وقت سلطنت ویران ہو رہی تھی۔ سرحدیں بیکار ہو چکی تھیں۔ اس نے بڑی خوبی سے اس کی اصلاح کی۔ اس کے حسن انتظام سے اس کی سلطنت پھر آباد ہو گئی' آمدنی میں اضافہ ہو گیا' سرحدیں مضبوط ہو گئیں۔ وہ سیاست میں نہایت مضبوط اور فتنہ پرستوں کے لیے نہایت سخت تھا۔ رعایا کے مال ومتاع میں فوجوں کی دست درازی اور ایذا رسانی کا خاتمہ کر دیا۔ اپنے ابن عم آل ابی طالب کا محسن تھا۔ اس کے زمانہ میں شورشیں اور بغاوتیں بھی ہوئیں۔ عمرو بن لیث الصفار نے بڑی عظمت وقوت حاصل کر لی تھی اور عجم کے بڑے حصہ پر چھا گیا تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اگر میں چاہوں تو دریائے بلخ پر سونے کا پل بنا دوں۔ اس کا باورچی خانہ چھ سو اونٹوں پر چلتا تھا' لیکن معتضد کے اقبال سے بڑی ذلت وخواری کے ساتھ قید ہوا اور معتضد نے دولت عباسیہ کے منتشر شیرازہ کو پھر متحد کر دیا اور رعایا میں عدل وانصاف قائم کیا اور مرتے وقت بڑی دولت چھوڑ گیا۔ [1]

سیوطی لکھتے ہیں کہ معتضد بڑا زیرک اور شجاع وبہادر تھا۔ لڑائیوں میں اس کے کارنامے مشہور ہیں۔ اس نے خلافت کا نہایت بہتر انتظام کیا۔ لوگوں کے دلوں میں اس کا بڑا رعب تھا۔ اس کی ہیبت کی وجہ سے سارے فتنے دب گئے۔ اس کے زمانہ میں امن ورفاہیت اور ارزانی کا دور تھا۔ اس نے بہت سے ٹیکس بند کر دیئے۔ وہ خلافت عباسیہ کی تجدید کی وجہ سے سفاح ثانی کہلاتا تھا۔ [2]

دولت عباسیہ کی تباہی کا سب سے بڑا سبب ترکی امرا اور افسران فوج تھے۔ عباسی حکومت اس طرح ان کے پنجہ اقتدار میں آ گئی تھی کہ خلفا تک کو ان کی مرضی کا پابند رہنا پڑتا تھا' ورنہ حکومت بلکہ جان تک سے ہاتھ دھونا پڑتا۔ ان کے ہاتھوں رعایا کی جان اور مال محفوظ نہ تھا۔ معتضد کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے ترکوں کا زور توڑ کر سلطنت اور رعایا دونوں کو ان کے پنجہ ظلم سے آزاد کر دیا۔ ان کی قوت توڑنے کے لیے اس نے نہایت سخت پالیسی اختیار کی۔ فوجی افسروں کو سرتابی پر زندہ دفن کرا دیتا تھا۔ [3] گو یہ سزا بظاہر سخت معلوم ہوتی ہے' لیکن ترکوں کی خیرہ سری جس حد کو پہنچ چکی تھی' اس کی اصلاح بغیر اس کے ناممکن تھی۔

رعایا کے ساتھ عمال کے ظلم وزیادتی کو نہایت سختی سے روکا اور ان میں عدل وانصاف کے قیام کی طرف پوری توجہ کی۔ [4] اس سختی کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس کے مقربین خاص تک اس کے خوف سے ظلم وزیادتی کی جرأت نہ کرتے تھے۔ [5]

---

[1] الفخری ص ۲۳۱' ۲۳۲۔ [2] تاریخ الخلفا ص ۳۷۹۔ [3] تاریخ الخلفا ص ۳۷۸۔
[4] الفخری ص ۱۳۱' ۱۳۲۔ [5] ابن اثیر ج ۷' ص ۱۷۔

عدل و انصاف میں اس کی توجہ اور انہماک کی وجہ سے عدالتیں بھی آزاد ہو گئیں اور ایوان عدالت میں امراء و عمائد بلکہ خلیفہ تک کے سارے امتیازات اٹھ گئے اور سب کے ساتھ یکساں سلوک ہونے لگا۔ عدالتوں کی آزادی کا ایک دلچسپ واقعہ کتابوں میں مذکور ہے۔ ایک امیر نے مختلف آدمیوں سے قرض لے رکھا تھا۔ انہوں نے قاضی ابوحازم کی عدالت میں دعویٰ دائر کیا۔ معتضد کا بھی کچھ قرض اس کے ذمہ تھا۔ اس نے قاضی ابوحازم کے پاس کہلا بھیجا کہ اس شخص کے ذمہ میرا قرض بھی ہے۔ امید ہے کہ دوسرے قرض خواہوں کے ساتھ میرا قرض بھی عدالت سے دلایا جائے گا۔ قاضی ابوحازم نے جواب میں کہلایا کہ امیر المؤمنین اپنا وہ قول یاد کریں جو منصب قضا سپرد کرتے وقت مجھ سے کہا تھا کہ میں نے قضا کا عہدہ اپنی گردن سے نکال کر تمہاری گردن میں ڈال دیا ہے۔ اس لیے اب مجھے یہ اختیار نہیں ہے کہ محض دعویٰ پر بغیر کسی شہادت کے کوئی فیصلہ دوں۔ معتضد نے جواب میں کہلایا کہ فلاں فلاں دو ذی عزت آدمی میرے شاہد ہیں۔ ابوحازم نے پھر جواب میں کہلایا کہ شاہدوں کو عدالت میں آکر شہادت دینی چاہیے۔ میں جرح کروں گا' اگر شہادت سچی ثابت ہوئی تو قبول کی جائے گی' ورنہ جو ثابت ہوگا اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا' لیکن قاضی ابوحازم کی جرح کے خوف سے دونوں شاہدوں میں سے کسی نے شہادت نہ دی۔ اس لیے معتضد کا دعویٰ مسموع نہ ہوا۔ [1]

دور انحطاط کے سیاسی انقلابات اور طوائف الملوکی کی وجہ سے حکومت کی آمدنی اتنی گھٹ گئی تھی کہ تنخواہوں کی تقسیم میں دشواری پیش آتی تھی۔ معتضد کے حسن انتظام سے اس میں بھی معقول اضافہ ہوا۔ [2] اور اس کے زمانہ میں عباسی حکومت کا میزانیہ اتنا بہتر ہو گیا کہ حکومت کے مصارف کے بعد خزانہ میں ایک بڑی رقم سالانہ بچ رہتی تھی' چنانچہ اپنی وفات کے بعد خزانہ میں بڑی دولت چھوڑ گیا۔ [3] بعض روایتوں کے مطابق اس کی تعداد نوے کروڑ اشرفی تھی۔ اس سلسلہ میں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ ملک کی مالی حالت کی اصلاح میں کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا گیا' بلکہ بعض پرانے ٹیکس بھی کم کر دیئے گئے۔ اس سے رعایا کی آسودہ حالی بہت بڑھ گئی۔ ضروریات زندگی ارزاں ہو گئیں اور ہر شخص نہایت مطمئن اور مسرور زندگی بسر کرنے لگا۔ [4] صابی کا بیان ہے کہ معتضد کی نرمی کے باوجود عراق کے خراج میں اتنا اضافہ ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد کے علاوہ اور کسی زمانہ میں اتنا خراج وصول نہیں ہوتا تھا۔ [5]

مذہبی خدمات

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۸۱۔ [2] الفخری ص ۳۲۱۔ [3] مروج الذہب ج ۷' ص ۱۱۴۔
[4] تاریخ الخلفاء ص ۳۷۹۔ [5] تاریخ الوزراء صابی۔

اوصاف جہانبانی کے ساتھ معتضد مذہبی حیثیت سے بھی دیندار تھا۔ فسق و فجور سے اس کا دامن کبھی آلودہ نہیں ہوا۔ (1) عباسی عہد میں کم علموں کے عقائد و خیالات پر فلسفہ یونان کا بڑا اثر پڑا تھا۔ معتضد خود ایک راسخ العقیدہ خلیفہ تھا۔ اس لیے اس نے اس کا پورا تدارک کیا اور کتب فروشوں کو فلسفہ کی کتابوں کی اشاعت کی ممانعت کر دی۔ (2) اوہام و خرافات کے جتنے وسائل تھے' سب کو مٹا دیا' چنانچہ منجموں اور قصہ خوانوں کو شوارع عام پر بیٹھنے کی ممانعت کر دی۔ (3) مجوسیوں کے اثر سے مسلمانوں میں آتش پرستوں کی بعض رسمیں رائج ہو گئی تھیں' چنانچہ نوروز کے دن وہ بھی آگ جلاتے تھے۔ معتضد نے اس مشرکانہ رسم کو حکماً بند کر دیا۔ (4)

عیش پرستوں نے اپنے تعیش کے جواز کے عجیب عجیب پہلو پیدا کر لیے تھے۔ مثلاً گانے' متعہ اور نبیذ کے جواز میں اختلاف ہے۔ کسی زندہ دل نے اس قسم کی ان تمام چیزوں کو جو کسی امام یا کسی اسلامی فرقہ کے نزدیک جائز ہیں' بغیر ان کے اختلاف کو ظاہر کیے ہوئے ایک کتاب میں جمع کر دیا تھا۔ اس کی ایک کاپی معتضد کے پاس بھی پہنچی۔ اس نے قاضی اسماعیل کو دکھایا۔ انہوں نے کہا اس کتاب کا مصنف زندیق ہے۔ اس نے پوچھا کیا اس نے یہ مسائل دل سے گھڑے ہیں؟ قاضی نے کہا گھڑے تو نہیں ہیں' لیکن اس میں ہر مسئلہ کا ایک ہی پہلو دکھایا گیا ہے اور اس کی پوری تفصیل نہیں بیان کی گئی ہے۔ مثلاً جس کے نزدیک نشہ آور چیز جائز ہے اس کے نزدیک متعہ اور گانا جائز نہیں ہے۔ ہر عالم کی کچھ نہ کچھ لغزشیں ہوتی ہیں' اگر ان پر عمل کیا جائے تو دین ہی برباد ہو جائے۔ یہ سن کر معتضد نے اس کتاب کو جلوا دیا۔ (5)

ذوی الارحام کی میراث کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک میراث میں ذوی الارحام کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ ذوی الفروض اور عصبات کی عدم موجودگی میں میراث بیت المال میں داخل کر دی جائے گی' لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عصبات کے بعد ذوی الارحام وارث ہیں۔ اس مسئلہ میں معتضد پہلے امام مالک و شافعی کے مسلک پر عمل کرتا تھا' پھر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک اختیار کر لیا اور ذوی الارحام کو حصہ ملنے لگا اور بیت المال سے میراث کا دفتر توڑ دیا گیا۔ اس سے رعایا پر بہت اچھا اثر پڑا اور ہر شخص کی زبان سے اس کے لیے دعا نکلنے لگی۔ (6)

عباسی حکومت کے دور زوال میں خلفا کے مصارف حد سے زیادہ بڑھ گئے تھے۔ معتضد نے اسراف کی تمام مدیں بند کر دیں۔ بعض مورخ اسے بخیل لکھتے ہیں' لیکن یہ صحیح نہیں۔ ۔ ابی کی کتاب

---

(1) ابن اثیر ج ۷' ص ۱۷۰۔ (2) تاریخ الخلفاء ص ۳۷۹۔ (3) تاریخ الخلفاء ص ۳۷۹۔
(4) تاریخ الخلفاء ص ۳۷۹۔ (5) تاریخ الخلفاء ص ۳۷۹۔ (6) کتاب الوزراء صابی۔

الوزرا میں اس کے اخراجات کا پورا گوشوارہ موجود ہے۔ اس سے اس کے بخل کی پوری تردید ہوتی ہے۔ اس نے کسی ضروری خرچ میں کوئی کمی نہ کی تھی۔ سات ہزار اشرفی روزانہ خرچ تھا۔ [1] جو کسی طرح ایک بخیل فرمانروا کا خرچ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اس نے ایک قصر کی تعمیر میں چار لاکھ اشرفیاں صرف کیں۔ [2] البتہ اس نے عیش و عشرت میں بیکار روپیہ ضائع نہیں کیا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ اس کی موت کے وقت خزانہ دولت سے معمور تھا۔
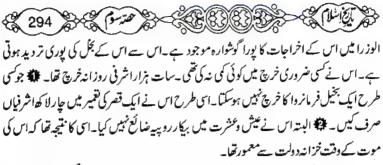
عموماً مؤرخین نے اس کی سخت گیری کی شکایت کی ہے جو ایک حد تک صحیح ہے' لیکن عباسی حکومت جس نوبت تک پہنچ چکی تھی اور اس پر امرا اور افسروں کا جتنا غلبہ و اقتدار ہو چکا تھا اور اس سے عباسی حکومت کو جتنا نقصان پہنچ رہا تھا' اس کی اصلاح بغیر سخت گیری کے ممکن نہ تھی۔ اسی سخت گیری کا نتیجہ تھا کہ اس کے زمانہ میں ترکوں کو' جو خلفا کو معزول کر کر کے اور ان کا خون بہا بہا کر شیر ہو گئے تھے' سر اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی' لیکن علی العموم اس کی جانب سخت گیری کی نسبت کرنا صحیح نہیں ہے۔ وہ صرف ان سرکشوں کے بارہ میں سخت گیر تھا جو نرمی سے قابو میں آنے والے نہ تھے' ورنہ عام طور سے وہ حالات کی اصلاح میں سیاست سے کام لیتا تھا۔ ابن کثیر نے اس کی سیاست کا ایک دلچسپ واقعہ نقل کیا ہے۔

ایک مرتبہ معتضد کسی سفر میں جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک گاؤں پڑا جس میں ککڑی کے کھیت تھے۔ معتضد کے سپاہیوں نے ککڑیاں توڑ لیں۔ کھیت کے مالک نے شور مچایا۔ معتضد کو خبر ہوئی تو اس نے اس کو بلا کر پوچھا کہ تم ککڑیاں توڑنے والوں کو پہچانتے ہو؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ معتضد نے کہا ان کو پہچان کر بتاؤ۔ اس نے تین آدمیوں کو بتایا۔ معتضد نے ان کو قید کرا دیا۔ صبح لوگوں نے تین لاشیں پھانسی پر آویزاں دیکھیں۔ اس پر بڑی چہ میگوئیاں ہوئیں کہ ایک معمولی جرم میں پھانسی پر لٹکا دینا بڑی زیادتی ہے۔ ایک شخص نے دبی زبان سے ڈرتے ڈرتے معتضد سے کہا۔ اس نے کہا کہ ککڑی کے چوروں کو پھانسی نہیں دی گئی ہے' وہ قید ہیں۔ تین قاتل جن پر قصاص واجب تھا' قید تھے۔ میں نے راتوں رات آدمی بھیج کر ان کو قید خانہ سے منگوا کر پھانسی دلوائی ہے اور فوجی سپاہیوں کو ڈرانے کے لیے مشہور کر دیا کہ چوروں کو پھانسی دی گئی تاکہ ان کو رعایا کے مال پر دست درازی اور ان پر زیادتی کرنے کی جرأت نہ ہو اور ان تینوں آدمیوں کو جنھوں نے ککڑیاں چرائی تھیں' قید سے نکلوا کر دکھلا دیا۔ [3]

اس کی سخت گیری کے ساتھ اس کی نرمی کے واقعات بھی ملتے ہیں۔ ایک مرتبہ چند آوارہ بدمعاش اس کے سامنے پیش کیے گئے' جو فسق و فجور میں منہمک رہتے تھے۔ وزیر نے ان کو سولی پر

---

[1] کتاب الوزرا صابی ص ۱۱ تا ۲۲۔ [2] مروج الذہب ج ۷' ص ۱۱۶۔ [3] البدایہ والنہایہ ج ۱۱' ص ۸۶۔

لٹکانے اور آگ میں زندہ جلانے کا مشورہ دیا۔ معتضد نے کہا تم نے اس سنگدلانہ مشورہ سے میرا غصہ ٹھنڈا کر دیا۔ رعایا حاکم کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ اس کی اس سے باز پرس ہوگی اور سزا کے بارہ میں وزیر کے مشورہ پر عمل نہیں کیا۔

اسی طریقہ سے ایک مرتبہ ایک خادم پشت پر کھڑا مگس رانی کر رہا تھا۔ اتفاق سے مرجھل معتضد کے سر پر زور سے لگ گیا اور اس کی ٹوپی گر گئی۔ لوگ ڈر گئے کہ خادم کو معلوم نہیں کیا سزا ملے گی۔ معتضد نے ٹوپی اٹھا کر سر پر رکھ لی اور ایک دوسرے خادم سے کہا' یہ آدمی اونگھ گیا ہے' اس کو آرام کرنے کے لیے بھیج دو اور کوئی دوسرا آدمی بلا لو اور حاضرین سے مخاطب ہو کر بولا: یہ مگس ران اونگھ گیا تھا' بھول چوک سے غلطی کرنے والے پر عتاب و مواخذہ نہیں ہے۔ [1]

ذاتی اوصاف

وہ بڑا نڈر' بے باک اور بہادر تھا۔ بہ نفس نفیس لڑائیوں میں نکلتا تھا اور عام فوج کے دوش بدوش لڑتا تھا۔ وصیف خادم کی بغاوت کا حال اوپر گزر چکا ہے۔ معتضد کو جس وقت اس کی بغاوت کی خبر معلوم ہوئی' اسی وقت وہ مقابلہ کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ اس وقت اس کے جسم پر زرد عبا تھی۔ وصیف کو زیر کرنے کے بعد جب وہ انطاکیہ پہنچا تو لوگوں نے اس کو عباسی حکومت کے سرکاری سیاہ رنگ کی بجائے زرد لباس میں دیکھ کر تعجب کیا۔ اس کے ایک ہمراہی نے کہا کہ وہ اسی لباس میں بغداد سے نکلا تھا' مشغولیت کی وجہ سے بدل نہ سکا۔ [2]

علمی استعداد معمولی تھی' لیکن شعر و ادب کا مذاق رکھتا تھا۔ خود بھی شعر کہتا تھا۔ سیوطی نے اس کے اشعار نقل کیے ہیں۔

[1] البدایہ والنہایہ ج ۱۱' ص ۹۱۔ [2] ابن اثیر ج ۷' ص ۱۸۳۔

ابو محمد علی بن معتضد الملقب بہ مکتفی باللہ

(۲۸۹ھ تا ۲۹۵ھ مطابق ۹۰۲ء تا ۹۰۸ء)

معتضد کی وفات کے بعد اس کا لڑکا مکتفی باللہ خلیفہ ہوا۔ یہ ایک ترکی خاتون جیجک کے بطن سے تھا۔ معتضد کی وفات کے وقت مکتفی رقہ میں تھا۔ معتضد کے وزیر قاسم بن عبداللہ نے بغداد میں اس کی بیعت لی اور مکتفی باپ کی وفات کے چودہ پندرہ دن کے بعد دار الخلافہ واپس آ کر جمادی الاول ۲۸۹ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا۔ اس وقت ۲۵'۲۶ سال کی عمر تھی۔

بدر معتضدی کا قتل

معتضد کا نامور غلام ابو النجم بدر حمامی معتضدی دور کا بڑا جلیل القدر امیر اور تمام امرائے شاہی میں نہایت ممتاز درجہ رکھتا تھا۔ مختلف اوقات میں متعدد بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہا۔ ایک زمانہ میں بغداد کا شحنہ تھا۔ فوج کے تمام اختیارات اسی کے ہاتھوں میں تھے۔ معتضد کی وفات کے وقت فارس کا والی تھا' لیکن اس عروج کے باوجود اس میں ترکی امرا جیسی خودسری نہ تھی اور وہ ہمیشہ اپنے کو معتضد کا ادنیٰ غلام تصور کرتا رہا اور اس کی یہ خیر خواہی اس کے قتل کا سبب بنی۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ معتضد کی زندگی میں وزیر قاسم بن عبداللہ نے اس کی نسل سے خلافت نکالنے کی کوشش کی تھی۔ بدر نے اس کی سخت مخالفت کی اور کہا کہ میں اپنے آقائے ولی نعمت کے ساتھ نمک حرامی نہیں کر سکتا۔ فوجی اختیارات بدر کے ہاتھ میں تھے اس لیے وزیر مذکور مجبور ہو گیا۔ معتضد کی وفات کے بعد قاسم کو خطرہ پیدا ہوا کہ اگر بدر نے اس راز کو فاش کر دیا تو اس کی خیر نہیں۔ اس لیے معتضد کے مرتے ہی اس نے مکتفی پر اپنی خیر خواہی کا سکہ جمانا شروع کر دیا۔ بدر اس وقت فارس میں تھا' قاسم نے دار الخلافہ میں مکتفی کی بیعت لی اور اس کی رقہ سے واپسی کے بعد اس کو بدر کی جانب سے بھڑکانا شروع کر دیا۔ قاسم کی خوش قسمتی سے مکتفی بدر سے خوش نہ تھا۔ اس لیے قاسم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا اور مکتفی نے بدر کے ساتھ فارس میں جو امرا تھے' انہیں بلا کر قید کر دیا اور بدر کو لکھا کہ وہ فارس کے علاوہ اور جس مقام کی حکومت پسند کرے اس کو دی جاتی ہے اور وہ فارس چھوڑ کر وہاں چلا جائے۔ بدر نے کہلا بھیجا کہ در دولت پر اس کی حاضری ضروری ہے اور فارس سے بغداد روانہ ہو گیا۔ قاسم کو معلوم تھا کہ بدر کو اس کی سازش کا علم ہے۔ اس لیے اسے بڑا خطرہ پیدا ہوا۔ اس نے ایک

طرف قاضی ابوعمرو کو بدر کے منانے کے لیے بھیجا اور دوسری طرف اس کے قتل پر آدمی مامور کر دیئے' جنہوں نے راستہ ہی میں رمضان ۲۸۹ھ میں بدر کا خاتمہ کر دیا۔ اس کی وصیت کے مطابق اس کی لاش مکہ مکرمہ لے جا کر دفن کی گئی۔ [1]

شام پر قرامطہ کے مظالم

معتضد کے زمانہ میں شام پر قرامطہ کی یورش کا حال گزر چکا ہے۔ مکتفی کے زمانہ میں ان کا زور اور زیادہ بڑھ گیا۔ شام کے طولونی حاکم طغج بن جف نے ایک نوعمر افسر بشیر کو ان کے مقابلہ پر مامور کیا۔ قرامطہ نے اسے شکست دے کر قتل کر دیا اور دمشق کا اتنا سخت محاصرہ کر لیا کہ یہاں کے باشندے مدافعت سے عاجز آ گئے۔ اس کی خبر بغداد پہنچی تو اہل بغداد نے مکتفی کو اس کی اطلاع دی۔ اس نے مدد بھیجنے کا وعدہ کیا۔ مصریوں نے علیحدہ امداد بھیجی۔ ان سب نے مل کر ایک قرمطی سردار شیخ یحییٰ اور اس کی جماعت کو قتل کیا۔

شیخ یحییٰ کے قتل کے بعد انہوں نے اس کے بھائی ابوالعباس حسین کو اس کا جانشین بنایا۔ اس کے چہرہ پر ایک داغ تھا' جسے وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نشانی بتاتا تھا اور صاحب الشامہ یعنی نشانی والا کہلاتا تھا۔ اس نے اعراب کی ایک جماعت کو اپنی دعوت میں شامل کر کے پھر دمشق کا رخ کیا۔ اہل دمشق کے پاس مدافعت کا کوئی سامان نہ تھا اور ایک مرتبہ ان کو قرامطہ کا تجربہ ہو چکا تھا۔ اس مرتبہ انہوں نے خراج دے کر صلح کر لی۔ دمشق کے بعد صاحب الشامہ حمص پہنچا۔ اہل حمص نے بھی اس کی اطاعت قبول کر لی اور یہاں حسین کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا اور امیر المؤمنین کا لقب اختیار کیا اور اپنے چچیرے بھائی عبداللہ بن احمد کو ولی عہد بنا کر ماثر کا لقب دیا۔ حمص کے بعد معرۃ النعمان اور بعلبک پہنچا اور یہاں کی پوری آبادی کو جس میں بچے اور عورتیں بھی شامل تھیں بے دریغ قتل کر دیا' ایک آدمی بھی زندہ نہ چھوڑا۔ اس کے بعد سلیمہ کا رخ کیا۔ یہاں کے باشندوں نے پہلے مزاحمت کی' لیکن پھر اطاعت قبول کر لی۔ قرامطہ نے امان دینے کے بعد سلیمہ کی بھی پوری آبادی قتل کر دی' یہاں تک کہ جانوروں تک کو باقی نہ چھوڑا۔

ان مظالم سے ساری دنیائے اسلام میں اضطراب پیدا ہو گیا۔ شام اور مصر کے باشندوں نے بغداد جا کر مکتفی سے فریاد کی۔ وہ بھی بہت متاثر ہوا اور ۲۹۰ھ میں خود قرامطہ کے مقابلہ کے لیے آمادہ

---

[1] یہ حالات طبری جلد ۱۳' ص ۲۲۰۹ تا ۲۲۱۲ سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔

ہو گیا اور امیر ابوالاغر کو دس ہزار فوج کے ساتھ آگے روانہ کر دیا۔ یہ حلب کے قریب پہنچ کر خیمہ زن ہوا۔ صاحب الشامہ برابر خبریں لے رہا تھا' چنانچہ وہ دفعتہً پہنچ گیا اور شبخون مار کر ابوالاغر کی فوج کا بڑا حصہ برباد کر دیا۔ اس لیے وہ حلب روانہ ہو گیا۔ صاحب الشامہ نے تعاقب کیا۔ باب حلب پر دونوں کا مقابلہ ہوا' لیکن صاحب الشامہ پھر لوٹ آیا'

اس دوران میں مکتفی رقہ پہنچ گیا۔ یہاں پہنچ کر اس نے محمد بن سلیمان کاتب کو قرامطہ کے مقابلہ پر مامور کیا' لیکن اس کی روانگی سے پیشتر امیر بدر نے جسے طولونی حکومت نے قرامطہ کے مقابلہ کے لیے بھیجا تھا' پہنچ کر صاحب الشامہ کو بڑی فاش شکست دی۔ ہزاروں قرمطی مارے گئے' جو زندہ بچے انہوں نے بادیہ کی راہ لی۔ دوسری طرف ان کے اصلی مرکز بحرین میں یہاں کے والی ابن بانو نے ان کے ایک قلعہ پر حملہ کر کے بہت سے قرمطی گرفتار کیے اور قطیف میں ابوسعید جنابی قرمطی کے ولی عہد کو قتل کر کے قطیف پر قبضہ کر لیا۔

۲۹۱ھ میں صاحب الشامہ اور سلیمان بن کاتب میں' جسے مکتفی نے اس کے مقابلہ پر مامور کیا تھا' معرکہ آرائی ہوئی۔ سلیمان نے صاحب الشامہ کو بڑی شکست فاش دی اور ہزاروں قرمطی قتل و گرفتار کیے۔ صاحب الشامہ نے اپنے ولی عہد اور غلام مطوق کو لے کر کوفہ نکل جانا چاہا' مگر راستہ میں گرفتار کر لیا گیا اور مکتفی کے پاس رقہ بھیج دیا گیا۔ وہ اسے ساتھ لے کر بغداد واپس گیا اور بڑی درد انگیز سزائیں دے کر قتل کر دیا اور لوگوں کی عبرت کے لیے اس کی لاش بغداد کے پل پر آویزاں کرا دی۔

ایک قرمطی سردار اسماعیل بن نعمان بچ کر نکل گیا تھا۔ مکتفی نے اسے امان دے دی اور وہ اپنی مختصر جماعت کے ساتھ بغداد حاضر ہو گیا۔ مکتفی نے اس کی بڑی مدارات کی اور اسماعیل نے اپنی جماعت کے ساتھ رحبہ مالک بن طوف میں سکونت اختیار کر لی۔ تھوڑے دنوں تک تو یہ لوگ خاموش رہے' پھر عید الفطر کے قریب انہوں نے سازش کی کہ جب لوگ عید کی نماز میں مشغول ہوں تو رحبہ کو لوٹ لیا جائے۔ یہاں کے حاکم قاسم بن سیما کو خبر ہو گئی۔ اس نے ان سب کو پکڑ کر قتل کر دیا' باقی ماندہ مطیع ہو گئے۔

۲۹۳ھ میں قرامطہ نے پھر سر اٹھایا اور ایک قرمطی عبداللہ بن سعید الملقب بہ نصر نے بنی زیاد کے ایک رئیس مقدام بن کیال کے ذریعہ بنی کلب اور بنی علیص کے معمولی آدمیوں کو اپنی دعوت میں شامل کر کے شام کا رخ کیا۔ اس وقت یہاں کا حاکم احمد بن کیغلغ ایک مہم میں مصر گیا ہوا تھا۔ اس لیے میدان خالی پا کر نصر نے بصریٰ' اذرعات اور شبتہ پر حملہ کر دیا اور یہاں کی پوری آبادی کو قتل و گرفتار کر [illegible] دمشق [illegible] کیغلغ [illegible]

نے ان کو روکنے کی کوشش کی۔ قرامطہ نے اسے شکست دے کر اس کی فوج کا بڑا حصہ ضائع کر دیا' جو لوگ بچ گئے انہیں امان دے کر قتل کر دیا۔ صالح بھی مارا گیا اور قرامطہ نے دمشق میں داخل ہونے کی کوشش کی' لیکن اہل دمشق نے نہ گھسنے دیا۔ یہاں سے ناکام ہو کر نصر طبریہ پہنچا۔ طبریہ کے حاکم یوسف بن ابراہیم نے روکنے کی کوشش کی۔ قرامطہ نے اسے بھی شکست دی اور امان دے کر قتل کر دیا اور طبریہ لوٹ کر یہاں کی پوری آبادی تہہ تیغ کر ڈالی اور ان کی عورتوں کو پکڑ لے گئے۔

اس کی خبر بغداد پہنچی تو مکتفی نے حسین بن حمدان تغلبی کو فوج دے کر اہل شام کی مدد کے لیے بھیجا۔ اس کی آمد کی خبر سن کر قرامطہ سماوہ چلے گئے۔ ابن حمدان نے کچھ دور تک ان کا تعاقب کیا' لیکن پھر راستہ کی مشکلات کی وجہ سے رحبہ لوٹ آیا۔ اس کی واپسی کے بعد قرامطہ نے ہیت پر حملہ کر کے بہت سے آدمیوں کو قتل اور گرفتار کیا اور جو مال و متاع ہاتھ لگا اس کو لوٹا۔ مکتفی کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے امیر محمد بن اسحاق کو روانہ کیا۔ اس کے آنے کے بعد پھر قرمطی لوٹ گئے۔

ان کا مرکز بنی کلب کی آبادی میں تھا۔ اس لیے محمد بن اسحاق اور حسین بن حمدان دونوں بنی کلب کی طرف بڑھے۔ بنی کلب نے دیکھا کہ قرامطہ کی وجہ سے وہ خواہ مخواہ تباہ ہوں گے' اس لیے ایک کلبی ذیب بن قاسم نے خود نصر کا سر قلم کر کے لے جا کر مکتفی کے حضور پیش کر دیا۔ اس کے صلہ میں مکتفی نے اس کو انعام و اکرام سے نوازا۔ نصر کے قتل کے بعد اس کی جماعت میں پھوٹ پڑ گئی اور وہ آپس ہی میں لڑ گئے۔ ایک جماعت نے قرمطی عقائد سے توبہ کر کے مکتفی کے حضور میں معذرت کی۔ مکتفی نے اس کی معذرت قبول کر لی اور باقی قرامطہ کے استیصال کا تاکیدی حکم بھیجا۔

نصر کا قتل اور اس کی جماعت کی تفریق قرامطہ کے داعی اعظم ذکرویہ پر بہت گراں گزری' چنانچہ وہ اس کے خون کا انتقام لینے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا اور نصر کی بقیۃ السیف جماعت کے پاس کہلا بھیجا کہ میں عیدالاضحیٰ ۲۹۳ھ کو چالیس ہزار فوج کے ساتھ کوفہ پر حملہ کروں گا۔ تم سب اس دن کوفہ پہنچ جاؤ' چنانچہ ٹھیک عیدالاضحیٰ کے دن جب مسلمان نماز پڑھ کر واپس ہو رہے تھے کہ ذکرویہ نے حملہ کر دیا' لیکن اہل کوفہ اور یہاں کے والی اسحاق بن عمران نے مل کر اس کو نکال دیا اور وہ ناکام قادسیہ لوٹ گیا۔

اسحاق بن عمران نے دارالخلافہ میں اس واقعہ کی اطلاع دے کر مدد مانگ بھیجی۔ مکتفی نے چند بہادروں کو منتخب کر کے فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ قادسیہ میں ان کا اور قرامطہ کا مقابلہ ہوا۔ بغدادی فوجوں نے ان کو پسپا کر دیا تھا' لیکن عین اس وقت ایک قرمطی دستہ نے کمین گاہ سے نکل کر دفعۃً حملہ کر دیا۔ بغدادی فوج اس کو نہ سنبھال سکی اور قرمطیوں نے پوری فوج ختم کر دی۔ اس میں سے بہت کم

آدمی زندہ بچ سکے۔ اس تباہی کا مکتفی اور عام مسلمانوں کو بڑا صدمہ ہوا۔

۲۹۴ھ میں موسم حج کے اختتام کے بعد ذکرویہ حجاج کے قافلوں کی تلاش میں نکلا اور کئی قافلے جو حج سے فراغت کے بعد واپس جا رہے تھے پورے کے پورے تہہ تیغ کر دیئے۔ عورتوں تک کو زندہ نہ چھوڑا۔ ان کی عورتیں دم توڑنے والوں کو پانی پلانے کے بہانہ سے کشتوں کے انبار میں گھومتی تھیں۔ جس میں ذرا جان نظر آتی تھیں' اس کو مار ڈالتی تھی۔ مکہ کے راستے کے تمام کنویں اور پانی کے حوض اور تالاب پاٹ دیئے۔ مقتول حجاج کی بے شمار دولت ان کے ہاتھ آئی۔

ان قافلوں کی اس دردناک بربادی سے مکتفی اور عام مسلمان بہت متاثر ہوئے اور مکتفی نے امیر وصیف اور بہت سے ممتاز فوجی افسروں کو ایک بڑی فوج کے ساتھ ذکرویہ کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ انہوں نے ایک خونریز جنگ کے بعد قرامطہ کو بڑی فاش شکست دی۔ ان کی بڑی تعداد قتل ہوئی۔ ذکرویہ خود زخمی ہو کر گرفتار ہوا اور وہ تمام مسلمان قیدی جو ان کے ہاتھوں میں اسیر تھے' رہا ہوئے۔ حجاج کا لوٹا ہوا مال واپس ملا۔ ذکرویہ زخموں کے صدمہ سے مر گیا۔ اس کی لاش مکتفی کے ملاحظہ کے لیے بغداد بھیجی گئی۔ کچھ قرمطی بچ کر شام نکل گئے تھے۔ حسین بن حمدان نے ان کا تعاقب کر کے خاتمہ کیا اور جہاں تک ہو سکا عراق سے ان کا استیصال کیا گیا۔ [1]

طولونی حکومت کا خاتمہ

احمد بن طولون والی مصر حکومت عباسیہ کا بڑا وفادار امیر تھا۔ اس کے لڑکے خمارویہ نے معتضد کے ساتھ اپنی لڑکی بیاہ کر اس تعلق کو اور زیادہ استوار کر لیا تھا' لیکن خمارویہ کا لڑکا ہارون بڑا نااہل تھا۔ اس کی نااہلی کی وجہ سے نہ صرف عباسی حکومت سے اس کے تعلقات خراب ہو گئے' بلکہ خود اس کے امرا اور اعزہ تک اس کے خلاف ہو گئے' چنانچہ بدر الحمامی اور امیر فائق طولونی نے' جو طولونی حکومت کی جانب سے شام کے حاکم تھے' ہارون سے بددل ہو کر عباسی امیر محمد بن سلیمان کو مصر پر فوج کشی کی دعوت دی اور اس پر قبضہ کرانے میں مدد دینے کا وعدہ کیا۔ [2]

مکتفی ہارون سے خوش نہ تھا۔ وہ فوراً آمادہ ہو گیا اور ۲۹۱ھ میں محمد بن سلیمان نے بری اور امیر دمیانہ والی سرحد نے بحری سمتوں سے مصر پر فوج کشی کر دی اور طولونی امرا کو خلیفہ کی اطاعت کی دعوت دی۔ اس دعوت پر بدر الحمامی' امیر وصیف بن صوار تکین اور امیر صافی وغیرہ بہت سے امرا ہارون کا

---

[1] یہ تمام حالات ابن اثیر ج ۷' ص ۱۷۲' ۱۷۴ اور ۱۷۸ سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔

[2] ابن اثیر ج ۷' ص ۱۷۶۔

ساتھ چھوڑ کر محمد بن سلیمان سے مل گئے۔ اس لیے ہارون کو بھی مقابلہ کے لیے آمادہ ہونا پڑا' اور اس نے امیر وصیف' قطر منیر اور خصیب بربری وغیرہ کو دمیانہ کو روکنے کے لیے روانہ کیا۔ تینیس میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ قطر منیر اور خصیب کو شکست ہوئی۔ یہ شکست کھا کر دمیاط چلے گئے اور تینیس پر دمیانہ کا قبضہ ہو گیا۔ اس کے بعد وہ دمیاط کی طرف بڑھا اور دوبارہ امرا کو مکتفی کی اطاعت کی دعوت دی۔ انہوں نے انکار کیا۔ اس لیے دمیانہ نے دمیاط پر حملہ کر دیا۔ خصیب اور قطر منیر شکست کھا کر گرفتار ہوئے اور ان کا بحری بیڑا دمیانہ کے قبضہ میں آ گیا۔

ہارون بن خمارویہ اب تک فسطاط میں تھا۔ دمیانہ کی پیہم کامیابیوں کو دیکھ کر اسے نکلنا پڑا' چنانچہ وہ فسطاط سے عباسیہ آیا' لیکن امرا نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ اپنی ناکامی کا غم غلط کرنے کے لیے لہو ولعب میں مشغول ہو گیا۔

ہارون کی زبوں حالی کو دیکھ کر اس کے چچا شیبان اور عدی کو جو عرصہ سے اس کے خلاف تھے' موقع مل گیا۔ انہوں نے ایک دن جب ہارون شراب کے نشہ میں چور تھا' اس کو قتل کر دیا۔ یہ واقعہ صفر ۲۹۲ھ میں پیش آیا۔

ہارون کے قتل کے بعد شیبان نے تاج وتخت پر قبضہ کر لیا' گو ہارون کی زندگی میں اکثر طولونی امرا اس کے خلاف تھے' لیکن اس کے قتل کو انہوں نے پسند نہیں کیا اور اس کے بعض ہوا خواہ شیبان کے خلاف ہو گئے' چنانچہ امیر طغج بن جف' امیر فائق اور بعض دوسرے ممتاز امرا محمد بن سلیمان سے مل گئے اور وہ ان کو ساتھ لے کر فسطاط کی طرف بڑھا۔ دوسری طرف سے دمیانہ فسطاط کے ساحل پر لنگر انداز ہوا۔ شیبان ان کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ اس وقت ان امرا نے بھی جو اس کے ساتھ رہ گئے تھے' اس کو چھوڑ دیا۔ اس لیے شیبان کو مجبور ہو کر محمد بن سلیمان کی اطاعت قبول کر لینی پڑی اور ربیع الاول ۲۹۲ھ میں فسطاط پر قبضہ ہو گیا اور یہاں مکتفی کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ فسطاط پر قبضہ کے بعد محمد بن سلیمان نے طولونی خاندان کے تمام ارکان اور ان کے وابستگان دولت کو یہاں سے ہٹا کر نیا نظام قائم کیا اور مصر وشام سے طولونی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ [1]

طاہر صفاری کا فارس پر قبضہ

اوپر معتضد کے حالات میں گزر چکا ہے کہ اسماعیل سامانی نے عمرو بن لیث الصفاری والی بجستان کو گرفتار کر کے معتضد کے حوالے کر دیا تھا اور معتضد نے اس کا علاقہ اسماعیل کے متعلق کر دیا

[1] یہ حالات کتاب الولاۃ کندی ص ۲۴۴ تا ۲۴۸ سے ماخوذ ہیں۔

تھا۔ ۲۸۸ھ میں عمرو کے پوتے طاہر بن محمد بن عمرو بن لیث نے فارس سے طاہری حاکم کو نکال کر پھر فارس پر قبضہ کر لیا تھا اور جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے معتضد نے اپنے غلام بدر کو فارس کا حاکم مقرر کر کے مقابلہ کے لیے بھیجا تھا۔ اس نے یہاں سے صفاری عمال کو نکال دیا تھا۔ مکتفی کے ابتدائی زمانہ میں بدر کے قتل کے بعد' جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے' طاہر نے پھر مکتفی سے فارس کا ٹھیکہ لے لیا۔ [1]

موصل میں آل حمدان کی حکومت کا آغاز

موصل کے کرد اور خارجی بڑے شورش پسند تھے۔ آئے دن یہاں بدامنی بپا رہتی تھی۔ یہاں آل حمدان تغلبی کا عرب خانوادہ بڑا بااثر تھا۔ اس لیے مکتفی نے موصل میں قیام امن کے لیے ۲۹۳ھ میں ابوالہیجا' عبداللہ بن حمدان تغلبی کو پورے علاقہ موصل کا حاکم بنا دیا۔ اس وقت سے یہاں ہمدانی حکومت کی بنیاد پڑی۔

اس کے تقرر کے بعد ہی کردوں نے نینویٰ میں پھر تاخت و تاراج شروع کر دی۔ ابن حمدان نے خازر میں ان کا مقابلہ کیا۔ اس مقابلہ میں ایک حمدانی سردار مارا گیا۔ ابن حمدان کی قوت کمزور تھی اس لیے وہ لوٹ گیا اور دربار خلافت سے امدادی فوجیں منگوا کر ۲۹۴ھ میں دوبارہ مقابلہ کے لیے نکلا۔ کردوں کے کئی ہزار خانوادے جمع تھے۔ ابن حمدان کو دیکھ کر وہ جبل سلق کی ایک گھاٹی میں چلے گئے۔ ابن حمدان ان کے تعاقب میں جبل سلق کی طرف بڑھا۔ ایک کرد سردار محمد بن بلال نے کہلا بھیجا کہ میں نے اطاعت قبول کر لی ہے اور عنقریب یرغمال میں اپنے لڑکوں کو حاضر کروں گا۔ یہ پیغام کہلا کر ایک جرگہ آذربائیجان روانہ کر دیا۔ ابن حمدان کو شبہ ہوا۔ اس نے تعاقب کر کے چند آدمیوں کو قتل کیا' باقی پورا جرگہ قلعہ کوہ پر چڑھ گیا اور ابن حمدان کو واپس آنا پڑا۔

آذربائیجان پہنچ کر کردوں نے جبل سلق میں اجتماع کیا تھا۔ اس لیے ابن حمدان نے بغداد سے امدادی فوجیں منگوا کر پھر فوج کشی کی اور دشوار گزار کوہستانی سلسلہ کو منقطع کر کے جبل سلق پہنچا۔ یہاں برف باری کی کثرت سے جانوروں کے لیے چارہ تک باقی نہ رہ گیا تھا' لیکن ابن حمدان ہمت نہ ہارا۔ کردوں میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے محمد بن بلال لوٹ گیا اور اس کا کل سامان ابن حمدان کے قبضہ میں آیا اور چند دنوں کے بعد اس نے اطاعت قبول کر لی۔ ابن حمدان نے ایک کرد کے علاوہ' جس نے پہلے مقابلہ میں ایک ہمدانی سردار کو قتل کیا تھا' باقی پورے جرگہ کو امان دے دی اور ابن حمدان کامیاب موصل واپس آیا۔ اس کی واپسی کے بعد کردی قبائل کی اطاعت کا سلسلہ برابر قائم رہا اور

---

[1] ابن خلدون ج ۳' ص ۳۵۳۔

چند دنوں میں کامل امن وامان قائم ہو گیا۔ ❶

فتوحات

مکتفی کے زمانہ میں ان اندرونی شورشوں کے استیصال کے ساتھ ساتھ بیرونی مہمات کا بھی سلسلہ قائم رہا۔۲۹۲ھ میں مکتفی کے غلام زرافہ نے اناطولیہ کے شہر انطالیہ ❷ پر حملہ کیا اور رومیوں سے بڑا سخت بحری معرکہ ہوا' لیکن ان کو فاش شکست ہوئی اور رومی بیڑا جو ساٹھ جہازوں پر مشتمل تھا' مسلمانوں کے قبضہ میں آیا اور انطالیہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ اس مہم میں اتنا مال غنیمت ہاتھ آیا کہ ایک ایک مسلمان سپاہی کو ایک ایک ہزار دینار ملا۔ ❸

۲۹۳ھ میں اندورقس رومی نے مرعش پر حملہ کیا۔ اہل طرطوس اور مصیصہ کی ایک جماعت مدافعت میں کام آئی۔ مکتفی نے حاکم سرحد ابوالعشائر کو معزول کر کے رستم بن بردو کو اس کی جگہ مقرر کیا۔ اس نے بارہ سو مسلمانوں کو فدیہ دے کر رومیوں کی قید سے چھڑایا۔ اس سنہ میں رومیوں نے حلب کے ایک مقام قورس پر حملہ کر کے بہت سے مسلمانوں کو قتل اور گرفتار کیا اور قورس کی جامع مسجد جلا ڈالی۔ ❹ ۲۹۴ھ میں ابن کیغلغ نے ایشیائے کوچک پر فوج کشی کر کے چار ہزار رومی گرفتار کیے۔ ایک پادری نے اسلام قبول کیا۔ اسی سال ابن کیغلغ نے شکند فتح کیا اور لیس تک بڑھتا چلا گیا اور پچاس ہزار رومی گرفتار اور بہت سے قتل کیے۔ رومی سرحد کا محافظ اندورقس مسلمانوں سے مل گیا اور دو سو مسلمان قیدیوں کو لے کر اسلامی علاقہ میں نکل جانا چاہا۔ ایک رومی دستہ نے جو اس کی گرفتاری کے لیے آیا تھا' راستہ میں روکا' لیکن مسلمان قیدیوں نے ان سب کو قتل کر دیا۔ یہ دیکھ کر آس پاس کے رومی مقابلہ کے لیے جمع ہو گئے۔ مسلمانوں کو اس کی خبر ہوئی تو وہ بھی مدد کے لیے پہنچ گئے' لیکن رومی لوٹ گئے اور مسلمان اندروقس کو اپنی حفاظت میں لے آئے۔ ❺

وزارت

مکتفی کا پہلا وزیر قاسم بن عبیداللہ تھا۔ اس کے حالات معتضد کے زمانہ میں گزر چکے ہیں۔ مکتفی کے زمانہ میں اس کو بڑا عروج حاصل ہوا۔ اس کی وفات کے بعد عباس بن حسن وزیر ہوا۔

❶ ابن اثیر ج ۷' ص ۱۷۸' اور ابن خلدون ج ۳' ص ۳۵۶۔ ❷ ابن اثیر و ابن خلدون نے انطاکیہ لکھا ہے جو غالباً طباعت کی غلطی ہے۔ اس لیے کہ انطاکیہ شام کا شہر ہے' جو خلافت راشدہ ہی کے زمانہ میں فتح ہو چکا تھا اور اس پر برابر قبضہ قائم رہا۔ انطاکیہ اناطولیہ کا ساحلی شہر ہے۔ ❸ طبری ج ۳' ص ۲۲۵۰' و ابن اثیر ج ۷' ص ۱۷۶۔
❹ ابن اثیر ج ۷' ص ۱۷۷ و ۱۸۰۔ ❺ ابن اثیر ج ۷' ص ۱۸۲' و ابن خلدون ج ۲' ص ۳۵۷۔

آداب سلطانی کی واقفیت کے علاوہ اس میں اور کوئی خوبی نہ تھی۔ اسے امور مملکت سے کوئی سروکار نہ تھا۔ شب و روز عیش و عشرت میں منہمک رہتا تھا۔ احکام کا نفاذ بھی اس پر بار تھا۔ سادے کاغذوں پر دستخط کر کے اپنے ماتحتوں کو دے دیتا تھا کہ ضرورت کے وقت اس کو کام میں لائیں اور اسے معمولی زحمت بھی نہ اٹھانا پڑے۔ اس لاپرواہی اور غفلت کی وجہ سے اس کا دور نہایت ناکام رہا۔ مقتدر کے زمانہ میں حسین بن حمدان والی موصل نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ [1]

وفات

ذیقعدہ ۲۹۵ھ میں مکتفی کا انتقال ہوا۔ امیر محمد بن طاہر کے محل میں اپنے باپ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ وفات کے وقت کل ۳۳ سال کی عمر تھی۔ مدت خلافت ۶ سال ۶ مہینے' مرض الموت میں اپنے چھوٹے بھائی جعفر الملقب بہ مقتدر باللہ کو ولی عہد نامزد کیا۔

اوصاف

مکتفی طبعاً نہایت نرم اور متحمل مزاج تھا۔ سختی و درشتی مطلق نہ تھی۔ عفو و درگذر کا مادہ اتنا غالب تھا کہ مجرموں سے بھی چشم پوشی کر جاتا تھا۔ اس نے معتضدی دور کی سخت گیری کے تمام آثار کو مٹا دیا تھا۔ معتضد نے مجرموں اور معتوب لوگوں کو سزا دینے کے لیے جس قدر تہہ خانے بنوائے تھے مکتفی نے انہیں تڑوا کر مسجدیں بنوا دیں اور معتضدی دور کے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔ معتضد نے اپنے محل ثریا کی تعمیر کے سلسلہ میں جن لوگوں کے باغات اور دوکانوں کو لے لیا تھا' مکتفی نے انہیں واپس کر دیا اور اس کی تلافی کے لیے نقد روپیہ علیحدہ دیا۔ اس نرمی اور لطف و کرم کی وجہ سے رعایا میں بہت زیادہ محبوب تھا اور ہر زبان سے اس کے لیے دعا نکلتی تھی۔ [2]

ان ذاتی فضائل و اخلاق کے علاوہ اس کو اوصاف جہانبانی سے کم حصہ ملا تھا۔ اس کے زمانہ میں معتضد کا قائم کیا ہوا وقار گھٹ گیا' لیکن معتضد نظام حکومت کو اس قدر مضبوط کر گیا تھا کہ مکتفی کے زمانہ میں اس میں کوئی نمایاں تغیر نہیں ہوا۔

[1] الفخری ص ۲۴۴۔ [2] مروج الذہب ج ۷' ص ۲۲۵' و تاریخ الخلفا سیوطی ص ۲۸۵۔

ابوالفضل جعفر بن معتضد الملقب بہ مقتدر باللہ

(۲۹۵ھ تا ۳۲۰ھ مطابق ۹۰۸ء تا ۹۳۲ء)

مکتفی باللہ اپنے چھوٹے بھائی جعفر بن معتضد کو ولی عہد نامزد کر گیا تھا' لیکن اس کی عمر کل ۱۳ سال کی تھی۔ اس لیے اکثر ارکان دولت اس کی بیعت کے خلاف تھے' مگر وزیر دولت عباس بن حسن خودغرضی کی بنا پر اس کی حمایت میں تھا۔ مکتفی کی وصیت موجود تھی۔ اس لیے تمام عباسی امرا کے علی الرغم اس نے مقتدر کی بیعت کی رسم ادا کر دی اور ذیقعدہ ۲۹۵ھ میں وہ تخت خلافت پر بیٹھا۔ عباس کو اس بیعت کا پہلا فائدہ یہ حاصل ہوا کہ اس نے حق بیعت کے نام سے بیت المال سے ایک بڑی رقم لے لی۔ یہ حق عباسی تاریخ میں پہلی مثال تھی۔

مقتدر کی مخالفت اور عبداللہ بن معتز کی بیعت

لیکن مقتدر کی بیعت کے بعد بھی عباسی خاندان کے معمر اور تجربہ کار افراد اور اکثر افراد سلطنت اس کی مخالفت پر قائم رہے۔ ان کی کثرت وقوت کو دیکھ کر عباس کو بھی ان کی مخالفت کی جرأت نہ ہوئی اور زبان سے اس کو ان کی ہمنوائی کرنی پڑی اور امیر محمد بن داؤد' حسین بن حمدان والی موصل' قاضی احمد بن یعقوب' بدر اعجمی' امیر وصیف بن صوارتکین کاتب وغیرہ امرا نے مل کر مقتدر کو معزول کر کے عبداللہ ابن معتز کو خلیفہ بنانے کا فیصلہ کر لیا اور اس سے منصب خلافت قبول کرنے کی درخواست کی۔ اس نے کہا بغیر کشت وخون کے لوگ مجھے خلیفہ مان لیں تو مجھے اس کو قبول کرنے میں عذر نہ ہو گا۔ امرائے سلطنت نے یقین دلایا کہ خون کا ایک قطرہ بھی نہ گرے گا۔

عباس نے جب دیکھا کہ امرا درحقیقت مقتدر کو ہٹانے پر تلے ہیں تو پھر وہ ان کے خلاف ہو گیا۔ امرا کو اس کی خبر ہوگئی اور قبل اس کے کہ عباس کی جانب سے کسی عملی مخالفت کا ظہور ہوا' امیر حسین بن حمدان نے پہلے اس کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد مقتدر کا قصہ چکانے کے لیے اس کی طرف بڑھا۔ اس نے پھاٹک بند کرا لیے تھے۔ اس لیے ابن حمدان کو لوٹ آنا پڑا اور دوسرے دن اس نے عبداللہ بن معتز کو خلیفہ بنا دیا۔ مقتدر کے خواص کے علاوہ باقی تمام امرا اور ارکان سلطنت نے اس کی بیعت کر لی اور مرتضیٰ باللہ لقب دیا۔ اس نے محمد بن داؤد کو وزارت اور دوسرے امرا کو مختلف عہدوں پر ممتاز کیا۔

ابن معتز کی شکست اور مقتدر کی بحالی

عبداللہ بن معتز کو خلیفہ بنانے کے بعد حسین بن حمدان نے مقتدر کو قصر خلافت خالی کرنے کا حکم دیا۔ اس نے ایک دن کی مہلت مانگی' لیکن اتنی جلد خالی نہ کر سکا۔ دوسرے دن ابن حمدان پھر قصر خلافت پہنچا۔ یہاں مقتدر کا پورا عملہ اور محافظ موجود تھے۔ ان سے جنگ ہوگئی' لیکن پھر ابن حمدان کسی نامعلوم سبب سے بغداد چھوڑ کر موصل چلا گیا۔ سب سے زیادہ با اقتدار امیر یہی تھا۔ اس لیے اس کے الگ ہو جانے سے مقتدر کے حامیوں کا حوصلہ بڑھ گیا اور انہوں نے عبداللہ بن معتز کی فرودگاہ پر حملہ کر دیا۔ اب عبداللہ کے حامیوں کی قوت کمزور پڑ چکی تھی۔ اس لیے وہ بھی اس کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ نکلے اور ابن معتز کو عبداللہ بن جصاص کے گھر میں پناہ لینی پڑی۔

اس انقلاب سے بغداد میں عام شورش بپا ہوگئی۔ لوگوں نے بغداد کے شحنہ ابن عمرویہ کو جو ابن معتز کا حامی تھا' نکال دیا اور اس کی جگہ مونس خازن شحنہ مقرر ہوا اور مقتدر تخت خلافت پر بحال ہو گیا۔ اس نے ان امرا کو جنہوں نے ابن معتز کی بیعت وحمایت کی تھی' گرفتار کر کے قید اور بعض کو قتل کرا دیا اور علی بن محمد المعروف بہ ابن فرات کو منصب وزارت پر سرفراز کیا۔ اس درمیان میں ابن جصاص کے ایک خادم نے جس کے آقا کے یہاں ابن معتز روپوش تھا' جاسوسی کر کے اس کو گرفتار کرا دیا اور وہ قتل کر دیا گیا۔

یہ انقلاب بھی عباسی تاریخ کے حیرت انگیز انقلابوں میں سے ہے۔ دولت عباسیہ کے اکثر ارکان مقتدر کے خلاف اور ابن معتز کی حمایت میں تھے' لیکن بغیر کسی ظاہری سبب کے یہ نقشہ بالکل الٹ گیا اور آج تک اس کے اسباب ظاہر نہ ہو سکے۔ [1]

مقتدر کی کمسنی اور نااہل امرا کی خودغرضی اور امور مملکت میں عورتوں کی مداخلت اور ان کے اقتدار کی وجہ سے اس کے زمانہ میں عباسی خلافت کا سارا نظام درہم برہم ہو گیا اور اس کی حالت نہایت ابتر ہوگئی۔ اس کی تفصیل آخر میں آئے گی۔

حسین بن حمدان کی گرفتاری اور قتل

مقتدر کی مخالفت میں جن امرا نے حصہ لیا تھا' ان میں سے اکثر قتل یا قید کر دیے گئے تھے' لیکن حسین بن حمدان جو اس مخالفت میں سب سے زیادہ پیش پیش تھا' اب تک بچا ہوا تھا۔ اس لیے مقتدر نے اس کی گرفتاری کے لیے فوجیں بھیجیں اور اس کے بھائی ابوالہیجا والی موصل کو اس کی گرفتاری کا حکم

---

[1] یہ حالات تجارب الامم ابن مسکویہ جلد اول ق آخر ص ۲ تا ۸' اور ابن اثیر ج ۸ ص ۳ تا ۵ سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔

دیا۔ دونوں میں جنگ ہوئی' مگر حسین گرفتار نہ ہو سکا' لیکن وہ زیادہ دنوں تک بچ نہ سکتا تھا' اس لیے وزیر ابن فرات کے ذریعہ خطا معاف کرا کے مقتدر کے حضور میں حاضر ہو گیا۔ حسین نامور امیر تھا اس لیے مقتدر نے اس کی عزت افزائی کی اور اس کو قم و قاشان کا والی بنا دیا۔ 1 کچھ دنوں بعد دیار ربیعہ کا علاقہ بھی اس کے متعلق کر دیا گیا اور وہ ۳۰۳ھ تک ان مقامات کا حکمران رہا۔ ابن فرات بڑا ہوش مند وزیر تھا۔ اس نے حسن تدبیر سے مقتدر کے مخالفوں کو بھی اس کا ہوا خواہ بنا دیا۔ چند برسوں کے بعد دوسرے وزیر علی بن عیسیٰ اور حسین بن حمدان میں پھر اختلاف پیدا ہو گیا اور ۳۰۳ھ میں وزیر مذکور نے حسین کو حکم دیا کہ وہ موصل اور اس کے متعلقہ علاقے عباسی عمال کے سپرد کر دے۔ اس نے انکار کیا۔ اس کے انکار پر مقتدر نے اس کے مقابلہ کے لیے فوجیں بھیجیں۔ حسین شکست کھا کر مع اہل و عیال کے گرفتار کر کے بغداد حاضر کیا گیا۔ اس کی گرفتاری کے بعد مقتدر نے اس کے بھائی ابوالہیجا حمدانی اور دوسرے بھائیوں کو بھی گرفتار کر کے قید کر دیا۔ دو سال بعد ۳۰۵ھ میں ابوالہیجا کو رہا اور حسین کو قتل کر دیا۔ 2

امیر ابن ابی الساج کی بغاوت اور گرفتاری

۳۰۴ھ میں امیر یوسف بن ابی الساج والی آرمینیہ و آذربائیجان کے دل میں توسیع حکومت کا جذبہ پیدا ہوا۔ اس نے یہ مشہور کر کے کہ مقتدر نے اس کو رے کی حکومت بھی دے دی ہے' یہاں کے سامانی والی محمد بن صعلوک کو نکال کر رے' قزوین' زنجان اور ابہر پر قبضہ کر لیا اور وزیر ابن فرات کو لکھ بھیجا کہ سابق وزیر علی بن عیسیٰ نے مجھے ان مقامات کی حکومت کا پروانہ دے دیا تھا اور میں نے بڑی مشکلوں سے اس کو غاصبوں کے قبضہ سے نکالا ہے۔ 3

علی بن صعلوک ابتداء میں رے پر غاصبانہ قابض ہو گیا تھا' لیکن پھر خلافت بغداد سے اس کا ٹھیکہ لے لیا تھا۔ علی بن صعلوک کے بعد یہ ٹھیکہ اس کے لڑکے محمد کی طرف منتقل ہو گیا تھا۔ مقتدر نے یوسف کی اس جسارت کو پسند نہ کیا اور علی بن عیسیٰ سے پوچھا۔ اس نے انکار کیا۔ اس لیے ابن فرات نے یوسف کو لکھ بھیجا کہ تمہارا بیان بالکل جھوٹ ہے اور تمہارا یہ قبضہ بالکل غاصبانہ ہے اور اس کو نکالنے کے

---

1 ابن اثیر ج ۸' ص ۵۔ 2 ابن خلدون ج ۳' ص ۳۶۸۔

3 علی بن صعلوک ابتداء میں رے پر غاصبانہ قابض ہو گیا تھا' لیکن پھر خلافت بغداد سے اس کا ٹھیکہ لے لیا تھا۔ علی بن صعلوک کے بعد یہ ٹھیکہ اس کے لڑکے محمد کی طرف منتقل ہو گیا تھا۔

لیے فوجیں روانہ کیں۔ یوسف نے ان کو شکست دی۔ دوبارہ پھر مقتدر نے امیر مونس کو روانہ کیا۔ یوسف میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے اس نے مقتدر کو رضامند کرنے کی کوشش کی اور اس سے درخواست کی کہ رے کا علاقہ اس کے پاس رہنے دیا جائے۔ اس کے معاوضہ میں وہ فوجی اخراجات کے علاوہ سات لاکھ دینار سالانہ پیش کیا کرے گا' لیکن مقتدر نے ان کو منظور نہ کیا اور مونس نے رے کا خراج وصول کر لیا اور مقتدر نے امیر وصیف بکتمر کو یہاں کا حاکم بنا دیا۔ یوسف نے جب دیکھا کہ اس کے پرانے علاقے بھی خطرہ میں پڑ جاتے ہیں تو اس نے پھر استدعا کی کہ کم از کم آرمینیہ اور آذربائیجان کو اس کے پاس رہنے دیا جائے۔ وزیر ابن فرات نے بھی سفارش کی۔ مقتدر نے اس کی درخواست کی منظوری کے لیے بغداد میں اس کی حاضری ضروری قرار دی۔ اس وقت یوسف جان پر کھیل کر عباسی فوج کے مقابلہ میں آ گیا اور اسے شکست دے کر بہت سے افسر قتل و گرفتار کر لیے۔ مونس نے دوبارہ زنجان میں جنگی تیاری کی۔ یوسف نے جب دیکھا کہ مونس باز آنے والا نہیں ہے تو اس نے پھر مقتدر سے صلح کی درخواست کی۔ اس نے پھر مسترد کر دی اور مونس نے ۳۰۷ھ میں یوسف کو شکست دے کر گرفتار کر لیا۔

رے میں بدنظمی اور نصر بن نعمہ سامانی کا قبضہ

مونس رے کا علاقہ علی بن وہسوذان اور اصفہان وقم اور قاشان وغیرہ احمد بن صعلوک کے متعلق کر کے بغداد لوٹ گیا۔ اس کی واپسی کے بعد یوسف کے غلام سبک نے آذربائیجان پر قبضہ کر لیا۔ مونس نے محمد بن عبداللہ فاروقی کو اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ سبک نے اسے شکست دے کر واپس کر دیا اور مقتدر سے دو لاکھ بیس ہزار دینار سالانہ پر آذربائیجان کا ٹھیکہ لے لیا' لیکن اس معاہدہ پر قائم نہ رہا۔

اس درمیان میں علی بن وہسوذان کے چچیرے بھائی احمد بن مسافر والی رے کو قتل کر دیا۔ اس کی جگہ محمد بن سلیمان کا تقرر ہوا۔ احمد بن علی نے اسے بھی قتل کر کے رے پر قبضہ کر لیا اور نصر حاجب کی سفارش سے مقتدر کو راضی کر کے ایک لاکھ ساٹھ ہزار دینار سالانہ پر رے کا ٹھیکہ لے لیا۔ ❶ لیکن پھر تھوڑے ہی دنوں کے بعد وہ دولت عباسیہ کے ایک مخالف ماکان ابن کاکی دیلمی سے مل گیا۔ ❷

اس بدنظمی کو دیکھ کر مقتدر نے یوسف بن ابی الساج کی خطاؤں سے درگزر کر کے ۳۱۰ھ میں اس کو آذربائیجان اور رے وغیرہ کا ٹھیکہ دے دیا۔ اس نے پہلے آذربائیجان پر قبضہ کیا۔ اس کے بعد

---

❶ یہ واقعات ابن اثیر ج ۸' ص ۳۱' و ۳۲ سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔ ❷ ابن خلدون ج ۳' ص ۳۷۲۔

احمد بن صعلوک کو قتل کر کے رے کو اس کے قبضہ سے نکالا۔ چند دنوں کے بعد اہل رے نے اس کی غیر حاضری میں اس کے غلام مفلح کو رے سے نکال دیا' لیکن پھر یوسف نے اس پر قبضہ کر لیا۔ جب اس کی طاقت زیادہ بڑھی تو مقتدر نے اس کو توڑنے کے لیے ۳۱۴ھ میں کل مشرقی ممالک کا والی بنا کر اس کو ہجر میں ابوطاہر قرمطی کے مقابلہ کا حکم دیا۔ دوسری طرف خفیہ نصر بن سامانی کو رے کی حکومت کا پروانہ بھیج دیا۔ جیسے ہی یوسف قرامطہ کے مقابلہ کے لیے ہٹا' نصر بن احمد نے اس کے مقبوضات پر قبضہ کر لیا۔

صفاریہ کا خاتمہ

اوپر گذر چکا ہے کہ عمرو بن لیث صفاری کے پوتے طاہر نے فارس پر قبضہ کر کے مکتفی سے اس کا ٹھیکہ لے لیا تھا۔ ۲۹۳ھ میں وہ سیر وتفریح کی غرض سے سجستان گیا۔ فارس کا میدان خالی پا کر اس کے چچا لیث نے اپنے غلام سبکری کے ذریعہ اس پر قبضہ کرا لیا' لیکن چند دنوں کے بعد وہ لیث سے قطع تعلق کر کے خود فارس کا حاکم بن بیٹھا۔ ۲۹۶ھ میں طاہر نے اس کو یہاں سے نکالنے کی کوشش کی۔ سبکری نے اسے شکست دے کر گرفتار کر لیا اور اسے اور اس کے بھائی یعقوب کو مقتدر کے حوالہ کر کے اس سے فارس کا باقاعدہ ٹھیکہ لے لیا' لیکن ایک ہی سال بعد ۲۹۰ھ میں لیث بن علی نے اس کو فارس سے نکال دیا۔

سبکری نے مقتدر سے باقاعدہ فارس کا ٹھیکہ لے لیا تھ۔ اس لیے اس نے مونس کو سبکری کی مدد کے لیے بھیجا۔ اس نے شکست دے کر لیث بن علی کو گرفتار کر کے فارس سبکری کے حوالہ کر دیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد اس نے بھی خراج دینا بند کر دیا۔ اس لیے پھر مونس اس کے مقابلہ پر مامور ہوا۔ اس نے سبکری اور مقتدر میں صلح کرانے کی کوشش کی' لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ وزیر ابن فرات کو سبکری کے ساتھ مونس کی ہمدردی کا علم ہوا تو اس نے اس کو واپس بلا کر محمد بن جعفر کو بھیجا۔ اس نے شکست دے کر سبکری کو فارس سے نکال دیا۔ [1]

لیث بن علی کی گرفتاری کے بعد اس کا بھائی معدل بن لیث سجستان میں اس کا جانشین ہوا تھا' لیکن اب صفاری حکومت بہت کمزور ہو چکی تھی۔ اس لیے ۲۹۸ھ میں اسماعیل سامانی نے فوج کشی کر کے اس کا خاتمہ کر دیا۔ [2]

قرامطہ

[1] ابن خلدون ج ۳' ص ۳۶۵۔ [2] ابن اثیر ج ۸' ص ۱۹۔

ملتفی نے اپنے زمانہ میں قرامطہ کا زور توڑ دیا تھا۔ مقتدر کے زمانہ میں پھر وہ عراق وشام میں بڑے زور و شور سے اٹھے اور ۳۱۱ھ میں ابوطاہر قرمطی نے بصرہ پر حملہ کر کے یہاں کے حاکم کو قتل کر دیا اور کامل سترہ دن تک شہر لوٹتا اور قتل عام کرتا رہا۔ ۳۱۲ھ میں حجاج کے ایک قافلہ کو لوٹ لیا اور اکثر حجاج بھوک اور پیاس کی شدت سے مر گئے۔ اسی سنہ میں کوفہ پر حملہ کیا اور چھ دن تک اس کو لوٹتا اور قتل عام کرتا رہا۔ ۳۱۵ھ میں عراق میں ان کی شورش بہت بڑھ گئی۔ مقتدر نے یوسف بن ابی الساج کو چالیس ہزار فوج کے ساتھ ان کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ ابوطاہر نے اسے شکست دے کر گرفتار کر لیا اور اس کا اثر بڑھتے بڑھتے بغداد تک پہنچ گیا۔ اس سے یہاں بڑی بے چینی پیدا ہو گئی اور اہل شہر بغداد چھوڑ نے پر آمادہ ہو گئے۔ مقتدر نے فوراً امیر مونس مظفر کو کوفہ روانہ کیا۔ بحری فوج الگ بھیجی' لیکن یہ فوجیں بھی ناکام رہیں اور ابوطاہر ان کو شکست دے کر بغداد کی طرف بڑھا۔ یہ صورت دیکھ کر مونس خادم اور حمدانی امراء اس کو روکنے کے لیے نکلے۔ عباسی فوجوں پر قرامطہ کی ہیبت اتنی چھائی ہوئی تھی کہ انہوں نے بغیر لڑے میدان چھوڑ دیا' لیکن درمیان میں دریا حائل تھا' اس لیے قرمطی آگے نہ بڑھ سکے اور ابوطاہر انبار لوٹ آیا۔ مونس خادم نے چند ہزار فوج اس کے تعاقب میں بھیجی۔ ابوطاہر اسے بھی شکست دے کر ہتیہ پہنچا۔ یہاں سعید بن حمدان کا' جسے مقتدر نے بھیجا تھا' سامنا ہوا۔ اس نے شکست دے کر ابوطاہر کو واپس کر دیا۔

۳۱۶ھ میں انہوں نے شام پر یورش کی اور دالیہ اور رحبہ پر قبضہ کر کے یہاں کی آبادی کو قتل کیا۔ مقتدر نے فوراً مونس مظفر کو رقہ بھیجا۔ اس وقت ابوطاہر خود رقہ پہنچ چکا تھا' لیکن یہاں کے باشندوں نے اسے پسپا کر دیا اور وہ سنجار پہنچا۔ یہاں کے باشندوں میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے انہوں نے اس کی اطاعت قبول کر لی اور ابوطاہر پھر ہیت واپس ہوا' مگر یہاں کے باشندوں نے اسے واپس کر دیا اور وہ کوفہ لوٹ گیا۔ مقتدر نے پھر ایک فوج روانہ کی' لیکن معمولی جنگ کے بعد دونوں لوٹ گئے۔

سواد کے علاقہ میں ایک جماعت قرمطیوں کی ہم عقیدہ تھی' جو حکومت کے خوف سے اپنے عقیدہ کا اعلان نہ کرتی تھی۔ جب عراق میں قرامطہ کا زور بڑھا تو یہ جماعت حریث بن مسعود اور عیسیٰ بن موسیٰ کو سردار بنا کر میدان میں آ گئی اور کوفہ کے سرکاری عمال کو نکال کر خراج وصول کر لیا اور موفق علاقہ لوٹ کر یہاں کے باشندوں کو قتل و گرفتار کیا۔ مقتدر نے ہارون بن غریب اور صافی بصری کو بھیجا۔ انہوں نے حریث اور عیسیٰ کو شکست دے کر سواد میں قرامطہ کا زور توڑ دیا۔

۳۱۷ھ میں ابوطاہر موسم حج میں مکہ پہنچا اور عین ترویہ کے دن حجاج پر حملہ کر کے ان کو قتل کیا اور

ان کا مال لوٹا اور حجر اسود کو ہجر بھیج دیا۔ خانہ کعبہ کا دروازہ اور اس کا میزاب اکھاڑنے کی کوشش کی' غلاف کعبہ اتار لیا اور مکہ کی پوری آبادی کو تاخت و تاراج کیا۔

قرمطی اپنے کو اہل بیت نبوی ﷺ کا داعی کہتے تھے۔ اس لیے عبیداللہ المہدی فاطمی والی مغرب (فاطمیہ مصر) کو جب ان کے ہاتھوں خانہ کعبہ کی بے حرمتی کی خبر ملی تو انہوں نے بڑی برہمی ظاہر کی اور ابوطاہر کو لکھ بھیجا کہ ہمارے شیعوں اور دعاۃ پر کفر و الحاد کا جو الزام لگایا جاتا ہے اس کو تم لوگوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا' اگر تم حجاج اور اہل مکہ کا مال ان کو واپس نہ کرو گے اور حجر اسود لا کر اس کی جگہ نصب نہ کرو گے اور غلاف کعبہ واپس نہ کرو گے تو میں دنیا و آخرت دونوں میں تم سے بری الذمہ ہوں۔ عبیداللہ کی مخالفت سے قرمطی تحریک کو نقصان پہنچنے کا خطرہ تھا' اس لیے اس کا خط پانے کے بعد ابوطاہر نے حجر اسود منگوا کر دوبارہ اسے نصب کر دیا اور جہاں تک ہو سکا لوٹا ہوا مال بھی واپس کیا' لیکن غلاف کعبہ کے ٹکڑے تقسیم ہو چکے تھے اس لیے وہ واپس نہ ہو سکا۔ [1]

دولت فاطمیہ کا قیام

اس وقت تک عباسی قلمرو میں طاہری' سامانی' صفاری' طولونی وغیرہ جتنی حکومتیں قائم ہوئی تھیں' وہ سب خلافت بغداد کے ماتحت تھیں اور اس کی دینی مرکزیت اور سیادت کو مانتی تھیں' یا کم از کم سیاسی مصالح کی بنا پر ماننے پر مجبور تھیں' کیونکہ خلافت بغداد کی تصدیق کے بغیر کوئی حکومت باقاعدہ تسلیم نہیں کی جاتی تھی۔ مقتدر کے زمانہ میں مصر کی فاطمی حکومت کی بنیاد پڑی' جو نہ صرف خلافت بغداد کی سیادت سے آزاد تھی' بلکہ اپنے نسب و خاندان میں اس کی حریف مقابل اور ایک فرقہ کی مذہبی مقتدا تھی اور آگے چل کر تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کی ترقی میں بھی وہ عباسی حکومت کی مقابل بن گئی۔

اہل بیت نبوی ﷺ کے ساتھ فاطمیہ کے انتساب کی صحت میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ اکثر مؤرخین اس نسبت کو صحیح سمجھتے ہیں۔ صرف بعض اس کے منکر ہیں اور ان کو نصرانی یا یہودی النسل بتاتے ہیں' لیکن اکثریت کا فیصلہ صحت نسب کے حق میں ہے۔ ابن خلکان کا بیان ہے کہ اہل علم محققین انساب ان کو صحیح النسب فاطمی سمجھتے ہیں۔ [2] ابن خلدون بھی ان کی صحت نسب کا معترف ہے' لیکن ان کے نسب نامے جتنے ہیں وہ سب آپس میں مختلف ہیں اور ابومحمد عبیداللہ المہدی بانی دولت فاطمیہ سے لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ تک درمیانی پشتوں کے ناموں میں بڑا اختلاف ہے۔

ابن خلدون نے یہ نسب نامہ لکھا ہے۔ ابومحمد عبیداللہ المہدی بن محمد الحبیب بن جعفر مصدق بن

[1] یہ تمام حالات ابن اثیر ج ۸' ص ۶۵ سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔

[2] ابن خلکان ج ۱' ص ۲۷۳۔

محمد مکتوم بن اسماعیل بن جعفر صادق ❶ شیعی مؤرخ ابن طقطقی کے نزدیک یہ سلسلہ نسب ہے۔ ابو محمد عبید اللہ المہدی بن احمد بن اسماعیل ثالث بن احمد بن اسماعیل ثانی بن محمد بن اسماعیل اعرج اول بن جعفر صادق ❷ لیکن زیادہ مشہور و متعارف نسب نامہ یہ ہے۔ ابو محمد عبید اللہ المہدی بن محمد بن عبداللہ بن میمون بن محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق۔ جو مؤرخین صحت نسب کے منکر ہیں' ان کے نزدیک نسب نامہ یہ ہے۔ سعید (عبید اللہ) بن حسین بن محمد بن احمد بن عبداللہ القداح وہ عبید اللہ المہدی کا نام سعید قرار دیتے ہیں اور سعید کو حسین کا صلبی لڑکا نہیں بلکہ ڈھنکھر امانتے ہیں' یعنی حسین نے ایک یہودن بیوہ سے شادی کر لی تھی' جس کے پہلے شوہر سے ایک لڑکا تھا۔ حسین خود لاولد تھے۔ انہوں نے اس یہودی زادہ کو متبنیٰ بنا لیا تھا اور مرتے وقت اس کو اپنا جانشین بنا گئے' لیکن یہ روایت بہت ضعیف ہے۔ جمہور مؤرخین فاطمیہ کو صحیح النسب مانتے ہیں۔

بنی فاطمہ کی دعوت کوئی نئی دعوت نہ تھی۔ خلفائے راشدین کے زمانہ سے لے کر برابر ہوتی چلی آ رہی تھی اور اہل بیت نبوی ﷺ میں مختلف ائمہ کو ماننے والے بہت سے شیعی فرقے پیدا ہو گئے تھے' جو اپنے اپنے سلسلہ امامت کی دعوت میں مصروف تھے۔ انہی میں سے باطنیہ اسماعیلی تھے جو امام جعفر صادق کے بعد ان کے صاحبزادے اسماعیل کی امامت کے قائل تھے۔ اسی سے عبیدی فرقہ پیدا ہوا' جو عبید اللہ المہدی بن محمد بن جعفر مصدق بن محمد مکتوم بن جعفر صادق کی امامت کا قائل تھا۔ اس کے مبلغین مدتوں سے یمن' حجاز' بحرین' خراسان اور عراق وغیرہ میں دعوت میں مشغول تھے اور ان مقاموں میں ان کی دعوت کافی پھیل چکی تھی' لیکن مغرب میں اس کا ظہور محمد الحبیب کے زمانہ سے ہوا اور اس کی تکمیل عبید اللہ کے زمانہ میں ہوئی۔ اس دعوت کی تاریخ بہت طویل ہے۔ اس کا مختصر حال پیش کیا جاتا ہے۔

فاطمی حکومت کے بانی عبید اللہ المہدی کے باپ محمد الحبیب حمص کے ایک مقام سلیمہ میں رہتے تھے۔ ان کے سلسلہ کے جو لوگ شام کے مقدس مقامات کی زیارت کے لیے آتے وہ محمد الحبیب کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے۔ وہ اس گوشہ عافیت میں بیٹھ کر مشرق و مغرب میں اپنی دعوت کرتے رہے۔ یمن اور مغرب میں ان کو زیادہ کامیابی ہوئی۔ ان کے ایک داعی رستم بن حسین بن حوشب نے سارے یمن میں ان کی دعوت پھیلا دی اور یمنی شیعوں کے ذریعہ یمن کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

یمن کے ساتھ ہی محمد الحبیب نے مغرب میں ابوسفیان اور حلوانی دو داعی بھیجے تھے۔ انہوں

---

❸ ابن خلدون ج ۴' ص ۳۶۰۔ ❹ الفخری ص ۷۸۔

نے بربری قبیلہ کتامہ کو اس دعوت سے روشناس کیا۔ چند دنوں کے بعد ان دونوں کا انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال کے بعد یمن کے داعی رستم بن حسین نے ایک یمنی داعی ابوعبداللہ حسن بن محمد المعروف بہ محتسب کو جو اس کام کے لیے نہایت موزوں شخص تھا' مغرب کا داعی مقرر کیا۔ حج کے سلسلہ میں مغربی قبائل مکہ آیا کرتے تھے۔ اس لیے حسن مکہ آ گیا اور قبیلہ کتامہ کے معززین سے مل کر ان کے خیالات کا پتہ چلایا اور چند ہی دنوں میں حسن تدبیر سے ان کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ حج کے بعد جب ان کی واپسی کا وقت آیا تو انہوں نے حسن سے پوچھا کہ وہ کہاں کا ارادہ رکھتا ہے؟ اس نے مصر کا ارادہ ظاہر کیا۔ دونوں کا راستہ ایک تھا۔ اس لیے بنی کتامہ نے مصر تک اپنے ساتھ چلنے کی خواہش کی۔ حسن ساتھ ہو گیا۔ مصر پہنچ کر انہوں نے اس کو اپنے وطن چلنے کی دعوت دی۔ اس کا اصل مدعا یہی تھا' اس لیے ساتھ ہو گیا اور راستہ میں مغرب کے قبائل کے حالات سے پوری واقفیت حاصل کر لی۔ ۲۸۰ھ میں وہ مغرب پہنچا۔ وہ قبیلہ کتامہ کو اتنا گرویدہ بنا چکا تھا کہ مغرب پہنچنے کے بعد ان میں سے ہر شخص نے اس کو اپنا مہمان بنانا چاہا اور اس کے لیے بڑی کشمکش پیدا ہو گئی۔ حسن نے اس کو کسی طرح رفع کیا۔ [1]

ابن العذاری کا بیان ہے کہ مغرب پہنچنے کے بعد حسن بنی کتامہ کے سردار کا مہمان ہوا۔ وہ اس سے بہت متاثر تھا۔ اپنے لڑکے کی تعلیم اور مسجد کی امامت اس کے سپرد کر دی۔ اس نے بڑی دلسوزی سے تعلیم دی۔ سردار مذکور نے اس کے صلہ میں اس کو چالیس دینار دیے اور رقم کی کمی پر معذرت ظاہر کی۔ اس وقت حسن نے اس سے کہا کہ میں معلم نہیں ہوں اور خود اس کو پانچ سو دینار کی تھیلی دے کر اصل مدعا ظاہر کیا اور اس کے سامنے فاطمی دعوت پیش کی۔ سردار مذکور اسے قبول کر کے خود اس کا مبلغ بن گیا۔ اس کی کوشش سے بہت سے مغربی اس دعوت میں شامل ہو گئے۔ چند دنوں کے بعد شیخ کا وقت آخر ہو گیا اور وہ اپنے اہل خاندان کو حسن کی امداد و اعانت کی وصیت کرتا گیا۔ [2]

شیخ کے بعد حسن نے اپنا کام بدستور جاری رکھا۔ اس سلسلہ میں اس کی مخالفت بھی ہوئی۔ خود قبیلہ کتامہ کے کچھ افراد اس کے قتل پر آمادہ ہو گئے' لیکن وہ اپنے کام میں سرگرمی کے ساتھ مصروف رہا۔ اسی زمانہ میں اس کو ایک اور مددگار حسن بن ہارون [illegible] گیا۔ یہ اس کو اپنے ساتھ جبل ایکجان لے گیا اور حسن نے تازروت کو اپنا مرکز بنایا اور چند دنوں میں اپنے مخالفین کو مغلوب کر کے اپنی اطاعت پر مجبور کر دیا۔ [3]

یہ ابراہیم بن احمد اغلبی والی مغرب [illegible] زمانہ تھا۔ حسن کا حال سن کر اس نے اس کی تحقیقات کرائی۔ معلوم ہوا کہ وہ نیکی و عبادت کی تلقین کرتا ہے۔ اس لیے ابراہیم نے اس کی طرف توجہ نہ کی اور

---

[1] کتاب المونس ص ۱۵۔ [2] [illegible]ن العذاری نے یہ واقعات بڑی تفصیل سے لکھے ہیں۔ ہم نے صرف ان کا خلاصہ نقل کیا ہے۔ دیکھو کتاب مذکور ص ۲۔ تا ۱۷۔ [3] ابن خلدون ج ۳' ص ۳۶۲۔

حسن کی قوت چند دنوں میں اتنی بڑھ گئی کہ ابراہیم کے آخر زمانہ میں اس نے شہر میلہ پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت ابراہیم کو اس کی جانب متوجہ ہونا پڑا۔ اس نے اپنے بھائی احول کو حسن کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ اس نے حسن کو شکست دے کر میلہ اور تازروت میں آگ لگا دی اور حسن جبل ایکجان چلا گیا اور یہاں ایک بستی آباد کر کے اس کا نام دارالہجرت رکھا۔

۲۸۹ھ میں ابراہیم اغلبی کا انتقال ہو گیا اور اس کا لڑکا عبداللہ جانشین ہوا۔ چند ہی دنوں کے بعد اس کے لڑکے زیادۃ اللہ نے سازش کر کے باپ کو قتل کرا دیا اور خود اس کی جگہ حاصل کر لی۔ یہ بالکل نااہل تھا۔ رات دن لہو ولعب اور عیش وعشرت میں منہمک رہتا تھا۔ اس لیے حسن کو آزادی کے ساتھ فاطمی تحریک پھیلانے کا موقع مل گیا۔

اسی زمانہ میں محمد الحبیب کا انتقال ہو گیا اور ان کے لڑکے عبید اللہ المہدی ان کے جانشین ہوئے۔ یہ اب تک شام ہی میں تھے۔ اس وقت مغرب کے بڑے حصہ میں فاطمی دعوت پھیل چکی تھی۔ اس لیے حسن نے عبید اللہ کو مغرب بلا بھیجا۔ اس دوران میں مشرق میں بھی فاطمی تحریک کا شہرہ پہنچ چکا تھا۔ گو اس کا مرکز مغرب تھا' لیکن درحقیقت یہ تحریک خلافت بغداد کے مقابلہ میں تھی۔ اس لیے مکتفی باللہ (یہ مکتفی کا زمانہ تھا) نے عبید اللہ کی گرفتاری کا فرمان جاری کر دیا۔ مغرب سے ان کے پاس دعوت آ چکی تھی۔ اس لیے وہ حسن کے بھائی ابوالعباس کے ساتھ شام سے مغرب روانہ ہو گئے۔ عیسیٰ نوشری والی مصر کے نام بھی مکتفی کا فرمان پہنچ چکا تھا۔ وہ عبید اللہ کی تلاش میں تھا۔ اس لیے مصر پہنچتے ہی وہ گرفتار کر لیے گئے' لیکن پھر نوشری نے ان کو رہا کر دیا اور وہ تاجروں کے بھیس میں مغرب کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ یہاں زیادۃ اللہ مغرب کے تمام حکام کے نام ان کی گرفتاری کا حکم بھیج چکا تھا۔ وہ سب بھی اس کی تلاش میں تھے۔ اس لیے مغرب کے حدود میں داخل ہوتے ہی عبید اللہ کا ساتھی ابوالعباس گرفتار ہو گیا' لیکن وہ خود بچ گئے اور سجلماسہ کے حاکم یسع بن مدرار کے پاس آ کر اس کے یہاں پناہ لی۔ جاسوسوں نے زیادۃ اللہ کو اس کی اطلاع دی۔ اس نے فوراً یسع کے نام فرمان لکھا۔ اس لیے اسے عبید اللہ کو قید کر دینا پڑا۔ [1]

زیادۃ اللہ اگرچہ عیش وطرب میں غرق تھا' لیکن مغرب میں فاطمی تحریک کی روز افزوں ترقی اور حسن کی قوت کو دیکھ کر اسے اس کی طرف متوجہ ہونا پڑا اور اس نے اس کے مقابلہ کے لیے یکے بعد دیگرے کئی فوجیں بھیجیں۔ آخر میں خود بھی نکلا' لیکن حسن کی قوت اب اتنی بڑھ چکی تھی کہ اس نے اغلبی فوجوں کو پیہم شکستیں دے کر بلزمہ' طبنہ' باغایہ' مرماجنہ' قسطیلیہ وغیرہ کو فتح کر کے شمالی افریقہ کے

---

[1] ابن خلدون ج ۳' ص ۳۶۲' ۳۶۳۔

بڑے حصہ کو زیر نگیں کر لیا اور یہاں کے بڑے بڑے بربری قبیلے اس کے تابع فرمان ہو گئے۔

۲۹۶ھ میں اس میں اور اغلبیوں میں آخری معرکہ ہوا۔ اس میں بھی مغربی فوجوں کو شکست ہوئی اور حسن نے اربس پر قبضہ کر کے کئی دن تک قتل عام کیا۔ صرف اربس کی جامع مسجد میں تیس ہزار آدمی قتل ہوئے۔ زیادۃ اللہ اس وقت اپنے پایہ تخت رقادہ میں تھا۔ اس معرکہ کے بعد اس کی ہمت بالکل چھوٹ گئی اور وہ مایوس ہو کر مغرب سے مصر چلا گیا۔ ❶

اربس کی شکست کے بعد اغلبی فوج کے سپہ سالار ابراہیم نے قیروان جا کر یہاں کے باشندوں کو حسن کے مقابلہ کے لیے ابھارا' لیکن ان کے دلوں میں اس کی اتنی ہیبت چھا گئی تھی کہ وہ آمادہ نہ ہوئے اور ابراہیم کو یہاں سے نکال دیا۔ اسی دوران میں حسن کئی لاکھ فوج لے کر قیروان پہنچ گیا۔ اہل قیروان پہلے سے اس کے استقبال کے لیے تیار تھے۔ یہاں کے عمائد نے شہر سے باہر نکل کر استقبال کیا۔ حسن نے ان کی اطاعت کیشی کے صلہ میں سب کو امان دے دی اور اہل قیروان سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا۔

قیروان پر قبضہ کے بعد حسن رقادہ پہنچا۔ زیادۃ اللہ مصر جا چکا تھا۔ اہل رقادہ نے کوئی مزاحمت نہیں کی اور حسن رجب ۲۹۶ھ میں رقادہ میں داخل ہو گیا اور اغالبہ کے حبشی موالی کے علاوہ سب کو امان دے دی اور اغلبی خاندان کی کل دولت اور ساز و سامان جسے زیادۃ اللہ ساتھ نہ لے جا سکا تھا' حسن کے قبضہ میں آیا۔ رقادہ پر قبضہ کے بعد حسن نے یہاں شیعی رسوم و شعار جاری کیے۔ فجر کی اذان میں اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے بجائے حَیَّ عَلٰی خَیْرُ الْعَمَل داخل کیا۔ خطبوں میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ پنجتن پر صلوۃ و سلام بھیجنے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پناہ مانگنے کا حکم دیا۔ تراویح کو بند کر دیا اور قبیلہ کتامہ کے اکابر کو شیعیت کی تبلیغ اور دوسرے اسلامی فرقوں سے تبری پر مامور کیا۔ ان کوششوں سے مغرب میں بڑی سرعت سے شیعیت پھیل گئی۔ ❷

عبیداللہ اس وقت تک سلجماسہ میں قید تھے۔ رقادہ پر قبضہ کے بعد حسن کئی لاکھ فوج کے ساتھ سلجماسہ روانہ ہوا۔ اس کی شوکت و عظمت دیکھ کر مخالف قبائل گھبرا گئے اور انہوں نے بغیر کسی مزاحمت کے اس کی اطاعت قبول کر لی' لیکن یسع بن مدرار نے مقابلہ کیا' مگر اتنی بڑی قوت کا مقابلہ اس کے بس سے باہر تھا۔ اس لیے بڑی فاش شکست کھائی اور حسن نے سلجماسہ میں داخل ہو کر عبیداللہ اور ان کے

❶ ابن العذاری اور ابن خلدون نے ان لڑائیوں کی بڑی تفصیل لکھی ہے۔ ہم نے صرف اس کا خلاصہ نقل کیا ہے۔
❷ البیان المغرب ج ص ۲۰۵ تا ۲۰۹ ملخصاً۔

لڑکے ابوالقاسم کو قید سے نکالا۔ ان میں اور حسن میں یہ پہلی ملاقات تھی۔ عبیداللہ کو دیکھ کر حسن کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو نکل آئے اور وہ انہیں جلوس کے ساتھ خیمہ تک لایا۔ عبیداللہ سواری پر اور چپ وراست شیعی عمائد پاپیادہ جلوس میں تھے۔ حسن بآواز بلند اعلان کرتا جاتا تھا کہ ہمارے آقا یہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارہ میں اپنا وعدہ پورا کیا اور ان کو ان کا حق اور غلبہ عطا فرمایا۔ 1

سلجماسہ میں چالیس دن قیام کے بعد عبیداللہ ربیع الاول ۲۹۷ھ میں دو لاکھ کی فوج کے ساتھ رقادہ آئے۔ یہاں ان کی عام بیعت ہوئی اور افریقہ کے تمام منبروں پر ان کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا اور انہوں نے امیر المؤمنین مہدی لقب اختیار کیا۔ اس وقت تک خلفا کے علاوہ اور کسی حکمران نے امیر المؤمنین کا لقب اختیار نہیں کیا تھا۔ یہ گویا اس امر کا اعلان تھا کہ یہ نئی حکومت دینی حیثیت میں بھی خلافت عباسیہ کی حریف ہے۔ اس طرح خلافت بغداد سے آزاد ایک شیعی دینی حکومت کا قیام عمل میں آیا۔

فاطمی حکومت کے قیام کے بعد مہدی نے کوشش کی کہ مراکش سے ادریسی حکومت کو ختم اور مصر کو عباسی حکومت سے آزاد کر کے سسلی سے لے کر مصر تک پورے مغرب میں فاطمی حکومت پھیلا دی جائے' چنانچہ ۳۰۱ھ میں ان کے لڑکے ابوالقاسم نے مصر پر حملہ کر کے برقہ' اسکندریہ اور فیوم پر قبضہ کر لیا' لیکن مشہور عباسی امیر مونس نے بہت جلد ان کو واپس لے لیا۔ ۳۰۲ھ میں پھر مہدی نے قبضہ کر لیا' لیکن پھر مونس نے واپس لے لیا۔ ۳۰۶ھ میں ابوالقاسم نے تیسری مرتبہ فوج کشی کر کے صعید مصر کے چند مقامات پر قبضہ کر لیا' لیکن مصری اور عباسی فوجوں نے ان کے قدم نہ جمنے دیئے اور انہیں ناکام واپس جانا پڑا اور مقتدر کی زندگی میں مہدی کی یہ آرزو پوری نہ ہو سکی۔

زیاری حکومت کا قیام

مقتدر کے زمانہ میں فاطمیہ کے علاوہ مشرق میں جرجان میں زیاری حکومت قائم ہوئی۔ اس کے مختصر حالات یہ ہیں۔

معتضد کے عہد میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ احمد بن اسماعیل سامانی نے محمد بن زید علوی والی طبرستان کو ختم کر کے طبرستان پر قبضہ کر لیا تھا۔ محمد بن زید علوی کے قتل کے بعد اس خاندان کے ایک رکن حسن بن علی الملقب بہ اطروش کو طبرستان واپس لینے کی فکر ہوئی۔ اس مقصد کے حصول کے لیے وہ دیلم جا کر یہاں تیرہ سال تک اسلام کی اشاعت کرتے رہے۔ ہزاروں دیلمی ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ ان کے ذریعہ انہوں نے سامانیہ کا مقابلہ کرنا چاہا' لیکن طبرستان کے سامانی حاکم عبداللہ بن محمد

---

2 البیان المغرب ص ۲۱۰ و کتاب المونس ص ۵۲۔

کا طرز عمل دیالمہ کے ساتھ دوستانہ اور شریفانہ تھا۔ دیلم کے علوی بھی اس کے احسانات سے گرانبار تھے۔ اس لیے اطروش کو کامیابی نہ ہوئی۔

ان کی خوش قسمتی سے اسماعیل سامانی نے ۳۰۱ھ میں عبداللہ بن محمد کو معزول کر کے سلام سامانی کو مقرر کیا۔ یہ دیالمہ کے ساتھ سیاست نہ برت سکا۔ انہوں نے اس کو طبرستان سے نکال دیا۔ اس لیے پھر عبداللہ بھیجا گیا۔ اس نے حالت سنبھالی' لیکن اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے انتقال کے بعد محمد بن ابراہیم کا تقرر ہوا۔ یہ سلام سے بھی زیادہ نااہل تھا۔ اس نے اپنے طرز عمل سے دیالمہ کو مخالف بنا لیا۔ اس وقت اطروش کو موقع مل گیا۔ انہوں نے دیالمہ کو محمد بن ابراہیم کے خلاف کھڑا کر دیا اور ان کی مدد سے اس کو شکست دی اور ۳۰۱ھ میں محمد بن ابراہیم کو نکال کر طبرستان پر قبضہ کر لیا۔ چار سال کے بعد ۳۰۴ھ میں سامانیوں نے اطروش کو قتل کر دیا۔

اطروش کے بعد ان کے داماد حسن بن قاسم المعروف بہ داعی ان کے جانشین ہوئے۔ انہوں نے دیلمی افسروں کی مدد سے سامانی حکومت کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر لیا' لیکن سامانیہ نے بہت جلد واپس لے لیے۔ حسن کا ایک دیلمی افسر اسفار بن شیرویہ سعید بن نصر سامانی سے مل گیا۔ اس نے اس کو جرجان کا حاکم بنا دیا۔ جرجان کی حکومت ملنے کے بعد اسفار نے ایک دوسرے دیلمی سردار مرواد تج بن زیار کے ذریعہ طبرستان کے بعض حصوں پر قبضہ کر لیا۔ حسن بن قاسم اس کو چھڑانے کے لیے آئے۔

حسن بڑے عابد و زاہد بزرگ تھے۔ دیالمہ کو بھی وہ شریعت کا پابند بنانا چاہتے تھے' لیکن یہ آزادی کے خوگر تھے۔ حسن کا احتساب ان کے لیے سخت گراں تھا' چنانچہ ایک مرتبہ انہوں نے ان کو ہٹا کر ان کے لڑکے کو تخت نشین کرنے کی کوشش کی تھی' لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی اور حسن نے سازش کرنے والوں کو قتل کرا دیا۔ اس لیے بہت سے دیلمی سرداران کے خلاف ہو گئے تھے اور انتقام کے لیے موقع کے منتظر تھے۔ حسن جب اسفار کے مقابلہ کے لیے نکلے تو دیلمیوں کو موقع مل گیا۔ انہوں نے عین میدان جنگ میں ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ قتل ہو گئے اور ان کے مقبوضات پر اسفار کا قبضہ ہو گیا۔ حسن کے بعد ان کے ایک افسر ہارون بن بہرام نے ان کے لڑکے ابوجعفر کو جانشین بنانا چاہا' لیکن اسفار نے ان دونوں کو گرفتار کر کے طبرستان سے علوی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

اس کامیابی کے بعد اسفار کا حوصلہ بہت بڑھ گیا اور اسے اپنی حکومت قائم کرنے کا خیال پیدا ہوا' چنانچہ سب سے اول اس نے سامانیہ کا خطبہ بند کر دیا' لیکن نصر بن احمد سامانی نے اس پر فوج کشی کر دی۔ اسفار نے مصلحتہً خراج دے کر اس وقت صلح کر لی اور مرواد تج کو سیمران الطرم کے فرمانروا سالار

کی حکومت پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا۔ یہ سالار سے مل گیا۔ اسفار کے اکثر ساتھی اس کی سختی کے شاکی تھے۔ وہ بھی مرواد یج کے ساتھ ہو گئے اور اسفار کی قوت بالکل ٹوٹ گئی اور وہ بیہق بھاگ گیا' لیکن مرواد یج کے آدمیوں نے تعاقب کر کے گرفتار کر لیا اور وہ قتل کر دیا گیا۔ اسفار کے قتل کے بعد مرواد یج اس کے تمام مقبوضات کا مالک بن گیا اور اس کی قوت بہت بڑھ گئی اور اس نے چند دنوں میں ہمدان' دینور' قم' قاشان اور اصفہان وغیرہ پر قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لی۔

اسفار کے برخلاف مرواد یج کا طرز عمل دیالمہ کے ساتھ بڑا شریفانہ تھا۔ وہ ان کی دل جوئی کے لیے بڑی دادودہش کرتا تھا۔ اس لیے ان کی بڑی تعداد مرواد یج کے پاس جمع ہو گئی اور اس نے آس پاس کے علاقوں کی طرف قدم بڑھایا اور اپنے بھانجے کو ہمدان پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا' لیکن عباسی فوج نے اسے فاش شکست دی اور وہ مارا گیا۔ مرواد یج کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ خود ہمدان کی طرف بڑھا۔ اسے دیکھ کر عباسی فوج ہٹ گئی۔ ہمدانیوں نے تنہا مدافعت کی' لیکن مرواد یج نے انہیں شکست دے کر ہمدان پر قبضہ کر لیا اور بڑی بیدردی سے یہاں کی آبادی کو قتل کیا۔ مقتدر کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے ہارون بن غریب کو ایک بڑی فوج کے ساتھ بھیجا۔ مرواد یج نے اسے بھی شکست دی اور ہمدان کے پورے کوہستانی علاقے پر قبضہ کر لیا اور اس کی فوجیں دینور پر قبضہ کرتی ہوئی حلوان تک بڑھتی چلی گئیں اور چند دنوں میں اس نے اصفہان اور خوزستان پر بھی قبضہ کر لیا اور مقتدر سے دو لاکھ سالانہ پر باقاعدہ مفتوحہ علاقہ کا ٹھیکہ لے لیا۔ ۳۱۹ھ میں مقتدر نے اس کو اس کا والی بنا دیا اور جرجان میں باقاعدہ زیاری حکومت قائم ہو گئی۔ [1]

بیرونی مہمات

مقتدر کے زمانہ میں اندرونی انقلابات کے ساتھ ساتھ بیرونی مہمات اور رومیوں سے معرکہ آرائی کا بھی وسیع سلسلہ جاری رہا۔ ۲۹۶ھ میں مونس مظفر نے اناطولیہ پر فوج کشی کر کے رومیوں کی ایک جماعت گرفتار کی۔ ۲۹۹ھ میں حاکم سرحد رستم نے ارمنی علاقہ پر فوج کشی کی اور بلیج ارمنی کا ایک قلعہ فتح کر کے اس کو جلا دیا۔ ۳۰۳ھ میں رومیوں نے جزیرہ کی سرحد پر حملہ کر کے حصن منصور کو لوٹ لیا اور طرطوس اور فراتی علاقہ پر تاخت کی اور بلیج ارمنی نے نواح مرعش کو تاراج کیا۔ اس کے انتقام میں

---

[1] یہ حالات ابن اثیر ج ۸' ص ۷۱' ۷۲ سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔ یہ حکومت ۳۱۹ھ میں قائم ہوئی اور ۴۳۰ھ میں مسعود غزنوی نے اس کا خاتمہ کیا۔ اس میں چھ فرمانروا ہوئے۔ مرواد یج بن زیار' وشمگیر بن زیار' بہستون ابن وشمگیر' قابوس بن وشمگیر' منوچہر بن قابوس' انوشروان بن منوچہر۔

مونس نے بڑے اہتمام سے ملطیہ پر فوج کشی کر کے بہت سے قلعے فتح کیے اور مال غنیمت کی بڑی تعداد حاصل کی۔ مقتدر نے اس کے صلہ میں اس کو خلعت سے نوازا۔

ان لڑائیوں کے سلسلہ میں طرفین کے بہت سے قیدی ایک دوسرے کے ہاتھ میں اسیر ہوئے تھے۔ ۳۰۵ھ میں قیصر روم نے ان کی رہائی اور صلح کے لیے اپنے سفیر بغداد بھیجے۔ مقتدر نے خاص دربار منعقد کر کے انہیں شرف باریابی بخشا۔ مصالحت تو نہ ہو سکی' لیکن قیدیوں کی رہائی کا مسئلہ طے ہو گیا اور مقتدر نے مونس خادم کو ڈیڑھ لاکھ دینار فدیہ دے کر بڑے اہتمام سے مسلمان قیدیوں کی رہائی کے لیے بھیجا' لیکن طرفین میں معرکہ آرائی کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔ ۳۱۰ھ میں مونس نے کئی رومی قلعے فتح کیے۔ ۳۱۱ھ میں امیر البحر ثمالی نے بحری حملہ کیا۔ ۳۱۲ھ میں قیصر روم نے مقتدر کے پاس قیمتی ہدیے بھیج کر پھر صلح اور قیدیوں کی رہائی کی خواہش کی۔ اس مرتبہ اس نے منظور کر لیا' لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد رومیوں نے مسلمانوں کی گرمائی فوجوں پر حملہ کر کے صلح توڑ دی اور ۳۱۴ھ میں دمستق اور ملیح کے ساتھ مل کر ملطیہ کا محاصرہ کر لیا۔ اہل شہر نے پوری قوت سے مدافعت کی اور ان کو شہر میں نہ داخل ہونے دیا۔ اس ناکامی کے غصہ میں رومیوں نے آس پاس کی آبادیوں کو ویران کر ڈالا اور مسلمانوں کی قبریں کھود کر لاشیں نکال لیں۔ ملطیہ کے باشندوں میں زیادہ مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ وہ محض اپنی ہمت سے رومیوں کو روکے ہوئے تھے۔ ان کا جوش و خروش دیکھ کر انہوں نے دار الخلافہ سے مدد طلب کی' لیکن یہاں سے کوئی امداد نہ ملی' مگر رومی خود لوٹ گئے۔ ۳۱۵ھ میں پھر انہوں نے حملہ کیا اور شہر میں گھس کر اس کو لوٹا۔ جامع مسجد میں عین نماز کے وقت ناقوس بجایا' لیکن پھر مسلمانوں نے انہیں نکال دیا اور لوٹا ہوا مال بھی واپس لے لیا۔ مقتدر کو یہ حالات معلوم ہوئے تو اس نے مونس خادم کو ملطیہ جانے کا حکم دیا' لیکن عین اس وقت جب روانگی کے انتظامات مکمل ہو چکے' مونس اور مقتدر میں کشیدگی پیدا ہو گئی اور یہ مہم روانہ نہ ہو سکی۔

اسی سنہ میں دمستق ایک بڑی فوج کے ساتھ دیبل پر چڑھ آیا۔ یہاں کے حاکم نصر السبکی نے ہر چند مدافعت کی' لیکن رومیوں کی آتش باری کی وجہ سے بس نہ چل سکا اور وہ شہر پناہ تک پہنچ گئے اور دیوار توڑ کر شہر میں داخل ہو گئے' لیکن مسلمانوں نے ان کو نکلنے نہ دیا اور ایک خونریز جنگ کے بعد انہیں شکست دے کر واپس کر دیا۔

اس شکست کے غصہ میں دمستق نے رومیوں کا مذہبی جوش بھڑکا دیا اور انہوں نے ۳۱۶ھ میں بڑی تیاری کے ساتھ آرمینیہ پر فوج کشی کر کے خلاط کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں کے باشندوں میں مقابلہ کی

طاقت نہ تھی۔اس لیے انہوں نے صلح کر لی اور دمستق نے جامع خلاط کے منبر پر صلیب نصب کی۔ بدلیس میں بھی اس نے اسی مذہبی جنون کا ثبوت دیا۔ان کی یورش دیکھ کر ارزن کے باشندوں نے بغداد جا کر مقتدر سے فریاد کی' لیکن یہاں کے حالات ایسے تھے کہ کوئی مدد نہ ملی اور سرحدی علاقوں پر رومیوں کی یورش برابر بڑھتی گئی۔ یہاں کے باشندوں میں تنہا ان کو روکنے کی قوت نہ تھی۔اس لیے ۳۱۷ھ میں انہوں نے پھر مقتدر سے درخواست کی کہ ان کی مدد کی جائے ورنہ وہ رومیوں کی اطاعت قبول کر لینے پر مجبور ہو جائیں گے' لیکن مقتدر خود اپنی مصیبت میں مبتلا تھا' اس لیے مدد نہ کر سکا اور ملطیہ' میافارقین' آمد اور ارزن وغیرہ کے باشندوں نے مجبور ہو کر رومیوں کی اطاعت قبول کر لی اور مذکورہ مقامات ان کے حوالہ کر دیئے۔تاریخ اسلام میں یہ پہلا واقعہ تھا کہ مسلمانوں نے مدافعت سے مجبور ہو کر اسلامی علاقہ خود رومیوں کے حوالہ کر دیا۔

۳۱۹ھ میں طرسوس کے والی ثمالی اور رومیوں میں جنگ ہوئی اور رومی شکست کھا کر عموریہ میں جمع ہوئے۔ثمالی بھی ان کے تعاقب میں عموریہ پہنچا' لیکن رومی منتشر ہو گئے اور ثمالی انگورہ تک بڑھتا چلا گیا۔اسی زمانہ میں ارمنوں اور رومیوں نے مل کر اسلامی ارمنستان پر فوج کشی کر کے خلاط اور اس کے آس پاس کے علاقوں کو تاخت وتاراج کیا۔اس کے انتقام میں امیر مفلح والی آذربائیجان نے ارمنی علاقے کو لوٹا اور بہت سے ارمنی قتل کیے اور رومیوں نے سمیساط کا محاصرہ کر لیا' لیکن سعید بن حمدان والی موصل مدد کے لیے پہنچ گیا۔اس لیے رومی لوٹ گئے۔اس کے بعد سعید نے مقتدر کے حکم سے ملطیہ کو رومیوں کے قبضہ سے چھڑایا۔ [1]

مقتدر اور امیر الامرا مونس میں اختلاف

مقتدر کی خلافت کا آغاز اس کی مخالفت سے ہوا تھا' لیکن اس وقت خلاف امید حالات اس کے موافق ہو گئے تھے۔اس لیے وہ تخت خلافت پر قائم رہ گیا' لیکن ترکی غلاموں کے غیر معمولی عروج اور ان کے بارہ میں مقتدر کی سیاست' نظام حکومت میں عورتوں کی مداخلت' حرم شاہی کے غیر معمولی مصارف' وزرا کی بددیانتی اور امرا کی رشک ورقابت نے بالآخر انقلاب کے سامان پیدا کر دیئے اور مقتدر کو تخت خلافت سے اترنا اور آخر میں جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔

مونس مقتدر کا ایک معمولی غلام تھا۔اس نے اس کو بڑھاتے بڑھاتے امیر الامرا کے درجہ تک

---

[1] یہ حالات ابن خلدون ج ۳' ص ۳۸۴ تا ۳۸۶' اور ابن اثیر کے مختلف سنین سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔

پہنچا دیا اور وہ تمام امور مملکت پر حاوی ہو گیا' پھر دونوں میں بدگمانی اور کشیدگی شروع ہو گئی۔ اس کا آغاز اس طرح ہوا کہ ۳۱۵ھ میں مقتدر کے ایک خادم نے مونس کو اطلاع دی کہ وہ اس کو قتل کرانے کی فکر میں ہے۔ مقتدر کو اس کی خبر ہو گئی۔ اس نے مونس سے اس کی تردید کی۔ مونس نے اس کو یقین دلایا کہ اس کا اس نے کوئی اثر نہیں لیا اور وہ بدستور امیر المومنین کا ادنیٰ غلام ہے اور محض آقا و خادم میں اختلاف پیدا کرنے کے لیے یہ شکایت کی گئی ہے۔

اس کے بعد ۳۱۶ھ میں مقتدر کے ماموں زاد بھائی ہارون بن غریب اور بغداد کے شحنہ نازوک کے درمیان ایک معمولی واقعہ پر اختلاف ہو گیا۔ نازوک نے مقتدر سے اس کی شکایت کی۔ اس نے درمیان میں پڑنا مناسب نہ سمجھا۔ اس لیے ان دونوں نے خود ہی مقابلہ کر کے باہم فیصلہ کر لینا چاہا۔ مقتدر نے اس پر ناپسندیدگی ظاہر کی۔ ہارون مقتدر کا عزیز تھا۔ اس لیے نازوک مقتدر سے بدگمان ہو گیا اور چونکہ وہ بغداد کا شحنہ تھا' اس لیے ہارون کو بغداد چھوڑ کر ہٹ جانا پڑا۔

ہارون کے بغداد چھوڑنے کے بعد یہ افواہ اڑ گئی کہ مقتدر اس کو امیر الامرا بنانا چاہتا ہے۔ امیر الامرا مونس اس وقت رقہ میں تھا۔ یہ افواہ سن کر فوراً بغداد واپس آیا۔ ایک مرتبہ دونوں میں بدگمانی کے اسباب پیدا ہو چکے تھے اور ہارون مقتدر کا عزیز قریب تھا' اس لیے مونس کو اس افواہ کے ماننے میں تامل نہ ہوا' چنانچہ بغداد واپس آنے کے بعد اس مرتبہ معمول کے مطابق وہ مقتدر کے پاس نہیں آیا۔ اس لیے مقتدر کو بھی اس سے بدگمانی ہو گئی۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں مقتدر نے ہارون کو واپس بلا کر قصر خلافت میں ٹھہرایا۔ اس سے مونس کا شبہ یقین کے درجہ تک پہنچ گیا اور دونوں میں علانیہ کشیدگی پیدا ہو گئی۔ امیر ابوالہیجا بن حمدان والی جبل اور دوسرے امرا کو جو مقتدر کے خلاف تھے' اس کی اطلاع ہوئی تو وہ مونس کے ساتھ ہو گئے اور ۳۱۷ھ میں مونس نے مقتدر کو لکھا کہ شاہی خدم و حشم اور حرم سلطانی کے بے جا مصارف' جاگیروں پر ان کے قبضہ و تصرف اور امور سلطنت میں ان کی مداخلت سے فوج میں برہمی ہے۔ اس کا مطالبہ ہے کہ جاگیریں ان کے قبضہ سے نکال لی جائیں۔ خدم و حشم کو الگ کر دیا جائے اور ہارون بن غریب کو قصر خلافت سے نکال دیا جائے۔ مقتدر نے اس کا مفصل جواب دیا' اور وعدہ کیا کہ جہاں تک ممکن ہوگا یہ مطالبات پورے کیے جائیں گے اور مونس کو ٹھنڈا کرنے کے لیے ہارون بن غریب کو شام و جزیرہ کی سرحد کا حاکم بنا کر بھیج دیا۔

مقتدر کی معزولی اور دوبارہ حصول خلافت

لیکن اس سے بھی مخالفین کی تشفی نہ ہوئی اور محرم ۳۱۷ھ میں مونس' نازوک' ابوالہیجا اور دوسرے

امرا نے مقتدر اور اس کے اہل و عیال کو قصر خلافت سے گرفتار کر کے مونس کے محل میں قید کر دیا اور اس کے سوتیلے بھائی محمد کو خلیفہ بنا کر قاہر باللہ کا لقب دیا اور قاضی ابو عمرو مالکی کے سامنے مقتدر سے باقاعدہ خلافت سے دستبرداری لکھوالی اور نازوک نے قصر خلافت کی شاہی فوج مصافیہ کو قصر چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ اس سے مصافیہ میں بے چینی پیدا ہوگئی۔ اس نے نئے خلیفہ قاہر سے حق بیعت اور ایک سال کی تنخواہ کا مطالبہ کیا اور اس کی فرودگاہ پر حملہ کر دیا۔ قاہر نے نازوک کو سمجھانے کے لیے بھیجا۔ مصافیہ نے اس کو قتل کر دیا اور مقتدر کے نام کا نعرہ لگایا۔ اس ہجوم اور شورش کو دیکھ کر قاہری امرا گھبرا گئے اور انہوں نے قصر خلافت کو چھوڑ دیا۔ ابوالہیجا نے بھی نکل جانا چاہا۔ قاہر نے اس کا دامن تھام لیا کہ میں تمہارے سہارے پر ہوں اور تم مجھے دشمنوں کے حوالہ کیے دیتے ہو۔ ابوالہیجا نے اس کو اطمینان دلایا کہ میں ساتھ نہ چھوڑوں گا۔ آپ بھی میرے ساتھ چلے چلیے میں اپنے قبیلہ کو لے کر آپ کی حمایت میں لڑوں گا اور قاہر کو بھی ساتھ لے جانا چاہا' لیکن باہر مخالفوں کا ہجوم تھا اس لیے نہ جا سکا۔ اس دوران میں امیر مفلح نے جو مقتدر کا حامی تھا حجریہ کو بھڑکا دیا کہ امیر المؤمنین کے دشمنوں سے بدلہ لینے کا یہی موقع ہے' پھر ایسا موقع نہ ملے گا۔ ابوالہیجا کے پاس کوئی قوت نہ تھی۔ اس لیے حجریہ نے پھاٹک توڑ کر اس کو قتل کر دیا۔

دوسری طرف مصافی فوج نے مونس کے محل پر حملہ کر کے مقتدر کو نکال لیا اور کندھوں پر بٹھا کر قصر خلافت میں واپس لے آئی اور قاہر کو پکڑ کے اس کے سامنے پیش کیا۔ اس کا خود کوئی قصور نہ تھا۔ امرا نے زبردستی اس کو خلیفہ بنا دیا تھا۔ اس لیے مقتدر نے اس سے کوئی باز پرس نہیں کی اور اسے گلے لگا کر اس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تمہارا کوئی قصور نہیں ہے تم کو مجبور کیا گیا' اس لیے میری طرف سے تم بالکل اطمینان رکھو۔ مجھ سے تم کو کوئی گزند نہیں پہنچے گا اور اس کو اپنی ماں کے مکان میں نظر بند کر دیا۔ اس نے اس کو بڑی محبت سے رکھا اور اس کی راحت و آسائش کے تمام سامان مہیا کر دیئے۔

مقتدر کی واپسی کے بعد نازوک اور ابوالہیجا کے سروں کی تشہیر کی گئی۔ مقتدر نے تجدید بیعت کا فرمان جاری کیا۔ فوج کی تنخواہ تقسیم کی۔ خزانہ میں روپیہ کم تھا' اس لیے شاہی ساز و سامان بیچ کر فوج کو عطایا و انعامات دیئے اور امیر مونس بدستور اپنے عہدہ پر قائم رہا۔ [1]

امیر الامرا مونس اور حاجب یاقوت کا اختلاف

[1] ابن مسکویہ اور ابن اثیر نے یہ واقعات بہت طویل لکھے ہیں۔ ان کا ضروری خلاصہ نقل کیا گیا ہے۔ دیکھو تجارب الامم ج ۱' ق آخر' ص ۱۸۹ تا ۱۹۵ اور ابن اثیر ج ۸' ص ۶۲ تا ۶۵۔

اس وقت تو مقتدر کو دوبارہ خلافت مل گئی' لیکن امیر مونس کی جاہ پسندی اور امرا اور ارکان سلطنت کی خود غرضی اور رشک و رقابت کی وجہ سے دو ہی سال کے بعد پھر اختلافات شروع ہو گئے۔ عباسی امرا میں دو پارٹیاں تھیں اور دونوں ایک دوسرے کا زور توڑنے کی فکر میں رہتی تھیں۔ امیر الامرا مونس اور عباسی وزیر سلیمان ایک پارٹی کے سرغنہ تھے اور حاجب دولت یاقوت اور اس کا لڑکا محمد شحنہ بغداد دوسری پارٹی کے۔ ۳۱۹ھ میں مقتدر نے احتساب کا عہدہ بھی محمد بن یاقوت کے متعلق کر دیا۔ اس سے اس کا درجہ بڑھ گیا۔ مونس پر گراں گزرا۔ اس نے کہا' احتساب کا عہدہ قاضی یا عدول سے متعلق ہونا چاہیے' ابن یاقوت اس کا اہل نہیں ہے۔ مقتدر بے بس تھا' اسے مونس کے کہنے پر عمل کرنا پڑا' لیکن اس پر بھی فتنہ نہ دبا اور فریقین اپنی اپنی جماعت لے کر نکل آئے اور مونس نے مقتدر کو مجبور کیا کہ وہ یاقوت اور محمد کو ان کے کل عہدوں سے الگ کر کے بغداد سے دور ہٹا دے۔ اسے بھی مقتدر کو ماننا پڑا اور اس نے یاقوت کو کرمان و فارس اور محمد کو سجستان اور دوسرے لڑکے مظفر کو اصفہان کا والی بنا کر بھیج دیا اور اس کی جگہ ابراہیم رائق کو حاجب اور اس کے بھائی محمد کو بغداد کا شحنہ مقرر کیا۔

مونس اور وزیر حسین بن قاسم میں اختلاف اور مونس کا فرار

مقتدر کے مصارف کی کثرت' حرم سلطانی کے اسراف اور محاصل کی قلت کی وجہ سے حکومت کا مالی نظام بالکل بگڑ گیا تھا۔ اس کی آمدنی مصارف کے لیے کافی نہ ہوتی تھی۔ تنخواہوں اور وظیفوں تک کی تقسیم میں دشواری پیش آتی تھی۔ اس لیے ۳۱۹ھ میں وزیر سلیمان بن وہب کو الگ کر کے اس کی جگہ ابوالقاسم کلواذانی کا تقرر ہوا' لیکن یہ بھی حکومت کا میزانیہ نہ سنبھال سکا' تو حسین بن قاسم کو منصب وزارت تفویض ہوا۔ مونس کو اطلاع ملی کہ حسین بن قاسم اس کے مخالف فوجی افسروں سے مل کر اس کے خلاف سازش کرتا ہے۔ اس لیے اس کے درپے ہو گیا اور حسین کو اس کے شر سے بچنے کے لیے دارالخلافہ میں پناہ لینی پڑی۔ اس سے مونس کا غصہ اور تیز ہو گیا اور اس نے مقتدر پر زور ڈال کر حسین کو الگ کر دیا۔

حسین عالی دماغ شخص تھا۔ وہ ہمت نہ ہارا اور مونس کے مقابلہ میں آ گیا اور مقتدر کو یقین دلایا کہ مونس اس کے لڑکے ابوالعباس کو شام لے جا کر خلیفہ بنانا چاہتا ہے اور مونس کے مخالف امرا محمد بن یاقوت اور ہارون بن غریب اور غلمان حجریہ کو اپنے ساتھ ملا کر مونس کے خلاف ایسی فضا پیدا کر دی کہ اسے بغداد چھوڑ کر موصل جانا پڑا۔ راستہ سے اس نے اپنے غلام بشری کے ہاتھ مقتدر کے پاس ایک

تحریر بھیجی اور تاکید کر دی کہ مقتدر کے علاوہ اور کسی کے ہاتھ میں نہ پڑنے پائے' لیکن حسین کو معلوم ہو گیا۔ اس نے زبردستی خط چھنوالیا اور غلام کو پٹوا کر قید کر دیا اور اس سے تین لاکھ اشرفی وصول کر کے اس کا گھر لٹوا دیا اور مونس اور جو امرا اس کے ساتھ گئے تھے' ان سب کی املاک اور جاگیریں ضبط کرا لیں۔ اس سے شاہی خزانہ میں بڑی دولت جمع ہو گئی۔ اس کارگزاری پر مقتدر نے حسین کو عماد الدولہ کے لقب سے نوازا اور سکوں پر اس کا نام نقش کرایا اور حسین نے ان تمام امرا کو جو مونس کے ساتھ تھے' حکم دیا کہ وہ بغداد لوٹ آئیں۔ اس حکم پر بہت سے امرا واپس آ گئے۔

موصل پر مونس کا قبضہ

مونس اس غلط فہمی میں تھا کہ حسب معمول مقتدر اسے منا کر بلا لے گا۔ جب اس کو یہ حالات معلوم ہوئے تو وہ مایوس ہو کر موصل چلا گیا۔ حسین نے آل حمدان کو خط لکھ بھیجا کہ وہ اس کو اپنے حدود میں نہ داخل ہونے دیں۔ انہیں مقتدر کے ساتھ ابوالہیجا اور حسین بن حمدان کی بدسلوکی کی تلافی کا ایک موقع ہاتھ آ گیا۔ اس لیے وہ تیس ہزار فوج لے کر مونس کے روکنے کے لیے بڑھے۔ اس نے کل آٹھ سو کی مختصر جماعت سے ان کو نہایت فاش شکست دی اور موصل پر قبضہ کر لیا۔

بغداد پر فوج کشی

خود بینی اور جاہ پسندی کے ساتھ مونس میں یہ ایک بڑی خوبی تھی کہ وہ بڑا فیاض اور محسن تھا۔ اپنے زمانہ عروج میں اس نے لوگوں کے ساتھ بڑے احسانات کیے تھے۔ اس لیے موصل پر اس کے قبضہ کی خبر سن کر بغداد' شام اور مصر تک کے آدمی اس کے پاس پہنچ گئے۔ بغداد کی وہ فوجیں بھی جنہیں عرصہ سے تنخواہ نہ ملی تھی' موصل چلی گئیں۔ مونس ان سب کو لے کر ۳۲۰ھ میں بغداد کی طرف بڑھا۔ مقتدر نے ابوالعلاء' سعید بن حمدان اور صافی بصری کو مونس کے روکنے کے لیے سر من رای اور محمد بن یاقوت کو معشوق روانہ کیا۔ اس دوران میں مونس تکریت پہنچ گیا اور محمد بن یاقوت کی سپاہ اس کا ساتھ چھوڑ کر بغداد بھاگ گئی۔ اس لیے اس کو بھی لوٹ جانا پڑا اور مونس بغداد پہنچ کر باب شماسیہ کے قریب ٹھہرا۔ اس کے آتے ہی بغداد میں بے چینی پیدا ہو گئی۔ عمال نے روپیہ بھیجنا بند کر دیا۔ مقتدر نے ہارون بن غریب کو مونس کے مقابلہ کا حکم دیا۔ اس نے عذر کیا کہ میری فوج میں زیادہ تر مونس ہی کے آدمی ہیں۔ کچھ دیلمی ہیں' جن پر مجھ کو مطلق اعتماد نہیں۔ وزیر دولت نے مجبور کر کے اس کو آمادہ کیا' لیکن سب سے بڑی دشواری یہ تھی کہ خزانہ بالکل خالی تھا اور فوج بغیر روپیہ کے لڑنے کیلئے آمادہ نہ

تھی۔اس لیے مقتدر نے جنگ کی تیاری کے لیے واسط چلے جانے کا ارادہ کیا۔محمد بن یاقوت نے روکا اور کہا کہ آپ خود مقابلہ کے لیے نکلیں۔آپ کو دیکھنے کے بعد مونس کی فوجیں کبھی آپ سے لڑنے کی جرأت نہ کریں گی اور اس کو چھوڑ کر آپ سے مل جائیں گی۔وزیر نے بھی اس مشورہ کی تائید کی۔

مقتدر اور مونس کا مقابلہ' مقتدر کی شکست اور قتل

اس لیے بادل ناخواستہ مقتدر کو آمادہ ہونا پڑا اور شوال ۳۲۰ھ میں وہ بڑے اہتمام سے مونس کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ردائے نبوی دوش پر تھی' جلو میں قراء وفقہا کلام مجید کی تلاوت کرتے جاتے تھے' چاروں طرف فوجیں تھیں' پیچھے افسران فوج اور عمال حکومت کی قطار تھی۔اس شان سے وہ رزم گاہ تک آیا۔میدان جنگ کے قریب اس کو ایک بلند مقام پر کھڑا کر دیا گیا۔مونس کی فوجیں پہلے سے تیار تھیں۔دونوں میں بڑی خونریز جنگ ہوئی۔مونس کی فوجوں کو متاثر کرنے کے لیے عباسی امرا نے تھوڑی دیر کے لیے مقتدر کو میدان جنگ میں لے جانا چاہا' لیکن اس پر اتنا خوف طاری تھا کہ اس کے لیے آمادہ نہ ہوتا تھا۔بڑے اصرار کے بعد آمادہ بھی ہوا تو اس وقت جبکہ اس کا وقت گزر چکا تھا۔

محمد بن یاقوت نے بڑی شجاعت کے ساتھ مونس کا مقابلہ کیا اور اس کے بہت سے افسروں کو گرفتار کر لیا' لیکن تنہا اس کی شجاعت کام نہ آ سکی اور مونس نے عباسی فوجوں کو پسپا کر دیا۔اس وقت مقتدر میدان جنگ میں دکھائی دیا' لیکن اب اس کا آنا لاحاصل تھا۔تاہم مونس کی فوج پر یہ اثر ہوا کہ اس کا ایک سردار علی بن بلیق مقتدر کو دیکھ کر فوراً اس کے پاس پہنچا اور زمین بوس ہو کر عرض کی کہ آپ کہاں جاتے ہیں' فوراً واپس جائیے۔جن لوگوں نے اس نازک وقت میں آپ کو نکلنے کا مشورہ دیا ہے' ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔مقتدر واپس جانا چاہتا تھا کہ مونس کی فوج کے آدمی پہنچ گئے اور تلواریں لے کر مقتدر پر ٹوٹ پڑے۔وہ ہر چند چلاتا رہا کہ میں خلیفہ ہوں' لیکن ان وحشیوں نے کوئی شنوائی نہ کی اور جواب دیا کہ ہاں ہم تم کو پہچانتے ہیں' تمہاری ہی تلاش تھی' تم ابلیس کے خلیفہ ہو اور زخمی کر کے زمین پر پٹک کر قتل کر دیا۔سر جدا کر کے لکڑی پر آویزاں کیا۔بدن کے کپڑے اتار کر عریاں لاش چھوڑ گئے۔کسی نے دفن کرنے کی بھی ہمت نہ کی۔ایک راہ گیر نے گڑھا کھود کر لاش زمین میں دبا دی اور ایک نااہل خلیفہ کا یہ عبرتناک انجام ہوا۔

مونس خود راشدیہ میں مقیم تھا۔یہیں لے جا کر اس کے سامنے مقتدر کا سر پیش کیا گیا۔اس نے دیکھ کر ظاہر داری سے اپنا سر پیٹ لیا اور کہا مفسدو! اس کا تم کو کس نے حکم دیا تھا' اگر تمہارا یہ عذر نہ ہوتا

کہ تم نے لاعلمی میں قتل کیا ہے تو اس کے بدلہ میں تم سب کو قتل کرا دیتا اور اسی وقت قصر خلافت پر پہرہ بٹھا دیا کہ کوئی شخص اس کو ہاتھ نہ لگانے پائے۔ قتل کے وقت مقتدر کی عمر ۳۸ سال تھی' مدت خلافت ۲۵ سال۔ [1]

مقتدر سے پہلے متوکل بھی قتل کیا گیا تھا' لیکن اس کی نوعیت مقتدر کے قتل سے جداگانہ تھی۔ متوکل کے قتل میں خود اس کا لڑکا منتصر شریک تھا۔ براہ راست ترکوں کی جسارت کی یہ پہلی مثال تھی۔ اس کا اثر بہت برا پڑا۔ خلفا کی عظمت بالکل جاتی رہی اور لوگوں میں ان کے مقابلہ میں اٹھنے کا حوصلہ بڑھ گیا۔

وزارت

مقتدر کے زمانہ میں نظام خلافت بالکل برہم ہو گیا تھا۔ آئے دن انقلابات بپا ہوتے رہتے تھے۔ بار بار وزارتیں بدلتی تھیں۔ ایک ایک سال میں دو دو وزرا کی نوبت آ جاتی تھی۔

مقتدر کی تخت نشینی کے وقت مکتفی کا وزیر عباس بن حسن منصب وزارت پر تھا۔ اس کے قتل کا واقعہ اوپر گزر چکا ہے۔ اس کے بعد مقتدر نے ابوالحسن علی بن محمد بن موسیٰ بن فرات کو وزیر بنایا۔ اس کا خاندان علاقہ دجیل کا تھا۔ برمکی خاندان کی طرح اس خاندان نے بھی عباسیوں کے زیر سایہ بڑی ترقی کی اور فضل و کمال' خلق و شرافت اور فیاضی میں بڑی ناموری حاصل کی۔ ابوالحسن بھی ان موروثی اوصاف کا حامل اور تدبیر و سیاست میں ممتاز تھا۔ یہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ اکثر ارکان سلطنت مقتدر کے خلاف تھے۔ ابوالحسن نے حسن تدبیر سے رفتہ رفتہ ان کی مخالفت ختم کر دی۔ اس کے حسن سیاست کا یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ مقتدر نے دوبارہ تخت خلافت پر بحال ہونے کے بعد جب ابن فرات کو وزیر بنایا اور اس کے سامنے عباسی امرا کی وہ تحریریں جو انہوں نے مقتدر کی معزولی کے سلسلہ میں لکھی تھیں' پیش کی گئیں تو اس نے انہیں بغیر پڑھے ہوئے جلوا دیا اور کہا اگر میں ان کو پڑھ لیتا تو دونوں کی نیتوں میں فتور آ جاتا۔ اس صورت میں اگر میں ان امرا کو سزا دیتا تو سلطنت کے بہت سے ارکان ضائع ہو جاتے اور اگر چھوڑ دیتا تو بھی ان کے دل صاف نہ ہوتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مقتدر کے مخالفین بھی اس کے موافق ہو گئے۔ ابن فرات مختلف اوقات میں تین مرتبہ وزیر ہوا اور معزول کیا گیا۔ [2] آخری مرتبہ قرامطہ کی حمایت کے الزام میں اہل بغداد کے مطالبہ پر قتل کیا گیا۔ [3]

ابن فرات کے بعد ابوعلی محمد بن عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان کو منصب وزارت ملا۔ یہ اس عہدہ

---

[1] یہ تمام واقعات طبری اور تجارب الامم سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔

[2] الفخری ص ۲۳۹' ۲۴۰۔ [3] ابن اثیر ج ۸ ص ۴۸۔

کے اوصاف سے بالکل معریٰ اور نہایت بدکردار اور راشی شخص تھا۔ عہدوں کی تجارت کرتا تھا۔ اس کی رشوت کا یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ ایک مرتبہ اس نے ایک دن میں انیس آدمیوں سے رشوت لے کر انہیں ایک ہی عہدہ پر مقرر کیا۔ جب یہ لوگ ایک دوسرے سے ملے تو یہ راز کھلا اور یہ فیصلہ ہوا کہ جس کا تقرر سب سے آخر میں ہوا ہو اس کو صحیح سمجھا جائے۔ باقی اٹھارہ آدمی اس کے پاس پہنچے۔ ابوعلی ان سب سے رشوت لے چکا تھا' اس لیے انہیں کسی نہ کسی کام میں لگانا پڑا۔ 1

اپنی نااہلی کی وجہ سے ۳۰۰ھ میں معزول کیا گیا اور اس کی جگہ علی بن عیسیٰ کا تقرر ہوا۔ یہ ذی علم اور بڑا دیندار وزیر تھا۔ عباسی تاریخ میں اس سے زیادہ متقی اور دیندار وزیر نہ گذرا تھا۔ حافظ قرآن تھا' حدیث میں بھی درک رکھتا تھا۔ حساب کا ماہر اور اہل علم کا قدردان تھا۔ صدقات و خیرات میں ہزاروں روپے صرف کرتا تھا۔ اس کی آمدنی اسی ہزار دینار سالانہ سے اوپر تھی۔ اس کا نصف حصہ اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال پر صرف کرتا تھا اور نصف فقراء و مساکین پر۔ حکومت کی جانب سے بھی اس نے کار خیر کے لیے اوقاف کیے اور "دیوان البر" کے نام سے ان کا ایک خاص شعبہ قائم کیا۔ رعایا کی دادرسی کے لیے روزانہ صبح سے عصر تک اجلاس کرتا تھا۔ امور مملکت میں بھی تجربہ کار تھا۔ اس لیے انتظامی حیثیت سے بھی اس کا دور وزارت کامیاب رہا۔ 2

لیکن ابن فرات کی جماعت نے علی بن عیسیٰ کی جگہ پھر ابن فرات کو لانے کے لیے علی کو اتنا ستایا کہ اس نے کئی مرتبہ استعفا پیش کیا' لیکن مقتدر منظور نہ کرتا تھا۔ 3 مگر خود مقتدر حرم سلطانی کے اثر میں تھا۔ خصوصاً اس کی ماں کی قہرمانہ ام موسیٰ حرم سے لے کر دربار تک حاوی تھی۔ وہ کسی بات پر علی سے برہم ہوگئی اور اس کی شکائتیں کر کے مقتدر اور اس کی ماں کو علی کے خلاف اتنا ورغلایا کہ اس نے ۳۰۴ھ میں اس کو معزول کر دیا۔ 4

ابن اثیر اور ابن مسکویہ کا بیان ہے کہ علی بن عیسیٰ کو معزولی کے بعد ابن فرات وزیر بنایا گیا' لیکن الفخری کا بیان ہے کہ حامد بن عباس وزیر ہوا۔ اس میں کوئی اہلیت نہ تھی۔ شکوہ و تجمل کا دلدادہ تھا۔ مزاج میں سختی اور غیظ وغضب غالب تھا۔ بڑی سنگدلی سے روپیہ وصول کرتا تھا۔ لیکن اس کی فیاضی نے ان عیوب پر پردہ ڈال دیا تھا' اس میں خود فرائض وزارت ادا کرنے کی اہلیت نہ تھی علی بن عیسیٰ اس کی نیابت کرتا تھا۔ اس لیے چند دنوں کے بعد الگ کر دیا گیا اور محمد بن عبیداللہ کا دوبارہ تقرر ہوا' لیکن چند ہی دنوں کے بعد اسے بھی علیحدہ کر دیا گیا اور ابوالعباس احمد بن عبیداللہ بن احمد بن خصیب کا تقرر

1 الفخری ص ۲۴۱۔ 2 تاریخ خطیب ج ۲' ص ۱۴' ۱۵' والفخری ص ۲۴۲۔
3 ابن اثیر ج ۸' ص ۳۱۔ 4 الفخری ص ۲۴۴۔

ہوا۔ اس کے بارہ میں مورخین کے بیانات بالکل متضاد ہیں۔ ابن طقطقی کا بیان ہے کہ وہ بڑا عاقل' متدین اور ذی علم تھا۔ اخبار عرب کا خاص ذوق رکھتا تھا۔ فصیح و بلیغ اور خطاط تھا۔ سلطنت اور رعایا دونوں کے مال میں محتاط تھا۔ مقتدر کی ماں اس سے منحرف ہوگئی تھی۔ اس لیے ۳۱۴ھ میں معزول کر دیا گیا تھا۔ (1) لیکن ابن مسکویہ اور ابن اثیر کا بیان ہے کہ وہ شرابی تھا۔ رات دن بدمست رہتا تھا۔ حکومت کا سارا کام اپنے نائبوں پر چھوڑ رکھتا تھا۔ مدتیں گزر جاتیں' کاغذات پر نظر نہ ڈالتا۔ اس سے نظام حکومت میں ابتری پیدا ہوگئی اور وہ معزول کر دیا گیا۔ (2)

ابن خصیب کے بعد ابوعلی محمد بن علی بن مقلہ وزیر ہوا۔ یہ بڑا افاضل ادیب اور اپنے عہد کا بڑا با کمال خطاط تھا۔ اس کے زمانہ میں اس فن میں کوئی اس کا مقابل نہ تھا۔ اس نے خط کوفی میں ترمیم کر کے ایک نیا خط ایجاد کیا اور اس کے حروف کے قواعد بنائے' جو مخفف کہلاتا تھا۔ یہی خط ترقی کر کے خط نسخ کہلانے لگا کہ اس کی خوبصورتی اور پاکیزگی نے گذشتہ خطوں کو منسوخ کر دیا تھا۔ حاجی مرزا عبدالحمید خان ایرانی مدیر چہرہ نے اپنی کتاب پیدائش خط و خطاطان میں ابن مقلہ کی خطاطی کے کمالات کی پوری تفصیل لکھی ہے۔ (3)

ابن مقلہ ابتدا میں کسی دفتر میں معمولی کلرک تھا' لیکن آدمی ہونہار تھا۔ ابن فرات کی وزارت کے زمانہ میں اس کے دامن سے وابستہ ہوگیا۔ ابن فرات کی قدر شناس نگاہ نے اس کو پیش کار بنا لیا۔ پیشکاری کے زمانہ میں ابن مقلہ نے بڑی دولت کمائی اور بڑی شہرت و ناموری حاصل کی۔ اسی وقت سے اس کی نگاہ وزارت کے لیے اٹھنے لگی اور اس کے حصول کے لیے اس نے لاکھوں روپے صرف کیے۔ بالآخر ۳۱۶ھ میں اس کی یہ آرزو پوری ہوئی' لیکن اسے کل دو سال وزارت کا موقع ملا۔ ۳۱۸ھ میں معزول کر کے فارس جلاوطن کر دیا گیا۔ قاہر اور راضی کے زمانہ میں پھر اس کے دن پھرے اور دونوں خلفا کے زمانہ میں اسے وزارت کا موقعہ ملا' لیکن اس کا انجام اچھا نہ ہوا۔ (4)

ابن مقلہ کے بعد ابوالقاسم سلیمان بن حسن مخلد وزیر ہوا۔ اس میں کوئی وصف نہ تھا۔ محض اتفاق وقت اور علی بن عیسیٰ کی سفارش سے اس کو یہ عہدہ مل گیا تھا۔ (5) اسی لیے وہ اس کو نہ سنبھال سکا اور اس کے زمانہ میں حکومت کی آمدنی بہت گھٹ گئی۔ اخراجات پورے نہ ہوتے تھے اور ہر طرف سے روپے کی مانگ تھی۔ یہ صورت حال دیکھ کر جن لوگوں کو محض اعزاز کے لیے وزارت کی تمنا تھی۔ انہوں نے اخراجات کی ذمہ داری لے کر وزارت کی خواہش کی' چنانچہ ابوالقاسم کے بجائے عبیداللہ بن محمد کلوازانی

---

(1) الفخری ص ۲۴۴۔ (2) ابن اثیر ج ۸' ص ۵۱۔
(3) تفصیل کے لیے دیکھو کتاب مذکور ص ۹۰ ما بعد۔ (4) الفخری ص ۲۴۴۔ (5) ابن خلکان جلد ۲' ص ۶۱۔

کو یہ منصب ملا' لیکن یہ بھی مالیات کو نہ سنبھال سکا اور دولت مندوں سے استحصال زر کرنا پڑا۔ روپیہ کی قلت کی وجہ سے فوج بھی اس سے بگڑ گئی۔ اس لیے وہ خود وزارت سے مستعفی ہو گیا۔ [1]

اس کے بعد حسین بن قاسم بن عبداللہ بن سلیمان وزیر مقرر ہوا' تو اس کے گھر میں چار پشتوں سے وزارت چلی آتی تھی' لیکن خود اس میں اس کی کوئی اہلیت نہ تھی اس لیے وہ بھی ناکام رہا اور ۳۱۹ھ میں معزول کیا گیا۔ اس کی مدت وزارت کل سات مہینے تھی۔ [2]

حسین بن قاسم کے بعد ابوالفضل جعفر بن فرات کو قلمدان وزارت سپرد ہوا۔ یہ بھی اپنے پیش روکی طرح اوصاف وزارت سے معریٰ تھا۔ اس کی وزارت کے زمانہ میں مقتدر کا وقت آخر ہو گیا۔

مقتدر نے اگرچہ ۲۵ سال کی طویل مدت تک حکومت کی' لیکن اس کا سارا زمانہ شورش و انقلاب میں گزرا۔ دو مرتبہ تخت سے اتارا گیا۔ دوسری مرتبہ جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑا۔

وہ عقل و دانش و تدبیر و سیاست سے عاری نہ تھا' لیکن عیش پرستی نے بالکل ناکارہ کر دیا تھا۔ [3] اس کو امور مملکت سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ہر وقت عورتوں کی صحبت اور نبیذ نوشی میں غرق رہتا تھا۔ [4] عورتیں اس پر حاوی ہو گئی تھیں۔ اس کی ماں اور اس کی قہرمانہ ام موسیٰ حکمرانی کرتی تھیں۔ ان کے سامنے وزرا تک کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ علی بن عیسیٰ جیسے وزیر کو ایک ادنیٰ قہرمانہ کے معزول کرا دینے کا واقعہ اوپر گزر چکا ہے۔

اس کی اس غفلت کی وجہ سے امرا اور ارکان سلطنت میں جاہ و اقتدار کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا۔ مونس کے مقابلہ میں اس کی بے بسی کے حالات اوپر گزر چکے ہیں۔

دوسری خرابی اس کا اسراف بے جا تھا۔ اس نے ظاہری طمطراق اتنا بڑھا دیا تھا کہ حکومت اس کے اخراجات کی متحمل نہ رہ گئی تھی۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ محل شاہی میں محض گیارہ ہزار خواجہ سرا تھے۔ [5]

لونڈیوں اور محلات شاہی پر بے دریغ روپیہ لٹاتا تھا۔ خزانہ کے تمام قیمتی جواہرات ان میں تقسیم کر دیئے تھے۔ اس کی تخت نشینی کے وقت خزانہ قیمتی جواہرات سے بھرا ہوا تھا۔ ان میں بعض جواہرات نادرۂ روزگار تھے۔ تین مثقال وزن کا ایک دریتیم لونڈی کو دے دیا۔ بیش قیمت جواہرات کی ایک نادر تسبیح قہرمانہ کو دے دی۔ ہارون رشید کا خریدا ہوا تین لاکھ اشرفی کا ایک یاقوت بھی اسی طرح ضائع کر دیا اور

---

[1] الفخری ص ۲۴۹' و ابن اثیر ج ۸' ص ۷۔ [2] الفخری ص ۲۴۷۔ [3] تاریخ خطیب ج ۷' ص ۲۱۸۔
[4] ابن اثیر ج ۸' ص ۷۶۔ [5] تاریخ الخلفاء ص ۳۹۴۔

تھوڑی مدت میں خزانہ جواہرات سے بالکل خالی ہو گیا۔ ❶

ایک ایک دربار کی شان وشوکت میں لاکھوں روپیہ صرف ہو جاتا تھا۔ ۳۰۵ھ میں روم کے سفرا کی باریابی کی تقریب میں ایک خاص دربار منعقد کیا تھا۔ اس کی شان وشوکت پر لاکھوں روپیہ صرف کیا۔ خطیب نے اس دربار کی پوری تفصیل لکھی ہے جس سے عباسی تمدن کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔

اس کی اس بے جا نمائش اور اسراف کی وجہ سے مصارف بہت بڑھ گئے تھے۔ حکومت کے مصارف کے علاوہ مقتدر نے اپنے تعیش میں جو دولت اڑائی' اس کا تخمینہ مؤرخین نے سات کروڑ اشرفی لگایا ہے۔ ❷ فضول خرچی نے خزانہ بالکل خالی کر دیا تھا۔ اکثر ملازموں کی تنخواہ کی تقسیم میں دشواری پیش آتی تھی۔ فوج کی کئی کئی مہینے کی تنخواہ چڑھ جاتی تھی۔ بعض مرتبہ تنخواہ کی تقسیم کے لیے شاہی سامان فروخت کرنے کی نوبت آ جاتی تھی۔

رفاہِ عام کے کام

مقتدر کی ماں بڑی دولت مند تھی۔ اس نے اپنی آمدنی سے بعض مفید کام کیے۔ سرحدوں کی حفاظت اور مکہ مدینہ اور غربا و مساکین کے لیے بہت بڑا وقف کیا تھا جس پر مقتدر کے بعد قاہر نے زبردستی قبضہ کر لیا۔ ❸ اس نے اپنے ذاتی صرف سے ایک شفاخانہ بھی قائم کیا تھا۔ ❹

---

❶ تاریخ الخلفاء ص ۳۹۴' والفخری ص ۲۳۴۔ ❷ ابن اثیر ج ۸' ص ۷۶۔
❸ ابن اثیر ج ۸' ص ۷۷۔ ❹ تاریخ الخلفاء ص ۳۹۰۔

محمد بن معتضد الملقب بہ قاہر باللہ

(۳۲۱ھ تا ۳۲۲ھ مطابق ۹۳۳ء تا ۹۳۴ء)

مقتدر کے بعد قاہر باللہ تخت نشین ہوا۔ مقتدر کے قتل کے بعد جب انتخاب خلیفہ کا مسئلہ پیش ہوا تو مونس نے اس کے قتل کی تلافی کے لیے اس کے لڑکے احمد کا نام پیش کیا اور کہا وہ میری تربیت میں رہ چکا ہے۔ عاقل و فرزانہ' پابند مذہب' شریف الطبع' فیاض اور وعدہ کا پابند ہے۔ اس سے اس کی بھی توقع ہے کہ اپنی دادی' بھائیوں اور باپ کے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے گا' لیکن امیر ابو یعقوب اسحاق بن اسماعیل نوبختی نے اس سے اختلاف کیا اور کہا ہم کو بڑی دشواری کے بعد ایسے خلیفہ سے نجات ملی ہے جو اپنی ماں' خادمہ اور خدام کے اشاروں پر چلتا ہو۔ اب دوبارہ ہم اس مشکل میں نہ پڑیں گے۔ خلیفہ ایسے شخص کو ہونا چاہیے جو مردانہ اوصاف رکھتا ہو اور اپنی ذات اور ہم سب کو سنبھال سکے۔ نوبختی اس اختلاف پر اس سختی سے قائم رہا کہ مونس کو اپنی تجویز واپس لینا پڑی۔ نوبختی نے اپنی جانب سے معتضد کے لڑکے محمد کا نام پیش کیا اسے مونس ناپسند کرتا تھا' لیکن نوبختی کے اصرار کی وجہ سے مجبوراً اسے ماننا پڑا اور آخر شوال ۳۲۱ھ میں محمد ابن معتضد تخت نشین ہوا اور قاہر باللہ لقب اختیار کیا۔

قاہر بڑا بہادر اور بڑے سطوت و جبروت کا خلیفہ تھا۔ اس نے امرا کی سرکشی کو دور کرنے اور خلافت کے وقار کو قائم کرنے کی پوری کوشش کی' لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔

تخت نشینی کے بعد قاہر نے مقتدر کی ماں کو گرفتار کر کے' جس کی دولت مندی کے بڑے افسانے مشہور تھے' اس پر سختی شروع کی۔ اس نے انکار کیا اور کہا اگر میرے پاس دولت ہوتی تو میں روپے کے لیے اپنے لڑکے کی جان کیوں گنواتی۔ اس کے انکار پر قاہر نے کوشش کی کہ وہ اوقاف ہی سے دست بردار ہو جائے اور قاہر کو ان کے بیچنے کا اختیار دے دے' لیکن اس نے اس سے بھی انکار کیا اور کہا میں نے ان کو کار خیر کے لیے وقف کیا ہے۔ اب نہ اس کو توڑ سکتی ہوں اور نہ ان کے فروخت کرنے کا اختیار دے سکتی ہوں۔ آخر میں قاہر نے قضاۃ کے سامنے اس سے زبردستی دستبرداری لکھوا کر ان کو گواہ بنایا اور اوقاف کو فوج کے اخراجات کے بدلہ میں دے دیا۔ اوقاف پر قبضہ کے بعد قاہر نے مقتدر کے بھائیوں اور اس کے دوسرے متعلقین کو گرفتار کیا اور ان سے روپیہ حاصل کر کے انہیں حسن بن ہارون کے سپرد کر دیا۔ اس نے ان کے ساتھ شریفانہ سلوک کیا۔ [1] ابن خلدون کا بیان ہے کہ ابن مقلہ اور امیر بریدی وغیرہ کی دولت پر بھی قبضہ کر لیا۔

[1] ابن اثیر ج ۸' ص ۷۷۔

عبدالواحد بن مقتدر کی اطاعت

مقتدر کے قتل کے بعد اس کا لڑکا عبدالواحد اور اس کے بہت سے متعلقین مدائن بھاگ گئے تھے۔ ان کی جانب سے قاہر کو مخالفت کا خطرہ تھا۔ ان میں سے امیر ہارون بن غریب نے تین لاکھ نذر پیش کر کے جان بخشی کرالی۔ اس لیے قاہر نے اس کی جائیداد جو اس کے فرار کے بعد ضبط کر لی گئی تھی' واپس کر دی اور اس کو ماء الکوفہ' ماسبندان اور مہر جانقذف کا حاکم بنا دیا۔ ہارون کی علیحدگی کے بعد عبدالواحد اور اس کے ساتھ کے امرائے سوس اور اہواز کے عمال کو ہٹا کر یہاں کا خراج وصول کر لیا اور اہواز میں مقیم ہو گئے۔ امیر عبداللہ بریدی نے مونس کو توجہ دلائی کہ عبدالواحد کو اس طرح آزاد چھوڑ دینا مناسب نہیں ہے اور اس کے مقابلہ کے لیے اس شرط پر پچاس ہزار پیش کیے کہ اسے اہواز کا والی بنا دیا جائے۔ مونس نے منظور کر لیا اور امیر بلیق کو عبدالواحد کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ ادھر اہواز میں عبدالواحد کے ساتھ جو فوج تھی وہ محمد بن یاقوت کے ناپسندیدہ طرز عمل کی وجہ سے بددل ہو رہی تھی۔ اس لیے جب بلیق واسط کے قریب پہنچا تو عبدالواحد کی فوج نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور اس کے بعض فوجی افسر امیر بلیق سے مل گئے۔ اس لیے امیر عبدالواحد اور اس کے ہمراہیوں نے بھی مجبور ہو کر مونس سے جان بخشی کرا کے اطاعت قبول کر لی اور بغداد لوٹ آئے۔ مقتدر نے عبدالواحد کی ضبط شدہ جائداد اور اس کی ماں کا کل روپیہ واپس کر دیا۔ [1]

مونس اور قاہر میں اختلاف اور مونس اور اس کی جماعت کا قتل

امیر مونس شروع سے قاہر کو ناپسند کرتا تھا اور اس کو خلیفہ بنانے کے خلاف تھا۔ قاہر کو بھی مونس پر اعتماد نہ تھا۔ اس لیے امیر محمد بن یاقوت کے بغداد واپس آنے کے بعد قاہر نے اس کو بڑھانا شروع کیا۔ اس کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہ کرتا تھا۔ ابن یاقوت اور وزیر ابن مقلہ میں پرانی مخالفت تھی۔ اس لیے دربار میں ابن یاقوت کا عروج و اقتدار ابن مقلہ پر بہت گراں گزرا اور اس نے اس کا زور توڑنے کے لیے مونس کو بھڑکایا کہ ابن یاقوت عیسیٰ طبیب کے ذریعہ تمہارے خلاف قاہر سے سازباز کر رہا ہے۔ اس کو قاہر کے ساتھ بدگمانی تھی ہی' اس لیے یقین ہو گیا اور قاہر کی نقل و حرکت کی خفیہ نگرانی شروع کرا دی۔ اس کی اطلاع کے بغیر کوئی شخص اور کوئی چیز قصر سلطانی میں نہ جانے پاتی تھی۔ محل میں آنے جانے والی عورتوں اور کھانے کے خوانوں تک کی تلاشی لی جاتی تھی کہ اس کے

---

[1] ابن اثیر ج ۸' ص ۷۷۔

ذریعہ سے کوئی تحریر باہر سے اندر نہ جانے پائے۔ 1

قاہر کو اس کی خبر ہو گئی۔ اس نے بلیق اور مونس کی گرفتاری کا خفیہ حکم دے دیا۔ ان کو اس کی اطلاع ہوئی تو مونس، بلیق اور ابن مقلہ تینوں نے مل کر قاہر کو معزول کر کے مکتفی باللہ کے لڑکے ابواحمد کو خلیفہ بنانے کی تدبیر شروع کر دی۔ قاہر کو اس کی بھی خبر ہو گئی۔ اس نے ان تینوں کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیا۔ اس دوران میں بلیق کا لڑکا قرامطہ کے خوف کے بہانہ سے تھوڑی سی فوج لے کر قصر خلافت پہنچ گیا۔ یہاں پہلے ہی اس کی گرفتاری کا سامان ہو چکا تھا۔ اس لیے اپنا ارادہ پورا نہ کر سکا اور قصر خلافت میں داخل ہوتے ہی گرفتار کر لیا گیا۔ بلیق کو اس کی گرفتاری کی خبر ہوئی تو وہ افتاں وخیزاں پہنچا۔ یہ بھی گرفتار کر لیا گیا۔ ان کی گرفتاری کے بعد قاہر نے مونس کو بلا بھیجا۔ اس نے آنے سے انکار کیا۔ قاہر نے اس کو یقین دلایا کہ وہ کسی بری نیت سے نہیں بلاتا ہے۔ علی اور بلیق کو اس لیے گرفتار کیا گیا ہے کہ ان کے متعلق معلوم ہوا تھا کہ وہ اس کو معزول کرنا چاہتے ہیں اگر یہ خبر غلط ہوگی تو انہیں رہا کر دیا جائے گا۔ مونس دھوکہ میں آ گیا اور علی اور بلیق کی صفائی دینے کے لیے قصر خلافت چلا گیا اور پہنچتے ہی گرفتار کر لیا گیا۔ اس سازش میں وزیر ابن مقلہ بھی شریک تھا۔ اس لیے مونس کی گرفتاری کے بعد قاہر نے اس کو وزارت سے الگ کر کے ابوجعفر محمد بن قاسم کو وزیر بنایا اور امیر ابواحمد بن مکتفی کو جسے یہ لوگ خلیفہ بنانا چاہتے تھے، گرفتار کر کے دیوار میں چنوا دیا۔

مونس بڑے درجے کا امیر تھا۔ فوج کے ایک حصہ پر اس کا بڑا اثر تھا۔ اس لیے اس کی گرفتاری سے فوج میں برہمی پیدا ہو گئی۔ اس نے اس کی رہائی کا مطالبہ کیا، مگر قاہر نے کوئی توجہ نہ کی اور علی، بلیق اور مونس تینوں کے سر قلم کروا دیے۔ اس طرح عارضی طور سے قاہر کے دشمنوں کا خاتمہ ہو گیا۔

دیلمی حکومت کا قیام

قاہر کے عہد کا ایک اہم واقعہ فارس میں بنی بویہ یا دیلمی حکومت کا قیام ہے، جو آگے چل کر خلافت بغداد کی متولی بنی۔ اس خاندان کا مورث اعلیٰ ابوشجاع بویہ بن فنا خسرو سلاطین فارس کی اولاد سے تھا۔ ابن ماکولا اس کو بہرام جور کی اولاد سے بتاتا ہے اور ابن مسکویہ نے فارس کے آخری تاجدار یزدگرد کی نسل سے قرار دیا ہے۔ ابن ماکولا امام الانساب ہے، اس لیے اس کی رائے قابل ترجیح ہے۔

یہ خاندان گو سلاطین ایران کی اولاد سے تھا، لیکن حکومت وسلطنت کا مدتوں سے خاتمہ ہو چکا تھا اور اس کے افراد زیادہ تر غربت وافلاس میں مبتلا تھے۔ بویہ ماہی گیری کے ذریعہ بسر اوقات کرتا تھا،

1 طبری اور ابن اثیر وغیرہ میں ان واقعات کی بڑی طویل تفصیل ہے۔ ہم نے اس کا خلاصہ لکھا ہے۔

لیکن اس کے لڑکے علی، حسن اور احمد بیدار بخت تھے۔ انہوں نے اپنی کوششوں سے حکومت حاصل کی۔ بعد میں یہی تینوں عماد الدولہ، رکن الدولہ اور معز الدولہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ [1]

ان کی ابتدائی تاریخ یہ ہے کہ سامانیہ اور ماوراء النہر اور علویہ طبرستان کی فوج میں بہت سے دیلمی تھے۔ ان میں سامانی فوج کا افسر اسفار بن شیرویہ دیلمی اور علوی فوج کا افسر ماکان بن کاکی دیلمی بہت ممتاز تھے۔ علی، حسن اور احمد تینوں بھائی بھی معمولی سپاہی کی حیثیت سے ماکان کے ساتھ آئے تھے۔ اسفار بن شیرویہ نے جب خود طاقت حاصل کر لی تو سامانیوں کو چھوڑ کر علویوں کے ساتھ ہو گیا، پھر ابوعلی اطروش علوی کے بعد ان کی حکومت پر قبضہ کر لیا، لیکن ماکان دیلمی نے اسے طبرستان سے نکال دیا اور وہ جرجان چلا گیا۔ اس وقت امیر سعید نصر بن احمد سامانی نے اسے جرجان کا حاکم بنا دیا، لیکن یہ آدمی حوصلہ مند تھا اور اس کے دماغ میں اپنی حکومت کا سودا تھا۔ اس لیے چند دنوں کے بعد ایک دیلمی افسر مرداویج ابن وشمگیر کی مدد سے دوبارہ طبرستان پر قبضہ کر کے پھر سامانیہ کے خلاف ہو گیا اور اپنی قوت کے گھمنڈ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ بدسلوکی کی اور رعایا پر مظالم شروع کر دیئے۔ اس لیے وہ سب اس کے خلاف ہو گئے۔ اس کا وزیر مطرف بن محمد اور مرداویج وغیرہ بھی اس کے دشمن ہو گئے اور اس کو طبرستان سے نکال دینے کا ارادہ کیا۔ اس نے جب دیکھا کہ سارا ملک اس کے خلاف ہے تو وہ خراسان بھاگ گیا۔ علی، حسن اور احمد تینوں بھائی اس کے ساتھ تھے اور اپنے کارناموں سے نام پیدا کر چکے تھے۔ انہوں نے اس سے کہا کہ اس وقت تمہاری حالت خود زبوں ہے۔ ہمارے اخراجات اور زیادہ بار ہوں گے۔ اس لیے بہتر ہے کہ اس وقت ہم لوگ چلے جائیں۔ جب تمہاری حالت درست ہو جائے گی تو پھر واپس آ جائیں گے۔ ماکان نے ان کو اجازت دے دی اور یہ تینوں بھائی اس کو چھوڑ کر مرداویج کے پاس چلے گئے۔ ان کے کارناموں کا کافی شہرہ ہو چکا تھا۔ اس لیے مرداویج نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور ان کی مدد سے ماکان کا خاتمہ کر کے اس کے مقبوضات طبرستان اور جرجان وغیرہ پر قبضہ کر لیا اور علی کو کرج اور اس کے دوسرے بھائیوں کو مختلف مقامات کا حاکم بنا دیا۔ [2]

علی تینوں بھائیوں میں عقل و فرزانگی اور شجاعت و شہامت میں ممتاز تھا۔ اپنے طرز عمل سے اس

---

[1] بنی بویہ کا زمانہ گو ۱۲۵، ۱۲۶ سال سے زیادہ نہیں، لیکن ان کے کارناموں اور عظمت و شان کے لحاظ سے تاریخ اسلام میں اس خاندان کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس حکومت کا بانی عماد الدولہ تین بھائی تھے۔ عماد الدولہ، رکن الدولہ اور معز الدولہ اور تینوں نے ایران و عراق میں علیحدہ علیحدہ حکومتیں قائم کیں۔ عماد الدولہ کے سلسلہ میں عضد الدولہ، صمصام الدولہ، شرف الدولہ، بہاؤ الدولہ، سلطان الدولہ، جلال الدولہ اور ملک الرحیم فرمانروا ہوئے۔ رکن الدولہ کے سلسلے میں فخر الدولہ، مجد الدولہ، علاء الدولہ، ظہیر الدولہ اور معز الدولہ کے سلسلہ میں صرف عز الدولہ ہوا۔ یہ حکومت ۳۲۲ھ میں قائم ہوئی اور ۳۶۸ھ میں سلجوقیوں نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ [2] ابن اثیر ج ۸، ص ۸۴۔

نے رعایا کو اپنا گرویدہ بنالیا۔اس کے احسان اور حسن سلوک سے مرداویج کے بہت سے افسر اس کے ہوا خواہ ہو گئے۔اس کے حسن قبول سے مرداویج بہت گھبرایا اور علی اور اس کے ساتھیوں کو اپنے پاس سے علیحدہ کرنے پر اس کو بڑی ندامت ہوئی۔اس نے انہیں واپس بلانا چاہا۔علی نے بہانہ کر دیا اور دوسرے افسروں کو بھی مرداویج کی سخت گیری اور اس کی فریب کاری کا یقین دلا کر روک دیا۔اس سے دونوں میں اندرونی مخالفت شروع ہو گئی۔اتفاق سے اسی زمانہ میں ایک دیلمی افسر شیرزاد اپنی مختصر جماعت کے ساتھ علی کے ساتھ ہو گیا۔اس سے اس کو بڑی تقویت حاصل ہو گئی اور اسے قسمت آزمائی کا حوصلہ پیدا ہوا' چنانچہ وہ کرج سے اصفہان پہنچا۔اس زمانہ میں خلیفہ قاہر کی جانب سے امیر مظفر بن یاقوت یہاں کا حاکم اور ابو علی بن رستم حاکم خراج تھا۔اصفہان کے قریب پہنچ کر علی نے ابن یاقوت کو لکھا کہ میں خلیفہ کا مطیع بن کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ابن یاقوت نے اس تحریر پر کوئی توجہ نہ دی اور علی کے مقابلہ کے لیے نکلا۔اس کی فوج میں دیلمیوں کی کافی تعداد تھی۔علی دیلمی تھا۔اس کی فیاضی اور شرافت کے افسانے مشہور ہو چکے تھے۔اس لیے چھ سو دیلمی ابن یاقوت کا ساتھ چھوڑ کر علی سے مل گئے اور ابن یاقوت نے پہلے ہی مقابلہ میں شکست کھائی اور اصفہان پر علی کا قبضہ ہو گیا۔ابن یاقوت کی شکست سے علی کی بہادری کا شہرہ دور دور پھیل گیا اور ہر طرف اس کی دھاک بیٹھ گئی۔ [1]

علی اور مرداویج میں مخالفت شروع ہو چکی تھی۔اس لیے اصفہان پر علی کے قبضہ کے بعد مرداویج کو اس کی جانب سے بڑے خطرات پیدا ہو گئے' لیکن اب علی اس کے قابو سے باہر ہو چکا تھا۔اس لیے مرداویج نے اس کو دھوکے سے زیر کرنے کی کوشش کی اور ایک طرف اس کو یہ لکھ کر مطمئن کرنا چاہا کہ اگر تم میری اطاعت قبول کر لو تو حکومت کی توسیع میں تمہاری مدد کروں گا اور دوسری طرف اس پر حملہ کے لیے ایک زبردست فوج تیار کی۔علی کو اس فریب کا علم ہو گیا۔اس وقت تک اس میں مرداویج کے مقابلہ کی قوت پیدا نہ ہوئی تھی۔اس لیے اصفہان چھوڑ کر ارجان چلا گیا۔یہاں کے حاکم نے اسے دیکھ کر ارجان خالی کر دیا اور علی نے اس پر قبضہ کر لیا۔یہاں اس کو بڑی دولت ہاتھ آئی۔اس سے اس کو بڑی تقویت حاصل ہو گئی۔

شیراز کا حاکم یاقوت بڑا ظالم اور اسی کے ساتھ کمزور بھی تھا اور شیراز کے باشندے اس کے مظالم سے نالاں تھے' چنانچہ یہاں کے ایک ممتاز شخص زید بن علی نوبند جانی نے علی کو یہاں کے حالات لکھ کر اسے شیراز پر حملہ کی دعوت دی' لیکن اس کی ہمت نہ ہوئی۔اس درمیان میں مرداویج نے علی کے خلاف یاقوت سے صلح کی کوشش کی۔نوبند جانی نے علی کو لکھ بھیجا کہ اگر یہ صلح مکمل ہو گئی تو پھر دونوں کا

---

[1] تجارب الامم ص ۲۷۷ تا ۲۸۹ ملخصاً۔

مقابلہ تمہارے بس سے باہر ہوگا۔ یہ صورت حال دیکھ کر علی کو تیار ہونا پڑا اور ۳۲۱ھ میں وہ اپنے بھائی حسن کے ہمراہ نوبند جان پہنچا۔ فریقین میں مقابلہ ہوا۔ حسن نے ابن یاقوت کو فاش شکست دے کر نوبند جان پر قبضہ کرلیا۔

علی کی بڑھتی ہوئی قوت دیکھ کر یاقوت اور مرداویج اس کے مقابلہ میں متحد ہو گئے۔ دو متحد قوتوں کا مقابلہ علی کے بس میں نہ تھا۔ اس لیے اس نے نوبند جان چھوڑ دیا۔ یاقوت نے اس کا تعاقب کیا۔ کرمان کے راستہ میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ علی کی فوج کا ایک حصہ مرداویج سے مل گیا۔ علی کی خوش قسمتی سے مرداویج نے یہ غلطی کی کہ الٹے ان کے سر قلم کرادیے۔ اس کا نتیجہ علی کے حق میں بہت اچھا نکلا اور اس کی باقی فوج نے پوری قوت سے مرداویج کا مقابلہ کر کے اس کو بڑی فاش شکست دی۔ علی نے قیدیوں کے ساتھ بہت شریفانہ سلوک کیا۔ انہیں اختیار دے دیا کہ اگر وہ چاہیں تو مرداویج کے پاس جا سکتے ہیں' لیکن اس حسن سلوک سے انہوں نے علی ہی کے پاس رہنا پسند کیا۔ علی نے شیراز جا کر جان و مال کی امان کی عام منادی کرادی اور اپنے آدمیوں کو ظلم و زیادتی سے روکنے کے لیے خاص اہتمام کیا۔ اس کا یہاں کے باشندوں پر بہت اچھا اثر پڑا۔ [1]

شیراز پر قبضہ کے بعد فوج نے علی سے روپیہ کا مطالبہ کیا۔ اس کے ہاتھ بالکل خالی تھے۔ اس لیے وہ بہت متردد ہوا۔ ایک روز وہ دارالامارت میں بیٹھا ہوا اسی فکر و تردد میں تھا کہ ایک سانپ چھت سے نکل کر ایک سوراخ میں گھس گیا۔ علی نے فراشوں کو سوراخ کھودنے کا حکم دیا۔ اسے کھودا گیا تو ایک کھڑکی پر نظر پڑی۔ اس میں سے پانچ لاکھ اشرفی کی قیمت کا سامان نکلا۔ اس غیبی امداد سے علی کا بگڑا ہوا کام بن گیا۔ اسی طرح ایک اور اتفاقی دولت ہاتھ آ گئی اور اس کو روپیہ کی جانب سے پورا اطمینان ہوگیا۔ [2]

وزارت

قاہر کا زمانہ بہت مختصر تھا' لیکن اس مختصر زمانہ میں بھی دو وزارتیں بدلیں۔ پہلا وزیر ابن مقلہ تھا۔ اس کے حالات مقتدر کے زمانہ میں لکھے جا چکے ہیں۔ دوسرا وزیر محمد بن قاسم ابن عبیداللہ تھا۔ اس کی وزارت زیادہ دیر تک قائم نہ رہی اور معزول کر کے گرفتار کیا گیا اور چند ہی دنوں میں مر گیا۔

قاہر باللہ کی معزولی

قاہر بڑا جری' سخت گیر اور دبدبہ و شکوہ کا خلیفہ تھا۔ اس نے اپنے ڈیڑھ سالہ عہد حکومت میں ان سرکش اور خیرہ سر امرا کا زور توڑنے کی پوری کوشش کی' جو خلفا پر حکومت کرنے کے خوگر ہو گئے تھے

[1] ابن اثیر ج ۸' ص ۸۴ ۸۵ ملخصاً۔ [2] ابن خلکان ج ۱' ص ۳۶۴۔

چنانچہ مونس' بلیق اور علی بن یاقوت کو ایک ایک کر کے ختم کر دیا۔ اس سے یہ فائدہ تو ضرور ہوا کہ دلوں پر اس کی ہیبت بیٹھ گئی' لیکن جن پر اس کو قابو نہ حاصل ہو سکا وہ اس کے درپے ہو گئے' چنانچہ اس کے پہلے وزیر ابن مقلہ نے جو معزولی کے بعد سے روپوش تھا' اس کے خلاف سازش کا دام بچھا دیا۔ ساجیہ اور حجریہ کو یہ کہہ کے بھڑکایا کہ قاہر بڑا بے اعتبار ہے۔ اس نے مونس' علی اور بلیق کو دھوکے سے قتل کرا دیا۔ اپنے ہوا خواہ طریف تک کو قید میں ڈلوا دیا۔ ایک نہ ایک دن تم پر بھی ہاتھ صاف کرے گا۔ ساجیہ کے سپہ سالار سیما ترکی کے معبر خواب اور منجم کو رشوت دے کر آمادہ کیا کہ وہ خواب کی تعبیر اور زائچہ میں سیما کو قاہر کے عتاب اور اس کے قتل کا خوف دلائیں۔ اس تدبیر سے وہم پرست سیما قاہر سے بدگمان ہو گیا۔ اتفاق سے اسی درمیان میں قاہر نے چند تہہ خانے بنوائے۔ ابن مقلہ نے ترکی افسروں کو یقین دلایا کہ یہ تہہ خانے ان کو قید کرنے کے لیے بنوائے گئے ہیں۔ اس تدبیر سے فوج اور ترکی افسر دونوں قاہر کے خلاف ہو گئے اور سیما نے حجریہ کو بھی اپنا ہم خیال بنا کر قاہر کے خلاف تدبیریں شروع کر دیں۔

وزیر دولت کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے پوچھا بلا وجہ یہ تیاریاں کیوں ہو رہی ہیں۔ ان لوگوں نے صاف صاف ظاہر کر دیا کہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ قاہر سیما کو گرفتار کرنا چاہتا ہے اور ہمارے افسروں کو قید کرنے کے لیے اس نے تہ خانے بنوائے ہیں اور پھر جمادی الثانی ۳۲۲ھ میں دونوں فوجوں نے مل کر قصر خلافت پر حملہ کر دیا۔ وزیر نے فوراً قاہر کو اطلاع کرائی۔ وہ اس وقت مخمور ہو رہا تھا۔ اس لیے باغی فوجیں قصر خلافت میں گھس گئیں۔ ان کا شور سن کر قاہر کو ہوش آیا۔ اس نے محل سے باہر نکل جانا چاہا لیکن پھاٹک پر فوج متعین تھی۔ اس لیے نہ نکل سکا۔ ایک حمام کی چھت پر چڑھ گیا۔ ایک فوجی اس کی خواب گاہ میں داخل ہوا' لیکن وہ خالی تھی۔ ایک ملازم کے ذریعے پتہ چل گیا' چنانچہ یہ لوگ حمام کی چھت پر چڑھ گئے۔ قاہر ننگی تلوار لیے کھڑا تھا۔ اس لیے کسی کو آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی اور انہوں نے دھوکہ دینا چاہا کہ ہم حضور کے غلام ہیں' صرف اپنی حفاظت کا پیمان لینے کے لیے آئے ہیں' لیکن قاہر فریب میں نہ آیا اور ڈانٹ کر کہا' جس نے پاس آنے کا ارادہ کیا اس کا سر قلم کر دوں گا۔ ایک شخص نے تیر کمان میں جوڑ کر دھمکایا کہ اگر تم نے ذرا اپنے کو حوالہ کرنے میں دیر کی تو یہ تیر سینہ میں پیوست ہو جائے گا۔ اس دھمکی پر قاہر مجبور ہو کر نیچے اتر آیا اور باغی اسے پکڑ کر طریف کے قید خانہ میں لے گئے اور اسے نکال کر قاہر کو قید کر کے اس کی دونوں آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر دیں اور خیرہ سر ترکوں کے ہاتھوں یہ باجبروت خلیفہ اس عبرتناک انجام کو پہنچا۔ [1] مدت خلافت کل ڈیڑھ سال تھی۔

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۸۹'۱۸۔

اوصاف

جیسا کہ اوپر کے واقعات سے ظاہر ہے' قاہر بڑا بہادر اور دبدبہ وشکوہ کا خلیفہ تھا' لیکن مزاج میں تلون تھا۔ کسی ایک حال پر قرار نہ رہتا تھا اس لیے کامیاب نہ ہوا۔ مسعودی کا بیان ہے کہ قاہر کے تلون اور غیر مستقل مزاجی کی وجہ سے اس کی سیرت کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ وہ جری' بہادر اور سخت گیر تھا۔ چند دنوں کے اندر اس نے مونس' بلیق اور علی جیسے عمائد سلطنت کا خاتمہ کر دیا اور لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت بیٹھ گئی۔ اس کی سخت گیری نے خلفا کے مقابلہ میں امرا کی گستاخانہ جسارت ختم کر دی' مگر چونکہ اس کے کسی کام میں ثبات واستقلال نہ تھا اور وہ لوگوں کو دھمکاتا زیادہ تھا' اس لیے انجام اچھا نہ ہوا۔ [1]

جو تلون اور تضاد اس کی سیاست میں تھا' یہی اس کی پوری زندگی میں تھا' چنانچہ ایک طرف تو اس نے بہت سی مذہبی اصلاحات کیں۔ ناچنے گانے والی عورتوں کا پیشہ اور شراب نوشی کو قانوناً بند کر دیا۔ گویوں کو قید اور ہیجڑوں کو جلاوطن کر دیا۔ موسیقی اور لہو ولعب کے تمام آلات ضائع کرا دیے۔ گانے والی لونڈیوں کو فروخت کر ڈالا' لیکن خود ہر وقت شراب کے نشہ میں مخمور رہتا تھا۔ [2] اس کی شبستان عیش میں ساقی گری کے لیے ایک قد وقامت کی حسین وجمیل لونڈیوں کا پورا پرا تھا' جو زرق برق مردانہ لباس میں ملبوس رہتی تھیں۔ [3] عیش پرستی کے لیے اس نے ایک باغ لگوایا تھا اور اس میں ایک عالی شان محل تعمیر کرایا تھا۔ باغ کی زینت اور محل کی آرائش کے لیے مختلف ملکوں سے درخت اور سامان آرائش منگوائے تھے۔ [4]

[1] مروج الذہب مسعودی ج ۶' ص ۲۸۷' ۲۸۸۔ [2] تاریخ الخلفا ص ۳۹۶۔
[3] مسعودی ج ۶' ص ۳۰۰۔ [4] تاریخ الخلفا ص ۳۹۹۔

ابوالعباس احمد بن مقتدر الملقب بہ راضی باللہ

(۳۲۲ھ تا ۳۲۹ھ مطابق ۹۳۴ء تا ۹۴۰ء)

قاہر کے بعد مقتدر کا لڑکا احمد الملقب بہ راضی باللہ خلیفہ ہوا۔ قاہر نے اپنے زمانہ میں مقتدر کے لڑکوں کو قید کر دیا تھا' چنانچہ راضی بھی قید میں تھا۔ قاہر کی معزولی کے بعد امرا نے اس کو نکال کر بالاتفاق خلیفہ بنایا اور جمادی الثانی ۳۲۲ھ میں وہ تخت نشین ہوا۔

تخت نشینی کے بعد اس نے علی بن عیسیٰ کو وزیر بنانا چاہا' لیکن اس نے ضعف پیری کا عذر کر کے ابن مقلہ کا نام پیش کیا۔ وہ اب تک روپوش تھا۔ راضی نے اسے طلب کر کے قلمدان وزارت سپرد کیا۔ اس نئے دور وزارت میں اس نے اپنی روش بالکل بدل دی۔ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کا طریقہ اختیار کیا۔ قاہر کے زمانہ میں جن لوگوں نے اس کی مخالفت میں حصہ لیا تھا یا جن سے اس کو کوئی تکلیف پہنچی تھی ان کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آیا۔ قاہر کے دور کے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔ راضی نے امیر بدر الحسنی کو بغداد کی شحنگی اور محمد بن یاقوت کو حجابت کے عہدہ پر سرفراز کیا۔

راضی کو ترکوں نے خلیفہ بنایا تھا اس لیے وہ اس پر حاوی رہے۔ سیما ترکی نے اس کو مجبور کر کے قاہر کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروا دیں۔ [1]

ابن اثیر نے اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ قاہر راضی کی بیعت کے بعد بھی خلافت سے دستبردار نہ ہوتا تھا۔ اس کی تخت نشینی کے بعد جب قاہر پر دستبرداری کے لیے زور ڈالا گیا تو وہ رضامند نہ ہوا۔ اس کے انکار پر اس کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر دی گئیں۔ اس واقعہ کا سبب جو بھی ہوا ہو' ابن مسکویہ کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قابل نفرت فعل ترکوں ہی کے اشارہ سے عمل میں آیا۔ قاہر نے اپنے زمانہ میں معتوب امراء سے بڑی دولت حاصل کی تھی۔ راضی نے یہ سب وصول کر لی۔ [2]

ہارون بن غریب کی بغاوت اور اس کا قتل

مقتدر کا ماموں زاد بھائی ہارون بن غریب قاہر کے زمانہ سے دینور و ماسبذان وغیرہ کا حاکم تھا۔ اس کی معزولی کے بعد اس کو خیال پیدا ہوا کہ وہ مقتدر کا عزیز ہے۔ اس لیے دوسرے امرا کے مقابلہ میں اس کو حکومت کے انصرام و انتظام کا زیادہ حق ہے' چنانچہ بغدادی فوج سے خط و کتابت کرنے کے بعد وہ بغداد روانہ ہو گیا۔ راضی کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے اس کو روکنے کی کوشش کی اور

---

[1] تجارب الامم ج ۱ ص ۲۹۲۔ [2] تجارب الامم ج ۱ ص ۲۹۳۔

اس کے علاقہ میں توسیع کرنے کی طمع دلائی' لیکن وہ باز نہ آیا۔ حاجب محمد بن یاقوت اس کے مقابلہ پر مامور ہوا۔ ہارون نے اسے بھی ملانا چاہا۔ اس نے جواب دیا کہ میں تم کو قید کر کے بغداد حاضر کیے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ دونوں میں مقابلہ ہوا۔ ہارون نے ابن یاقوت کو فاش شکست دی اور ایک مختصر جماعت کے ساتھ اس کے تعاقب میں گھوڑا ڈال دیا' لیکن بدقسمتی سے راستہ میں گر پڑا۔ اس کے پاؤں کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ پیچھے سے اس کا غلام یمن پہنچ گیا۔ آقا کو مجبور دیکھ کر اسے حصول انعام کی طمع دامن گیر ہوئی۔ اس نے اس کا سر قلم کر دیا۔ اس کے قتل کے بعد اس کی فوج کی ہمت چھوٹ گئی اور وہ بھاگ نکلی۔ [1]

راضی کی جانب سے علی بن بویہ الملقب بہ عماد الدولہ کی حکومت کی تصدیق

گو دولت عباسیہ پر زوال طاری ہو چکا تھا اور آئے دن خود سر امرا اور حوصلہ مند اشخاص اپنی حکومتیں قائم کرتے چلے جاتے تھے' لیکن اب تک یہ رسم قائم تھی کہ جب تک عباسی خلافت کی جانب سے ان کی تصدیق نہ ہو جاتی تھی' اس وقت تک ان کی حیثیت باغی کی رہتی تھی' یا کم از کم ان کی قانونی حیثیت نہ مانی جاتی تھی۔ اس لیے شیراز پر قبضہ کے بعد عماد الدولہ نے ابن مقلہ سے مفتوحہ علاقوں کی حکومت کی سند کی درخواست کی اور خلافت بغداد کی اطاعت کے ثبوت کے لیے ایک معمولی رقم سالانہ ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ ابن مقلہ نے منظور کر لیا اور راضی کی جانب سے اس کو خلعت اور لوائے حکومت بھجوا دیا۔ اس سے اس کی عظمت وشان بہت بڑھ گئی۔ اس کے حریف مرداویج پر اس کا یہ اعزاز بہت گراں گزرا۔ اس نے اس پر فوج کشی کر دی۔ مرداویج اس سے صرف اپنی اطاعت کا خواہشمند تھا۔ عماد الدولہ کے پیش نظر ابھی اور مقاصد تھے۔ اس لیے اس نے مرداویج سے الجھنا مناسب نہ سمجھا اور اس کی اطاعت اور خطبہ میں اس کا نام لینے کا وعدہ کر کے صلح کر لی۔ [2]

مرداویج کا قتل

اس مصالحت کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد مرداویج کو اس کی فوج کے ترکوں نے قتل کر دیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ آخر عمر میں مرداویج کا مزاج بدل گیا تھا۔ بات بات میں عمائد سلطنت سے بگڑ جاتا تھا۔ خصوصاً ترکوں کے ساتھ اس کا برتاؤ نہایت توہین آمیز تھا۔ عید سدہ [3] کے موقع پر اس

---

[1] ابن اثیر ج ۸' ص ۹۱' ۹۲۔ [2] ابن اثیر ج ۸' ص ۹۱' ۹۲۔ [3] عید سدہ پارسیوں کی ایک عید تھی۔ یہ دس بہمن کو منائی جاتی تھی۔ اس میں بڑا جشن مناتے تھے۔ تمام کوہ وصحرا اور دشت وجبل میں آگ روشن کرتے تھے۔

نے آتش افروزی کی رسم کے لیے انتظام کا حکم دیا اور خود اس کے معائنہ کے لیے گیا۔ یہ انتظام اس کو پسند نہ آیا اور ترکوں اور عمائد سلطنت پر اس کا غصہ اتارا۔ دوسرے دن اصفہان میں داخل ہونے والا تھا۔ اس لیے فوجوں کے اجتماع کی وجہ سے صبح ہی سے ہنگامہ کی سی کیفیت پیدا ہوگئی۔ مرداویج بہت برہم ہوا۔ پوچھا خیمہ کے پاس کس کے گھوڑے ہیں؟ معلوم ہوا ترکوں کے۔ یہ سن کر اور برافروختہ ہو گیا اور حکم دیا کہ گھوڑوں کی زینیں ان کے سواروں کی پیٹھ پر باندھ دی جائیں اور اسی طریقہ سے ان کو اصفہان میں داخل کیا جائے۔ اس حکم کی تعمیل ہوئی۔ ترک اور دیلمی اس توہین سے بگڑ گئے۔ اصفہان میں داخلہ کے بعد مرداویج تنہا حمام کے لیے گیا۔ ترکوں کو موقع مل گیا۔ انہوں نے گھس کر قتل کر دیا۔ اس کا بھائی وشمگیر اس کا جانشین ہوا۔

عماد الدولہ کی حکومت کا آغاز

عباسی قلمرو میں عراق اور خوزستان کا علاقہ نہایت سیر حاصل اور عباسی خلفا کی ذاتی جاگیر تھا۔ اس لیے اس کی حکومت کے حصول کے لیے امرا میں بڑی کشمکش رہتی تھی۔ امیر یاقوت' عماد الدولہ' مرداویج' ابوعبداللہ بریدی سب اس کے لیے دست وگریباں رہتے تھے۔ راضی کے زمانہ میں یہ کشمکش اور بڑھ گئی تھی۔ مرداویج کے قتل کے بعد عماد الدولہ نے یاقوت کو شکست دے کر صلح کرنے پر مجبور کر دیا اور عراق اور خوزستان میں اس کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ راضی نے اس کو فارس' عراق اور خوزستان کے مفتوحہ علاقوں پر باقاعدہ مقرر کر دیا اور عماد الدولہ نے شیراز کو مستقر بنایا۔ [1]

یاقوت کے لڑکوں مظفر اور محمد کی گرفتاری

راضی کا حاجب محمد بن یاقوت اس پر بہت حاوی تھا۔ حکومت کے جملہ اختیارات اس کے ہاتھوں میں تھے۔ وزیر دولت ابن مقلہ محض عضو معطل تھا۔ یہ بڑا سازشی تھا۔ ابن یاقوت کا اقتدار اس کو گوارہ نہ ہوا اور اس کا دشمن ہوگیا اور راضی سے خفیہ اس کی شکائتیں کر کے اس کو ابن یاقوت سے برگشتہ کر دیا۔ اس نے محمد بن یاقوت اور اس کے بھائی مظفر کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔

حنابلہ کی اصلاح کا ہنگامہ

۳۲۳ھ میں حنابلہ کی وجہ سے بغداد میں بڑا ہنگامہ بپا ہوگیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ ترکوں اور

---

[1] ابوالفدا ج ۲' ص ۸۲۔

دوسری عجمی اقوام کے اثر سے بغداد کی اخلاقی حالت عرصہ سے بگڑ گئی تھی۔ ۳۲۳ھ میں حنابلہ نے اس کی اصلاح کے لیے احتساب شروع کر دیا۔ فوجی افسروں اور عام لوگوں کے گھروں میں چھاپے مارتے۔ جہاں نبیذ نظر آتی' اسے بہا دیتے۔ گانے والی عورتوں کو مارتے' آلات موسیقی کو توڑ ڈالتے' مردوں کو عورتوں کے ساتھ چلنے سے روکتے۔ ان کے احتساب سے بغداد میں بڑا ہنگامہ بپا ہو گیا اور بغداد کے کوتوال کو ان کے خلاف کارروائی کرنی پڑی۔ اس نے شارع عام پر ایک ساتھ دو حنبلیوں کے اجتماع کی ممانعت کر دی اور مذہبی مناظروں کو بالکل روک دیا۔ اس سے حنابلہ کا جوش اور بڑھ گیا۔ انہوں نے مار پیٹ شروع کر دی۔ جو شافعی نظر آتا اسے پٹوا دیتے۔ اس سے بہت سے شوافع کی جانیں ضائع ہوئیں۔ یہ صورت دیکھ کر راضی نے نہایت سخت احکام جاری کیے کہ اگر حنابلہ ان مذہبی سخت گیریوں سے باز نہ آئیں گے تو ان کو پوری سزا دی جائے گی اور بے دریغ ان کا استیصال کیا جائے۔ [1]

ناصر الدولہ حمدانی والی موصل کی مخالفت اور اطاعت

راضی کی جانب سے امیر ابو محمد حسن بن عبداللہ بن حمدان الملقب بہ ناصر الدولہ موصل و دیار ربیعہ کا والی تھا۔ اس کی روش بارگاہ خلافت کے ساتھ مخالفانہ تھی۔ اس لیے اس کے چچا ابو العلا بن حمدان نے راضی سے خفیہ اس کے مقبوضات کا ٹھیکہ لے لیا اور موصل پہنچا۔ ناصر الدولہ کو اس کی خبر ہو گئی اور وہ اس کے استقبال کے بہانہ سے یہاں سے نکل گیا اور ایک مقام پر رک گیا۔ ابو العلا موصل پہنچا تو معلوم ہوا کہ ناصر الدولہ دوسرے راستہ سے اس کے استقبال کو گیا ہے۔ ابو العلا اس کے مکان پر ٹھہر گیا۔ ناصر الدولہ برابر خبریں لے رہا تھا۔ ابو العلا کے موصل پہنچتے ہی فوراً واپس آ گیا اور اس کو گرفتار کر کے قتل کرا دیا۔ ابو العلا راضی کا فرستادہ تھا۔ اس پر اس کا قتل گراں گزرا اور اس نے ابن مقلہ کو اس کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ ناصر الدولہ میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے اس نے موصل چھوڑ دیا۔ ابن مقلہ نے چند دنوں ٹھہر کر موصل کا انتظام درست کیا۔ اس کے بعد علی بن طباب اور ماکرد دیلمی کو اس کی حفاظت کے لیے چھوڑ کر بغداد لوٹ گیا۔ اس کی واپسی کے بعد ناصر الدولہ نے ان دونوں کو نکال دیا اور راضی سے عفو تقصیر کرا کے دوبارہ موصل کی حکومت کا پروانہ حاصل کیا۔

ابن مقلہ کی معزولی

[1] ابن اثیر ج ۸' ص ۹۸ ملخصاً۔

۳۲۴ھ میں بغداد کی فوجیں ابن مقلہ کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئیں اور اس کے مکان پر حملہ کر دیا۔ اسے اور اس کے بیٹوں کو گھر چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ ساجیہ نے باغیوں کو کسی طرح سمجھا بجھا کر واپس کیا۔

محمد بن یاقوت اور ابن مقلہ میں مخالفت تھی۔ ابن یاقوت کو اسی نے قید کرایا تھا۔ اس لیے ابن مقلہ کو یقین ہو گیا کہ یہ کام محمد بن یاقوت کی جماعت کا ہے' چنانچہ اس نے اس کو خارج البلد کر دیا۔ اس سے پھر فوجوں میں برہمی پیدا ہو گئی۔ ابن مقلہ کے غلاموں نے بڑی مشکل سے روکا۔ ابن مقلہ نے دیکھا کہ یہ ساری ہنگامہ آرائی محمد بن یاقوت اور اس کے بھائی مظفر کی قید کی بنا پر ہے' اس لیے مجبور ہو کر مظفر کو رہا کر دینا پڑا۔ رہائی کے بعد مظفر نے حجریہ کو ملا کر ابن مقلہ کو گرفتار کر لیا اور بغدادی فوجوں نے ابن مقلہ کی جگہ دوسرے وزیر کے تقرر کا مطالبہ کیا۔ راضی نے وزیر کا انتخاب انہی کی رائے پر چھوڑ دیا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن عیسیٰ کو وزیر بنا لیا اور ابن مقلہ کو اس کے حوالہ کر دیا۔ اس نے اس سے بڑی دولت وصول کی' لیکن عبدالرحمٰن بالکل نااہل تھا' اس لیے چند ہی دنوں کے بعد اس کو وزارت سے مستعفی ہونا پڑا۔ اس کے پاس ابن مقلہ سے حاصل کی ہوئی بڑی دولت تھی۔ اس لیے اس کو اور اس کے بھائی کو گرفتار کر کے ان سے ایک لاکھ ستر ہزار اشرفیاں وصول کی گئیں۔

امیر یاقوت کا قتل

اسی سنہ میں امیر یاقوت کے قتل کا واقعہ پیش آیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ یاقوت کا کاتب ابوعبداللہ بریدی بڑا خود غرض اور چالاک تھا۔ یاقوت نے اپنی جانب سے اہواز کا علاقہ اس کے ٹھیکہ میں دے دیا تھا اور وہ اس پر مستقل قبضہ جمانے کے لیے یاقوت کے ساتھ فریب کرنے کی فکر میں تھا۔ عمادالدولہ کے مقابلہ میں شکست کھانے کے بعد جب یاقوت باحال تباہ عسکر مکرم واپس آیا تو ابوعبداللہ نے اس کے پاس اس کی سلامتی پر مبارک باد کہلا بھیجی اور یہ مشورہ دیا کہ وہ عسکر مکرم میں قیام کرے اور چونکہ اس شکست کی وجہ سے اس کی مالی حالت خراب ہو گئی ہے اور وہ فوجوں کے اخراجات کا متحمل نہیں ہو سکتا' اس لیے وہ بغدادی فوجوں کو اس کے پاس بھجوا دے اور پچاس ہزار اشرفیاں امداد کے طور پر بھیجیں۔ امیر یاقوت شریف النفس اور سادہ دل تھا۔ اس فریب میں آ گیا' لیکن پھر ابوعبداللہ نے مدد سے ہاتھ روک لیا اور یاقوت بڑی دشواری میں مبتلا ہو گیا۔ ادھر فوج نے روپے کا مطالبہ کیا اور بعض مخالفین نے تنگ کرنا شروع کر دیا۔ یاقوت نے ابوعبداللہ کو اس کی اطلاع دی۔ اس نے لکھ بھیجا کہ آپ فوجوں کو میرے پاس بھیج دیجئے۔ اس نے سادہ لوحی سے بھیج دیا۔ ابوعبداللہ نے فوج کے منتخب

حصہ کو اہواز میں روک لیا۔ بقیہ کو واپس کر دیا۔ اس سے یاقوت کو اور زیادہ مالی پریشانی ہوئی اور اسے مجبور ہو کر اہواز جانا پڑا۔ ابوعبداللہ پاپیادہ اس کے استقبال کے لیے نکلا۔ دست بوس ہوا اور بڑی عزت وتکریم سے لے جا کر ٹھہرایا۔ ایک طرف تو یہ ظاہر داری برتی۔ دوسری طرف فوج کو بھڑکا دیا۔ وہ یاقوت کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گئی۔ ابوعبداللہ نے اسے چپکے سے نکل جانے کا مشورہ دیا' چنانچہ وہ خفیہ عسکر مکرم لوٹ گیا۔ اس کے بعد ابوعبداللہ نے لکھ بھیجا کہ عسکر مکرم میں بھی قیام مناسب نہیں ہے۔ یہاں فوجوں کے تعاقب کا خطرہ ہے۔ اس لیے وہ تستر کے قلعہ میں چلا جائے اور عامل تستر کو لکھ کر اس کو پچاس ہزار دینار دلوا دیئے۔

یاقوت کا وفادار خادم مونس ابوعبداللہ کی بدنیتی کو سمجھ گیا۔ اس نے یاقوت کو اس کی فریب کاری سے باخبر کر کے مشورہ دیا کہ آپ بغداد چلے چلئے یا فوراً ابوعبداللہ کو اہواز سے نکالنے کی کوشش کیجئے' لیکن اس کو ابوعبداللہ پر اتنا اعتماد تھا کہ مونس کے بیان کو غلط تصور کیا اور اس کی کمزوری دیکھ کر جو لوگ اس کے ساتھ باقی رہ گئے وہ بھی اس سے الگ ہو گئے اور اس کے پاس صرف ایک مختصر جماعت رہ گئی۔ اسی دوران میں اس کا لڑکا مظفر آ گیا۔ اس نے بھی مشورہ دیا کہ آپ بغداد چل کر حصول مقصد کی کوشش کیجئے' اگر اس میں کامیابی نہ ہوگی تو پھر موصل اور دیار ربیعہ پر قبضہ کی کوشش کی جائے گی' لیکن یاقوت نے اس کا کہنا بھی نہ سنا اور مظفر اس سے مایوس ہو کر اہواز چلا گیا۔ ابوعبداللہ نے اس کی ظاہری پذیرائی میں کوئی فرق نہیں کیا' لیکن اس کی نگرانی کیلئے آدمی مقرر کر دیئے۔

اہواز میں ابوعبداللہ کی حیثیت محض یاقوت کے نائب کی تھی۔ اس لیے اس کو خطرہ پیدا ہوا کہ اگر یاقوت اس کے قریب موجود رہا تو جو لوگ اس کا ساتھ چھوڑ کر اس کے پاس اہواز چلے آئے ہیں' ممکن ہے وہ کسی وقت پھر یاقوت کے ساتھ ہو جائیں۔ اس لیے اس نے یاقوت کو لکھ بھیجا کہ بارگاہ خلافت سے مجھ کو حکم ملا ہے کہ میں آپ کو یا بغداد بھیج دوں یا علاقہ جبل روانہ کر دوں۔ وہاں آپ کو کوئی علاقہ مل جائے گا۔ اس حکم کو رد کرنا میرے امکان میں نہیں ہے۔ یاقوت نے چند دن کی مہلت مانگی۔ ابوعبداللہ نے انکار کر دیا اور اس کے ساتھ ہی یاقوت کے مقابلہ کے لیے فوجیں روانہ کر دیں۔ اس وقت یاقوت کی آنکھیں کھلیں اور اسے چاروناچار مقابلہ کے لیے نکلنا پڑا' لیکن یاقوت کی قوت بہت کمزور ہو چکی تھی۔ اس کو شکست ہوئی اور ابوعبداللہ کے آدمیوں نے اسے پکڑ کر قتل کر دیا۔ اس کا لڑکا مظفر اہواز ہی میں تھا۔ ابوعبداللہ نے اسے گرفتار کر کے بغداد بھجوا دیا اور یاقوت کے علاقہ کا حکمران بن گیا۔ [1]

---

[1] یہ تمام حالات ابن اثیر سے ماخوذ ہیں۔

امیر الامرائی کا قیام اور ابن رائق کا تقرر

عباسی حکومت کا اقتدار عرصہ سے زوال پذیر ہو رہا تھا اور اس کے زوال کے ساتھ ساتھ امرا خودمختار ہوتے جاتے تھے۔ حکومت کی آمدنی برابر گھٹتی جاتی تھی۔ راضی کے دور میں یہ تنزل آخری حدود کو پہنچ گیا۔ فارس پر ابن بویہ قابض تھے۔ واسط اور بصرہ ابن رائق کے تصرف میں تھا۔ یاقوت کی ہزیمت کے بعد ابوعبداللہ نے اہواز کا خراج دینا بند کر دیا تھا۔ اس لیے حکومت کی مالی حالت بہت بگڑ گئی اور منتظم سے منتظم وزیر بھی اس کے سدھارنے میں ناکام رہے۔

ابن رائق عرصہ سے وزارت کا خواہشمند تھا اور ایک مرتبہ اس نے درخواست کی تھی کہ اگر اس کو وزیر بنا دیا جائے تو وہ حکومت کے جملہ مصارف کا ذمہ دار ہو جائے گا' لیکن راضی نے نامنظور کر دی تھی' مگر جب حکومت کی مالی حالت سنبھلنے کی اور کوئی صورت نہ نکلی تو راضی کو مجبور ہو کر ابن رائق کی درخواست منظور کرنی پڑی اور بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ اس کو بغداد طلب کیا۔ اس کے لیے خلعت روانہ کیا اور تمام عباسی فوجوں کی سپہ سالاری' شعبہ خراج اور جملہ دفاتر کی افسری کا فرمان جاری کر کے اسے امیر الامرا کے جلیل القدر منصب پر سرفراز کیا اور عباسی قلمرو میں اس کا نام بھی خطبہ میں داخل کرا دیا اور ابن رائق بڑے تزک و احتشام سے بغداد آیا۔

عباسی خلافت اور اس کے اثرات

عباسی حکومت میں امیر الامرائی کا عہدہ بالکل نیا تھا۔ اس سے پیشتر گو برائے نام سہی تاہم خلافت کے نظام میں خلیفہ کے کچھ نہ کچھ اختیارات تھے۔ امیر الامرائی نے اس کا بھی خاتمہ کر دیا۔ ابن رائق نے بغداد آنے کے بعد سب سے اول ساجیہ کا' جن کی جانب سے ہمیشہ شورش کا احتمال رہتا تھا' شیرازہ منتشر کر دیا۔ وزارت کا عہدہ قائم رکھا' لیکن اس کے تمام اختیارات سلب کر لیے۔ جملہ امور مملکت خود ہی انجام دیتا تھا۔ حکومت کے تمام سیاہ و سپید کا وہ مختار کل تھا۔ خراج اور محاصل کی آمدنیاں اسی کے پاس آتی تھیں۔ وہ اسے جس طرح چاہتا تھا' صرف کرتا تھا۔ خود راضی اپنے اخراجات کے لیے اس کا محتاج تھا۔ ابن رائق کی امیر الامرائی سے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ وہ حکومت کے اخراجات کا ذمہ دار بن گیا' لیکن دولت عباسیہ کی بگڑی ہوئی حالت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ جو خودسر امرا جن جن علاقوں پر قابض تھے' وہ بدستور ان پر متصرف رہے اور خلافت بغداد کی آمدنی اور اس کے رتبہ میں کوئی اضافہ نہ ہو سکا۔

ابوعبداللہ بریدی کی بغاوت اور عراق و خوزستان کے لیے امرا کی کشمکش

اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ یاقوت کے قتل کے بعد ابوعبداللہ بریدی نے اہواز کا خراج بھیجنا بند کر دیا تھا۔ دارالخلافہ کے مصارف کا دارومدار بڑی حد تک خوزستان کی آمدنی پر تھا۔ اس لیے ۳۲۵ھ میں ابن رائق اس ارادہ سے راضی کو لے کر واسط روانہ ہوا کہ اگر ابوعبداللہ افہام و تفہیم سے اطاعت قبول کر لے گا تو فبہا' ورنہ بزور اس سے خوزستان چھڑایا جائے گا۔ حجریہ کو اس کے ساتھ جانے میں تامل ہوا۔ اس نے کہا کہ ابن رائق اس بہانہ سے ساجیہ کی طرح ہمارا شیرازہ بھی منتشر کرنا چاہتا ہے' لیکن خود خلیفہ اس مہم میں نکلا تھا۔ اس لیے حجریہ کو بھی چاروناچار جانا پڑا۔ واسط پہنچ کر ابن رائق نے ان کا ایک حصہ چھانٹ دیا۔ اس پر وہ لڑنے کے لیے آمادہ ہو گئے۔ ابن رائق نے انہیں پسپا کر دیا اور وہ بغداد لوٹ گئے۔ یہاں بغداد کے کوتوال لولوء نے ان کے قدم نہ جمنے دیے اور ان کی جائیدادیں ضبط کر کے ان کے گھروں میں آگ لگوا دی۔ ان کے بہت سے ممتاز آدمیوں کو ابن رائق ختم کر چکا تھا۔ اس لیے ان کی قوت ٹوٹ گئی۔ [1]

حجریہ کا ہنگامہ فرو ہونے کے بعد ابن رائق نے ابوعبداللہ بریدی کے پاس کہلا بھیجا کہ تم نے خراج دینا بند کر دیا ہے اور فوجوں کو حکومت کے خلاف بھڑکایا ہے۔ اگر خراج کی واجب الادا رقم بھیج دو اور جن فوجوں کو بھڑکایا ہے انہیں واپس کر دو تو تم کو تمہارے منصب پر بحال رکھا جائے گا۔ ورنہ جس سزا کے مستحق ہو گے دی جائے گی۔ خود راضی ساتھ تھا۔ ابوعبداللہ کے لیے اس کا مقابلہ آسان نہ تھا۔ اس لیے وہ بالاقساط خراج کی رقم ادا کرنے پر آمادہ ہو گیا' لیکن فوجوں کی فوری واپسی کے متعلق یہ عذر کیا کہ وہ ابھی بغداد واپس جانے پر آمادہ نہیں ہیں۔ ابن بویہ کے مقابلہ میں جو مہم بھیجی جائے گی' اس کے ساتھ ان کو روانہ کر دیا جائے گا۔ راضی نے امرا کے مشورہ سے اس کو منظور کر لیا اور بغداد لوٹ گیا اور یہاں سے جعفر بن ورقا کو ابن بویہ کے مقابلہ کے لیے فوجیں لینے کے لیے اہواز بھیجا' لیکن ابوعبداللہ وعدہ سے پھر گیا اور خراج کا ایک حبہ ادا نہیں کیا اور اہواز کی فوجوں کو بھڑکا دیا کہ وہ جعفر سے روپیہ طلب کریں' چنانچہ جب وہ اہواز پہنچا تو فوجوں نے اس سے روپیہ طلب کیا۔ اس کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ اس لیے فوجیں بگڑ گئیں اور اسے قتل کی دھمکی دی اور جعفر کو جان بچا کر بغداد واپس جانا پڑا۔

درباری امرا میں نوبختی وزیر ابن بریدی کے خلاف تھا' لیکن امیر ابوبکر ابن مقاتل اس کا ہوا خواہ' اس میں اور خلافت بغداد میں مصالحت کا خواہشمند تھا۔ اس لیے اس نے نوبختی کو ہٹانے کی کوشش

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۱۰۵' ۱۰۶۔

کی‘ لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں توبختی بیمار پڑ گیا اور اس نے احمد بن علی کو اپنا نائب بنایا۔ اس میں اور ابن مقاتل میں بڑے تعلقات تھے۔ ابن رائق بھی اس کو مانتا تھا۔ اس لیے عباسی دربار میں ان دونوں کا بڑا اثر ہو گیا اور ان کی کوششوں سے ابن بریدی کے تعلقات بھی عارضی طور سے درست ہو گئے‘ لیکن یہ بڑا خود غرض تھا۔ ابن مقاتل اور احمد بن علی کے اثرات سے فائدہ اٹھا کر اس نے اپنے بھائی کے لیے بصرہ کے ٹھیکہ کی کوشش کی۔ بصرہ ابن رائق کے زیر حکومت تھا اسے منظور کرنے میں تامل ہوا‘ لیکن احمد بن علی نے دھوکہ فریب سے دلوا دیا۔

محمد بن یزداد کا طرز عمل جو ابن رائق کی جانب سے بصرہ میں اس کی نیابت کرتا تھا اہل بصرہ کے ساتھ اچھا نہ تھا اور وہ اس کی زیادتیوں سے سخت شاکی تھے۔ اس لیے حکومت کی تبدیلی سے ان کو قدرتاً مسرت ہوئی اور عمائد بصرہ نے اہواز جا کر ابن بریدی کی خدمت میں تہنیت پیش کی۔ اس نے ان کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے بڑی بڑی توقعات دلائیں اور بصرہ کو ابن یزداد کے ہاتھوں سے نکالنے کے لیے اپنے غلام کو فوج دے کر روانہ کیا اور بعض پرانے ٹیکسوں کی موقوفی کا‘ جو ابن رائق ان سے لیتا تھا‘ اعلان کر دیا۔ اہل بصرہ پر اس کا بہت اچھا اثر پڑا اور ان کی مدد سے اس نے بصرہ کے علاقے پر قبضہ کر لیا‘ لیکن شہر پر قبضہ نہ ہو سکا۔

ابن رائق نے حجریہ کی قوت توڑنے کے لیے بہت سے حجری سپاہی نکال دیئے تھے۔ یہ لوگ بغداد سے نکل کر اہواز پہنچے۔ ابن بریدی نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور انہیں ملانے کے لیے ابن رائق کی بڑی مذمت کی۔ دوسری طرف ابن رائق کو راضی کرنے کے لیے لکھ بھیجا کہ حجری سپاہیوں سے مجھ کو خطرہ تھا۔ اپنے بچاؤ کے لیے میں نے ان کی مدارات کی ہے۔ میں خراج کی رقم بھی بھیجنا چاہتا تھا۔ انہی لوگوں نے روک دیا۔ ابن رائق نے اس کے جواب میں لکھ بھیجا کہ جن حجری سپاہیوں کو تم نے پناہ دی ہے‘ ان کو نکال دو۔ ابن بریدی نے اس کی تعمیل سے معذوری ظاہر کی۔ اس لیے ابن رائق اور زیادہ برگشتہ ہو گیا اور احمد بن علی سے ابن بریدی کی ان حرکتوں پر بیزاری ظاہر کرائی اور لکھوا بھیجا کہ وہ حصن مہدی سے اپنی فوجیں ہٹا لے۔ ابن بریدی نے یہ عذر کیا کہ اہل بصرہ قرامطہ سے خوفزدہ تھے۔ ابن یزداد ان کی حفاظت نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے انہوں نے خود میری فوجوں کو روک لیا ہے۔

گو یہ عذر غلط تھا‘ لیکن یہ صحیح تھا کہ بصرہ کے اطراف میں قرامطہ کی یورش تھی۔ اس لیے ابن رائق خود ان کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ اس وقت ابن بریدی کھل کر اس کے مقابلہ میں آ گیا اور اس کی فوجوں نے جو حصن مہدی میں تھیں‘ بڑھ کر ابن یزداد کو بصرہ سے نکال کر قبضہ کر لیا۔ ابن رائق نے امیر بجکم ترکی اور بغداد کے کوتوال بدر خرشنی کو اس کے مقابلہ میں بھیجا۔ انہوں نے ابن بریدی کی فوجوں کو

پیہم شکستیں دیں۔ ترکی افواج کا مقابلہ اس کے بس میں نہ تھا۔ اس لیے اس نے عمائد بصرہ کے ذریعہ ابن رائق سے صفائی کی کوشش کی' مگر وہ آمادہ نہ ہوا۔ اس کے انکار پر اہل بصرہ نے خود مصالحت کی کوشش کی اور ابن رائق سے درخواست کی کہ اگر ان کو آئندہ کے لیے حسن سلوک کا یقین دلایا جائے تو وہ ابن بریدی کا ساتھ چھوڑنے کے لیے تیار ہیں' لیکن ابن رائق ان سے سخت برہم تھا۔ اس لیے اس کی درخواست بھی مسترد کر دی اور بحری و بری دو سمتوں سے بصرہ پر حملہ کر دیا۔ بری فوج کو شکست ہوئی' لیکن بحری فوجوں نے کلاء پر قبضہ کر لیا۔ ابن بریدی کے لیے تنہا مقابلہ کرنا مشکل تھا۔ اس لیے وہ اپنے بھائی ابوالحسین کو بصرہ کی حفاظت کے لیے چھوڑ کر خود حصول امداد کے لیے جزیرہ اوال چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد بصرہ والوں نے ابن بریدی کی فوجوں کو کلاء سے نکال دیا۔ ابن رائق کو اس کی خبر ہوئی تو وہ بجکم کو لے کر خود بصرہ کی طرف بڑھا' لیکن بصری اس کے خلاف تھے۔ اس لیے کامیابی نہ ہوئی اور اسے اپنی فرودگاہ پر واپس آنا پڑا۔

ابن بریدی بصرہ سے نکل کر عماد الدولہ کے پاس فارس پہنچا اور ابن رائق کی زبوں حالی سنا کر اسے عراق پر قبضہ کے لیے ابھارا۔ یہ اپنی حکومت کی فکر ہی میں تھا۔ اس لیے اپنے بھائی معزالدولہ کو فوجیں دے کر ابن بریدی کے ساتھ کر دیا۔ انہوں نے اہواز کا رخ کیا۔ بجکم نے آگے بڑھ کر مقابلہ کیا' مگر اس کو شکست ہوئی۔ دوسری طرف فخر الدولہ نے بڑھ کر اس کی دوسری فوج کو شکست دی اور عسکر مکرم پر قبضہ کر لیا۔ عسکر مکرم پر قبضہ کے بعد جب خوزستان میں فخر الدولہ کی قوت بڑھ گئی تو دیالمہ ابن بریدی کو چھوڑ کر اس کی جانب متوجہ ہو گئے اور فخر الدولہ کا رویہ بھی اس کے ساتھ بدل گیا۔ اس کو اندازہ ہوا کہ فخر الدولہ اسے اہواز سے بے دخل کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے دونوں کے تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ بجکم کو اس کی خبر ملی تو اس نے اس اختلاف سے فائدہ اٹھا کر سوس اور جندیسا پور پر قبضہ کر لیا اور خوزستان میں فخر الدولہ کی قوت کمزور پڑ گئی' لیکن اس نے اہواز پر قبضہ کر کے اس کی تلافی کر لی اور ابن بریدی کو اہواز سے دست بردار ہو کر اپنے مرکز بصرہ واپس جانا پڑا۔

ابن رائق کے خلاف ابن مقلہ کی سازش اور اس میں ناکامی

اس زمانہ میں عباسی وزارت مصر و شام کے والی خراج ابوالفتح فضل بن جعفر کے ہاتھوں میں تھی۔ اس نے حکومت کی حالت دگرگوں دیکھی تو ابن رائق کو مصر و شام کی حکومت کے حصول کے لیے ابھارا اور اس سے وعدہ کیا کہ اگر اس کو اس کے سابق عہدہ پر واپس کر دیا جائے تو وہ مصر و شام پر قبضہ

کرانے میں اس کی پوری مدد کرے گا۔ بغداد کی امیر الامرائی گو بہت بڑا منصب تھا اور ایک طرح عباسی حکومت کی فرمانروائی تھی' لیکن نظام حکومت کی ابتری کی وجہ سے اس کے ساتھ سینکڑوں قسم کی زحمتیں پیدا ہوگئی تھیں۔ اس لیے ابن رائق آمادہ ہوگیا اور ابوالفتح کو مصروشام کے خراج کے عہدہ پر واپس کر دیا۔ اس کے بعد راضی نے سابق وزیر ابن مقلہ کو وزیر بنایا۔ اس کی وزارت محض برائے نام تھی۔ اختیارات تمام ابن رائق کے ہاتھوں میں تھے۔ ابن رائق نے اس کی اور اس کے لڑکوں کی تمام املاک ضبط کر لی تھی۔ ابن مقلہ نے اس کی واپسی کی بڑی کوشش کی' لیکن ناکام رہا۔ اس لیے ابن مقلہ ابن رائق کے خلاف ہوگیا اور بجکم سے جو اس وقت خوزستان میں تھا' خط و کتابت کر کے اس کو امیر الامرائی کا منصب حاصل کرنے کے لیے ابھارا اور راضی سے کہا کہ اگر ابن رائق اور اس کی جماعت کو گرفتار کر کے بجکم کو امیر الامرا بنا دیا جائے تو میں اس سے اکتیس لاکھ اشرفیاں وصول کروں گا۔ راضی اس پر خوشدلی سے آمادہ نہ تھا' لیکن اس پر اس نے انکار بھی نہیں کیا۔ ابن مقلہ نے بجکم کو لکھ دیا کہ راضی تم کو امیر الامرا بنانے پر آمادہ ہے اور خود اس کام کی تکمیل تک راضی کے پاس رہنے کے لیے قصر خلافت چلا آیا۔ راضی دل سے اس سازش کو پسند نہ کرتا تھا۔ اس لیے اس نے ابن مقلہ کو ایک حجرہ میں بند کر کے دوسرے دن صبح کو ابن رائق کو اس کے سارے منصوبوں سے آگاہ کر دیا۔ اس نے اس کا ہاتھ کٹوا دیا' لیکن وزارت کے منصب پر قائم رکھا۔

بغداد پر بجکم کا قبضہ اور اس کی امیر الامرائی

بجکم کے پاس ابن مقلہ کا پیام پہنچ چکا تھا۔ عراق اور خوزستان میں اس کی قوت بھی کافی بڑھ چکی تھی۔ امیر الامرائی کا منصب اتنا جلیل القدر تھا کہ ہر امیر اس کا خواہشمند تھا۔ اس لیے ابن مقلہ کے پیام کے بعد بجکم اس کے حصول کی تدبیر میں مصروف ہوگیا۔ ابن رائق اس سے بے خبر نہ تھا۔ اس کے توڑ کے لیے اس نے ابن بریدی کو لکھا کہ اگر اس وقت تم بجکم کے مقابلہ میں میری مدد کرو تو میں واسط کو اس کے قبضہ سے نکالنے کے بعد تمہارے ٹھیکہ میں دے دوں گا۔ بجکم کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ بغداد کا ارادہ ملتوی کر کے ابن بریدی سے نمٹنے کے لیے بصرہ کی طرف بڑھا۔ ابن بریدی نے محمد الجمال کو دس ہزار فوج کے ساتھ اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ بجکم نے اسے شکست دے کر واپس کر دیا۔ اس وقت اس کو بغداد کی امیر الامرائی کی دھن لگی ہوئی تھی اور تاخیر کی صورت میں طرح طرح کے خطرات تھے۔ اس لیے اس نے ابن بریدی سے مصالحت کی کوشش کی اور اس کو لکھا کہ اگر مجھ کو بغداد کی حکومت کے حصول میں کامیابی ہوگئی تو تم کو واسط کا حاکم بنا دوں گا اور تم سے رشتہ بھی قائم کر لوں

گا۔ ابن بریدی پیہم لڑائیوں سے گھبرا گیا تھا۔ اس لیے اس پیام مصالحت کو قبول کر لیا اور دونوں میں صلح ہو گئی۔
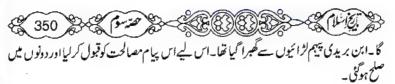
ابن بریدی کی جانب سے اطمینان حاصل ہونے کے بعد بجکم ذی الحجہ ۳۲۶ھ میں بغداد کی طرف بڑھا۔ ابن رائق برابر اس کے حالات کی خبر رکھتا تھا' چنانچہ وہ اس کے مقابلہ کے انتظام میں بھی مشغول رہا اور بجکم کے نام راضی کا امتناعی حکم بھی بھجوا دیا کہ وہ بغداد کا قصد نہ کرے اور واسط لوٹ جائے۔ اس نے اس کو پڑھ کر پھینک دیا اور پیش قدمی جاری رکھی اور نہر دیالی کے مشرقی جانب فوجیں اتاریں۔ ابن رائق کی فوجیں بھی اس کے مغربی سمت پہنچ چکی تھیں۔ درمیان میں دریا حائل تھا۔ بجکم نے دریا میں فوجیں اتار دیں۔ اس کی یہ ہمت دیکھ کر ابن رائق کی فوج کی ہمت چھوٹ گئی اور اس نے بغیر لڑے میدان خالی کر دیا اور بجکم نہر کو پار کر کے بغداد کے حدود میں داخل ہو گیا۔ ابن رائق بغداد چھوڑ کر نکل گیا اور بجکم بغیر کسی جنگ کے آسانی کے ساتھ بغداد میں داخل ہو گیا۔

اس زمانہ میں خود خلفا میں کوئی دم خم نہ تھا اور وہ ہر غالب قوت کے ساتھ ہو جاتے تھے۔ اس لیے راضی نے بجکم کی کوئی مخالفت نہیں کی بلکہ دوسرے دن اس کو بلا کر خلعت عطا کیا اور ابن رائق کی جگہ امیر الامرائی کے منصب پر سرفراز کیا۔ [1]

بغداد پر ابن رائق کا دوبارہ قبضہ

موصل میں آل حمدان عباسی حکومت کے زیر سیادت حکومت کرتے تھے اور اس کو سالانہ خراج ادا کرتے تھے۔ راضی کے زمانہ میں ناصر الدولہ والی موصل نے خراج روک دیا تھا۔ اس لیے بجکم کی امیر الامرائی کے بعد ۳۲۷ھ میں راضی اور بجکم نے موصل پر فوج کشی کی۔ راضی تکریت میں ٹھہر گیا اور بجکم نے آگے بڑھ کر کحیل میں ناصر الدولہ کو شکست دی۔ وہ شکست کھا کر آمد چلا گیا اور بجکم نصیبین میں ٹھہر گیا۔ ابن رائق اس وقت بغداد میں روپوش تھا۔ یہاں کا میدان خالی پا کر اس نے قرامطہ کی مدد سے بغداد پر قبضہ کر لیا۔ اس لیے بجکم کو ناصر الدولہ کی مہم ناتمام چھوڑ کر لوٹ جانا پڑا۔ اس کے ہٹتے ہی ناصر الدولہ نے نصیبین اور دیار ربیعہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کو اب تک بغداد پر ابن رائق کے قبضہ کی خبر نہ تھی۔ اس لیے نصیبین پر قبضہ کے بعد پانچ لاکھ درہم ادا کر کے راضی سے صلح کر لی۔

بجکم کی واپسی اور شام کی حکومت پر ابن رائق کا تقرر

[1] ابن اثیر ج ۸' ص ۱۱۲۔

ابن رائق کے پاس کوئی قوت نہ تھی۔ اس نے محض راضی اور بجکم کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر بغداد پر قبضہ کر لیا تھا جو مستقل قائم نہ رہ سکتا تھا۔ اس سے اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ اس کے ذریعہ وہ مصر و شام کی حکومت جس کی طمع اسے وزیر ابوالفتح نے دلائی تھی حاصل کرے' چنانچہ راضی اور بجکم کی واپسی کے قبل ہی اس نے راضی سے صلح کر لی اور راضی نے اس کی خواہش کے مطابق اس کو دیار مضر' حران' رہا' قنسرین کی چھاؤنی اور عواصم وغیرہ کا والی بنا دیا۔ حکومت کا پروانہ ملنے کے بعد اس نے بغداد چھوڑ دیا اور ربیع الاول ۳۲۷ھ میں راضی اور بجکم دونوں بغداد واپس آ گئے۔ [1]

بالبا کی بغاوت اور گرفتاری

بجکم کو ناصر الدولہ اور ابن رائق کی جانب سے اطمینان حاصل ہوا تھا کہ ایک ترکی افسر بالبا باغی ہو گیا۔ یہ انبار میں بجکم کی جانب سے نیابت کرتا تھا۔ اس نے اس سے درخواست کی کہ پورا فراتی علاقہ اس کی حکومت میں دے دیا جائے تا کہ وہ ابن رائق والی شام سے اس کی حفاظت کر سکے۔ بجکم نے اسے منظور کر لیا' لیکن حکومت کا پروانہ ملنے کے بعد وہ ابن رائق سے مل گیا اور راضی اور بجکم کے مقابلہ میں اس کا حامی و مددگار بن گیا۔ ان دونوں کے اتحاد سے بجکم کو خطرہ پیدا ہو گیا۔ اس نے فوراً اس کے مقابلہ کے لیے ایک فوج روانہ کی۔ یہ خفیہ نقل و حرکت کرتی ہوئی رحبہ پہنچ گئی اور بالبا کو دفعۃً گرفتار کر لیا اور وہ بغداد لا کر قید کر دیا گیا۔

ابن بریدی کی فتنہ انگیزی اور ناکامی

بجکم اور ابن بریدی میں ظاہری صلح تو ہو گئی تھی' لیکن اندرونی تعلقات خراب رہے۔ ۳۲۶ھ میں بجکم کے وزیر ابوجعفر محمد بن یحییٰ نے تعلقات استوار کرانے کی کوشش کی۔ بجکم خود تو اس سے صاف ہو گیا اور چھ لاکھ سالانہ پر ابن بریدی کو واسط کا ٹھیکہ دے دیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ عباسی وزیر ابوالفتح فضل بن جعفر کی موت کے بعد ابن بریدی کو راضی کا وزیر بنوا دیا۔ وہ خود تو خوزستان میں رہتا تھا' بغداد میں اس کی جانب سے عبداللہ بن علی نیابت کرتا تھا۔ بجکم نے اس کی لڑکی سے شادی بھی کر لی تھی' لیکن ابن بریدی بڑا خود غرض اور کینہ پرور تھا۔ احسانات اور تعلقات کے بعد بھی صاف نہ ہوا اور برابر اس کو زیر کرنے کی تدبیر میں مشغول رہا۔

عراق' فارس اور خوزستان کے لیے بنی بویہ' وشمگیر اور ابن بریدی تین طاقتوں میں کشمکش جاری

[1] ابن اثیر ج ۸' ص ۱۱۴۔

تھی۔ ابن بریدی نے بجکم کو بغداد سے ہٹانے کے لیے اس کے پاس کہلا بھیجا کہ تم عراق پر فوج کشی کر دو۔ بنی بویہ تمہاری مدافعت میں لگ جائیں گے اور میں اہواز پر قبضہ کرلوں گا۔ بجکم اس کے فریب میں آ گیا اور بنی بویہ کے مقابلہ کے لیے حلوان کی طرف بڑھا اور ابوزکریا سوی کو فوج دے کر ابن بریدی کی مدد کے لیے بھیجا۔ اس نے اس کو بنی بویہ کے مقابلہ کے لیے بہت ابھارا' لیکن ابن بریدی اس کا منتظر تھا کہ جیسے ہی بجکم بنی بویہ سے الجھے وہ بغداد پہنچ کر قبضہ کر لے۔ اس لیے برابر ٹالتا رہا۔ ابوزکریا کو اس کا اندازہ ہوگیا۔ اس نے بجکم کو خبر دی' اس لیے وہ راستہ ہی سے بغداد لوٹ گیا اور فوجیں جمع کر کے بری اور بحری دونوں سمتوں سے واسط پر فوج کشی کر دی ابن بریدی کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ واسط چھوڑ کر بصرہ چلا گیا اور بجکم نے آسانی کے ساتھ اس پر قبضہ کرلیا۔

شام پر ابن رائق کا قبضہ اور اخشیدی حکومت سے صلح

اوپر گزر چکا ہے کہ راضی نے ابن رائق کو دیار مضر اور رہا اور حران کا والی بنادیا تھا۔ اس زمانہ میں شام و مصر کا علاقہ اخشیدی حکومت کے ماتحت تھا۔ صرف شام کے چند سرکاری مقامات براہ راست عباسی حکومت کے قبضہ میں تھے۔ ابن رائق نے شام کی سرحد پر اخشیدی مقبوضات پر حملہ کر کے حمص' دمشق اور رملہ سے اخشیدی عمال نکال دیئے اور مصر کی طرف بڑھا۔ عریش میں محمد بن طغج اخشیدی نے روکا۔ ابن رائق نے اسے شکست دی اور اس کی فوجیں لوٹ میں مشغول ہوگئیں۔ اخشیدی فوجوں کا ایک حصہ کمین گاہ میں چھپا تھا۔ اس نے نکل کر حملہ کر دیا۔ ابن رائق کی فوجیں غافل تھیں۔ اس لیے ان کو فاش شکست ہوئی اور ابن رائق کو ناکام واپس جانا پڑا۔ اس کی واپسی کے بعد محمد بن طغج نے اپنے بھائی ابونصر کو ایک بڑی فوج کے ساتھ دمشق روانہ کیا۔ لجون میں دونوں کا مقابلہ ہوا اور ابونصر شکست کھا کر مقتول ہوا۔ ابن رائق نے اس کی لاش طغج کے پاس اپنے لڑکے مزاحم کے ہمراہ بحفاظت مصر بھجوادی اور اس کو لکھا کہ میرا ارادہ قتل کرنے کا نہ تھا۔ یہ واقعہ بالکل اتفاقی طور پر پیش آ گیا' جس کا مجھ کو افسوس ہے۔ میں اپنے لڑکے کو فدیہ میں بھیجتا ہوں' اگر آپ چاہیں تو اس کو اپنے بھائی کے بدلہ میں قتل کر سکتے ہیں۔ محمد بن طغج اس تحریر سے متاثر ہوا اور مزاحم کو عزت و تکریم کے ساتھ ٹھہرایا اور خلعت دے کر واپس کیا اور دونوں میں اس تقسیم پر مصالحت ہوگئی کہ رملہ اس پار مصر تک اخشیدی حکومت کا رقبہ ہے۔ اس میں ابن رائق آئندہ مداخلت نہ کرے گا۔ باقی شام کا پورا علاقہ ابن رائق کی حکومت میں رہے گا اور وہ ایک لاکھ چالیس ہزار دینار سالانہ اخشیدی حکومت کو ادا کیا کرے گا۔

اوپر کے واقعات سے یہ ظاہر ہے کہ راضی کا پورا دور حوادث و فتن کا آماج گاہ رہا۔ امراو عمال کی

خودسری، جنگ و جدال اور بدامنی کی وجہ سے خراج کی آمدنی اتنی گھٹ گئی تھی کہ حکومت کے اخراجات بھی پورے نہ ہوتے تھے اور آئے دن وزارتیں بدلتی تھیں، لیکن اس صورت حال کی اصلاح کی کوئی شکل نہ نکلتی تھی۔ امیر الامرائی کے عہدہ کے قیام سے بھی کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ ان پرشور حالات کی وجہ سے اس کے زمانہ میں کئی وزارتیں بدلیں۔

وزارتیں

راضی کا پہلا وزیر ابوعلی بن مقلہ تھا۔ اس کے حالات مقتدر کے عہد میں لکھے جا چکے ہیں۔ کئی سال وزارت کرنے کے بعد اسے فوج کی بغاوت کی بنا پر وزارت کے عہدہ سے ہٹنا پڑا۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن بن عیسیٰ کو یہ منصب ملا، لیکن اس میں بگڑے ہوئے نظام کو سنبھالنے کی مطلق صلاحیت نہ تھی۔ اس لیے چند ہی دنوں کے بعد خود مستعفی ہو گیا۔ اس کے بعد ابوجعفر محمد بن کرخی وزیر بنایا گیا۔ اس میں بھی کوئی اہلیت نہ تھی۔ یہ اتنا پستہ قد تھا کہ جب خلیفہ کی پیشی میں کھڑا ہوتا تھا تو اس کا سر تخت خلافت تک نہ پہنچتا تھا۔ اس کے لیے تخت کو نیچا کرنا پڑا۔ لوگوں نے اس کو بدشگونی پر محمول کیا۔ کم از کم اس کے حق میں یہ بدشگونی صحیح ثابت ہوئی اور چند ہی دنوں کے بعد حالات نے ایسی پیچیدہ شکل اختیار کر لی کہ اسے وزارت چھوڑ کر روپوش ہو جانا پڑا۔ اس کے بعد سلیمان بن وہب بن مخلد کو یہ عہدہ ملا، لیکن یہ بھی ناکام رہا۔ جب وزرا سے ملک کی حالت اور حکومت کا میزانیہ نہ سنبھل سکا، تو ابن رائق نے اس خدمت کے لیے اپنے کو پیش کیا اور ذمہ داری لی کہ اگر تمام اختیارات اس کے ہاتھ میں دے دیئے جائیں تو جس طرح ممکن ہوگا وہ حکومت کے اخرجات پورے کرے گا۔ راضی کو چاروناچار منظور کرنا پڑا اور امیر الامرا کا عہدہ قائم کر کے ابن رائق کو اس منصب پر سرفراز کیا اور حکومت کے جملہ اختیارات اسے تفویض کر دیئے۔ امیر الامرائی کے قیام کے بعد وزارت کا عہدہ تو برائے نام قائم رہا، مگر اس کے اختیارات سب سلب ہو گئے۔ امور مملکت کا ذمہ دار اور اس کے سیاہ و سپید کا مالک امیر الامرا ہوتا تھا۔ وزیر کی حیثیت اس کے ماتحت کاتب سے زیادہ نہ تھی۔ ابن رائق نے سلطنت کے اخراجات پورے کرنے کی ذمہ داری تو لے لی تھی، لیکن اسے پورا کرنا مشکل تھا۔ اس لیے اس کو کسی ایسے وزیر کی تلاش تھی جو اخراجات کے لیے روپیہ فراہم کر سکے۔ ابوالفتح فضل ابن جعفر دولت عباسی کی جانب سے مصر و شام کے خراج کا والی تھا۔ ان دونوں مقاموں پر نیم آزاد حکومتیں قائم تھیں۔ ان سے خراج وصول کرنے کی خدمت ابن جعفر کے سپرد تھی۔ اس لیے ابن رائق نے اسے بلا کر منصب وزارت تفویض کیا کہ اس کے ذریعہ مصر و شام کے محاصل مل جایا کریں گے۔ راضی نے اسے خلعت

سے نوازا' لیکن چند ہی دنوں کے بعد ابن رائق نے اپنی غرض سے جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے' اس کو خراج کے عہدہ پر واپس کر دیا۔ اس کے بعد سابق وزیر ابن مقلہ کو دوبارہ منصب وزارت ملا۔ اس کے اور ابن رائق کے درمیان جو واقعات پیش آئے اس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔ ابن مقلہ کے بعد سلیمان بن حسن اس خدمت پر مامور ہوا اور اسی پر راضی کے دور کا خاتمہ ہو گیا۔ [1]

وفات

ربیع الاول ۳۲۹ھ میں راضی مرض استسقا میں مبتلا ہوا اور اسی مہینہ میں انتقال کر گیا۔ انتقال کے وقت کل ۳۲ سال کی عمر تھی۔ مدت خلافت چھ سال دس مہینے۔

راضی کے زمانہ میں عباسی خلافت کی زبوں حالی

گو راضی میں بہت سے اوصاف تھے اور اس نے خلافت کا ظاہری ٹھاٹھ اور وقار قائم رکھا' لیکن اس کی جڑیں کھوکھلی ہو چکی تھیں۔ اس لیے اس کو نہ سنبھال سکا اور اس کے زمانہ میں دولت عباسیہ کے پرزے اڑ گئے۔ مغرب یعنی شمالی افریقہ کا علاقہ عرصہ سے عباسیوں کے ہاتھ سے نکل چکا تھا اور یہاں علویوں کی آزاد حکومت قائم تھی۔ مصر اور شام کے ایک حصہ میں محمد بن طغج کی نیم آزاد حکومت قائم تھی۔ وہ صرف عباسی حکومت کو خراج ادا کرتا تھا۔ مشرقی صوبوں میں بھی جو عباسی حکومت کا خاص علاقہ تھا خودسر امرا نے آزاد اور نیم آزاد حکومتیں قائم کر لی تھیں۔ ماوراء النہر میں سامانی حکمران تھے۔ موصل' دیار ربیعہ اور دیار مضر میں آل حمدان کی حکومت تھی۔ طبرستان اور جرجان میں دیلمی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ فارس کا علاقہ اور خوزستان کا ایک حصہ عماد الدولہ کے قبضے میں تھا اور اس کے بڑے حصہ پر ابو عبداللہ بریدی مسلط تھا۔ عراق عجم کے لیے رکن الدولہ اور وشمگیر میں رسہ کشی ہو رہی تھی۔ کرمان ابو علی محمد بن الیاس کے تصرف میں تھا۔ بحرین اور یمامہ پر قرامطہ مسلط تھے۔ بصرہ اور واسط ابن رائق کے پاس تھے۔ غرض عراق سے لے کر سندھ تک دولت عباسیہ ٹکڑے ٹکڑے ہو رہی تھی۔ خلیفہ کے قبضہ میں صرف بغداد اور اس کے نواح کا حصہ رہ گیا تھا۔ ابن رائق کی امیر الامرائی کے بعد اس پر بھی راضی کو کوئی اختیار نہ رہ گیا اور محض زرنگار تخت پر بیٹھ کر اس ادبار کا تماشا دیکھتا رہا۔

لیکن اس زوال و انحطاط کے زمانہ میں بھی اس نے عباسی دربار کی تمام پرانی روایات اور خصوصیات کو قائم رکھا۔ اس کا عہد اس بہار کا آخری منظر تھا۔ دربار کے تمام پرانے آداب و رسوم اسی طرح قائم تھے۔ اہل علم اور ندیموں کا مجمع رہتا تھا۔ شاہی خدم و حشم' حاجب و چاؤش' عطایا و انعامات

[1] یہ تمام حالات الفخری ص ۲۵۳ تا ۲۵۵ سے ماخوذ ہیں۔ کہیں کہیں پر ابن اثیر سے بھی مدد لی گئی ہے۔

اور مصارف مطبخ کسی چیز میں کمی نہیں آنے دی۔ ❶ لیکن اس کے بعد ہی اس بہار پر خزاں آ گئی۔

اوصاف

علمی اوصاف کے اعتبار سے راضی نہایت لائق خلیفہ تھا۔ تاریخ' ادب اور شاعری سے خاص ذوق رکھتا تھا۔ خود بھی خوشگوار اور قادر الکلام شاعر تھا۔ سلاطین و فرمانرواؤں کی طرح محض تبرکاً اس کی شاعری نہ تھی بلکہ صاحب دیوان تھا۔ تاریخ کی کتابوں میں اس کے متفرق اشعار ملتے ہیں۔ دو شعر نمونۃً یہ ہیں: ❷

يصفر وجهي اذا تامله — حتى كان الذى بوجنته
طرفي ويحمر وجهه خجلا — من دم جسمي اليه نقلا

''جب میں اس کی جانب نگاہ کرتا ہوں تو میرا چہرہ زرد اور اس کے رخسارے شرم سے سرخ ہو جاتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے جسم کا خون اس کے رخساروں میں منتقل ہو گیا ہے۔ اس لیے میرا جسم تو زرد ہو جاتا ہے اور اس کا چہرہ سرخ۔''

تاریخ میں اس کے معلومات نہایت وسیع تھے اور تاریخی مذاکروں سے اسے بڑی دلچسپی تھی۔ علما اور اہل کمال کا بڑا قدر دان تھا۔ اس کے دربار میں بڑے بڑے ارباب کمال جمع اور اس کی فیاضیوں سے مستفیض ہوتے تھے۔ ❸

فیاضی اور سیر چشمی میں بھی اپنے اسلاف کی یادگار تھا۔ اس کے ندیم اور حاشیہ نشین اس کی فیاضیوں سے مالا مال تھے۔ وہ روزانہ انہیں کوئی نہ کوئی انعام عطا کرتا تھا۔ جو لوگ چند دن بھی اس کے دربار میں رہ جاتے وہ اتنے مالا مال ہو جاتے کہ پھر انہیں کوئی احتیاج باقی نہ رہتی تھی' اگر اس کی غلط بخشیوں پر کوئی ٹوکتا تو جواب دیتا کہ میں اس بارہ میں امیر المؤمنین سفاح کا پیرو ہوں۔ ان کا طریقہ تھا کہ جب کوئی ندیم یا مغنی آتا تو اس کو کچھ نہ کچھ ضرور دیتے اور کہتے کہ مجھے اس شخص پر تعجب آتا ہے کہ ایک شخص اس کو خوش کرتا ہے تو خوشی تو وہ نقد حاصل کر لیتا ہے اور اس کا معاوضہ ادھار پر ٹال دیتا ہے۔ ❹

---

❶ الفخری ص ۲۵۵' و تاریخ الخلفاء ص ۴۰۲۔
❷ الفخری ص ۲۵۲' و ابن اثیر ۸ ص ۱۱۹۔
❸ مروج الذہب ج ۸' ص ۳۳۹' ۳۴۰۔
❹ مروج الذہب ج ۸' ص ۳۸۹۔

ابواسحاق ابراہیم بن مقتدر الملقب بہ متقی باللہ

(۳۲۹ھ تا ۳۳۳ھ مطابق ۹۴۱ء تا ۹۴۴ء)

راضی کے بعد ارکان دولت نے راضی کے بھائی ابراہیم کو خلیفہ منتخب کیا اور ربیع الاول ۳۲۹ھ میں وہ تخت نشین ہوا اور متقی باللہ لقب اختیار کیا۔ اس وقت اس کا چونتیسواں سال تھا۔

امیر الامرا بجکم اس وقت واسط میں تھا۔ متقی نے اس کے پاس خلعت اور لوائے خلافت بھیجا۔ سلامہ طولونی کو حجابت کا منصب عطا کیا اور وزارت پر سلیمان بن وہب بدستور قائم رہا' لیکن اس کی وزارت برائے نام تھی۔ اختیارات تمام تر امیر الامرا کے ہاتھوں میں تھے۔ فارس' عراق اور خوزستان میں امرا کی کشمکش برابر جاری رہی بلکہ اس کا سلسلہ اور زیادہ وسیع ہوگیا' لیکن اس کو دولت عباسیہ سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔ اس لیے ان کے صرف وہی حالات لکھے جائیں گے جن کو براہ راست دولت عباسیہ سے کوئی تعلق ہوگا۔

بجکم کی موت

اوپر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ راضی کے آخری دور میں بجکم نے ابن بریدی کو واسط سے نکال دیا تھا۔ اسی سفر میں اس نے دولت کی طمع میں کردوں کے ایک جرگہ پر حملہ کر دیا' لیکن وہ خود ہی ایک کرد کے نیزہ کا نشانہ بن گیا۔ اس کی موت کی خبر بغداد پہنچی تو متقی نے اس کا گھر ضبط کر کے اس کی بے شمار دولت پر قبضہ کر لیا۔ [1]

ابن بریدی کا سب سے بڑا حریف بجکم تھا۔ اس کی موت سے اس کا راستہ صاف ہوگیا۔ بجکم کی دیلمی سپاہ بھی اس کے پاس چلی گئی۔ یہ سب روپے کے بھوکے تھے اور واسط دولت کا خزانہ تھا۔ اس لیے روپیہ کی طمع میں واسط کی طرف بڑھے۔ متقی کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے روکنے کی کوشش کی۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم کو روپے کی ضرورت ہے' اگر یہ روپیہ ہمیں مل جائے تو ہم لوٹ جائیں گے۔ متقی نے ڈیڑھ لاکھ دینار بھجوا دیے۔ روپے ملنے کے بعد انہوں نے پھر کہلا بھیجا کہ ہم حکومت کی جانب سے ابن بریدی کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے ہم کو مزید روپیہ دیا جائے اور مقابلہ کے لیے کوئی افسر مقرر کیا جائے۔ متقی نے اسے بھی منظور کر لیا اور چار لاکھ دینار دیلمی سپاہ اور بغدادی فوج میں تقسیم کیے اور سلامہ حاجب کو ان کا افسر مقرر کیا اور یہ سب ابن بریدی کے مقابلہ کے لیے نہر دیالی پر جمع ہوئے۔

---

[1] ابوالفدا ج ۲' ص ۲۸۔

بغداد پر ابن بریدی کا قبضہ' ناکام واپسی اور کورتکین کی امیر الامرائی

ابن بریدی عرصہ سے امیر الامرائی کا خواہشمند تھا۔ اس لیے بجکم کی موت کے بعد وہ بغداد کی طرف بڑھا۔ دیالمہ جو سلامہ حاجب کے ساتھ اس کے مقابلہ کے لیے جمع ہوئے تھے' اس کو روکنے کے بجائے کچھ تو اس سے مل گئے اور کچھ بنی حمدان کے پاس موصل چلے گئے۔ اس لیے سلامہ طولونی اور دوسرے امرا کو روپوش ہو جانا پڑا اور ابن بریدی بغداد کے دروازے پر پہنچ گیا۔ یہاں کوئی روکنے والا نہ تھا۔ یہ صورت دیکھ کر امرائے بغداد نے اپنا کل سامان بغداد سے منتقل کر دیا اور رمضان ۳۲۹ھ میں ابن بریدی بغداد میں داخل ہو گیا' لیکن اپنے تمرد اور سرکشی سے متقی سے نہیں ملا' مگر وہ اتنا مجبور و بے بس تھا کہ ابن بریدی کی پذیرائی کرنے پر مجبور ہو گیا اور بغداد کے داخلہ پر خود اس کے پاس پیام تہنیت کہلا بھیجا اور اس کے لیے مطبخ شاہی سے خاصہ بھجواتا رہا' لیکن اس کے باوجود اس کی رعونت میں فرق نہ آیا اور بزور وزیر دونت کو معزول کر کے بصرہ کی جیل میں بھجوا دیا اور متقی سے فوجی اخراجات کے لیے پانچ لاکھ دینار طلب کیے اور دھمکی دی کہ اگر دینے میں ذرا تامل ہوا تو معتز' مستعین اور مہتدی کی طرح اس کا بھی حشر ہوگا۔ متقی بے بس تھا' اس لیے اس کو چار و ناچار یہ رقم حوالہ کرنی پڑی۔ ابن بریدی نے یہ کل رقم خود لے لی اور فوج کو ایک حبہ نہ دیا۔ اس لیے ترک اور دیلمی دونوں اس سے بگڑ گئے۔ ترکوں کا سردار کورتکین بھی ساتھ ہو گیا اور دونوں نے اس سے کل سامان چھین لیا۔ بغداد کے عوام نے بھی دیالمہ کا ساتھ دیا۔ اس لیے ابن بریدی مقابلہ نہ کر سکا اور اسے بغداد چھوڑ کر واسط بھاگ جانا پڑا۔ متقی میں خود کوئی دم نہ تھا۔ اس لیے بریدی کی طرح اس کو کورتکین کی بھی پذیرائی کرنی پڑی اور اس کو بادل ناخواستہ امیر الامرا بنا دیا۔

اوپر گذر چکا ہے کہ دیلمی فوج کا ایک حصہ بنی حمدان کے پاس موصل چلا گیا تھا۔ یہ بھی روپیہ کے طالب تھے' لیکن بنی حمدان سے انہیں کچھ حاصل نہ ہوا۔ اس وقت عباسی امرا میں سب سے بڑی شخصیت ابن رائق والی شام کی تھی۔ اس لیے یہ لوگ موصل سے شام پہنچے اور ابن رائق کو بغداد چلنے پر آمادہ کیا۔ اسی دوران میں اس کی طلبی میں متقی کا خط آ گیا۔ یہ خود بھی بغداد کی امیر الامرائی کا خواہشمند تھا۔ اس لیے فوراً بغداد روانہ ہو گیا۔ ابن بریدی کو یہ حالات معلوم ہوئے تو اس نے موقع پا کر واسط پر قبضہ کر لیا۔ اس درمیان میں ابن رائق بغداد کے قریب پہنچ گیا۔ عکبرا میں اس کا اور کورتکین کا مقابلہ ہوا اور معمولی جھڑپ کے بعد ابن رائق مغربی سمت سے بغداد میں داخل ہو گیا۔ دوسری جانب سے کورتکین اپنی پوری قوت کے ساتھ مشرقی سمت سے پہنچ گیا۔ اس کے داخلہ کے بعد ابن رائق مایوس ہو گیا' لیکن

اتفاق سے اہل بغداد اس کے ساتھ ہو گئے اور دونوں نے مل کر کورتکین کو شکست دے دی۔ کورتکین کی شکست کے بعد متقی نے ابن رائق کو امیر الامرائی کا منصب عطا کیا۔
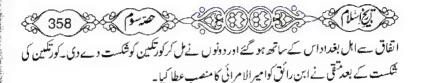
بغداد پر ابن بریدی کا قبضہ اور ابن رائق اور متقی کا فرار

لیکن وہ مالی دشواریوں کی وجہ سے زیادہ دنوں تک اس منصب پر نہ رہ سکا۔ فوجوں نے اس سے روپے کا مطالبہ شروع کیا۔ ابوعبداللہ بن بریدی نے واسط پر قبضہ کر کے خراج روک دیا تھا۔ اس لیے ابن رائق فوج کا مطالبہ پورا نہ کر سکا اور وہ اس کا ساتھ چھوڑ کر ابن بریدی کے پاس چلی گئی۔ اس نے فوراً اپنے بھائی ابوالحسین کو فوج کے ساتھ بغداد روانہ کر دیا۔ ابن رائق اور اہل بغداد دونوں نے مل کر اس کا مقابلہ کیا' لیکن ابوالحسین نے دونوں کو شکست دی اور متقی کو بغداد چھوڑ کر موصل چلا جانا پڑا۔ بغداد پر قبضہ کے بعد ابوالحسین اور اس کی فوج نے شہر کو خوب لوٹا اور اہل شہر پر بڑے مظالم ڈھائے۔ تمام عمائد سلطنت شہر چھوڑ کر نکل گئے اور ابن بریدی کی فوج نے بغداد لوٹ کر بالکل ویران کر دیا۔

ابن رائق کا قتل اور بغداد پر متقی کا دوبارہ قبضہ اور ناصر الدولہ کی امیر الامرائی

متقی بغداد سے نکلنے کے بعد موصل چلا گیا۔ حدود موصل میں پہنچنے کے بعد اپنے لڑکے ابومنصور کو ابن رائق کے ساتھ ناصر الدولہ ہمدانی والی موصل کے پاس مدد مانگنے کے لیے بھیجا۔ ناصر الدولہ نے شہزادہ کے شایان شان اس کا اعزاز کیا' لیکن ابن رائق کو جس کے ساتھ اسے پہلے سے دشمنی تھی' قتل کرا دیا اور خود متقی کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اس کو اس وقت ناصر الدولہ کی مدد کی ضرورت تھی۔ اس لیے ابن رائق کے قتل کے واقعہ پر چشم پوشی سے کام لیا اور ناصر الدولہ کو امیر الامرا بنایا اور اس کے بھائی ابوالحسین علی کو سیف الدولہ کا خطاب عطا کیا اور ناصر الدولہ ابن بریدی کو نکالنے کے لیے متقی کے ساتھ بغداد آیا۔ ابن بریدی میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے وہ خود بغداد چھوڑ کر واسط چلا گیا اور اہل بغداد کو اس کے مظالم سے نجات ملی۔ ابن رائق کے قتل سے یہ نقصان ہوا کہ دمشق پر ابن طغج والی مصر نے قبضہ کر لیا۔ [1]

[1] ابوالفداء ج ۲' ص ۸۹۔

ترکوں کی بغاوت اور ناصر الدولہ کی امیر الامرائی کا خاتمہ

بغداد میں ابن بریدی کے پاس ناصر الدولہ کے مقابلہ کی قوت نہ تھی۔ اس لیے وہ بغداد چھوڑنے پر مجبور ہو گیا تھا' لیکن چند دنوں میں واسط میں تیاری کر کے پھر وہ ناصر الدولہ کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ ناصر الدولہ کے بھائی سیف الدولہ نے اسے شکست دے کر واسط واپس کر دیا اور ۳۳۱ھ میں واسط پر فوج کشی کر کے یہاں سے بھی ابن بریدی کو نکال دیا اور اس کے اصلی مرکز بصرہ پر حملہ کا قصد کر رہا تھا کہ اس کی فوج کے دو سرکش ترکی افسروں خنجیح اور توروں نے روپیہ کے لیے علم بغاوت بلند کر دیا اور سیف الدولہ کے لشکر گاہ پر حملہ کر کے بغداد بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ ناصر الدولہ اس وقت یہیں تھا۔ اس لیے وہ موصل کو بچانے کے لیے روانہ ہو گیا۔ اس کے جاتے ہی دیالمہ اور ترکوں نے اس کی بغدادی قیام گاہ کو لوٹ لیا اور چند مہینوں کے اندر ناصر الدولہ کی امیر الامرائی کا خاتمہ ہو گیا۔

بغداد پر توروں ترکی کا قبضہ اور اس کی امیر الامرائی

دوسری طرف واسط کی حکومت کے بارہ میں خنجیح اور توروں میں جھگڑا ہو گیا' پھر اس پر فیصلہ ہوا کہ حکومت توروں کے ہاتھ میں رہے گی اور فوج کی سپہ سالاری کا عہدہ خنجیح کے پاس رہے گا۔ ابن بریدی کو اس کے اختلاف کی خبر ہوئی تو اس نے واسط پر قبضہ کر لینے کا ارادہ کیا۔ توروں نے خنجیح کو اس کے مقابلہ پر مامور کیا۔ ابن بریدی نے توروں کو دھوکا دینا چاہا اور اس سے کہلا بھیجا کہ میں واسط کو ٹھیکہ پر لینا چاہتا ہوں۔ توروں اس کے فریب میں نہ آیا اور قاصد کو خوش اسلوبی کے ساتھ واپس کر دیا۔ اس کو خنجیح پر اعتماد نہ تھا۔ اس لیے اس کے پیچھے جاسوس لگا دیا۔ جاسوس نے آ کر خبر دی کہ وہ ابن بریدی سے مل جانا چاہتا ہے۔ یہ خبر سن کر توروں نے دفعۃً خنجیح کے لشکر گاہ پر پہنچ کر اس کو گرفتار کر لیا اور اس کی آنکھوں پر گرم سلائیاں پھیر دیں۔ اس دوران میں سیف الدولہ برابر توروں کے مقابلہ کی تیاری کرتا رہا۔ توروں کو اس کی خبر ہوئی تو وہ فوراً بغداد کی طرف بڑھا۔ ابھی سیف الدولہ پورے طور سے تیار نہ ہوا تھا۔ اس لیے اسے بغداد چھوڑ کر موصل جانا پڑا اور رمضان ۳۳۱ھ میں توروں بغداد میں داخل ہو گیا۔ متقی نے حسب معمول اسے بھی امیر الامرا بنا دیا۔

متقی اور توروں میں بدگمانی

ادھر ابن بریدی نے میدان خالی پا کر واسط پر قبضہ کر لیا۔ اس لیے توروں کو اسے چھڑانے کے

لیے نکلنا پڑا۔ ابن بریدی کا ایک افسر ابوجعفر بن شیرزاد توروں سے مل گیا۔ اس نے اس کے مزاج میں اتنا رسوخ پیدا کر لیا کہ عباسی امرا توروں سے بدظن ہو گئے اور ابن مقلہ اور توروں کے بغدادی نائب محمد بن بنال نے متقی کو اس کے خلاف بھڑکا دیا کہ توروں ابن بریدی سے مل گیا ہے اور دونوں نے آپس میں طے کیا ہے کہ آپ کے پاس بجکم کی جو دولت ہے اس پر قبضہ کر کے آپس میں بانٹ لیں اور ابن بریدی کا فوجی افسر ابن شیرزاد اس غرض سے بھیجا گیا ہے کہ وہ آپ کو پکڑ کر ابن بریدی کے حوالہ کر دے۔ یہ خطرہ سن کر متقی موصل جانے کے لیے آمادہ ہو گیا اور بنی حمدان کو لکھا کہ وہ اس کو لے جانے کے لیے فوجیں روانہ کر دیں۔

توروں کے خوف سے متقی کی موصل روانگی اور دونوں میں مصالحت

ابھی متقی موصل جانے کی تیاری ہی کر رہا تھا کہ ابوجعفر بن شیرزاد نے بغداد پہنچ کر حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی اور متقی کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ اس سے اس کو خطرہ کا یقین ہو گیا۔ اس دوران میں ناصر الدولہ کی فوجیں متقی کو لینے کے لیے بغداد پہنچ گئیں اور وہ اپنے اہل وعیال کو لے کر موصل روانہ ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد ابن شیرزاد نے اہل بغداد پر بڑے مظالم ڈھائے اور ابن بریدی کو متقی کے موصل چلے جانے کی اطلاع دی۔ یہ اطلاع پاتے ہی توروں کو بغداد واپس آنا پڑا۔ متقی کے حدود موصل میں داخلہ کے ساتھ ہی ناصر الدولہ اور سیف الدولہ دونوں اس کی مدد کو پہنچ گئے تھے۔ اس لیے بغداد واپس آنے کے بعد توروں فوراً ان کے مقابلہ کے لیے روانہ ہو گیا اور ناصر الدولہ اور سیف الدولہ دونوں کو شکست فاش دے کر موصل سے بھی نکال دیا۔ متقی نے جب دیکھا کہ ناصر الدولہ اس کی مدد کرنے سے قاصر ہے تو وہ رقہ چلا گیا اور توروں سے کہلا بھیجا کہ تمہاری اور ابن بریدی کی مصالحت سے مجھے خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس لیے میں بنی حمدان کے پاس چلا آیا تھا۔ میری دلی خواہش ہے کہ تم میں اور بنی حمدان میں صلح ہو جائے۔ اس تحریک پر توروں نے ناصر الدولہ سے صلح کر لی۔ صلح کے بعد توروں بغداد لوٹ گیا' لیکن متقی کو توروں کی جانب سے اطمینان نہ تھا۔ اس لیے وہ بنی حمدان ہی کے پاس رقہ میں مقیم ہو گیا۔ [1]

اس درمیان میں بنی حمدان کے ساتھ توروں کی مشغولیت سے فائدہ اٹھا کر معزالدولہ دیلمی نے واسط پر فوج کشی کر دی تھی۔ بغداد واپس آنے کے بعد توروں نے اسے شکست دے کر واپس کیا۔

---

[1] یہ تمام حالات ابن خلدون ج ۴ ص ۴۱۰ تا ۴۱۶ سے ماخوذ ہیں۔

ابوعبداللہ بن بریدی کی موت

مسلسل لڑائیوں نے ابوعبداللہ بن بریدی کی مالی حالت بہت خراب کر دی تھی۔ اس کا بھائی ابویوسف دولت مند تھا۔ ابوعبداللہ ایک عرصہ تک اس سے قرض لیتا رہا' لیکن وہ کب تک اس کے بار کا متحمل ہوتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں کے تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ ابن بریدی کی ناداری اور ابویوسف کے تمول کی وجہ سے ابن بریدی کی فوج بھی ابویوسف کی طرف مائل ہوگئی تھی۔ ابویوسف اس سے ابن بریدی کے اسراف اور بے تدبیری کی شکایت کیا کرتا تھا۔ ابن بریدی کو اس کی خبریں برابر ملتی رہیں۔ یہ بھی اس کو معلوم ہوا کہ ابویوسف اسے ہٹا کر اس کی جگہ لینا چاہتا ہے۔ اس سلسلہ میں بعض اور ایسے واقعات پیش آئے کہ ابن بریدی ابویوسف کا جانی دشمن بن گیا اور دھوکے سے اسے قتل کرا دیا۔ اس واقعہ کے آٹھ مہینے بعد شوال ۳۳۲ھ میں ابن بریدی کا بھی وقت آخر ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی ابوالحسین اس کا جانشین ہوا' لیکن اس میں کوئی اہلیت نہ تھی۔ اس لیے فوج نے اسے ہٹا کر اس کے بھتیجے ابوالقاسم کو حاکم بنا دیا۔

بیرونی مہمات

دولت عباسیہ کی زبوں حالی کی وجہ سے بیرونی مہمات کا سلسلہ عرصہ سے رک گیا تھا جس سے رومیوں کے حوصلے بڑھ گئے تھے' چنانچہ ۳۳۰ھ میں وہ شام کی سرحد میں گھس آئے اور نواح حلب کو تاخت و تاراج کر کے پانچ ہزار آدمی گرفتار کر کے لے گئے۔ خلافت بغداد میں مقابلہ کی سکت باقی نہ تھی۔ خود شام کے مسلمانوں نے اس کا انتقام لیا اور رومی حدود میں تاخت کر کے بہت سا مال غنیمت حاصل کیا اور کئی بطریق گرفتار کیے۔

اسی زمانہ میں مسیحیوں کو یہ خبر ملی کہ رہا کے کنیسہ میں ایک رومال ہے جس سے حضرت مسیح علیہ السلام نے منہ صاف کیا تھا اور اس پر آپ کے چہرہ کی شبیہ آ گئی تھی۔ اس لیے ۳۳۳ھ میں قیصر روم نے متقی کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر یہ مقدس رومال اس کے پاس بھجوا دیا جائے تو اس کے بدلہ میں ان تمام مسلمان قیدیوں کو جو اس کے یہاں اسیر ہیں' رہا کر دے گا۔

متقی نے قضاۃ اور فقہا سے مشورہ کیا۔ بعضوں نے رائے دی کہ رومال بھیج کر قیدیوں کو چھڑا لینا چاہیے' لیکن بعض اشخاص نے اختلاف کیا اور کہا کہ یہ رومال عرصہ دراز سے مسلمانوں کی ملک میں چلا آ رہا ہے۔ آج تک کسی رومی فرمانروا نے اس کا مطالبہ نہیں کیا۔ اس کے دینے میں مسلمانوں کی

مخالفت کا اندیشہ ہے' لیکن بالآخر یہ رائے قرار پائی کہ رومال بھیج کر قیدیوں کو چھڑا لینا زیادہ بہتر ہے' چنانچہ اس کے معاوضہ میں بہت سے مسلمانوں کی جانیں بچ گئیں۔ ❶

۳۳۲ھ میں روسیوں نے بحر اسود کی راہ سے آذربائیجان پر حملہ کر دیا اور بڑھتے ہوئے بردعہ تک پہنچ گئے۔ مسلمانوں نے مقابلہ کیا' لیکن انہیں شکست ہوئی اور روسی بردعہ میں داخل ہو گئے' مگر آبادی سے کوئی تعرض نہیں کیا' لیکن مسلمانوں نے روسیوں پر سنگباری شروع کر دی۔ روسیوں نے پہلے انہیں روکنے کی کوشش کی' مگر جب وہ باز نہ آئے تو روسیوں نے جوش غضب میں ہزاروں مسلمانوں کو قتل کر ڈالا۔ اس سے مسلمانوں میں بڑا جوش و خروش پیدا ہو گیا اور انہوں نے جہاد کا اعلان کر دیا۔ اس اعلان پر ہر طرف سے مسلمان ٹوٹ پڑے اور روسیوں کو شکست دے کر نکال دیا۔ ❷

وزارت

دولت عباسیہ میں وزارت کا عہدہ بڑا جلیل القدر تھا۔ وزیر ہی نظام حکومت کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ اس لیے لائق ترین اشخاص کا انتخاب کیا جاتا تھا' لیکن خلافت پر زوال کے ساتھ ساتھ وزارت کی اہمیت بھی گھٹتی گئی' اور امیر الامرا کے عہدہ کے قیام کے بعد تو اس کی وقعت بالکل ہی جاتی رہی اور حکومت کے تمام اختیارات امیر الامرا کے ہاتھ میں آ گئے تھے۔ وزارت کا محض نام رہ گیا تھا اور اس کے لیے کسی قابلیت کی بھی شرط نہیں رہ گئی تھی۔ امیر الامرا جسے اپنے مفید مطلب سمجھتا' اسے وزیر بناتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر کس و ناکس وزیر ہونے لگا اور وزارت کا عہدہ تماشا بن کے رہ گیا۔ متقی کے زمانہ میں کوچہ و بازار میں اس کا مضحکہ اڑایا جانے لگا۔ قاضی تنوخی لکھتے ہیں کہ بنی عباس کے سیاسی نظام میں سب سے پہلے عہدۂ قضا پر زوال آیا اور بے علم قضاۃ مقرر ہونے لگے' پھر وزارت پر زوال طاری ہوا اور متقی کے عہد میں اس کی شان و شوکت کا بالکل خاتمہ ہو گیا اور گلی کوچوں میں اس کا مذاق اڑایا جانے لگا۔ ابوالحسین بن عباس کا بیان ہے کہ میں نے شارع خلد میں دیکھا کہ ایک جگہ بندر کا تماشا ہو رہا ہے۔ مداری بندر سے پوچھتا ہے کہ تم بزاز بننا چاہتے ہو۔ وہ سر کے اشارے سے ہاں کہتا ہے' پھر پوچھتا جاتا ہے عطار بننا چاہتے ہو اس پر بھی وہ ہاں کہتا ہے۔ اسی طریقہ سے مداری مختلف پیشوں کے متعلق پوچھتا جاتا ہے اور بندر سر ہلا کر اثبات میں جواب دیتا جاتا ہے۔ آخر میں سوال کرتا ہے کہ وزیر بننا چاہتے ہو؟ اس پر وہ سر ہلا کر انکار کرتا ہے اور اس سے سارا مجمع لطف اندوز ہوتا ہے۔ ❸

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ متقی کے دور میں وزارت کس درجہ تک پہنچ گئی تھی۔ امیر الامرائی کے

---

❶ ابن اثیر ج ۸' ص ۱۳۱' ۱۳۲۔ ❷ ابن اثیر ج ۸' ص ۱۳۱' ۱۳۲۔ ❸ جامع التواریخ قاضی تنوخی ص ۱۱۴۔

قیام کے بعد وزرا کا عزل ونصب امیر الامرا کے ہاتھوں میں آ گیا تھا اور خود اس عہدہ کو بھی قرار نہ تھا۔ جو امیر غالب ہوتا تھا' وہ امیر الامرائی کے منصب پر قابض ہو جاتا تھا۔ اس لیے وزارتیں بھی آئے دن بدلتی رہتی تھیں' چنانچہ متقی کے مختصر دور حکومت میں کئی وزارتیں بدلیں۔ کوئی وزیر تین چار مہینوں سے زیادہ اپنے عہدہ پر نہ رہنے پاتا تھا۔ اس کا پہلا وزیر سلیمان بن وہب بن مخلد تھا۔ چار مہینے بعد ابوالخیر احمد بن محمد بن میمون کو قلمدان وزارت سپرد ہوا۔ یہ محض برائے نام وزیر تھا۔ چھ مہینے کے بعد یہ بھی ہٹایا گیا اور ابن بریدی اس منصب کے لیے نامزد ہوا' لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد بغدادی فوج کی بغاوت کی وجہ سے اسے بھی بھاگنا پڑا۔ اس کے بعد وزارت کا کام عبدالرحمٰن بن عیسیٰ کے سپرد ہوا۔ اصل وزیر ابواسحاق محمد بن احمد اسکافی تھا' لیکن یہ کوئی کام نہ کرتا تھا۔ اس کی مدت وزارت کل چالیس دن تھی۔ اس کے بعد محمد بن قاسم کرخی وزیر مقرر رہا۔ چند دنوں کے بعد پھر ابن بریدی وزیر ہوا' لیکن کل ایک مہینہ کے اندر اس کی دوسری وزارت بھی ختم ہوگئی اور احمد بن عبیداللہ اصفہانی کو یہ منصب سپرد ہوا۔ اس میں مطلق کوئی صلاحیت نہ تھی۔ اس کے بعد ابن مقلہ وزیر بنایا گیا۔ اسی کے دور وزارت میں متقی کا زمانہ آخر ہو گیا۔ [1]

متقی کی معزولی

اوپر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ امیر الامرا تورون کی وجہ سے متقی بغداد چھوڑ کر بنی حمدان کے پاس مقیم ہو گیا تھا' لیکن چند دنوں کے بعد ان کا رویہ بھی بدل گیا اور وہ اس کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آنے لگے۔ اس وقت اس کے لیے دو ہی صورتیں تھیں' یا وہ تورون کو راضی کر کے بغداد واپس چلا جاتا یا کسی دوسرے امیر کے دامن میں پناہ لیتا۔ اس نے بیک وقت دونوں صورتیں اختیار کیں۔ ایک طرف بغداد واپس جانے کے لیے تورون سے صفائی کی کوشش کی۔ دوسری طرف محمد بن طغج اخشیدی والی مصر کو اپنی حالت زار سے آگاہ کر کے اسے مدد کے لیے بلا بھیجا۔ تورون نے اس کے پیام صلح کو خوشی سے منظور کر لیا اور قضاۃ' بنی ہاشم کے ارکان اور دوسرے عمائد سلطنت کے روبرو متقی کے ساتھ وفاداری کا حلف نامہ لکھ کر ان کو گواہ بنایا۔ ان لوگوں نے متقی کو اطمینان دلا کر بلا بھیجا' لیکن ابھی متقی رقہ سے بغداد ہوا تھا کہ محمد بن طغج بھی اس کی مدد کے لیے پہنچ گیا اور متقی کے حضور میں اظہار اطاعت وخدمت کا کوئی دقیقہ نہیں رکھا۔ اس کی اور اس کے تمام وابستگان دولت کی خدمت میں بیش قیمت ہدایا پیش کر کے درخواست کی کہ آپ میرے ساتھ مصر وشام تشریف لے چلیے۔ وہاں کوئی آپ کا بال بیکا نہیں کر سکتا'

---

[1] یہ حالات ابن اثیر عہد متقی اور الفخری ص ۲۵۹ سے ماخوذ ہیں۔

لیکن متقی اس پر آمادہ نہ ہوا۔ ابن طغج نے کہا کہ اگر میرے ساتھ نہیں چلتے تو اللہ کے لیے بغداد نہ جائیے۔ توزون کا کوئی اعتبار نہیں' لیکن متقی نے یہ مشورہ بھی قبول نہ کیا اور توزون کے حلف نامے اور عمائد بغداد کی تصدیق پر اعتماد کر کے بغداد روانہ ہو گیا۔ فریب کار توزون خود سندیہ تک اس کے استقبال کے لیے آیا اور متقی کے سامنے زمین بوس ہو کر ایفائے عہد اور اطاعت کا یقین دلایا اور متقی کو اطمینان دلانے کے بعد ہی اس کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروادیں۔ جب وہ درد کی تکلیف سے چیخا اور اس کے ساتھ خدم شاہی اور حرم سلطانی کی آوازوں کا شور بلند ہوا تو اس نمک حرام نے سب کو پٹوا کر خاموش کیا۔ متقی کو اندھا کرنے کے بعد اسے بغداد واپس لا کر تخت خلافت سے معزول کر دیا۔ [1]

اس کی مدت خلافت تین سال پانچ مہینے چند دن تھی۔

اوصاف

متقی میں امور جہانبانی کی کوئی صلاحیت نہ تھی۔ اس لیے وہ بگڑے ہوئے نظام کو نہ سنبھال سکا اور اس کے زمانہ میں عباسی حکومت کے ظاہری ٹھاٹھ کا بھی خاتمہ ہو گیا اور خلفا کی کوئی حیثیت نہ رہ گئی۔

ابن طقطقی کا بیان ہے کہ متقی میں جہانبانی کا کوئی وصف نہ تھا۔ اس کے زمانہ میں نظام حکومت درہم برہم ہو گیا۔ اس کے پورے دور میں جنگ و جدال اور فتنہ و فساد کا بازار گرم رہا۔ بغداد پر حملہ ہوا' دارالخلافہ کا کل سامان لوٹ لیا گیا۔ توزون کا اقتدار اتنا بڑھا کہ اس نے بغداد پر قبضہ کر لیا اور متقی کو بغداد چھوڑ کر بھاگنا پڑا اور توزون کے ہاتھوں اس کو برے دن دیکھنے پڑے۔ [2] مسلسل سیاسی انقلابات نے عراق کو بالکل تباہ کر دیا تھا۔ بغداد میں اتنا شدید قحط پڑا جس کی مثال گذشتہ عباسی تاریخ میں نہیں ملتی۔ غلہ سونے کے بھاؤ بکنے لگا۔ عوام قحط کی شدت سے مردار کھانے پر مجبور ہو گئے تھے۔ [3]

البتہ متقی میں مذہبی اور اخلاقی خوبیاں تھیں اور اس حیثیت سے وہ اپنے پیشروؤں کے مقابلہ میں گویا زاہد تھا۔ خطیب کا بیان ہے کہ وہ اپنے پیشرو خلفا کے بہت سے افعال و اعمال سے محترز رہا۔ نبیذ کو جو خلفا کی گھٹی میں پڑی تھی' کبھی منہ نہیں لگایا۔ رات دن اس کو روزہ نماز سے کام تھا۔ [4] ہر وقت قرآن شریف کی تلاوت کرتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے قرآن کے علاوہ اور کسی ندیم کی ضرورت نہیں۔ [5]

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۱۳۶' ۱۳۷۔ [2] الفخری ص ۲۵۶۔ [3] تاریخ الخلفا ص ۴۰۴۔
[4] تاریخ خطیب ج ۲ ص ۵۲۔ [5] تاریخ الخلفا ص ۴۰۴۔